حق کاپی رائٹ محفوظ ہے ۔ بلا اجازت کوئی نہ چھاپے
قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ ۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً
هذه العجالة من تصنيف زبدة المحققين و
رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ
حق حق
حق حق
اللہ ھو
سیف چشتیائی
بحجة الله البالغة على الشمس البازغة وصلاح النصيح
یعنی
لاعجالة المسيح اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ في النار
حسب ایما
معدن صدق و صفا مخزن حلم و حیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم
باہتمام حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ ربہ
بار چہارم
قیمت چار روپے

قال اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یقیناً نہیں قتل کیا انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

ھذہ العجالۃ من تصنیف زبدۃ المتقین و

رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ

سیف چشتیائی

یعنی

حجۃ اللّٰہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ وصلاح النصیح

لاھل الزیغ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

مصداق صدق و صفا مخزن علم و حیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم

باہتمام حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ ربہٗ

قیمت چار روپے

تعارف

واضح ہو کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رضی اللہ عنہ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مابین بحث اور خط و کتابت کی تفصیل اس وقت کے مشہور اسلامی اخبارات مثلاً "پیسہ" اخبار لاہور۔ "سیاست" لاہور اور "چودھویں صدی" راولپنڈی وغیرہ میں شائع ہوئی تھی۔ اور اسکے ساتھ روئداد مناظرہ لاہور کے نام سے بھی ایک ٹریکٹ انجمن نعمانیہ لاہور نے شائع کرایا تھا۔ جو کہ اب نایاب ہو چکے ہیں۔ البتہ رسالہ "راست بیانی بر شکست قادیانی" میں اُس بحث کے بعض مضامین مع تفاصیل مذکور ہیں۔ جو کہ اب بھی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

نیز اس مباحثہ کے متعلق بعض اہم تحریرات اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ لاحق کر دی گئی ہیں۔ جن سے اس قلمی جہاد کی حقیقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم رضؓ کا ایک تحریری بیان بعنوان (قابل توجہ اہل اسلام) خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس سے مرزائیت کے خلاف آپ کے تمام مساعی کا اجمالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس میدان میں قدم رکھنے سے آپ کا مقصد محض اسلام اور اہالیان اسلام کو اس تحریک کے خطرناک اثرات سے بچانا تھا۔ جس کے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ شریف میں آپ کو ان الفاظ میں متنبہ فرمایا تھا۔ (کہ آپ ضرور واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں ایک زہریلی ہوا چلنے والی ہے۔ جس کے لئے آپ کا وجود سد باب ہوگا) لہٰذا تبرکاً سب سے اول آنجناب کے بیان مذکور کو نقل کیا جاتا ہے۔

نیاز مند درگاہ مہریہ فیض احمد عفی عنہ صدر مدرس جامعہ غوثیہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف
۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

قابل توجہ اہل اسلام

اس ہیچمدان خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامۃ فی الوحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف اور تالیف کا شوق نہیں۔ کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری اور یا بغرض حصول دولت کئے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آج کل کے ابنائے زمان اُن کمالات کو پسند کرتے ہیں۔ جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں۔ اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اُس طرز قدیم کو جس پر زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں۔ اور جس سے اس ہیچمدان کو قدرے موانست ہے نفرت رکھتے ہیں۔ باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ "شمس الہدایۃ" لکھا گیا تھا۔ جس سے مراد نہ تو طلب شہرت اور نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی۔ کہ اعلاء کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو۔ اور قیامت میں بازپُرس سے بچ جاؤں۔ اور اگر ان اوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ روبراہ آجاویں۔ یا متزلزل الاعتقاد و گمراہ ہونے سے بچ جاویں۔ تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔ اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب قادیانی اور اس کے مریدوں کی طرف سے بجائے کسی جواب کے مباحثہ کے لئے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ ہرچند مباحثہ کے لئے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کئے تھے۔ اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی

درخواست کی گئی۔ اور یہ خادم الفقراء مع علمائے کرام و مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمدن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی کے ٹھہرا رہا۔ مگر مرزائے قادیانی قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا میری اطلاع کے تشہیر بھی کر دی تھی۔ اس لئے اب اس کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بہت دیر بعد شمس الہدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہی مرید نے شمس بازغہ لکھا اور مرزا نے تفسیر فاتحہ چھپوائی۔ تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا۔ کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت کچھ انکار کیا گیا۔ اور کہا گیا ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ٭ آنست جوابش کہ جوابش ندہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا۔ کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے۔ عوام مسلمانان ہند و پنجاب کے فائدے کے لئے ہی سہی۔ لہٰذا مجبوراً یہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دئیے۔ کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں۔ تاکہ یہ علماء کرام و معززین اسلام میں بدستور سابق مفت تقسیم کی جائے۔ کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

محب الفقراء
مہر علی شاہ عفی عنہ

؎ شاہی مسجد لاہور کے جلسے کا حوالہ دیا گیا جس میں جملہ علمائے کرام و صوفیائے عظام نے آئندہ مرزا کو مخاطب کرنے سے منع فرمایا تھا۔ ۱۲ منہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسلہ مبشرین ومنذرین وختمہم بمن انزل فیہ لکن رسول اللہ وخاتم النبیین نزل علیہ قرآنا عربیا غیر ذی عوج باہر آیات واظہر حجج لو اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لعجزوا عن الاتیان بمثیل اقصر سورۃ منہ مع الخذلان واشہد ان لا الٰہ الا ھو الہ العٰلمین واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ وحبیبہ و خلیلہ خاتم النبیین علیہ وعلیٰ الہ من الصلوۃ اسناھا علی دعلمہ ومن التسلیمات ازکٰہا ملأ حلمہ وعلی صحبہ الذین اووا ونصروا والذین اتبعوہم باحسان الی یوم الدین سیما مجددی دینہ المتین الجازمین المتنبی القادیانی فالقاطعین عن ملۃ الوثنین اللّٰھمّ انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منہم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعل مثلنا مثل الذین قلت فیہم {وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ وایضا اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝}

اما بعد فیقول الفقیر الملتجی الی اللہ الغنی بہ عمن سواہ عبدہ وابن عبدہ

مہر علی شاہ الحسنی نسباً الحنفی مذہباً الچشتی النظامی والقادری الذی ھی مسلکان اسنیٰ مایرغب فیہ ویشرف علیہ وابھی ماتمتد اعناق الھمم الیہ ھو علم الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا وقال اللہ تعالیٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ وقال تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ۔ فعلمھما من اھم ماتشد رحال القصد الیہ واعظم ماتناخ مطایا الطلب لدیہ ومن اوکد مالاجلہ ترکب الحوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی ومن اشد مایجتدی لدفع معرۃ العوادی من الاھاضیب الشوادی کما قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللّٰذی لَآ اِلٰہَ غیرہ مانزلت اٰیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احدا اعلم بکتاب اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ۔ فالواجب علینا معشر المسلمین تعلمھما ممن ھو اھل لذلک ویقدم تفسیر القرآن بالقرآن علیٰ حسب اللغۃ العربیۃ وعلیٰ طبق مافسرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ وقال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَا

---

[1] فھو رضی اللہ عنہ۔ وعن اسلافہ الکرام ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشن دین بن السید عبد الرحمٰن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید محمد بن میراں سید محمد کلان بن میراں شاہ قادر قمیص السندوری فی نواحی السہارنفور ومشائخ کلیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بہاؤ الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزاق بن السید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ وعن اولادہ واحفادہ الیٰ یوم القیامۃ ۱۲۔ حررہ الراجی عفو ربہ محمد غازی مقیم آستانہ عالیہ

إِلَيْكَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا وَ أَيْضًا
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وَ أَيْضًا قال تعالى وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا
نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥ وقال صلی الله علیه وسلم الا وانی اوتیت القرآن
ومثله معه ۔ فتفسیره صلی الله علیه وسلم بکر القوادی ونجم الدادی واقدم
من کل شیء لا تسوغ مخالفته لمسلم قط علی زعم ما نعم المتنبی القادیانی وحزبه
فانهم اتوافق التفسیر کل مضادی والضوادی فجعلوه مرجعا واصلا لتفسیر
الرسول ولو بتاویل تمجه العقول کما فی احادیث النزول ثم تفسیر علماء الصحابة
اذ هم ادری بذلک لما شاهدوا من القرآن والاحوال المعینة علی فهم المراد
مع نیل سعادة السماع والتعلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ابن مسعود رض
قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر آیات لم یجاوزهن حتی یعرف معانیهن والعمل
بهن ۔ وقال ابو عبد الرحمن السلمی حدثنا الذین کانوا یقرؤننا انهم کانوا
یستقرؤن من النبی صلی الله علیه وسلم وکانوا اذا تعلموا عشر آیات لم یخلفوها
حتی یعمل بما فیها من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جمیعا وبالجملة تفسیر الصحابی
مقدم علی رأی غیره لا کما زعمت المرزائیة فانها طائفة اشربت فی قلوبها
نبوة القادیانی ورسالة تفسیر القرآن برایها تفسیر القرر لنبوته بان تجعل
هذا المطلوب متبوعا والتفسیر تابعا له فتمد الیه بای طریق امکن وان کان
ضعیفا او تحریفا او خرقا للاجماع فسودوا الکراریس العدید لاثبات ان
غلام احمد القادیانی نبی ورسول فمن لم یؤمن بنبوته فهو احد
الکفرة الذین انکروا رسالة الرسل خارج عن الاسلام
والعیاذ بالله فصرفوا جهدهم وما زال المقصود یصرف ویبذلوا انفسهم
والمطلوب یعرض ویحرف فالحمد لله علی ما النصرت عرائی اما لهم عن الفوز
بما فی خیالهم واین الحضیض من السماء والثریا من الثری

ولنعم ما قیل فی الهندیة "کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا" انظر ما بال القرون الاولی
کیف ادعی المسیلمة وغیره ممن تنبّی قد سحروا فی اعین عدّة من الجهلة ویحبونهم
کحب الله فباؤا بالذّلّة مع الاعوان فی الاخرة والاولی ولله درّ علماء الاسلام
حیث صنّفوا کتبا و رسائل الهناء لفتنة القادیانی و امّته قد هدی الله بها
کثیرا من المرزائیة فی اکثر البلدان وتابوا توبة نصوحا والحمد لله علی ذلک
وطالما یلقی فی روعی ان اکتب کتابا یوضح سبیل المؤمنین الذین انعم
الله علیهم من السلف الصالحین ویجتنب طریق المبتدعین الذین نبذوا
الکتاب والسنة وراء ظهورهم مقتفین بآثار اصحاب ارسطاطالیس معرضین
عما علیه ارباب النوامیس فحال بینی وبین ما کنت اروم تراکم الاشغال
وتزاحم الهموم حتی الحّ علیّ واظهر الفقر لدیّ من لا یسعنی الا اسعاف
ما امله وانجاح ما سئله فها انا اشرع فی المقصود مجیبا عمّا قال المولوی محمد
احسن امروهی واخوته من المعترضین علی رسالتی المسماة بشمس الهدایة
ومصلحا لما تفوّه به القادیانی فی تحریف سورة الفاتحة ومبطلا لدعوی
اعجازه فی تفسیر سورة الشافیة معتمدا علی فضل الله متشبثا بذیل رسول
الله صلی الله علیه وسلم فنعم المنیع منیعی ونعم الشفیع شفیعی بابی و امّی
هو ومابین اضلعی قال فی خطبة رسالة المسمّاة بالشمس البازغة

شعر

واولوا لعلم کلهم[1] شهدوا — انّه لا اله الّا هو
ثم[2] قال الرسول قولوا معی — انّه لا اله الّا هو[3]

---

[1] کلهم کلمہ کل بوجہ مضاف ہونے کے معرفہ کی طرف مجموع اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مفقود نہیں ۱۲ منہ
[2] لا یصح ایراد ثم فی هذا المقام بلا احتمالیہ لان الکلام السابق علی العموم ۱۲ منہ
[3] وزن میں اختلال ہے۔ ۱۲ محمد غازی عفی اللہ عنہ۔

خیرُ ما قلتہ و قال بہ قبلنا لاَ اِلٰہ اِلاَّ ھُو
ماعد الانس[1] کلھم شھد وا[2] انہ لاَ اِلٰہ اِلاَّ ھُو

صفحہ (۱) **قولہ** واشھد ان محمداً خاتم النبیین لانبی بعدہ۔ **اقول** یقولون بِاَفْوَاہِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ اور نیز قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ میں ایسی ہی شہادات کا بیان ہے۔ آپ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ تو پھر غلام احمد قادیانی دعوئے نبوت میں کاذب کیوں نہیں سمجھا جاتا۔ کیا اُس نے دعوئے نبوت کا نہیں کیا اور بذریعہ اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے جس کا عنوان (ایک غلطی کا ازالہ) جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ للکار کر نہیں پکارا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔

سوال۔ خاتم النبیین اور ایسا ہی لانبی بعدہ میں مراد نبی سے وہ انبیاء ہیں جن کی نبوت اصالتاً ہو نہ یہ کہ بسبب کامل اتباع کے ظلی طور پر اُن کو رسول اور نبی کا لقب دیا جاوے۔ اور غلام احمد قادیانی ظلی طور پر نبوت و رسالت کا مدعی ہے۔ نہ اصالتاً۔

جواب۔ کادیانی نے گو کہ بظاہر ظلیت اور بروز اور فنا فی الرسول کے الفاظ کو سپر بنا رکھا ہے۔ مگر فی الحقیقت نبوت اصلیہ کا مدعی ہے۔ اور بر تقدیر تسلیم فنا فی الرسول ہونے اُس کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی و رسول کہلوانے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ کما سنبینہ۔

نبوّت اصلیّہ کے مدعی ہونیکا ثبوت اور اُسکی تردید

دیکھو اشتہار مذکور صفحہ (۱) سطر (۱۳) چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ ھوالذی ارسل

---

[1] عسہ والجن مثل الانس وانکارالجن انکارالنصوص القاطعۃ فتخصیص الانس بالاستثناء لیس بصحیح ۱۲

[2] یہاں پر بھی ماسبق کی طرح اضافت کل میں افادہ غیر مقصود کا ہے ۱۲ محمد غازی۔

رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهره علی الدین کلّه دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

اقول۔ یہ آیت سورۂ فتح کے رکوع اخیر میں موجود ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کے دین پاک کے غالب کر دینے کا ذکر ہے۔ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں یا بیداری میں آیت مذکورہ سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال و خیال کے سبب سے ایسا ہوا کرتا ہے۔ فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی۔ تو کیا وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلوانے کا مجاز ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ محمد رسول اللّٰه والذین معه اشدّاءُ علی الکفار رحماءُ بینهم کے سننے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور اصحاب کبار بھی ہر ایک سننے والا کیوں نہ ہو۔ جبکہ (رسوله) کے سننے سے رسول بن گیا تو محمد رسول اللّٰه کے سننے سے محمد رسول اللہ۔ اور (والذین معه) کے سننے سے اصحاب کبار اور (الکفار) کے سننے سے کفار کیوں نہیں بن سکتا۔ ایسا ہی (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ) کے سننے سے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نبی و رسول ہوں اور نیز نماز و زکوٰۃ کا حکم میرے پر نازل ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو پھر آیت اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی کے الہام ہونے سے بروزی رسالت کو (رسوله) کے لفظ سے کس طرح مراد لے سکتا ہے۔ بینوا و انصفوا۔

الغرض بر تقدیر تسلیم الہام بآیۃ مذکور کادیانی کو استحقاق (رسول) کہلوانے کا ہرگز نہیں پہنچتا بفرض محال اگر آیت مذکورہ کے سننے سے (رسول) کہلوانے کے مستحق بنیں تو اُسی معنے سے رسول ہوں گے۔ جو معنے آیت مذکورہ میں مراد ہے۔ یعنی رسول اصلی۔ ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہو گی۔ کیونکہ دعویٰ میں رسول ظلی اور دلیل یعنی (ارسل رسوله) میں رسول اصلی۔

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور نیز رسوله سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر پر تحریف معنوی کلام الٰہی میں لازم آویگی۔ لہٰذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ کادیانی رسول اصلی ہونے کا مدعی ہے چنانچہ اُس کا للکار کر کہلوانا بھی اسپر شاہد ہے کیونکہ صرف فنا فی الرسول ہونا اسکا مقتضی نہیں۔

پھر اُسی اشتہار میں متصل عبارت منقولہ بالا کے لکھتے ہیں۔ "پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے (جری اللہ فی حلل الانبیاء) یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴"

اقول۔ یہ نئی لغت ہے جری اللہ کا ترجمہ خدا کا رسول۔

پھر اُسی اشتہار میں لکھتے ہیں۔ کہ :۔ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہے۔ "یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الہٰی میں میرا نام محمد رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔

اقول ۔اس وحی الہٰی میں الکفار کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس کو آپ نے نہیں لیا۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ ھل ھذا بھتان اوالمالیخولیا فتوبۃ نصوحا اوالدواء لعل اللہ یھدی او یھب الشفاء وینجی من ذی الدّاھیۃ الدّاھیا لکنہ من دون التصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الھاشمی المصطفیٰ لیس مما یرجی وان دکت الارض دکاً وتنفطر السمٰوات العلی۔

پھر اُسی اشتہار کے صفحہ (۷) سطر (۷) پر لکھتے ہیں۔ "اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگویوں کے دروازے قیامت تک بند کر دئیے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اُس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔" الخ

اقول ۔ برتقدیر تسلیم اس امر کے کہ مضمون مذکور (ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین) کا مدلول ہے۔ صرف دو ہی سوال جواب طلب معروض کئے جاتے ہیں +

(۱) فنافی الرسول ہونے کا معیار اتباع کامل ہوتا ہے۔ دیکھو سیرت صدیقی فاروقی عثمانی مرتضوی وغیرہ اصحاب کرام وسائر اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ سب کمالات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو رہنے دیجئیے۔ صرف زہد اور فقر و فاقہ اور تفسیر دانی کے بارہ میں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے ہی قلب سے للہ شہادت لیجئے۔ انا محمدٌ وَمُفسرٌ کی صدا آتی ہے۔ یا انا متزیدٌ و محرّفٌ کا لقب ملتا ہے چنانچہ ہر جگہ تحریف ثابت ہو رہی ہے۔ کیا ایسے ہی استنباط من القرآن کا مالک وارث النبی کہلا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے صدیقی و فاروقی و عثمانی و مرتضوی ملکہ و مہارت قرآن میں چاہیئے۔ جس سے صرف وارث النبی کہلانیکا مستحق ہوگا۔ نہ یہ کہ نبی و رسول کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ الا انہ لا نبوۃ بعدی۔ مسلم۔ وقال علیؓ لست بنبیی الحاکم حیرت انگیز مقام ہے۔ کہ جس شخص کو شب و روز بذریعہ اشتہارات کے بلکہ کئی حیلوں سے حتی کہ تحلیل محرمات سے بھی زر و سیم کے مطالبہ کے بغیر اور کچھ نہ سوجھے معہذا پھر اُس پاک نبی افضل الانبیاء میں فانی ہونے کا دعوی کرے جسکی یہ شان ہے۔

وراودته الجبال الشم من ذهب ❊ عن نفسه فأراها أيما شمم

وأكدت زهده فيها ضرورته ❊ ان الضرورة لا تعدو على عصم

وكيف تدعو الى الدنيا ضرورة من ❊ لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

یہاں تو پلاؤ۔ قورمہ۔ زردہ مشک۔ عنبر۔ یاقوتیں مفرحات کے بغیر گذرتی ہی نہیں۔ اور وہاں بیت نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ کیفیت تھی۔ جو احادیث مفصلہ ذیل سے پائی جاتی ہے۔ عن عائشۃؓ قالت ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام من خبز بر تتابعا حتی مضی بسبیلہ وعنہا قالت کنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یمر بنا الھلال والھلال والھلال ما نوقد نارا لطعام الا انہ التمر والماء الا انہ حولنا اھل دور من الانصار فیبعث اھل کل دار بغزیرۃ بقریرۃ شاتھم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذالک اللبن اخرجاہ فی الصحیحین۔ قال انسؓ ما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغیفا مرققا حتی لحق باللہ ولا رای شاۃ سمیطا بعینہ قط صحیح البخاری

وعن انس رض ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان ولا فی سکرجۃ
ولا خبز لہ مرقق فقیل لہ علی ما کانوا یاکلون قال علی السفر۔ صحیح البخاری۔
وعن عمر بن الخطاب انہ خطب وذکر فتح علی الناس فقال لقد رایت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلتوی یومہ من الجوع ما یجد من الدقل ما یملا بہ
بطنہ صحیح مسلم۔ وعن انس انہ مشی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخبز
شعیر واہالۃ سنخۃ ولقد رھن درعہ عند یہودی واخذ لاھلہ شعیرا
ولقد سمعتہ یقول ما امسی عند آل محمد صاع تمر ولا صاع حب وانھم یومئذ
تسعۃ ابیات صحیح البخاری وعن عائشۃ قالت کان فراش رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من ادم حشوہ لیف صحیح البخاری وفی الصحیحین من حدیث
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ لما ذکر اعتزال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نساءہ قال فدخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خزانتہ فاذا ھو مضطجع
علی حصیر فادنی الیہ ازارہ وجلس واذا الحصیر قد اثر فی جنبہ وقلبت عینی
فی بیتہ فلم اجد شیئا یرد البصر غیر قبضۃ شعیر وقبضۃ من قرظ نحو الصاعین
واذا افیق معلق فابتدرت عینای فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما یبکیک یا ابن الخطاب فقلت یا رسول اللہ ومالی لا ابکی وانت صفوۃ اللہ وخیرتہ
من خلقہ وھذہ فراشک وھذہ الاعاجم کسری وقیصر فی الثمار والانھار فقال
اوفی شک یا ابن الخطاب اولئک قد عجلت طیباتھم فی الحیوۃ الدنیا وفی روایتہ
اوما ترضی ان تکون لھم الدنیا ولنا الآخرۃ قال بلی قال فاحمد اللہ عز وجل
قال قلت استغفر اللہ وفی صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ وروی الطیالسی باسناد
صحیح عن ابن مسعود قال اضطجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حصیر فاثر الحصیر
فی جلدہ فجعلت امسحہ واقول بابی وامی انت یا رسول اللہ الا اذنتنا فنبسط لک شیئا
تنام علیہ قال مالی والدنیا انما انا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکہا ورواہ

الحاکم فی الصحیحة عن ابن عباس عن عمر۔ شیخ الاسلام الحرانی۔ وفی الترمذی
عن انس بن مالک رضؓ قال حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث وقطیفة و لم
یکن شحیحا وحدث انہ حج علی رحل وکانت زاملة۔ وعن انس بن مالک ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لبس خشنا واکل خشنا البس الصوف واحتذی المخصوف
قیل للحسن ما الخشن قال غلیظ الشعیر ما کان یسیغہ الا بجرعة ماء۔ شیخ الاسلام الحرانی۔

خلاصہ احادیث مذکورہ کا یہ ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی تین دن بتواتر گیہوں کی روٹی نہیں
کھائی۔ اور نہ کئی ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بوجہ نہ ہونے طعام کے آگ ہی جلی۔
اکثر پانی اور کھجور پر گذر ہوتی تھی۔ فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہمسائے انصار کھانے پینے کے لئے آپ کو دودھ یا ہر لیسہ دیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ
نہ تو پتلی روٹی تناول فرماتے تھے۔ اور نہ بکرے کا بھنا ہوا گوشت۔ اور نہ کبھی میز پر کھانا کھاتے
تھے۔ اکثر چمڑے کے دستر خوانوں پر تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ کبھی چھوٹے پیالوں میں بھی
کھانا نہیں کھاتے تھے۔ گاہے گاہے ایسا بھی اتفاق ہوتا رہا ہے۔ کہ شکم مبارک میں بھوک
کی وجہ سے بل پڑ جاتے تھے۔ کبھی جناب کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ فرش آپ کا چمڑے کا
ہوتا تھا۔ اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی نیند کے وقت چٹائی پر
استراحت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایکدفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم اطہر
پر بوریہ کے نقش دیکھ کر رو پڑے۔ اسپر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ رونے کا کیا
باعث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ کفار جو دشمن خدا ہیں وہ تو عیش
کریں اور آپ محبوب الٰہ ہو کر ایسے حال میں رہیں۔ پس کیوں نہ روؤں۔ اسپر جنابؐ نے فرمایا۔ کہ کفار
کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ کیا اے ابن خطاب تو اس تقسیم پر راضی نہیں۔
اسپر حضرت عمرؓ خوش ہوئے۔ اور خدا کی حمد و ثنا کہہ کر استغفار کیا۔

اسی طرح ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بدن مبارک سے بوریا کے نقش مٹاتے

اور کہتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو آپ کیلئے فرش بچھایا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مسافر سوار کی طرح ہوں۔ جو کہ درخت کے سایہ کے نیچے تھوڑے عرصہ کیلئے آرام لیتا ہے۔ پھر اُس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

مفخر موجودات حالانکہ بخل کی عادت سے مبرا تھے۔ تاہم آپ نے بوڑھی اور دُبلی سواری پر پُرانی چادر پہن کر حج ادا کیا۔ موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ جو کی موٹی روٹی کھاتے تھے۔ جو کہ بغیر پانی کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ دعا یہ مانگتے تھے۔ کہ یا اللہ آل محمد کو رزق گذارہ عطا فرما۔ یعنی اتنا رزق جس سے زندگی بسر ہو سکے۔

ولنعم ما قیل رباعی

اینان زکجا وعشقبازی زکجا	ہندو زکجا وزبانِ تازی زکجا
چوں اہل حقیقت سخن عشق کنند	بیہودہ این قوم مجازی زکجا

رباعی

اے خواجہ سرائے فنا رسولی زکجا	وین نفس پرستی وفضولی زکجا
جانبازی وسر دہی بعشقش	ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

دیگرے فرمودہ

منزلِ عشق از مکان دیگر است	مرد این راہ رانشان دیگر است

چہ گویم وچہ نویسم نشان این بے نشاناں کہ والہان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووالیان کمال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم اند۔ چند رباعیات مسطور ذیل شمۂ از حال این عزیزان حکایت مے نمائند۔ وللہ در القائل

رباعی

مہ را ببینم روئے تو ام یاد دہد
چوں زلفِ بنفشہ را زند برہم باد
گُل را بویم بوئے تو ام یاد دہد
آشفتگیٔ موئے تو ام یاد دہد

حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق

رباعی

عشق تو کہ شاہ بود در ملک درون
شد ہمرہِ آبِ دیدہ دہیم آہ
چوں دبدبہ شاہی او گشت فزوں
وز پردہ سرائے سینہ زد خیمہ بروں

رباعی

فصّاد بقصد آنکہ بردارد خون
مجنون بگریست گفت ازاں می ترسم
شد تیز کہ نشترے زند بر مجنون
کاید بدلِ خونِ غمِ لیلےٰ بیرون

رباعی

مستِ میٔ اگر دستِ کرم جنباند
چوں مستِ غمت مرکبِ ہمت راند
خبر بخشش دینار و درم نتواند
بر فرقِ دو کون آستین افشاند

رباعی

ما مست و معربدیم و رند چالاک
صد بار بہ تیغ غم اگر کشتہ شویم
در عشق نہادہ پا بمیدان ہلاک
آں مایۂ عمر جاودانی است چہ باک

رباعی

بس تخت نشین کہ شد ز سودائے تو مست
سر بر درِ تو نہادہ بوسہ پیوست
در خیلِ گدایانِ تو بر خاک نشست
سگ را بہ نیاز پاؤ سگاں را دست

رباعی

دے شانہ زد آں ماہ خم گیسو را
پوشیدہ بدیں حیلہ رخِ نیکو را
بر چہرہ نہاد زلف عنبر بو را
تا ہر کہ نہ محرم نشناسد او را

رباعی

ساقی مے ازاں مہینہ جامم در دہ		از ہم مگسل علی الدوام در دہ
چوں در لغت عرب مدام آمد مے		اے ماہ عجم تو ہم مدامم در دہ

رباعی

روزی کہ مدار چرخ و افلاک نبود		وآمیزش آب و آتش خاک نبود
بر یاد تو مست بودم و بادہ پرست		ہر چند نشان بادہ و تاک نبود

مؤلف می گوید عفی عنہ رب سرشار بادۂ عشق محمدی نہ تنہا بلال رض است بلکہ ہزار ہا بدر از بار غمش چوں ہلال کما قیل

رباعی

تنہا نہ منم ز عشق تو بادہ پرست		آں کیست کہ تو خود بگو کزیں بادہ برست
آں روز کہ من گرفتم ایں بادہ بدست		بودند حریف مے پرستان الست

برادرا کسے کہ کوچہ و بازار مدینہ طیبہ را علی صاحبہا الصلوۃ والسلام گردیدہ و از شاخ ہر گیاہ ہے روایات حسن آں دلدل سوار شنیدہ باشد باید پرسید کہ چگونہ از در و بام آں احسن الانام صلے اللہ علیہ وسلم صدائے ایں رباعی بگوش مقیمان کوئے پاکش میرسد۔

آنی تو کہ از نام تو مے بارد عشق		وز نامہ و پیغام تو مے بارد عشق
عاشق شود آنکس کہ بکویت گذرد		گوئے ز در و بام تو مے بارد عشق

فسبحان من خلقہ واحسنہ واجملہ واکملہ سبحانہ سبحانہ

ع چو عبد این است معبودش چہ باشد

(۲) **سوال جواب طلب**:۔ اگر صرف مقام فنا فی الرسول ہی کا۔ کادیانی کو (رسول) اور (نبی) کہلانے کی اجازت دیتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر رض نے جسکی شان میں لو کنت متخذ اخلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا فرمایا گیا۔ اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود لقب محدث ثبت کے اور عثمان رض نے باوجود کمال اتباع صوری و معنوی کے

اور علیؓ مرتضیٰ نے باوجود بشارت (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے۔ اور سید
شباب اہل الجنۃ حسنینؓ نے جن کا مجموعہ بعینہٖ جمال باکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ
تھا (رسول) اور (نبی) کہلوانے پر جرأت نہ کی۔ اور ہزارہا اہل اللہ جنکے فانی فی الرسول ہونے پر
اُنکے سایہ کا گم جانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے (نبی) اور (رسول) نہیں کہلوایا۔ قطب الاقطاب
سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکالمات آلٰہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان
(خضنا بحرا لم یقف علی ساحلہ الانبیاء) کے یعنی فینا فی النبی الامی الذی ھو کالبحر
فی السخاء (نبی) اور (رسول) کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ سب تو اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود
رہے کہ الولی لا یبلغ درجۃ النبی اور قادیانی صاحب باوجود اوصاف منافرہ عن مقام
الفنا کے نبوت تک پہنچ گئے۔ بلکہ الوہیت مستقلہ متقابلہ لالوہیۃ الباری عز اسمہ بھی العیاذ
باللہ حاصل کر لی۔ چنانچہ اپنی تالیف کتاب البریہ کے ص ۷۹ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ (اور اس حالت
میں مَیں یوں کہہ رہا تھا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے
پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی
پھر میں نے منشاء حق کے موافق اسکی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق
پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح
پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام
کی طرف منتقل ہو گئی۔ الخ) اس عبارت مسطورہ میں ہم ناظرین کو صرف اسی طرف توجہ دلاتے ہیں
کہ وہ آسمان دنیا جس کو قادیانی صاحب نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہاں ہے۔ اگر کہیں رکھا ہے
تو پتہ بتلا دیں۔ ورنہ کشف اپنی غیر واقعی اور محض از قبیل اضغاث احلام ہونے پر صاف شہادت

۱؎ حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن علی
وانا ابن النبی وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج
المنیر وانا من اھل البیت الذی کان جبرائیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھل
البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذی افترض اللہ
مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک وتعالیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا فاقتراف الحسنۃ مودتنا اھل البیت ازالۃ الخفاء ۱۲

دے رہا ہے۔ کیا ایسی ہی مکاشفات والہامات غیر واقعیہ قادیانی صاحب کی نبوت ورسالت کے چھت کیلئے شہتیریں بن سکتی ہیں؟ ہاں بدیں وجہ ہوسکتے ہیں کہ خیالی چھت کی شہتیریں بھی خیالی ہونی چاہئیں۔ جاننا چاہیئے کہ ولی کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ جیسا کہ تصدیق بولایت کو ایمان نہیں کہتے۔ ورنہ اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ واولیائہ الخ ایمانی طور پر ہر مومن کو ماننا لازم ہوتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ (میں ظلی طور پر نبی ورسول ہوں اور میرا ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے) اس کو ایک تمثیل عام فہم کے پیرایہ میں سمجھنا چاہیئے۔ زید مثلاً کہتا ہے کہ میں فقیر مسکین ہوں۔ اور میرا نافرمان مستوجب سزا ہے قید کیا جاویگا۔ کیا زید کو بسبب دوسرے فقرہ دعویٰ کے مدعی سلطنت وحکومت کا نہ خیال کیا جاویگا۔ اہل عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قول مذکور سے بادشاہی کا دعویٰ کر رہا ہے اور (میں فقیر مسکین ہوں) کے فقرہ کو سپر بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی قادیانی بھی فنا فی الرسول اور بروز اور ظلیت کی آڑ میں مطاعن سے بچنا چاہتا ہے اور فی الواقع مطلب اس کا دوسرے فقرہ سے متعلق ہے جو خاصہ لازمہ انبیاء کیلئے سمجھا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قادیانی نے اپنے چیلوں کو غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے۔ اور ایسا ہی ناطہ وغیرہ سے بھی۔ وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے منکرین کو کافر سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ میں فلاں شخص کو جس کا نام اب میں بھول گیا ہوں اور فتوحات میں مندرج ہے) مبغوض اور بُرا سمجھتا تھا بسبب اس کے کہ وہ میرے شیخ ابومدین مغربی قدس سرہٗ کو نہیں مانتا تھا۔ پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو کس لئے تو بُرا مانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ وہ ابومدین مغربی کا منکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ توحید اور میری رسالت کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے سویرے جا کر اس شخص کو کچھ دیکر بڑی عجز ومنت سے خوش کیا۔ اس وقت مجھکو فتوحات کا اتنا ہی مضمون خیال میں ہے۔ شاید کم وبیش ہو۔ واللہ اعلم۔

بڑی افسوس کی حالت ہے۔ کہ ابومدین جیسے ولی کامل سے منکر ہونا بعد الایمان باللہ ورسولہ کے موجب بغض وکراہت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ محی الدین بن عربی جیسے شخص کو اس ہم

ناخوش ہونے کے باعث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرماتے ہیں۔ اور قادیانی صاحب کے منکرین باوجود ایمان باللہ ورسولہ کے کافر سمجھے جا رہے ہیں۔

ناظرین خدارا انصاف! اگر یہ نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے مسلمانو! بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب (نبی) اور (رسول) کا کسی مسلمان کے لئے شرعی نظر سے جائز نہیں نہ اصلی اور نہ ظلی۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنا فی الرسول کا مقام مجوزہ اس کا ہوتا۔ تو سب سے مستحق مہاجرین و انصار تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا ذکر خیر کتاب وسنت میں موجود ہے۔ اللہ جلشانہ نے قرآن مجید کے سورہ فتح میں اصحاب کرام علیہم الرضوان کو صرف وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سے یاد فرمایا۔ اور رسالت کا لقب خاص سرور عالم وسید ولد آدم ہی کے لئے رکھا کما قال عز من قائل۔ محمد رسول اللہ۔ باوجودیکہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کو اس سفر میں حدیبیہ سے واپس ہونیکے باعث اور دخول مکہ سے مشرکین کی رکاوٹ کے سبب سے اپنی ناکامی کا سخت رنج و ملال تھا۔ جس کے دفع کرنے کے لئے ان القاب سے ان کو اطمینان دیا گیا۔ یعنی معہ اور اشدآء علی الکفار اور رحمآء بینھم اور رکعاً سجداً۔ پس نظر بمقتضائے مقام اُن کے اطمینان دہی اور دفع ملالت اعلےٰ لقب سے ضروری تھی۔ جس کے اوپر اور کوئی نعمۃ و لقب متصور نہ ہو۔ یعنی نبوت ورسالت جس کے اوپر صرف الوہیت ہی رہ جاتی ہے۔ تو بجائے اوصاف مذکورہ فی الآیتہ کے والذین معہ انبیاء ورسلا ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں۔ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (نبی) اور (رسول) کا لقب ظلی طور پر بھی کسی کا استحقاق نہیں بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرام میں سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم جن میں اقوی اور اعلیٰ موجبات تشبہ بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوت عاقلہ و عاملہ دونوں کی جہت سے موجود تھی۔ وہ تو (نبی) اور (رسول) کے لقب سے محروم کئے جاویں۔ اور تیرہ سو برس کے بعد ایک شخص جس کے قوت عاقلہ کے کمال پر اسکے استدلالات بآیات قرآنی اور قوت عاملہ کے

جلال پر ان کا راز تقریر لسانی و انحصار در قلم رانی شاہد ہیں) بلا تحاشا (نبی) اور (رسول) کا لقب حاصل کر لے۔ بلکہ حقیقی نبی بھی بن بیٹھے۔ یعنی یہ کہے کہ میری ازواج کو اُمّہات المؤمنین کے لقب سے پکارا کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ نہایت ہی حیرت انگیز مقام ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کو باوجود بیان کمال اتحاد کے جو قریب بعینیت ہے۔ اس لقب کی اجازت نہ دی جاوے۔ بلکہ صریح لفظوں میں روک دیا جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں بروایت سعد حدیث طویل کے ضمن میں مذکور ہے کہ فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم أما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبوة بعدی یعنی علی کرم اللہ وجہٗ کو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات میں خلیفہ بنا کر مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چھوڑ کر جانے لگے تو علیؓ نے عرض کیا۔ کہ آپ نے مجھ کو عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ بجواب اس کے آپ نے فرمایا۔ کیا تو خوش نہیں میرے قائم مقام ہونے پر جیسا کہ موسیٰؑ کا قائم مقام ہارون علیٰ نبیّنا و علیہما السلام تھا۔ اور میرے قائم مقام ہونے کی نعمت تو تم کو ملی ہے مگر نبی کا لقب خاص میرے ہی لئے ہے تم کو نہیں ملتا۔ کیونکہ میرے پیچھے نبوّت نہیں۔ اور کادیانی کو جو نبوّت و رسالت کے اوصاف صوری و معنوی سے بمراحل بعیدہ ہے۔ چنانچہ ہر جگہ اس کی قرآن دانی اور تفسیر بیانی شہادت دے رہی ہے (نبی) اور (رسول) کہلوانے کی اجازت مل جاوے۔ ہاں وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ کادیانی نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب علی کرم اللہ وجہٗ جیسے قریبی کو نبی کہلوانے سے روک دیا ہے۔ تو آپ سے اس لقب کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہی نہ ہو اور پیش قدمی کر کے جھٹ اللہ جلّ شانہٗ سے یہ تمغہ حاصل کر لوں۔ لہٰذا مکالمات الٰہیہ سے بزعم خود کامیاب ہوتے ہی لگاتار اشتہار دینے شروع کئے۔ مگر دقّت یہ ہے کہ اُن مکالمات میں بھی بعض آیات وہی ہیں جو افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اُتری تھیں۔ جن کے ساتھ استدلال پکڑنے سے لازم آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے العیاذ باللہ اُن آیات سے اجازت عامہ ہر ایک فانی فی الرسول کیلئے نبی و رسول

کہلوانے کی نہیں سمجھی تھی۔ لہٰذا علی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کمال فنا کے (الا انہ لا نبیّ بعدی) فرما کر محروم رکھا۔ اور اس آیۃ (فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول) کو جس طرح کادیانی صاحب نے سمجھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سمجھا۔ نعوذ باللہ من ہذیان الجاہلین۔ دوسری دقت یہ ہے۔ کہ بقول قادیانی فنا فی الرسول کے حاصل ہونے سے یہ لقب ملتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرات اور آپکے ہی طفیل یہ عنایت ہوتی ہے۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے خبر ہیں العیاذ باللہ۔ لہٰذا علی کرم اللہ وجہہ کو صرف تین ہی لقب عطا ہوئے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں بروایت اسعد بن زرارہ اخراج کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی الیّ فی علیّ ثلث انہ سید المؤمنین[۱] وامام المتقین[۲] وقائد الغر المحجلین[۳]۔ اور نبی و رسول کے لقب سے مشرف نہ فرمایا۔ باوجود اسکے کہ خیبر کے دن یُحِبُّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ سے ان کی مُحِبّیت اور محبوبیت کل اصحاب کے سامنے ظاہر ہوئی۔ پھر کادیانی صاحب اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں "اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئینگے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے۔ لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ یہ اُمّت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے۔ بالضرورت اسپر مطابق آیۃ لا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدائیتعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا۔ اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ **اقول** سبحان اللہ اُدھر تو عربیت اور بلاغت فصاحت میں یکتائی اور اعجاز کا دعویٰ ہے اور ادھر یہ کہ نبی کا معنے لغت کی رو سے خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ نہیں صاحب نبی کا معنے لغت کی رو سے مطلق خبر دینے والا ہے۔ دید سے ہو یا شنید سے۔ اور نیز بذریعہ نجوم۔ جفر۔ رمل۔ کہانت کے ہو یا بوساطت

وحی کے۔ اور اصطلاح شرعی میں خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا جس کو خود بھی قطعی علم ہو۔ اور دوسروں پر بھی ایمان اس کے ساتھ لانا فرض ہو۔ ایسے شخص کو از روئے شرع کے نبی و رسول کہا جاتا ہے۔ اور ایسی نبوت و رسالت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ جن کو پہلے مل چکی ہے۔ انہیں کے لئے ہے۔ اور اُن کی نبوت گوکہ دائمی ہے۔ مگر خاتم النبیین کو منافی نہیں۔ کیونکہ آپ سے پہلے اُن کو مل چکی تھی بخلاف نبوت قادیانی کے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے حاصل کرنے کا مدعی ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے منافی ہے اور مکالمات و مخاطبات امت مرحومہ میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بند نہیں کئے گئے۔ مگر اس درجہ کو نہیں پہنچتے کہ ان کی ظنیت یا قطعیت حجت علی الغیر ہو بعد خبر دینے اُن کے اگر کوئی انکار کرے۔ تو اسکو شرعاً کافر نہیں کہا جاتا۔ گوکہ فی الواقع ظہور میں بھی اس کی خبر دینے کے مطابق ہو جاوے۔ بنا دبر آں انبیاء علیہم السلام کی اخبار بالمغیبات کے ساتھ ضروری طور پر قبل از وقوع تصدیق کرنی ہوگی۔ جس کو ایمان شرعی کہا جاتا ہے اور ان۔ کے انکار کو کفر شرعی بخلاف اخبارات اولیاء اللہ کے کہ ان کی تصدیق کو ایمان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ اُن کے انکار کو کفر۔ آیۃ مذکورہ فلا یظھر علی غیبہ احدا میں مراد اظہار علی الغیب سے اطلاع دہی علی سبیل القطعیت ہے اور یہی اطلاع مخصوص بالانبیاء والرسل ہے یعنی انہیں کی وحی والہام کو قطعیت اور الزام علی الغیر کا استحقاق ہے غیر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ظنی طور پر ہوگی۔ یا قطعی غیر متعدی یعنی ولی کو اگرچہ بسبب تکرار الہام و کثرت تجربہ کے فی نفسہ علم قطعی بھی حاصل ہو۔ مگر الزام علی الغیر کا مستحق نہ ہوگا۔ تاکہ اُس کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہا جائے۔ اور اُس سے انکار کرنے کو کفر۔ اور معلوم ہو۔ کہ آیت میں چونکہ اظہار الشخص علی الغیب کی نفی ماسوائے رسول سے کی گئی۔ جس کا مفاد علم قطعی ہے اور رسول کے لئے اثبات لہٰذا غیر انبیاء سے مطلق علم بالغیب کی نفی نہ ہوئی۔ بلکہ صرف علم قطعی کی۔ ہاں اگر اظہار الغیب علی الشخص کی نفی ہوتی۔ جس کا مفاد علم ظنی ہے تو معتزلہ کا استدلال بآیت مذکورہ نفی اطلاع الاولیاء علی الغیب پر صحیح ہو سکتا تھا۔ اور ایسا ہی نقض باخبار رمال و جفار

وکاہن ورؤیا وارد ہوتا۔ کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بارہا رمّال جفری کاہن کی خبر اور خواب دیکھنے والے کی خواب سچی نکلتی ہے۔ آیۃ مذکورہ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ علم قطعی بحدیکہ حجت علی الغیر ہو بغیر رسول کے کسی کو نہیں دیا جاتا۔ رہا علم ظنی یا قطعی جسکی قطعیت حجۃ علی الغیر نہیں ہو سکتی۔ سو وہ ولی کو فنا فی الرسول ہونے کے رو سے اور رمّال وجفّار وغیرہ کو اپنے اپنے فنون کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور قبل از وقوع اُن کے ساتھ تصدیق کرنے کے ہم مکلّف بھی نہیں اور آیۃ مذکورہ ایسے علوم کو غیر انبیاء کرام سے نفی نہیں کرتی۔ تاکہ نقض بمواد مذکورہ آیۃ پر وارد ہو۔

ناظرین کو بشرط تدبّر اس مقام سے کئی امور دریافت ہو سکتے ہیں (۱) رسول اور غیر رسول میں فرق بحسب العلم والظن والزام علی الغیر وعدم الزام (۲) دفع اُس اعتراض کا جو اہل اعتزال بآیۃ مذکورہ متمسک ہو کر کرامت ولی پر وارد کرتے ہیں۔ (۳) دفع نقض باخبار رمّال ومجفر وغیرہ (۴) کادیانی صاحب کے استدلال بالآیۃ کا فساد۔ تشریح:۔ کادیانی صاحب کا مدعیٰ مَیں نبی اور رسول ہوں یعنی ظلی طور پر مجھے نبی ورسول کہلوانے کا استحقاق ہے۔

دلیل

صغریٰ۔ مجھ کو غیب مصفی پر اطلاع دیجاتی ہے۔ **کبریٰ** اور جس کو غیب مصفی پر اطلاع دیجائے وہ بشہادت آیۃ مذکورہ رسول ہوتا ہے۔

نتیجہ

پس میں بھی رسول ہوں وجہ فساد یہ ہے۔ دلیل مذکور کے پہلے مقدمہ میں مراد اطلاع سے اگر اطلاع قطعی حجۃ علی الغیر ہے تو ہم کہتے ہیں اس طرح کی اطلاع خاصہ نبی اور رسول کا ہے بحکم آیۃ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کیونکہ اس میں اطلاع قطعی بحد مذکور کی نفی بغیر رسول شرعی کے سب سے کی گئی ہے اور اگر مراد اطلاع سے اطلاع غیر قطعی الی الحد المذکور ہے عام اس سے کہ ظنی ہو یا قطعی غیر بالغ الی الحد المذکور تو حد اوسط مکرر نہیں یعنی پہلا مقدمہ یہ ہوا۔ کہ مجھکو اطلاع غیر قطعی

حاصل ہے اور دوسرا مقدمہ یہ کہ جس کو اطلاع قطعی بحد مذکور حاصل ہو وہ رسول ہوتا ہے
تو اس استدلال سے قادیانی صاحب کو کیا فائدہ ملا۔ کیونکہ قطعی علم والا رسول بنا۔ اور
اس کا علم چونکہ غیر قطعی ہے۔ لہٰذا وہ رسول اور نبی کے لفظ کا مستحق نہ ہوا (۵) یہی آیت
جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کا علم بالغیب قطعی واجب التسلیم ہوتا ہے۔ قادیانی کے
اس دعوے کو کہ میں مسیح موعود ہوں اڑا رہی ہے۔ کیونکہ بموجب اس آیت کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر پیشگوئیں دربارہ نزول مسیح بن مریم سچی اور واجب التسلیم
ٹھہریں۔ جن کی تصدیق کو ایمان اور انکار کو کفر کہا جائے گا۔

سوال

قادیانی صاحب مع امروہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا
انکار نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم ان کو ماؤل ٹھہراتے ہیں۔ یعنی مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم
سے مراد قادیانی ہے بعلاقۃ مماثلۃ۔

جواب

تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصاً جبکہ قرائن مانعہ
عن التاویل بھی موجود ہوں کیونکہ ایسے تصریحات دربارہ نزول اسی مسیح بن مریم بعینہٖ نہ
بمثیلہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہیں جن میں کسی طرح تاویل ممکن ہی نہیں چنانچہ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ
دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مخاطب کرکے
فرمایا۔ کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے
تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اب یہ پیشگوئی کیسی صریح طور پر صاف صاف
لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے۔ جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ
اور شک نہیں۔ مگر افسوس کہ بحکم ع ۔ اے تیزیٔ طبع تو برمن بلا شدی
امروہی صاحب یہاں بھی وار کئے بغیر نہیں رکھے۔ فرماتے ہیں کہ (لم یمت) یعنے
(کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں مرے) دیکھو شمس بازغہ صفحہ ۷۰ سطر ۲۰ معلوم نہیں

اس تحریف نے آپ کو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہیں کیا کہ مابعد کا فقرہ (وانہ راجعٌ الیکم) کیا کہہ رہا ہے یہ تو اسی عیسیٰ کو جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا میں لاتا ہے۔ آپ کے قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

سوال

ممکن ہے کہ "راجعٌ" سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور بصورت قادیانی ہو۔

جواب

مرزا جیو چونکہ بروز عیسوئی اور بروز محمدی دونوں کے مدعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ۔ اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ استفاضہ قادیانی کے بغیر بہتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ عیسےٰ ابن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے۔ اُس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر اُن کی بڑی عنایت ہے۔ کما قال وھو شیخنا الاوّل رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ اور ان کے ماسوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیہ بہتیرے گذر گئے اور موجود ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نیز اس طرح کا افاضہ عیسےٰ ابن مریمؑ کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف بلکہ بر تقدیر مر جانے عیسےٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا (وانہ راجعٌ الیکم) اگر بطریق بروز ہوتا تو (ان عیسےٰ لم یمت) بے ربط ٹھیرتا تھا۔ کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نیز (راجعٌ الیکم) سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے۔ کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ (وانہ راجعٌ الیکم) ای بارز فیکم۔ امروہی صاحب کو شاید محقق ہو گیا ہو۔ کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہیں۔

لہٰذا یہ تاویل فرما رہے ہیں۔ الغرض راجع الیکم بمعنی بارز فیکم جب ہی صادق آئیگا کہ یہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جاوے۔ چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسٰی کا بروز ہوگا۔ اور آج تک چونکہ کوئی شخص رجوع و نزول بروزی کا مدعی نہیں بنا تاکہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو۔ لہٰذا یہ امروہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کیلئے پیشکش ہوسکتا ہے۔ اور اگر مراد بروز سے یہ ہے کہ روح عیسوی قادیانی کے بدن میں آگیا۔ تو یہ تناسخ ہوا وھُوَ بَاطِلٌ اور نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکور کا کہ (ان عیسٰے لم یمت) مردود کرتا ہے۔ کیونکہ جب عیسٰی بن مریم بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرا نہیں زندہ ہے تو (انہ راجع) سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسٰی ابن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ اور امروہی صاحب کی تاویل مذکور پر اس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔

سوال

اس قسم کی صحیح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسٰی ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔ اور جو مر جاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے بنائً علیہ دفعاً للتعارض تاویل کرنی ضروری ٹھہری۔

جواب

قرآن کریم کی آیات اسی رسالہ میں اپنی جگہ پر مشرح لکھی جائیں گی۔ اسجگہ اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع میں حقیقی تعارض و اختلاف ہرگز ممکن نہیں پس جبکہ احادیث متواترہ اور اجماع اسی عیسٰی ابن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہیں کما سیظہر تو ضرور آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا۔ جو سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو۔ جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا۔ اور نیز معلوم ہو کہ مأوّل یعنی تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت و مُسلم المراد جان کر تاویل کرتا ہے تو بیشک تحریف کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہوسکتا۔ (صحیح الثبوت ومسلم المراد) کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان پاک ہے۔ اور آپکی (صلعم) مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہے جس کو چھوڑ کر تاویل کے رو سے اور معنی

لیا جاتا ہے۔ قادیانی صاحب اور امروہی صاحب ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد سمجھ کر مأول ہیں اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کا آجتک کسی تالیف میں حدیث مذکور و نظائرہ کی صحت پر معقول کلام نہ کرنا اوّل دلیل ہے۔ تسلیم صحت حدیث پر اور بلا وجہ مردود کہنا قابل اعتبار نہیں بلکہ علامہ سیوطی جیسے محدّث کی تصحیح (جن کے پاس صحت حدیث کے لئے معیار علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بھی تھا۔ جس کو قادیانی صاحب بھی ازالہ اوہام میں تسلیم کرتے ہیں) کافی ہے حدیث مذکور کی صحت کے لئے دیکھو مقدمہ فتح البیان۔ امروہی صاحب کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول رجوع اور اقوال مفسرین میں (جن سے حیات ورجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے) قائل کی مراد وہی معنے ہے۔ جس کو چھوڑ کر تاویلی معنے لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ کے معارض ہیں۔ دیکھو ص ۷۸ س ۳ شمس بازغہ پر لکھتے ہیں۔ اگر کہا جاوے۔ کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ پس ایسی تاویل کیونکر قبول کی جا سکتی ہے تو گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں پس ہم اُن کے نہ تسلیم کرنے میں مجبور ہیں۔ انتہیٰ اور صفحہ ۷۰ سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکھتے ہیں۔ پس اگر آپ کو ان عیسیٰ لم یمت الخ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک تو فیہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیوں کر کر سکتے ہیں۔ انتہیٰ۔

اور قادیانی صاحب کی تالیف میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ کشف نبوی علی صاحبہ السلام نے دجّال وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما ہو فی الواقع احاطہ نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پیشینگوئیوں میں واقعی امر کو نہیں سمجھ سکے۔ دیکھو ص ۴۳ سطر ۱۰ ایام الصلح "ہمچنیں لازم نیست کل استعارات انبیاء را علم نبی از قبل احاطہ کند الخ" پس امروہی صاحب نے تو تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہ کے علاوہ قائل کو آیات قرآنیہ سے

جاہل قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اور قادیانی صاحب نے بھی نہ صرف بڑی مہتم بالشان کشف نبوی پر دھبہ لگایا بلکہ واقعی تقدیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کل امت مرحومہ کو قرآن کریم سے بے بہرہ خیال کیا نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔ رہا بیان اُن آیات کا جن کو انہوں نے دلائل قطعیہ باعثۃ علی التاویل ٹھہرایا ہے سو بیان اُن کا اسی عجالہ میں اپنے اپنے مقام پر لکھا جائیگا۔ اسجگہ صرف اتنا ہی بیان کرنا منظور تھا جو ہو چکا یعنی یہ لوگ آنحضرت صلعم کے معنے مراد کو عمداً چھوڑ کر تاویل کرتے ہیں اللہ اُن کو راہ راست پر لائے۔ یا ھادی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

قادیانی صاحب اس اشتہار میں اور کل تصانیف میں عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کو آیۃ (خاتم النبیین) کے منافی لکھتے ہیں۔ اس کا جواب الزامی طور پر اس جگہ وہی فقرہ کافی سمجھا جاتا ہے۔ جس کو اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲ پر قادیانی نے اپنے رسول اور نبی ہونے کے لئے لکھا ہے (کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ میں کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم کے بارہ میں بھی سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ جدید شرع اپنے ساتھ نہ لائینگے بلکہ شرع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کرینگے کما ہو مصرح فی الفتوحات وغیرہا۔ جبکہ قادیانی کا نبی و رسول ہونا خاتم النبیین کے مفہوم میں بباعث نہ لانے شریعت جدیدہ کے فرق نہیں لاتا۔ تو عیسیٰ بن مریم کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کی مہر کو کس طرح توڑ سکتا ہے۔

سوال

عیسیٰ بن مریم چونکہ نبی مستقل انبیاء اولوالعزم میں سے ہیں۔ تو بر تقدیر نزول کے بشرع محمدی حاکم ہونا ان کو نبوت سے معزول کرتا ہے۔ جو سراسر خلاف ہے عقل و نقل کے اور درصورت نزول مع النبوۃ کے خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے بخلاف قادیانی کے نبی و رسول بننے کے کیونکہ یہ فنافی الرسول ہونے کے باعث نبی و رسول ہونے کا مدعی ہے۔

جواب

فنافی الرسول ہونے کی وجہ سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہونے کا کوئی مستحق نہیں۔

چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لئے دو رُخ ہیں یا یوں کہو بطون و ظہور ہے۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے یعنی تبلیغ شرائع و احکام کی۔ اس ظہور میں تو بسبب تغیر و تبدل شرائع کے انقلاب آ سکتا ہے۔ نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کے لئے تو نبی سابق کو بھی بر تقدیر موجود ہونے اُسکے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عملدر آمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اُس کو بھی بغیر میری شریعت کے عملدر آمد کرنا جائز نہ ہوتا اور اس عملدر آمد کے تغیر و تبدل سے وہ نبوت کا بطون جس کو قرب الٰہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سید نا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اس کے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کی نبوت و رسالت میں فرق آ گیا یا آپ اس قدر و منزلت سے جو آپکو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے ہرگز نہیں۔ الحاصل بطون نبوّت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے کبھی انبیاء و رسل سے زائل نہیں ہوتا بخلاف ظہور نبوّت و تبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تا ظہور نبوّت نبی لاحق کے اور نبوّت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اُن کو ملا ہے لہٰذا خاتم النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپکے بعد آ جائیں تو بھی نہیں توڑ سکتے اور یہی مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ (مع انہ اخو مع نبیٍّ) اس تشریح سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزول مسیح کو آیۃ خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل امت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت صلعم کو بھی اس منافاۃ سے بیخبر خیال کر کے اپنی قرآن دانی پر نازاں ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تنازعہ اس مسئلہ میں کہ نزول مسیح مع وصف النبوّت ہوگا یا بدوں اسکے تنازعہ لفظی ہے یعنی جنہوں نے مع وصف النبوۃ لکھا ہے مراد ان کی بطون نبوّت کا ہے اور جنہوں نے بدون النبوّت

کہا ہے اُنہوں نے ظہور نبوت کا لیا ہے۔ بمضمون ہذا میں اگر جناب مولوی[1] صاحب ذرا غور فرماویں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہونگے۔ مسیح بن مریم بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الهدایۃ صفحہ ۴۷ س ۲۲ اسی صفحہ کی سطر ۱۷ میں عبارت ہذہ (بعد نزول در رنگ آحاد اُمت ہی اُتریں گے) پھر جناب موصوف کا دوسرا[۲] اعتراض آپ فرماتے ہیں (بعد النزول) اور پھر (اُتر ینگے) یہ تکرار کیسا؟ جواباً گذارش ہے کہ عبارت مسطورہ میں (در رنگ آحاد اُمت) ظرف لغو ہے متعلق بہ (اُتر ینگے) پس (اُتر ینگے) مقید ٹھہرا بہ نسبت (نزول) کے۔ اور ظاہر ہے کہ مقید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے۔ اور بوجہ فرق اطلاق و تقیید تکرار بھی نہیں۔ ثانیاً معروض ہے کہ بالفرض اگر تقیید مذکور بھی نہ ہوتی اور صرف (بعد النزول اُتر ینگے) ہوتا تو بھی چونکہ اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبداء کیلئے لہٰذا اصدق (اُتر ینگے) کا بعد تحقق النزول ہی ہوگا۔ شمس الهدایۃ کے صفحہ ۱۸۲ س ۱۷ عبارت ہذہ (اور وہ انبیاء سابقہ بھی الخ) پر جناب کا تیسرا[۳] اعتراض یعنی قولہ تعالٰی (انہم میتون) میں مرجع ہُم کا انبیاء نہیں بلکہ مشرکین ہیں۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ یہاں پر قصر اللمسافۃ سوق الکلام علی طرز استدلال الخصم ہے۔ استدلال خصم کی تقریر (انک میت) میں مرجع ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں صراحتہً اور باقی انبیاء دلالۃً اور (انہم میتون) میں مشرکین صراحتہً باقی کفار دلالۃً پس نبی و غیر نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالۃ اذلا فارق میں نبی و غیرہ فی الموت۔ پس اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ سے باقی انبیاء کی موت منجملہ جن کے مسیح بھی ہے ثابت

(محشی فیض عالم عفی عنہ) [1] مراد مولوی صاحب سے مولوی عبداللہ صاحب گرھی افغاناں کے ہیں۔ کیا صاحب یہ اُس انعام کا شکریہ ہے جو کہ مؤلف رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ لوگوں پر ہوا تھا جبکہ کادیانی نے بذریعہ اشتہار سب سجادہ نشینوں کو مقابلہ کیلئے بلایا تھا۔ اس وقت تو سب عالم مراقبہ میں خاموش رہے یہ مناسب تھا بلکہ اگر آپکو کسی جگہ بوجہ کم علمی کے شک پیدا ہوا تھا۔ تو براہ راست آکر مؤلف صاحب سے دریافت کرکے اپنے شک کو رفع کراتے۔ تعجب ہے ادھر تو یہ نفسانیت جو کہ دریافت کرنے سے محروم رکھے اور اُدھر سجادہ نشینی اور لیاقت علمی کہ ہر دفت مریدین میں بیٹھ کر دم مارے۔ کہ بجُز من دیگرے نیست۔ ہمارا کیا بگڑیگا آپ خود ہی پشیمان ہونگے ؎ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۱۲

ہوئی تشریح سوال و جواب بطرز دیگر اور اظہار اس امر کا کہ استدلال اس آیت سے کس نے کیا اور کیا کیا۔ ایہا الناظرون یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی تالیف میں وفات مسیح پر آیتہ مذکورہ سے استدلال نہیں پکڑا اور نہ ظاہر ہو ہی سکتا ہے کیونکہ اس میں (انہم) کا مرجع انبیاء و رسل نہیں۔ مرزا صاحب کے ایک حواری نے ہمارے سامنے آیتہ مذکورہ سے وفات مسیح پر استدلال کیا تھا۔ جس کا طرز استدلال یہ تھا۔ کہ آئیت مذکورہ سے دلالت النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نبی و غیر نبی موت میں مساوی ہیں۔ اذ لا فارق بین المذکور وغیرہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کل انبیاء جن کا یہاں پر ذکر صراحتہً نہیں اور ایسا ہی مشرکین مکہ اور غیر اُن کے بشریت کی وجہ سے مساوی فی الموت میں جواب کا حاصل (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ) کا اطلاق بدلالۃ النص گو کہ انبیاء سابقہ پر مفہوم ہوتا ہے لکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سب انبیاء مر چکے ہوں۔ چنانچہ (میت) کے اطلاق سے آنحضرت صلعم کا اس عالم سے تشریف لیجانا نزول آئیت کے وقت ثابت نہیں۔ پس قضیہ مطلقہ عامہ ٹھہرانہ دائمہ مطلقہ اور اس جواب میں ضمیر (انھم) کا ارجاع انبیاء کی طرف نہیں بلکہ طرز استدلال کے مطابق حاصل واقع ہے۔ پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں (اور اگر یہ وزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

اقول۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ بتا ہم کو اُن لوگوں کا سیدھا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ یعنی ہم بھی اُن کی مانند کتاب آسمانی کی ہدائیت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے راستہ پر چلنے سے تیری حُب و اُنس و رضا و لقا کو پالیویں۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم بھی انبیاء و رسل گذشتہ کا مقام نبوت و رسالت حاصل کر لیویں۔ یا بسبب کمال اتباع کے ان کے لقب مخصوص کے مستحق بن جائیں کیونکہ نبوت و رسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہوں یا احکام خاصہ ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی موہوبی ہیں نہ کسبی اور بہ سبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام خاصہ مل سکتے تو خلفاء اربعہ اور حسنین ؑ اور اولیاء سلف رضوان اللہ علیہم بڑا استحقاق رکھتے تھے۔

علی کرم اللہ وجہہ باوجود شان (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے فرماتے ہیں :-
الاوانی لست بنبیٍ ولایوحیٰ الی الخ ازالۃ الخفاء ص ۳۳ پھر اسی صفحہ ۳۳ کی سطر ۱۵ پر فرماتے ہیں (اگر خدا تعالیٰ اسے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔

اقول۔ مجھ کو اپنے اوقات عزیزہ کے تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے۔ مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے۔ اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان ولا حول ولا قوۃ الا بک عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فان عمر بن الخطاب منھم۔ مسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو (جن کی ملہمیت پر ایک عالم کا اتفاق ہے) اس حدیث میں محدّث کا لقب عطا فرمایا۔ شائد بزعم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو محدّث کے لفظ کا ٹھیک لغوی معنے معلوم نہیں ہوا۔ ورنہ محدّث نہ فرماتے۔ العیاذ باللہ۔ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مقصد دوم ازالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ واما لشبیہؑ در زیادت قوت علمیہ بآن وجہ تواند بود کہ کسی را از امت محدّث وملہم فرمائیند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دل وی اندازند

تحدیث کا معنے لغت کے رُو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنے کا ہے لہٰذا الہام پانے والے کو بھی مُحَدَّثْ کہا گیا جیسا کہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتادی گئی ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ مُلہم بھی ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے۔

اب دیکھو عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحَدَّثْ نام فرمایا اور (نبی) کا لقب نہیں دیا۔ اس حدیث کے رو سے بھی (نبی) اور (رسول) کے لقب کی اجازت بعد آپ کے کسی کو نہیں ملتی۔ جیسا کہ حدیث (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبوۃ بعدی) اور ایسا ہی حدیث ۳ یعنی قول علیؓ کا الاوانی لست بنبی ولایوحیٰ الی۔ اجازت نہیں دیتے۔ یعنی میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے

علی کرم اللہ وجہہ اور ایسا ہی عمرؓ کے مکاشفات واخبارات حقہؔ جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کیا گیا اور نہ ان کے سبب سے اُن کو (نبی) کہلوانے پر جرأت ہوئی۔ بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات واخبارات اور بیان حقائق ومعارف قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہم کو نبی اور موحیٰ الیہ سمجھیں گے۔ تو جھٹ اُن کے غیر واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ (الا) کیساتھ کہا کہ الا فانی لست بنبی ولا یوحیٰ الیؔ اور آج قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ ۱۳ اور سطر ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلے کھلے وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔

اقفل

آپ کی صداقت اور حلفی بیان کو آپ کا کشف والہام ووحی ظاہر کر رہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۷۶ س ۱۳ پر آپ لکھتے ہیں۔ اسجگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جسمیں قادیان میں نازل ہونیکا ذکر ہی ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب اُنہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا فی الحقیقت قرآن شریف کی دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے الخ۔

بہ نسبت اس الہام کے گذارش ہے کہ یا انا انزلناہ قریبا من القادیان کو قرآن شریف میں دکھلائیں اور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اقرار کریں اور آئندہ جھوٹی قسم نہ کھائیں
دوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریۃ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں :-
ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشا حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی - اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ الخ
اس جگہ بھی وہی گذارش ہے۔ کہ یا تو نئی آسمان اور زمین کو جو آپ نے بنائے ہیں دکھلائیں یا ایسے کشفوں کو مالیخولیا جان کر نبی اور رسول نہ بنیں۔
تیسرا کشف آپ نے اپنے صمیم الاخلاص مرید پشاوری سے کہا کہ مجھ کو بار ہا الہام ہو چکا ہے کہ فلاں شخص یعنی محرر سطور تیرے قتل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے سو معلوم ہو کہ میں اپنے خدائے لایزال ولم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ میں نے قادیانی کے قتل کرانے کا ارادہ نہیں کیا۔
ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری میرزائی نے واقعی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہمارے مخلص جناب مولوی ہندی صاحب سے تنہائی میں دریافت کیا تھا انہوں نے اس الہام کے غیر واقعی اور محض افتراء پر اطمینان بخش ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ وہ مرزائی بھی قادیانی صاحب کے الہام میں مذبذب ہو گیا۔ قادیانی صاحب کے بعض الہامات کو اگر واقعی اور سچا مانا جائے تو وہ اُن کے محرف سنّت اور احادیث صحیحہ کے قطع و برید کرنے پر صاف گواہی دیتے ہیں۔
دیکھو ازالہ اوہام ص۷۶ س۶ پر پھر اس کے بعد الہام کیا گیا۔ کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔

اقول

ناظرین خدارا انصاف احادیث نبویہ کو کترنے والے بھلا وہ علماء اور مولوی جو مخالف قادیانی کے ہیں ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے تو احادیث نزول مسیح و خروج دجال و ظہور مہدی کو سلف صالحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے۔ اگر اس تسلیم کا نام قطع و برید اور کترنا ہو تو چاہیئے تھا کہ قرون ماضیہ میں ہر صدی کے سرے پر جو مجدّد گذرے ہیں ان کو بذریعہ کشف و الہام سمجھایا جاتا کہ تم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس عقیدہ سے (کہ عیسٰی بن مریم بعینہٖ آسمان سے اُتریگا۔ یا کہ دجال ایک شخص معین ہو گا اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہو گا یعنے اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے) باز آؤ اور روکو اور میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مت کترو۔ بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہو گا۔ سو ناظرین کو معلوم ہے کہ آجتک سب اہل اسلام اور مجدّدین اُنکے اُسی عیسٰی بن مریم کو بعینہٖ بغیر مثیل اُس کے آسمان سے اُترنیوالا مانتے آئے ہیں۔ اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی رض کو احادیث کا مدلول ٹھہراتے رہے ہیں اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ میں امتناعی الہام نہیں ہوا۔ لہٰذا اس الہامی عبارت منقولہ بالا میں چوہوں سے مراد علماء مخالفین للقادیانی نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے قادیان میں جاکر چولھے ڈالے اور ٹھوٹھیاں پیالیاں میں قادیانی صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو کر احادیث کو کترنا شروع کیا تاکہ نیا عقیدہ درست کیا جاوے۔ الہامی عبارت کا معنے یہ ہوا کہ قادیانی صاحب کو اللہ تعالٰی جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا یہ بیت الذکر یا یوں کہو یہ قلب تمہارا جوان مولویوں تمہارے کے جمع ہونے سے پہلے میری عبادت کی جگہ تھی اب بحکم فبئس القرین یا بحکم مقولہ سعدی رح

بیت۔ خیالات نادان خلوت نشین ؎ بہم بر کند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہیں رہی۔ بلکہ تمہارے مولویوں نے اپنا اپنا اصلی وطن چھوڑ کر اسی مسجد قادیانمیں ڈیرے لگادئے (یعنی متصل اسکے) اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا شروع کیا یا تیرے قلب میں ایسے اصول اور استنباطات شیطانیہ گھس گئے کہ میری عبادت کا نشان بھی نہ رہا۔ اس الہام کا یہ معنی کیسے صاف طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے بخلاف اس معنی کے

جو قادیانی صاحب نے لکھا ہے۔ اُسی صفحہ پر بعد نقل الہام مذکور لکھتے ہیں (عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں)

اقول

یہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے۔ الہام مذکور کے معنی کو نہیں سمجھے۔ کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپ کے مخالف ہیں وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق وہی ہیں جنہوں نے اپنی اوطان اصلیہ کو چھوڑ کر قادیانی کی مسجد کے پاس فرد کش ہو کر حجرے بنا لئے۔ اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے۔ انہیں کی ٹھوٹھیاں قادیانی کی مسجد میں ہیں۔ بخلاف اُن علماء کے جو قادیان نہیں پہنچے۔ کیونکہ اُن کی ٹھوٹھیاں پیالے اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی صاحب اگر بنظر انصاف دیکھیں تو یہ الہام نہائیت وضاحت سے اُن کو اور اُن کے مولویوں کو احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کترنے سے روک رہا ہے۔ مگر من یھدی اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادی له حاکم فی جمیع الازمنہ ہے۔

سوال

کیا گذشتہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں۔ جن کو ایسے الہامات ومکاشفات درپیش آئے ہوں۔ اور انہوں نے بنا بر اُن الہامات کے اپنے تئیں عیسیٰ بن مریم وغیرہ یقینی طور پر سمجھ رکھا ہو۔

الجواب

ہاں ایسے لوگ گذرے ہیں۔ مگر ان کو سابقہ عنایت الٰہیہ نے اپنے شیخ کے برزخ[1] میں غالباً اور بغیر اسکے گاہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہوں کتاب وسنت کے ہٹاتی رہی الاماشاء اللہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فتوحات کے باب ۱۸۱ میں فرماتے ہیں۔

والجامع لمقامهم ان الشيخ عبارة عمن جمع جميع ما يحتاج اليه المريد السالك فی حال تربيته وكشفه الى ان ينتهى الى الاهلية للشيخوخته وجميع ما يحتاج اليه المريد اذا مرض خاطره وقلبه بشبهة وقعت له لا يعرف صحتها من سقمها كما وقع لسهل فی سجود القلب وكما وقع شيخنا حين قيل له انت عيسى بن مريم فدا ويد الشيخ بما ينبغى الخ

[1] یعنی بذریعہ شیخ

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس کو اس الہام نے کہ (تو عیسیٰ بن مریم ہے) دہوکا دیا تھا۔

سوال

کیا قادیانی صاحب کو بھی اہل اللہ کی طرح یہ شبہ واقع ہوا ہے یا مفتری الی اللہ ہیں؟

جواب

جہانتک ان کے دعاوی و مضامین کی اصلاح ہوسکتی ہے دریغ نہیں کیا جاتا مگر تاہم بعض الہامات ان کے مفتری کے کہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ الہام ارادہ قتل محرر سطور کے بارہ میں (یعنی میں ان کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں) اور اس میں بھی شک نہیں کہ اُن کا اپنا اجتہاد اور استنباط (جو الہامی کلام سے کرلیتے ہیں) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دہوکا ہے۔ چنانچہ ھوالذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق الخ کے الہام سے اپنے کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات و الہامات مخترعات کے ذریعہ سے جو خود بھی اپنے کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہیں مثلاً (انا انزلناہ قریبا من القادیان کا قرآن میں لکھا ہوا دیکھنا) ان کو دہوکا لگ رہا ہے اور اس اشتہار میں آیت فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول سے متمسک ہوکر یہ نتیجہ نکال لیا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ حالانکہ ازالہ اوہام میں خضر صاحب موسیٰ کے شان میں لکھا ہے کہ صرف ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا۔ اس کے بارہ میں اس استدلال نے کام نہ دیا۔ شاید ان کا الہام خضر کے الہام سے سچا ہوگا۔ الغرض اکثر الہامات اُن کے تو کاذب ہونے کی وجہ سے ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتے ہیں اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہیں مثل آیات قرآنیہ طیبہ کی مگر اُن سے اُلٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے ان پر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہیں اور مع ہذا تلبیس ابلیس ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا بھلا یہ ممکن ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کرم اللہ وجہہ جیسے شخص کو (جس کے مکاشفات و الہامات کے صادق ہونے پر تاریخ شہادت دیتی ہے) الا انه لا نبوۃ بعدی) فرما کر (نبی غیر مشرع) کے لقب سے بھی مایوس فرماویں اور آپکو (فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول) کا مطلب العیاذ باللہ سمجھ میں نہ آوے تاکہ اس آیت سے متمسک ہوکر علی کرم اللہ وجہہ کو

نبی کا لقب عطا فرماویں۔ اب اگر ایسے استدلالات و اجتہادات کو تلبیس شیطانی نہ کہا جائے تو اور کیا نام رکھیں۔ اور بہت ہی تعجب ہے کہ قادیانی صاحب ملہم ہونے کی وجہ سے نبی ہو جاویں اور خضر علیہ السلام اس لقب سے محروم رہیں۔

قادیانی کے الہامات کی تقسیم

(۱) الہامات کاذبہ جن کے کاذب ہونے پر وہ خود ہی گواہ ہیں۔

(۲) الہامات کاذبہ جن کو بوجہ نہ پورا نکلنے اُن کے کاذب سمجھا گیا ہے اس قسم کے الہامات کو واقفکاروں اور قادیانی صاحب سے تعارف رکھنے والوں نے لکھا ہے۔ چنانچہ عنقریب نقل کئے جاویں گے۔

(۳) الہامات صیادیہ جن کا ابن صیاد کے الہام کی طرح اگر سر ہے تو پاؤں نہیں اگر پاؤں ہیں تو سر نہیں۔ سورۂ دخان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرما کر ابن صیاد سے (جو اُس وقت مدینہ طیبہ میں بوجہ ظاہر کر دینے امور غیبیہ کے مشہور تھا امتحاناً فرمایا کہ خَبَأْتُ لَكَ یعنی میں نے تیرے سے کوئی چیز چھپا رکھی ہے۔ تو بتادے۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دُخ۔ دخان سے دُخ کا پتہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ یعنی خوار ہو پس تو اپنے قدر سے ہرگز تجاوز نہ کریگا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ اس کا نام مکر الٰہی اور استدراج رکھتے ہیں اور اس منزل میں لغزش سے بچنے کا طریق بیان فرماتے ہیں کہ اگر صاحب اس منزل کا سارے تصرفات میں خدا کی جانب سے اطلاع نہ پا سکے تو اتنا اہتمام اسس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اُس میزان کو جو اس کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ (یعنی اپنے پیغمبر کا شرع) ہرگز نہ چھوڑے تاکہ وہ میزان اس کو مکر الٰہی سے محفوظ رکھے۔ قال الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الباب الاربعین و ثلث مائۃ وھو منزل عظیم فیہ من المکر الالٰھی والاستدراج مالا تأمن مع العلم بہ الملائکۃ من مکر اللہ فالعاقل اذا لم یکن من اھل الاطلاع فی تصرفاتہ فلا اقل من انہ لا یزیل المیزان المشروع لہ الوزن بہ فی تصرفاتہ من ید لا بل من یمینہ فیحفظہ فی نفس الامر من ھذہ المکر الخ قادیانی صاحب بھی اگر

؎ یعنی بالفرض اگر کادیانی کو الہامات ہوتے ہیں تو اقسام مذکورہ میں سے ہونگے خلاف شرع کی وجہ سے۔ محمد غازی عفی عنہ

میزان شرعی کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ کے فرمان پاک (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الٰہی اور استدراج سے محفوظ رہتے۔ اب میزان شرعی کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو بھی میزان شرعی کے محکم پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابن صیاد کا مادہ صرف اخبار غیبی کا تھا۔ قادیانی صاحب استنباط و اجتہاد کے رو سے اُس سے سبقت لے گئے ہیں۔

(۴) الہامات شیطانیہ انسیہ جن کو کسی آدمی پڑھے ہوئے نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے

(۵) الہامات شیطانیہ جنیہ۔

(۶) الہامات شیطانیہ معنویہ جن کا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے۔ قال الشیخ الاکبر قدس سرہٗ فی الباب الخامس والخمسین اعلم ان الشیطان قسمان قسم معنوی وقسم حسی ثم القسم الحسی من ذلک علی قسمین شیطانی انسی وشیطانی جنی یقول اللہ تعالیٰ شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون فجعلھم اھل الافتراء علی اللہ وحدث فیما بینھما شیطان معنوی۔ یعنی شیطان جنی اور انسی کے مابین تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے وذلک ان شیاطین الجن و الانس اذا القی من القی منھم فی قلب الانسان امرا ما یبعدہ عن اللہ بہ فقد یلقی امرا خاصا وھو خصوص مسئلۃ بعینھا یعنی کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص شخصی مضمون ڈال دیتا ہے (مثلاً تو مسیح موعود ہے) او قد یلقی امرا عاما ویترک فان کان امرا عاما فتح لہ فی ذلک طریقا الی امور لا یتفطن لھا الجنی ولا الانسی یتفقہ فیھا ویستنبط من تلک الشبہ امورا اذا تکلم بھا تعلم ابلیس غوایۃ فتلک الوجوہ التی تنفتح لہ فی ذلک الاسلوب العام الذی القاہ اولا شیطان الانس او شیطان الجن تسمی الشیاطین المعنویۃ لان کلا من شیاطین الانس والجن یجھلون ذلک یعنی کبھی ایک امر قاعدہ کے طور پر شیطان الانس کے دل میں ڈالتا ہے۔ اور پھر کھول دیتا ہے وجوہ فاسدہ اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ جن کو

شیطان معنوی کہا جاتا ہے۔ مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول ہے گو کہ آنحضرت صلعم کے بعد میں ہو وما قصدوہ علی التعیین وانما ارادوا بالقصد الاول فتح ھذا الباب علیہ لانھم علموا ان قوتہ وفطنتہ ان یدق النظر فیہ فینقدح لہ من المعانی المھلکۃ مالا یقدر علی ردہ بعد ذلک وسبب ذلک القصد الاول فانہ اتخذہ اصلا صحیحا وعول علیہ فلا یزال التفقہ فیہ یسوقہ حتی یخرج بہ عن ذلک الاصل وعلی ھذا جری اھل البدع والاھواء فان الشیاطین القت الیھم اصلا صحیحا لایشکون فیہ ثم طرئت علیھم التلبیسات من عدم الفھم حتی ضلوا فینسب ذلک الی الشیطان بحکم الاصل وما علموا ان الشیطان فی تلک المسائل تلمیذ ھم یتعلم منھم۔

حاصل عبارت ہذا کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخصی اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور کبھی مضمون عام۔ اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ کرتا ہے جسکا مادہ مالیخولیا نہ ہو۔ پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط و تفقہ و استدلالات و براہین زعمیہ نکالتا ہے جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اسکی شاگردی پر نازاں ہوتا ہے مضمون خاص مثلاً (تو مسیح موعود ہے) قادیانی سے پہلے بھی یہی مضمون کئی ایک لوگوں کو القاء ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابھی اوپر بحوالہ فتوحات لکھا گیا ہے۔ مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ جلشانہ نے محفوظ کر لیا کما قال سبحانہ وتعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان مضمون عام مثلاً (جسم ثقیل کا بالطبع میلان مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے) یا مثلاً (جس شخص کو غیب کی خبریں معلوم ہو جائیں وہ نبی اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت صلعم کے ہی ہو) یا مثلاً میں نے آسمان اور زمین نئے پیدا کئے اور جو کوئی زمین و آسمان کو پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے۔ لقولہ تعالی ھل من خالق غیر اللہ یا مثلاً میں سمیع و بصیر ہوں اور سمیع بصیر بغیر خدا کے دوسرا نہیں لقولہ تعالی انہ ھو السمیع البصیر۔ پس میں بھی خدا ہوں وغیرہ وغیرہ جو قادیانی صاحب لمرد ہی صاحب کی تالیفات سے بہت اور ارزاں مل سکتے ہیں نتائج مہلکہ آنحضرت صلعم کے

جسمانی معراج سے انکار۔ اور یہ کہ میں بھی بشہادت فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کے نبی اور رسول ہوں وغیرہ آجکل یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غروراً کی ایک یہ صورت بھی موجود ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ قادیان میں اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور اُنکے مشن کی تعلیم اور باہر والوں کے لئے الحکم جو فی الواقع الشرر) ہے اللہ تعالیٰ اُمت مرحومہ کو اس ایحاء کے سب اقسام سے سلامت رکھے۔ ماربعہ غیر متناسبہ اس لئے لکھتا ہوں۔ کہ ایک صاحب کچھ اور لکھ رہے ہیں دوسرے کچھ اور تیسرے دونوں سے برخلاف چوتھے تینوں سے الگ۔ سب صاحبان کی خدمت میں بڑی ادب سے گذارش ہے۔ کہ بحسب وصیت حضرت شیخ اکبرؒ مسطورہ بالا آپ لوگ میزان شرعی کو محکم پکڑیں۔ صورت اس کی یہ ہے۔ کہ سمجھدار عالم سے علوم آلیہ پڑھ کر حاصل کرنے کے بعد قادیان میں بیٹھ کر تدریس اور ارشاد میں مشغول ہووبیں۔ تاکہ آیۃ مسطورہ ذیل کا مصداق آپ بنیں اور نہ سادہ لوحوں اُردو خوانوں کو بناویں۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انہم یحسنون صنعاً اولئک الذین کفروا بآیات ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزناً ذٰلک جزاءھم جہنم بما کفروا واتخذوا اٰیاتی ورسلی ھزواً۔ خدا کی آیات کا تمسخر اس سے اوپر کیا ہوگا۔ جو ایک عبدالبطن ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ کو اُن کر فرض کر۔ والہامی طور پر ہی سہی خود رسولؒ اور نبی بن بیٹھے۔ خدا کے رسولوں کا بالخصوص افضل الرسل کا (صلی اللہ علیہ وسلم) تمسخر اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی احادیث متواترہ کی قطع و برید کر کر اپنے شیطانی الہام کے مطابق کی جاویں مطابقت بھی ایسی کہ دمشق سے خط منحنی (ٹیڑھا) نکلتا ہوا قادیان میں آپہنچے۔ مبداء خطِ خاص دمشق کو ٹھہرانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری کروٹ بدلنے پر اُن کا انکار ہی کیا جاوے۔ اور اجماع اُمت مرحومہ کو کبھی کورانہ اور کبھی اُن سے انکار کر کر اُلٹا اجماعی مسئلہ کی نقیض کو

سلہ قادیانی کو بحکم آنکہ دروغگوئی راحافظہ نباشد۔ یہ خیال نہیں رہا۔ کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۱۰ پر لکھ چکا ہوں خضر علیہ السلام باوجود ملہم ہونے کے نبی نہیں تھا صرف ملہم تھا۔ دیکھو ازالہ اوہام ۱۲

انعقاد اجماع کا کل اُمت مرحومہ کو اتہام دیا جاوے کما فی ازالۃ الاوہام وایام الصلح وغیرہ وغیرہ۔ اور عیسیٰ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار کسبی عورتیں لکھا جاوے۔ کما فی ضمیمہ انجام آتھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف غیبی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپکو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ قال ابن عباس رؤیا عین۔ معراج کا قصہ سُن کر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں فتنۃ للناس فرمایا گیا۔ قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رویتہ عینی کے فتنۃ للناس کا مصداق ہیں حضرت عائشہ رضؓ کے قول کا ذکر عنقریب اسی کتاب میں آئیگا۔

سوال

امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبرےٰ کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے۔ جس سے شریعت نکلتی ہے۔ اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ صاحب کشف اُن علوم کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو مجتہدین کے حق میں اُنکی صحت اجتہاد کے لئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔ پھر صفحہ ۳۲ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں۔ مگر اہل کشف کو اُنکی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث۔ پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں جو کلام اہل کشف کو رد کرے کیونکہ شریعت خود کشف کی مؤید ہے۔ پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشہور ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور اُن کے ہمعصروں نے ان کے دعویٰ کو تسلیم کیا۔ پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی اُن کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے اُن سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے

اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں چنانچہ اس وقت تک پچھتّر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رُک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت صلعم جبرائیل سے وہ مسئلہ جسکی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو دیتے ہیں یعنی ظلّی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت صلعم کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربی صاحب نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم و اسرار و معارف انبیاء و اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ اور ابو یزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مُردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدائے تعالیٰ ہے تم کلامہ۔ تو بموجب شہادت نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی صاحب نے بھی بذریعہ کشف کے آنحضرت صلعم سے پوچھ کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی ماؤلہ حسب اجازت آنحضرت صلعم کے بیان کئے ہوں۔ اور اپنے دعوے کے اثبات میں وہ احادیث جنکو علماء ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آنحضرت صلعم سے صحیح کر لی ہوں اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے غیر صحیح سمجھ لیا ہو۔

سلہ سوال سے لیکر یہاں تک ازالہ اوہام کی عبارت ہے۔ ۱۲ منہ

جواب

اوّل چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلام تک ازالہ کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۳ تک کی ہے۔ لہٰذا قادیانی
صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے
میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سو گذارش ہے کہ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ اور علامہ
سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحب کتاب اقتباس الانوار (جس کو عالم
کشف میں آنحضرت صلعم نے اور خلفاء اربعہ و سیدنا ابی محمد عبدالقادر جیلانی و سیدنا خواجہ
خواجگان معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہم نے مقبول فرمایا) نزول عیسیٰ بن مریم بعینہ
کے قائل ہیں۔ بلکہ کل اہل کشف و شہود کا اُسی عیسٰی بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر اتفاق
ہے۔ اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلعم پر بھی۔ حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہٗ فتوحات
کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج میں فرماتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام
بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الاٰن بل رفعہ اللہ الیٰ ھٰذہ السماء واسکنہ بھا
وحکمہ بھا وھو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایتہ عظیمۃ لا
یغفل عنا ساعۃ واحدۃ الخ یعنی آنحضرت صلعم نے شب معراج میں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ
بجسدہ العنصری پایا۔ کیونکہ وہ ابتک مرا نہیں الخ۔ اور نیز فتوحات کے باب ۷۳ میں لکھتے
ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھٰذہ الدار
الدنیا ثلٰثۃ وھم ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء
الرابعۃ والسموات السبع ھن من عالم الدنیا الیٰ ان قال وابقی فی الارض ایضاً
الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین الخ اور علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو جو احادیث
سے عیسیٰ بن مریم کا نزول آخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفن اُن کا روضہ نبویہ میں علی
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ثابت فرماتے ہیں اکثر احادیث درمنثور کی شمس الہدایۃ میں لکھی گئی ہیں
اور حدیث برنبا و صی عیسیٰ بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو جو شمس الہدائیت
میں لکھ چکا ہوں۔ اور اس رسالہ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ نقل کی جاویگی۔ جس سے
چار ہزار صحابی کا اجماع اُسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول پر پایا جاتا ہے۔

اور شیخ محمد اکرم صابری رحؒ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں (و بعضی بر آنند کہ روح عیسیٰ اور مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم وایں مقدمہ بغایت ضعیف است) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ (ایک فرقہ بر آں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است وایں روائت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم با و اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بر ایں متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزمان از آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود۔ انتہیٰ۔

قادیانی صاحب نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے۔ آپ اپنے تالیف ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے شیخ محمد اکرم صابری صاحب کو بایں صفت موصوف کر کے (شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ اند) صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں کہ (و بعضی بر آنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم۔) بعد اسکے شیخ محمد اکرم قدس سرہٗ کا قول ہذا (وایں مقدمہ بغائت ضعیف است) حذف کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے دعویٰ کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہو جاوے۔

الغرض کل اہل کشف و شہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہ بمثیلہ کے نزول اور نیز اُسکے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہیں۔ ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلعم پر بھی ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اُس کے کاذب ہونے پر کیونکہ ان لوگوں کا کشف برابر آیت و حدیث کے ازالہ اوہام میں مانا گیا ہے اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام علی بینۃ من ربہ اور کشف صحیح کے مالک ہوتے ہیں اُن کا کشفی مقولہ ایک امر کے بارے میں ایک ہی ہوتا ہے مختلف نہیں ہوتا۔ کما قال الشیخ الاکبر فہم علی نور من ربہم نور علی نور ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ط

اب قادیانی صاحب سے دریافت کرنا چاہیئے کہ آپ مسیح موعود و مہدی موعود و دجال شخصی و معراج جسمی و آیات بینات خرق آنیہ یعنی معجزات کے بارہ میں کس لئے علامہ سیوطی و محی الدین بن عربی و کل اہل اللہ سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کے منہ سے اقوال متناقضہ کیوں نکلتے ہیں۔ آپ اس اشتہار میں غیب مصفی پر اطلاع پانے اور ملہم ہونیکی وجہ سے آیتہ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول سے متمسک ہو کر نبی و رسول بن گئے! اور خضر مصاحب موسیٰ جیسے ملہم کو جس کی پیشین گوئیوں کی صداقت پر قرآن کریم شاہد ہے۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۹ پر نبی نہیں مانتے چنانچہ لکھتے ہیں (وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا) کیا آپکی پیشینگوئیوں کی صداقت خضر علیہ السلام کی صداقت پر بڑھی ہوئی ہے لہٰذا آپ نبی و رسول اور وہ صرف ملہم ہے نہ نبی۔

اور نیز آپ کبھی مسیح بن مریم کو گلیل میں کشف کی آنکھ سے مدفون دیکھتے ہیں اور کبھی کشمیر خاص سرینگر میں۔ بلکہ انا انزلناہ قریبا من القادیان کو قرآن مجید میں لکھا ہوا ملاحظہ کر لیتے ہیں۔ کیا ایسے ہی مکاشفات کو قرآن مجید اور توریت و انجیل و زبور کے ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ اور حلفی طور پر بیت اللہ میں کھڑے ہو کر بیان کر نیکا معتقدین کو سہارا دیتے ہیں ان میں سے عقلمند تو تاڑ گئے ہیں۔ ہم اسجگہ نقل کرنا (پیشینگوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم) کا غیر مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ پیشینگوئی مرزاجی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی۔ جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

"آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف

لہ نقل از رسالہ "الہامات مرزا" مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۲

رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُسکی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اُس وقت جب پیشینگوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸) پھر فرماتے ہیں میں حیران تھا۔ کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنیکا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا ئیتعالٰی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آجکی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھکو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اُس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ حوالہ مذکورہ اسں پیشینگوئی کا مضمون بالکل صاف ہے۔ یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزاجی کی موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ پندرہ ماہ میں مرجائیگا اور ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیقت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں لکن تاہم مرزاجی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔ اس پیشینگوئی کے متعلق مرزاجی نے جو جو حیرت انگیز چالا کئیں کی ہیں اُنکی تردید اس پیشینگوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ (الہامات مرزا) میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھکر متصور نہیں اور یہ پیشینگوئی مع نظائر اُسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔

چٹھی

اسجگہ پر نقل کرنا اُس چٹھی کا جو خانصاحب محمد علی خان رئیس مالیرکوٹلہ نے آتھم والی پیشینگوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی۔ ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں پر صداقت پیشینگویوں مرزاجیو کی بخوبی ظاہر ہو جاوے اور مرزاجی کے بیت اللہ میں حلف اُٹھانیکا ہو کا نہ کھائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولینا مکرم سلمکم اللہ تعالٰی ! السلام علیکم ! آج ۶ ستمبر ہے اور پیشینگوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیشینگوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام

کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے۔ "میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنے وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈالدیا جاوے مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی"۔ کیا اب آپکی پیشینگوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم ابتک صحیح وسالم موجود ہے۔ اور اسکو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیشینگوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنے جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اوّل تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جسکا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔ دوسری پیشینگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ "اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اسوقت جب پیشینگوئی ظہور میں آویگی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سننے لگیں گے"۔ پس اس پیشینگوئی میں ہاویہ کے معنے اگر آپکی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بیشک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اُسی حالت میں سچا سمجھا جاوے۔ اگر یہ پیشینگوئی سچی سمجھی جائے۔ جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں (مسلمانوں کو تو نہیں بلکہ مرزائیوں کو) شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیشینگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے۔ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے

کہ ہر پیشینگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیشینگوئی میں تفاول کے طور سے ایک لڑکے
کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیشینگوئی کے اصلی مفہوم
کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھا دیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اُحد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی۔
آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشینگوئی نہ تھی۔ اور اس
میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی۔ کیا کوئی ایسی نظیر ہے
کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست
ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبے پڑنے شروع ہوگئے۔ لیکن الحمدللہ اکہ اب تک جہانتک غور
کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے
متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع
سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں
جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا۔ کہ اگر یہ پیشینگوئی پوری نہ
ہوئی تو آپ یہی کہدینگے۔ کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔
براہ مہربانی بدلائل تحریر فرمادیں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیسا منہ دکھائیں۔
(لوگوں کی پرواہ نہ کرو۔ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے) میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔

راقم محمد علیخان

سوال

قادیانی صاحب کی صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جا سکتا
کیونکہ اُس نے اسلام کی حقیقت پر براہین قاطعہ قائم کر کر مخالفین اسلام کو لاجواب کر دیا ہے۔

جواب

براہین قاطعہ کا نمونہ انہیں دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالیویں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ
خیالات کو براہین نام رکھا جاتا ہے ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود حافظ ہے اور خود ہی اُس کی
حقیقت مخالفین کو ہر زمانہ میں لاجواب کر رہی ہے اور کریگی۔ قادیانی صاحب نے جو بصورت
دوست اور بمعنی اسلام کے دشمن تھے جہالت کی وجہ سے اسلام کی ہتکی کر دی تھی۔ مگر الحمدللہ
کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے۔ بیت

ترا اژدہا گر بود یار غار ٭ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدۂ عالم پر ان کو بوجہ تحریری ہونے اُن کے ثبت کرادیا۔ الحمدللہ والمنتہ کہ اللہ جلشانہ بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے ہمیشہ اُس کو پیشنگویوں میں ناکامیابی دیتا رہا۔ تاکہ عوام کالانعام اسکو بوجہ صداقت پیشنگوئی کے کتاب وسنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں۔ بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن اور سنت کا مُحرّف ہے کیونکہ اکثر فی زماننا قرآن دانی کا معیار جہالوں کے ہاتھ میں صرف پیشنگویوں کی صداقت ہی رہ گئی ہے۔

عیسٰے ابن مریم کے نزول پر اجماع

یعنی اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسٰی بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کما اخترعہ القادیانی آسمان سے بحسب پیشنگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُتریں گے اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جاوے ممکن نہیں۔ لہذا بڑے زور سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عند الرفع پر بھی یعنی آسمان کی طرف اُٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا کما ہو مذہب الجمہور یا وفات پاکر بعد ازاں اُٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا کما ہو مذہب النصاریٰ و بعض اہل الاسلام مثل مالک رحمۃ اللہ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اس پر اجماع نہیں کیونکہ امام مالک وفات کے قائل ہیں نصاریٰ کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو اُن کی کتابوں سے ظاہر ہے اور مالک کا قائل ہونا بحیات المسیح عند الرفع۔ اُن کے بڑے بڑے معتبروں مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے ورنہ مقلدین امام مالک اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور برتقدیر علیحدہ ہونے کے نزول جسمی بعینہ کو جو فرع ہے رفع جسمی بعینہ کی مجمع علیہ کل اُمت مرحومہ کا نہ لکھتے لہذا مجمع البحار میں (قال مالک مات) کے بعد شیخ محمد طاہر یہ تاویل لکھتے ہیں ولعلہ اراد رفعہ علی السماء اوحقیقۃ ویجی اٰخر الزمان لتواتر خبر النزول اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی

اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں۔ مگر اجماعی حیات الی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے۔

اس مضمون پر عبارات مسطورہ ذیل شاہد ہیں۔ امام الائمۃ ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:۔ وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل ائمہ شفعویہ کا یعنی سب اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول پر متفق ہیں۔ چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسےٰ علیہ السلام کا اُترنا اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں۔ فاذا انزل سیدنا عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلعم بالھام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لھا من الکتاب والسنۃ ونحو ذالک اس کے بعد لکھتے ہیں فھو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض انہ یأتی واحدا من ھذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجھل انھما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حی نعم ھو واحد من ھذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ۔

اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں انہ یحکم بشرع نبینا ووردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع۔ اور فتح البیان میں ہے کہ وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذالک الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ وصحح الطبری ھذا القول ووردت بذالک الاحادیث المتواترۃ۔ فتح البیان ص ۳۴۴ (۲)

ائمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی اُن کے مقلدین کی تصنیفات میں احادیث نزول موجود ہیں۔

کسی نے نزول عیسیٰ بن مریم کو نزول مثیل عیسیٰ نہیں لکھا بلکہ نزول جسدہ بعینہ کی تصریح کردی ہے۔ فتوحات کی نقلیں بحوالہ ابواب ابھی گذر چکی ہیں۔ اور نیز حضرت شیخ اکبرؓ اس نزول کے اجماعی ہونے کو اس عبارت سے باب ۷۳ میں ظاہر فرماتے ہیں وانہ لاخلاف انہ ینزل فی اخر الزمان الخ اور نیز حدیث برثملا وصی عیسیٰ فتوحات میں موجود ہے جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے ویجیٔ انشاء اللہ تعالیٰ الغرض کل محدثین اور ائمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوہریرہ اور عبد اللہ بن سلام اور ربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور جابر و ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری وغیرہ اور بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد اور بیہقی و طبرانی و عبد بن حمید و ابن ابی شیبہ و حاکم و ابن جریر و ابن حبان و امام احمد و ابن ابی حاتم و عبد الرزاق وغیرہ وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰ ابن مریم کے زندہ اٹھایا جانے اور اترنے پر بعینہ لا بمثیلہ کما قال شیخ الاسلام الحرانی وصعود الادمی ببدنہ الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فانہ صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وھذا ما توافق النصاریٰ علیہ المسلمین فانھم یقولون المسیح صعد الی السماء ببدنہ وروحہ کما یقولہ المسلمون ویقولون انہ سوف ینزل الی الارض الخ وھذا کما یقولہ المسلمون وکما اخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ لکن کثیرا من النصاریٰ یقولون انہ صعد بعد ان صلب وانہ قام من القبر وکثیر من الیہود ویقولون انہ صلب ولم یقم من قبرہ اما المسلمون وکثیر من النصاریٰ یقولون انہ لم یصلب ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقھم من النصاریٰ یقولون انہ ینزل الی الارض قبل یوم القیامۃ وان نزولہ من اشراط الساعۃ کما دل علیٰ ذلک الکتاب والسنۃ الخ اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ میں سب اہل اسلام سے الگ ہے۔ اور نیز اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے۔ کہ بلاشک قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے۔ غیر اجماعی کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو غیر اجماعی اور جہال کو کیسے کیسے دھوکے دئے ہیں۔

کہ پناہ بخدا۔ ایہا الناظرون قادیانی صاحب کا دعوےٰ کہ مسیح موعود خود میں ہی ہوں مقدمات ذیل پر مبنی ہے۔ ۱ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ ۲ موتیٰ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتے ۳ الہام۔ جواباً اتنا ہی کافی معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کا الہام بوجہ مذکورہ بالا جو اس کے بطلان پر شاہد ہیں مفید مدعیٰ نہیں ہو سکتا۔ مگر ناظرین کے اطمینان کے لئے مقدمہ اوّل اور ثانیہ کی طرف بھی متوجہ ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مقدمہ کی تائید میں قادیانی صاحب نے لکھا ہے (کسی بشر کا آسمان پر جانا محال ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا معراج جسمانی نہیں ہوا۔ چنانچہ ازالہ کے صـ۴۷ میں لکھدیا۔ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھی بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے انتہیٰ۔ اور آیۃ او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کو انہوں نے امتناع صعود علی السماء کیلئے دلیل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ یہی آیت ثابت کر رہی ہے کہ کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں کیونکہ اس آیت میں آنحضرت سے اُس وقت کے موجودہ کفار نے وہ امور طلب کئے تھے جن کا وقوع بہ نسبت انبیاء سابقہ کے اُن کے مسلمات میں تھا اور انہیں امور کو منجملہ دلائل دعویٰ نبوت کے خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا لن نؤمن حتیٰ تفجرلنا من الارض ینبوعا (ہم تجھ پر ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ تو زمین پھاڑ کر (حضرت موسیٰ کی طرح) ہمارے لئے پانی کا چشمہ نہ نکالے) او تکون لك جنۃ من نخیل و عنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا (یا تیرے لئے (ابراہیم کی طرح جس پر کہ آتش نمرود باغ ہو گئی) ایک باغ ہو کھجور اور انگور کا جس کے بیچ تو نہریں نکالے۔ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا (یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے حسب مزعوم اپنے کے گرائے (جیسے کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اُٹھایا گیا تھا۔ (او تاتی باللہ و الملائکۃ قبیلا) یا تو خدا اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لادے۔ (چنانچہ حضرت موسیٰ سے بھی یہی سوال کیا گیا او یکون لك بیت من زخرف) یا تیرے لئے کوئی سنہرا گھر ہو (چنانچہ ادریس علیہ السلام کیلئے بہشت میں ہوا) (او ترقی فی السماء) یا تو آسمان پہ (حضرت مسیح کی طرح چڑھ جائے) (و لن نؤمن لرقیك

حتیٰ تنزل علینا کتابا نقرؤہ) اور ہم تیرے آسمان پر چڑھنے کو ہرگز نہ مانیں گے یہاں تک کہ تو آسمانوں سے کوئی ایسی کتاب اُتار لاوے۔ جس کو ہم پڑھ سکیں (الواح موسیٰ کی طرح) ایہا الناظرون (لرقیک) میں لام تعلیل کیلئے ہے ای لاجل رقیک۔ دیکھو فتح البیان) پس حاصل یہ ہوا کہ ہم تیرے اوپر ایمان اُسیوقت لائینگے۔ جبکہ تو آسمان پر چڑھ جائیگا۔ اور چونکہ تو چڑھ جائیگا۔ تو پہلے ہم صرف تیرے چڑھ جانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ تو آسمان سے الواح موسیٰ کی طرح کوئی ایسی کتاب اُتار لائے جس کو ہم پڑھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ الجواب سوال کفار کے فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم تو ان کو کہدے۔ کہ (سبحان ربی) پاک ہے پروردگار میرا ہر عجز سے) یعنی وہ ان سب امور بالا کے لانے پر قادر ہے (ھل کنت الا بشرا رسولا) میں بذات خود نہیں ہوں مگر اس کا بندہ بھیجا ہوا ہوں) لہٰذا ان امور کے سوال کرنیکا بھی بغیر اجازت اسکے مختار نہیں ہوں۔ ایہا الناظرون (سبحان ربی) سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور مذکورہ بالا ممتنعات سے نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ایقاع پر قادر ہے کجایہ کہ اُسکو اُلٹا امور مذکورہ کے امتناع پر دلیل ٹھہرایا جاوے والا تو چاہیئے کہ کل امور مذکورہ سوال کفار ممتنعات سے ہوں وہو باطل۔ بلکہ سورہ بنی اسرائیل میں صاف فرمادیا۔ کہ (ما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون) ہم کو آیات بینات کے بھیجنے سے محمد صلعم کی طرف کسی چیز نے نہیں روکا بجز اس کے کہ پہلے انبیاء جو ایسے معجزات اور آیات کے ساتھ آئے ان کی تکذیب کی گئی۔ اور یہی مضمون ام عطا کی حدیث سے بھی ظاہر ہے (وعن ام عطاء عن النبی قال والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ماسألتم ولو شئت لکان ولکنہ خیرنی بین ان تدخلوا باب الرحمۃ فیؤمن ویسلم ان یکلکم الی ما اخترتم اہ ابن کثیر آپ صلعم فرماتے ہیں کہ یہ امور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائے ہیں اگر میں چاہوں تو ہو جائیں۔ ولیکن اللہ تعالےٰ نے مجھے مختار کیا ہے۔ الخ معراج شریف کی نسبت قادیانی صاحب کا لکھنا کہ (اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں گئے تھے) سخت گستاخی اور بے ادبی ہے گو کہ جسم شریف کی کثافت بہ نسبت روح مطہر ہی کے خیال کیجائے کیونکہ تاہم جسمی کثافت کو بوجہ دلیل ٹھہرانے امتناع صعود علی السماء کے تا بحدے ماننا پڑتا ہے کہ اور اجسام کی کثافت

کی طرح صعود علی السماء کے مصادم ہو۔ ایہا الناظرون یہ تو ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایۂ زمین پر کبھی دیکھا نہیں گیا۔ اسی لئے کہ روح کی طرح لطیف تھا جب آپکا بول اس شخص کے حق میں جس نے اندھیری رات میں پانی کے خیال سے نوش کیا تھا عنبر اور مشک کی طرح موجب تعطر اور نورانیت ہو گیا تھا۔ پس کیا ہو گا حال ذات مبارک کا اللھم صل وسلم وبارک وادم علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ وعلی جسمہ فی الاجسام وعلی روحہ فی الارواح وعلی قبرہ فی القبور وعلی مشہدہ فی المشاھد۔ قاضی عیاض شفاء میں اور قاضی ثناء اللہ مالابد میں لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ کسی[1] نوع کی بے ادبی کا مرتکب بجناب نبوی بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کی نسبت خواہ مسلمان بھی کیوں نہ ہو کافر واجب القتل ہے اور پھر حیرت انگیز گستاخی یہ ہے کہ قادیانی اپنے کو آنحضرت صلعم کا ہم پلہ اور آنحضرت صلعم کے کمالات کو اپنی کمالات تک محدود سمجھتا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی خود صاحب تجربہ ہے) **اقول** فرض کیا کہ آپ کشفو نمیں صاحب تجربہ ہیں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج آپ کے کشفی عروج وسیر سے اعلیٰ درجہ پر نہ ہو۔ آنحضرت صلعم کے نتائج میں سے نماز پنجگانہ کی فرضیت بھی ابد الدہر ثابت ہوئی۔ اور آپکے کشف یا خواب وخیال نکاح آسمانی کو ایک لمحہ بھر کیلئے بھی ظہور میں نہیں لایا۔ حضرت کیا ایسے معارج مالیخولیانہ عروج نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام سے نسبت رکھتے ہیں۔ ؎ بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ایہا الناظرون معراج جسمی آنحضرت صلعم کا بحالت بیداری آیۂ ذیل سے ثابت ہے (سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ) کیونکہ (سبحان) کا اطلاق اُسی موقعہ پر ہوتا ہے جہاں کہیں کسی عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو اور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جانا یا اطراف السموات والارض میں سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں اور نیز (اسری) کا استعمال نیند میں نہیں آتا۔ قاضی عیاض۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسری مثل اور انبیاء کے کشفی اور روحی نہ تھی۔

---

[1] صراحۃً یا اشارۃً۔ عمداً یا سہواً۔ منہ

بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی ہاں بعض احادیث کے الفاظ سے مثل بین النائم والیقظان یا وھو نائم اور واستیقظت معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالت منام ہوا ہے سو اسکی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں کوئی حجت نہیں کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنے کیوقت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت صلعم سوئے ہوئے ہوں اور ان احادیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسراء میں سوئے ہوں۔ ہاں ثم استیقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اسراء کے وقوع پر بحالت منام ونیند کے لیکن اسکے معنے صحیح کرنے بھی ہیں یا محتمل ہے کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں۔ اور محتمل ہے کہ یقظ بمعنے ہوشیاری وافاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے انتہی ملخص قولہما۔ اور انہیں الفاظ مذکورہ کی طرح اختلاف روایات کا بہ نسبت تعین مکان اسراء کے موجب تشتت واضطراب معلوم ہوتا ہے۔ مگر مرقاۃ اور لمعات میں وجہ جمع بین الروایات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم شب اسراء میں ام ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے۔ اور ام ہانی کا گھر ابیطالب کے کوچہ میں تھا پھر اُسکے گھر کی چھت کھل گئی اور آنحضرت صلعم نے بسبب اسکے کہ اسمیں رہا کرتے تھے۔ اسکو اپنا گھر کہا اور اُسی سے فرشتہ اُترا اور آنحضرت صلعم کو اس گھر سے نکالکر مسجد کعبہ کی طرف لیگیا اور حالیکہ آنحضرت صلعم اُم ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ اور نیند کا اثر باقی تھا پھر حطیم سے باب مسجد میں لاکر آنحضرت صلعم کو براق پر سوار کرایا۔ اور مکہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔

میں کہتا ہوں ان سب وجوہ تطبیق مذکورہ وغیرہا سے اطمینان بخش وہ وجہ ہے جس کو رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ میں لکھا ہے۔ ولو کان الاسراء بروحہ وتکون رؤیا راٰھا کما یری النائم فی نومہ ما انکرہ احد ولانازعہ احد وانما انکروا علیہ کونہ اعلمھم ان الاسراء کان بجسمہ فی ھذہ المواطن کلہا (یعنی بر تقدیر معراج روحی کے انکار اُس کا کوئی معنی نہیں رکھتا ہاں معراج جسمی کو بعید از عقل جان کر انکار کیا گیا۔) ولہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ وثلثون مرۃ الذی اسری بہ منھا اسراء واحد بجسمہ والباقی بروحہ

رویا دیکھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ۳۴ معراج ہوئے جن میں سے ایک جسمی تھا۔ اور باقی روحی عالم خواب میں۔ بعد اسکے فرماتے ہیں (وہذا ازاد علی الجماعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسراء الجسم واختراق السموات والافلاک حسًا وقطع مسافات حقیقۃ محسوسۃ وذالک کلہ لورثتہ معنی لاحسا من السموات فما فوقہا) یعنی معراج جسمی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی اہل اللہ پر فوقیت اور زیادت ہے۔ مگر قادیانی صاحب ہرگز اس فضیلت و زیادت کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اب تو اہل مکاشفہ سے اقوال کو بھی چھوڑے جاتے ہیں۔ مع آنکہ جلد اول ازالہ میں اہل کشف خصوصاً شیخ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے۔ **اقول** تعدد معراج کی تقدیر پر الفاظ مذکورہ و روایات مختلفہ میں تطبیق حاصل ہے اور یہی تقدیر احوال شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسب ہے گویا رویت منامی مقدمہ اور تمہید ٹھہری معراج جسمی کیلئے چنانچہ اکثر وقائع شریفہ میں ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ پہلے آپ کو بحالت خواب امور غیبیہ دکھلائی دیتے تھے بعد ازاں مطابق خواب ظہور میں آتے تھے۔ تعدد معراج پر قادیانی کے تین اعتراضات **اوّل** انہیں احادیث سے ثابت ہے۔ کہ انبیاء کیلئے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ چنانچہ گریہ اور بکا موسیٰ علیہ السلام کا بروقت جانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں آسمان سے آگے اسی پر دال ہے کیونکہ اگر حضرت موسیٰ کے اختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر آجاتے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتویں پر تو یہ گریہ و بکا کیا تھا۔ جیسے پانچویں یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جا سکتے تھے۔ **الجواب** حضرت موسیٰ کا بکا اور رونا اس لئے نہ تھا کہ ان کو ساتویں سے آگے رفع نہ ہوا ہے بلکہ اُن کا رونا بسبب فقدان کمال وعموم دعوت کے تھا۔ جس کو حضرت موسیٰ نے اپنے میں نہ پایا۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات مبارک میں یہ کمال دیکھا۔ چنانچہ امام بخاری باب المعراج حدیث مالک بن صعصعہ میں لکھتے ہیں۔ (فلما تجاوزت بکٰی قیل لہ ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنۃ من امتہ اکثر من یدخلہا من امتی۔ بخاری۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ رونے لگے۔ رونے

لا محل تشبیہ ہے یہ ترجمہ

کی علت جب اُن سے دریافت کی گئی۔ تو کہا کہ میرا رونا اس لئے ہے کہ یہ غلام نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی اُمت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ گویا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے یہ رونا تھا نہ یہ کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ حالانکہ مشکوٰۃ باب من حضرہ الموت میں بروائیت براء بن عازب مذکور ہے کہ کل نفوس کاملہ آسمان ہفتم تک رفع ہونے کے بعد اپنے اپنے ابدان میں بامر الٰہی لوٹائے جاتے ہیں۔ (فیشیعہ عن کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا حتی ینتھی بہ الی السماء السابعۃ فیقول اللہ عزّ و جل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ فی الارض الخ۔ علامہ زرقانی کی شرح مواہب پر نظر ڈالنے سے بخوبی محقق ہو جاتا ہے کہ شب معراج میں جن انبیاء نے جہاں جہاں دکھائی دی۔ اُن کے لئے مقامات سماویہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ اظہار تفاضل اور اُن وجوہ اختصاص کیلئے تھا۔ جن کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں مفصل لکھا ہے اور جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینا تعین مقام کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ارواح کاملہ کے عروج مقامات مذکورہ تک ہی محدود نہیں اور اسی پر دال ہے وہ حدیث ذیل جس کو احمد اور مسلم اور نسائی نے ذکر کیا ہے (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسٰے لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شب اسریٰ میں میری گذر اُس سرخ ٹیلے کے پاس سے ہوئی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور پھر اُسی وقت بیت المقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء کے امام ہوئے اور پھر اُن کو علیحدہ علیحدہ آسمانوں میں دیکھا الحکمۃ یعلمھا الحکیم العلیم۔ اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ان حضرات کا جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینا دراصل اُن کے واردات خاصہ کی طرف اشارہ ہے جوان کو اپنی اپنی قوم سے پیش آئے اور اسی کی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی درپیش آنے والے تھے الخ۔ رہا یہ امر کہ اُن انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل مواطن میں روحانی صورت میں دیکھا۔ یا بصورت عنصری جسدی۔ قرطبی کے نزدیک ہے کہ وہ اپنے اپنے

اجساد کے ساتھ مرے ہوئے اور لمعات میں دونوں طرح دکھائی دینے کو محتمل لکھا ہے بایں طور کہ اُن کی روحیں بصورت اجساد متمثل ہوگئی ہوں مگر عیسٰی کہ ان کا اپنے جسم کیساتھ مرفوع ہونا ثابت ہے اور فتوحات میں حضرت شیخ نے بھی حضرت عیسٰے کے بارہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ کما مر

قادیانی صاحب کا باتباع ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ دوسرا اعتراض تعدد معراج کے مطابق یہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ ہر دفعہ اوّل پچاس نمازیں مقرر کی گئیں اور پھر پانچ رہیں۔ جسپر بیجا اور لغو طور پر منسوخیت ماننی پڑتی ہے۔

جواب

فرضیت صلوٰۃ کا تعدد حالت خواب میں بطریق توطیہ کوئی مستبعد نہیں۔ ہاں حالت بیداری میں اس کا تعدد بیجا اور غیر مناسب سمجھا جاتا ہے کما فی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

تعدد معراج پر قادیانی صاحب کا تیسرا اعتراض ابلکہ یہ حدیث جو بخاری کے ص۱۱۲ میں ہے خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ لکھ دیا کہ بعثت کے پہلے یہ معراج ہوئی تھی۔ اور پھر اُسی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ نمازیں پانچ مقرر کرکے پھر آخر کار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوّت سے پہلے تھی تو اس کو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا۔ اور قبل از وحی جبرائیل کیونکر نازل ہوگیا۔ اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ انتھیٰ ملخصا۔

جواب

ایہا الناظرون۔ حدیث ذیل کے الفاظ کو غور سے دیکھیں اور پھر قادیانی کی حدیث دانی و کمال علمی کا خیال فرماویں۔ عن شریك بن عبد الله انه قال سمعت انس بن مالك یقول لیلة اسری برسول الله صلعم من الکعبة انه جاءه ثلثة نفر قبل ان یوحیٰ الیه وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ایهم هو فقال اوسطهم هو خیرهم فقال اٰخرهم خذوا خیرهم فکانت تلك اللیلة فلم یرهم یہاں تک مطلب شریک بن عبداللہ کا ہے۔ کہ انسؓ شب اسراء کا واقعہ بیان کرتے وقت کہتے ہیں۔ کہ

قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اور وہ آپس میں باتیں کر کے چلے گئے اور آپ نے اُن کو نہ دیکھا بس یہاں تک تو شب اسراء کے پہلے کا ذکر بطریق تمہید تھا۔ اب شب اسراء کا ذکر شروع ہوتا ہے (حتی اتوہ لیلۃ اخری فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ الخ) یعنی اُن ملائکہ کو آپ نے نہ دیکھا یہاں تک کہ پھر آئے وہ کسی اور رات میں یعنی شب اسراء میں اور آسمانوں پر لیگئے۔ اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں الخ اس ترجمہ سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ قادیانی صاحب نے بجائے اسکے کہ اپنی کم فہمی پر روتے اور کسی عالم سے پوچھتے اُلٹا حدیث بخاری پر حملہ کیا اور آنحضرت صلعم کے ایک کمال جداگانہ اور مخصوص پر گستاخی کی ہے چنانچہ لکھا ہے (ایک طرف تو یہ لکھ دیا الخ) گویا ایسے گستاخانہ تعبیرات سے لوگوں کو دہوکا دینا چاہا۔ تاکہ بہ نسبت احادیث کے اضطراب کی وجہ سے بے اعتباری پیدا کی جاوے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ جو کچھ میں اور میرے جاہل مولوی الہام بکے جائیں اُسی کو لوگ واجب التسلیم سمجھیں۔ حضرت! کیا سارا ہی جہان تو جاہل نہیں اللہ تعالیٰ خود اپنی حبیب پاک صلعم کے قرآن اور حدیث کا حافظ ہے۔ شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ بغیر عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سب کا مذہب معراج جسمی اور بحالت یقظ ہونے کا ہے اور ان دونوں کا قول ان جماہیر صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت عائشہ واقعہ اسراء کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں یا سن ضبط و تمیز کو نہیں پہنچی تھیں۔ علی اختلاف القولین بلکہ حضرت عائشہ سے (ما فقد جسد رسول اللہ صلعم) والی حدیث کا مروی ہونا بہ تصریح قاضی عیاض و علامہ زرقانی باطل اور غیر ثابت ہے پھر اُن کی روایت کو مع عدم المشافہۃ والثبوت کیونکر ترجیح دیجاوے اُن مشاہیر اور جماہیر صحابہ کے اقوال پر جنہوں نے بالمشافہ نور نبوت سے اس معنی کا استفادہ کیا کہ معراج شریف جسمی اور بحالت یقظ ہے۔ اور بر تقدیر صحت اس حدیث کے علامہ تفتازانی نے اس طرح پر تاویل کی ہے کہ آنحضرت صلعم کا جسم مبارک روح سے مفقود نہ ہوا بلکہ دونوں ساتھ تھے اور یہی معنی مطابق ہے۔ حضرت عائشہ رض کی دوسری حدیث کے جس کو ازالۃ الخفاء ص ۳۰۵ میں شاہ ولی اللہ مرحوم نے بہ تخریج حاکم ذکر فرمایا ہے۔ اخرج الحاکم عن عائشۃ قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی اصبح یحدث الناس بذلك

فارتد ناس ممن کانوا اٰمنوابه وصدقوه وسعوا بذالک الی ابی بکر فقالوا ھل لک
فی صاحبک یزعم انه اسری به الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال اوقال کذالک
قالوا نعم قال لئن قال ذالک لقد صدق قالوا اتصدقه انه ذھب الیلة الی بیت
المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقه بما ھو ابعد من ذالک اصدقه
بخبر السماء فی غدوة او روحة فلذالک سمی ابوبکر الصدیق - فرمایا حضرت عائشہ رضؓ
نے جبکہ آنحضرت صلعم کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی - تو آپ نے صبح ہوتے ہی لوگوں سے اسراء
شب کے واقعات بیان فرمائے پس بعض ایمان والے بھی اُسکے سُنتے ہی مرتد ہو گئے اور
صدیق اکبرؓ کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب (محمدؐ)
زعم کرتا ہے کہ وہ آج کی رات کو بیت المقدس کو گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گیا - ابوبکرؓ
نے پوچھا کیا میرے صاحب نے کہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کہا ہے ابوبکرؓ نے کہا اگر میرے
صاحب نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے - اُنہوں نے پوچھا کہ پھر تو اس کی تصدیق کرتا ہے -
ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی تصدیق
کرتا ہوں جو آسمانوں کے متعلق طلوع شمس کے قبل یا زوال کے بعد کی خبر دے اور اسی
وجہ سے ان کا نام صدیق ہوا - منہاج العلوی میں ملا علی قاری حدیث معاویہ کے متعلق لکھتے
ہیں کہ وہ اسراء نبوی کے وقت ابھی ایمان بھی نہ لائے تھے لہٰذا اُن کا سائل کو یہ جواب دینا کہ
(کانت رؤیا صالحة) معراج جسمی اور اسراء جسدی کے متعلق نہیں - جو ان کے ایمان سے
اوّل اور ان کے علم سے باہر تھا معراج جسمی کے منکرین نے آیة (وما جعلنا الرؤیا) سے
تمسک پکڑا ہے کہ یہ واقعہ منجملہ رؤیا منام سے تھا - مگر اس کو قاضی عیاض نے شفا میں رد کیا
ہے ساتھ آیت (سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی) کے کیونکہ (اسریٰ) نیند کے متعلق نہیں بولا جاتا - اور
نیز آیة مذکورہ میں (فتنة للناس) بھی اسی کا موئید ہے کیونکہ خواب کی صورت میں کوئی فتنہ اور
امتحان نہیں اور نہ کسی کا انکار متصور ہو سکتا ہے اور نیز اس آیة کو بعض مفسرین نے قصہ حدیبیہ
کے متعلق لکھا ہے - معہذا رؤیا کا استعمال کلام عرب میں حالت یقظ و بیداری کیلئے بھی آ گیا
ہے - شعر - فکبر للرؤیا وھش فوادہ ؎ وبشر نفسا کان قبل یلومھا - اور نیز حضرت ابن عباسؓ کا

قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے ۔ کما فی البخاری ۔

تنبیہہ ۔ بیشک راویوں نے واقعات اسراءات روحی وجسمی کو ایک دوسرے سے جداگانہ بیان کرنے میں تساہل کیا ہے مگر اس کو روایت بالمعنی ہونے کی وجہ سے معیوب اور مستنکرہ خیال نہیں کیا جا سکتا ۔ وعن بعض التابعین قال لقیت اناسا من الصحابۃ فاجتمعوا فی المعنی واختلفوا علی فی اللفظ فقلت ذالک لبعضھم فقال لاباس بہ مالم یحل معناہ حکاہ الشافعی وقال حذیفۃ انا قوم عرب نورد الاحادیث فنقدم ونؤخر و قال ابن سیرین کنت اسمع الحدیث من عشرۃ المعنی واحد واللفظ مختلف وممن کان یروی بالمعنی من التابعین الحسن والشعبی والنخعی بل قال ابن الصلاح انہ الذی شھد بہ احوال الصحابۃ والسلف الاولین فکثیرا ما کانوا ینقلون معنی واحدا فی امر واحد بالفاظ مختلفۃ وما ذاک لان معولھم کان علی المعنی دون اللفظ قال الحسن لولا المعنی ماحدثنا وقال النووی لو اردنا ان نحدثکم بالحدیث کما سمعناہ ماحدثنا کم بحرف واحد فتح المغیث ۔

ناظرین کو واضح ہو چکا ہوگا کہ آیۃ (او ترقی فی السماء الخ) سے کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں سمجھا جاتا ۔ بلکہ آیۃ (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ) اس کے وقوع پر دال ہے ۔ لہٰذا قادیانی صاحب کا پہلی آیت کو مؤید ومثبت امتناع ٹھہرانا غلط ٹھہرا پھر قادیانی صاحب فلسفی طور پر صعود بجسدہ العنصری کے امتناع پر ازالہ کے صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں (کہ نیا اور پورانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے ۔ کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے ۔ الی ان قال ۔ پس ان جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے انتہیٰ مختصرا ۔ **اقول** ۔ آیت اور حدیث اور اجماع کے مقابلہ میں ایسے استدلالات سے کام لینا مسلمان کا کام نہیں اور نیز استدلال مذکور موقوف ہے امور ذیل کے ثبوت پر ۔ ودونہ خرط القتاد ۔ ۱؎ اتحاد نوعی کل طبقات ہوائیہ کا ۔ ۲؎ لوازم طبقات ہوائیہ کا ازقبیل لوازم ماہیت ہونا ۳؎ تبدل فصول کا مؤثر نہ ہونا خصوص کیفیات کے تغیر میں ۔ ۴؎ لزوم کا ضروری ہونا نہ عادی ۔ امور مذکورہ سے صرف امر چہارم ہی کا اگر خیال کیا جاوے تو

بشہادت (یانارکونی بردا وسلما علی ابراھیم) کے حرارت و برودت وغیرہا کا انفکاک اپنے ملزومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور حکیم مطلق جس نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو سرد کر دیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ زمہریری کرہ کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بہ نسبت ایک مقبول بندے اپنے کے متبدل کر دے۔

سوال۔ آیت (قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ) بھی عند الخصم ماوٴل ہے

جواب۔ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی اور سچ ہے کما ذکرہ الشیخ فی الفتوحات۔ اور اس زمانہ میں بھی عوام سے خواص تک اس کو دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا آیت کو امتناع انفکاک الحرارت عن النار کی بناء پر ماوٴل ٹھہرانا سراسر تعصب و جہالت ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانے کے استحالہ کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہیں کرتی کما ذکرہ النووی فی شرح مسلم۔ ہاں صرف چند جہلہ نے معتزلہ میں سے اس پہلو کو اختیار کیا ہے کہ پہلے صرف عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص میں تاویل اور ردوبدل کیا ہے۔ اس مسلک میں ان کو تین وجہ سے دھوکا ہوا۔ ع۱ ایک تو عقل جزئی کے استقرار ناقص کا نام قانون قدرت رکھا۔ اور ظاہر ہے کہ جزئیات معدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ ع۲ دوسرا مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا۔ ع۳ تیسرا آیات و احادیث کو ان معانی پر محمول کیا جو بالکل برخلاف ہیں طرز محاورہ دانوں اور ان لوگوں کے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ معانی مرادہ کا استفاضہ کیا۔ قادیانی صاحب اہل اعتزال پر دو قدم آگے بڑھے۔

ع۱ دعوی مسیحیت موعودہ و مہدویت و نبوت و رسالت ع۲ اس چالاکی و دجل یا جہالت میں کہ ہمارا ایمان و غلبہ محبت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امور ذیل کو گوارا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلعم باآں عز و شرف جمیع کل انبیاء سے فائق ہیں۔ مدینہ طیبہ کی خاک میں مدفون ہوں اور عیسیٰ ابن مریم آسمانوں پر جا بسے۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عمر شریف صرف ۶۳ سال ہی عطا کی جاوے اور عیسیٰ ابن مریم دو ہزار سال پر بھی بس نہ کریں اور عیسیٰ ابن مریم کو بوجہ استغنا کے کھانے پینے سے حیٌ قیوم سمجھا جاوے آنحضرت صلعم کے لئے تو اور عوام کی طرح والدین ہوں اور عیسیٰ ابن مریم کیلئے باپ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایہا الناظرون ان سب امور مذکورہ و نظائرہا میں قادیانی صاحب

پیش امام اہل اعتزال اور جہمیہ و فلاسفہ ہی ہیں یعنی صرف زعمی قانون قدرت کو مشعل راہ بنایا ہے اور تقریر مذکور بلباس محبوں اور مومنوں کاملوں کے دجل ہے۔ گویا لوگوں کی آنکھوں میں اپنی نئی طرز کو در لباس عشاق دکھلاتے ہیں۔ ہاں دعوئ نبوت و رسالت و مسیحیت موعودہ میں الہام سے کام لیا ہے۔ پھر الہام بھی وہ جو علاوہ بطلان فی نفسہ کے تعارض و تخالف بھی رکھتا ہے نہ صرف اپنے ہی الہامات میں بلکہ دوسرے ملہمین محدثین کے الہامات سے بھی الگ اور مخالف ہے۔ چنانچہ رئیس المکاشفین محی الدین عربی اپنی الہامی کتاب میں معراج جسمی آنحضرت صلعم کے مثبت اور قائل ہیں اور مرزا جیو منکر۔ ایسا ہی حضرت شیخ مسیح ابن مریم کے رفع بجسدہ العنصری و حیات الی مابعد النزول کے قائل ہیں اور مرزا جیو مخالف۔ ایسا ہی کشف و الہام نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اخبار متواترہ اور مشہورہ کے رو سے عیسیٰ ابن مریم بعینہ لا مثیلہ کے نزول کا مثبت ہے۔ اور مرزا جیو کا پچھلا الہام بروزی نزول کا پتہ دیتا ہے۔ ایہا الناظرین آنحضرت صلعم کے کشف پاک اور مرزا خبط ناپاک میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں بن پڑتی بغیر اسکے کہ یا تو آنحضرت صلعم کی وحی صادق کو العیاذ باللہ کاذب کہا جاوے اور یا کل احادیث کو بروزی نزول پر حمل کیا جاوے۔ اور یا آنحضرت صلعم کیلئے خطا فی التعبیر ٹھہرا کر بعد ازاں بقاء علی الخطاء مدت العمر تک مانا جاوے۔ جن کے وجوہ بطلان اسی کتاب میں مفصل لکھے گئے ہیں۔ ایہا الناظرون کیا متصور ہو سکتا ہے کہ وہ رسول پاک جو اعلیٰ درجہ کے امت مرحومہ کے بارہ میں حریص اور رحیم اور ہر ایک مہلکہ سے اعلام فرمانیوالے ہیں) دانستہ امت مرحومہ کو بجائے اسکے کہ لغزش سے بچائیں۔ اُلٹا دھوکے میں ڈال گئے ہوں۔ یا ایک امر مہلک عظیم الشان سے بے خبر چلے گئے ہوں یا بر تقدیر حصول علم امت مرحومہ کو نزول بروزی کا پتہ نہ دیا ہو۔ مع آنکہ پہلے زمانہ میں نزول ایلیا کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے بہتیرے لوگ کافر ہوئے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اگر نزول مسیح بروزی طور پر ہوتا تو بالضرور آنحضرت کا شان (حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم) اور (وما ارسلناك الا رحمة للعالمين الخ) ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اس اشتباہ کے زہریلے اثر سے امت مرحومہ کو نہ بچائیں اور ایک حدیث میں بھی بروزی نزول کو ذکر نہ فرماویں اور اہل اسلام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ شارع علیہ السلام نے کل امور مہلکہ پر

تصریح فرمادی ہے قال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھدٰھم حتی یبین لھم
ما یتقون۔ وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم
الاسلام دیناً۔ آپ کی پیشگوئیاں بھی بالخصوص وہ جن کے بیان میں نہایت اہتمام و بیان
تفصیلی وتاکیدات سے کام لیا گیا ہے) دین میں داخل ہیں۔ دین کو صرف عملیات میں محدود سمجھنا جہالت
ہے۔ دین کی علمی جزء عملی پر سبقت اور اصالت کا استحقاق رکھتی ہے۔ وقال تعالیٰ لئلا یکون
للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ وقال تعالیٰ وما علی الرسول الا البلاغ المبین
وقال تعالیٰ۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم قرآن کریم کا ہادی ہونا انہیں مومنوں کی نسبت
ہے جنہوں نے بحسب بیان وتفصیل آنحضرت صلعم کے اس کے ساتھ ایمان لایا ہو۔ ورنہ کل فرق
ضالہ قرآن ہی سے متمسک ہیں سعدی علیہ الرحمۃ سے گم آں شد کہ دنبال راعی نہ رفت
وقال تعالیٰ ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیراً لھم واشد تثبیتاً واذاً لاتینا
ھم من لدنا اجراً عظیما ولھدینا ھم صراطا مستقیما۔ اس آیت کے رو سے بھی
امت مرحومہ کو صراط مستقیم کی ہدایت ضروری ہے۔ جس کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ نزول بروزی کی
تقدیر پر بیان بروز واجب تھا۔ پیشگوئیوں میں سے ایسی پیشگوئی کہ جس میں اُمت مرحومہ
کو بچانے کا اہتمام کیا گیا ہو) کوئی نہیں جس کے بیان میں آپ نے دھوکہ کی وجہ سے خلاف
واقعہ بیان فرمایا ہوتا۔ کہ قادیانی بروز کیلئے نظیر بن سکے اور یاد رہے کہ بحسب قولہ تعالیٰ
(ان ھو الا وحی یوحیٰ) کے قادیانی صاحب ناکامیاب رہیں گے۔ وقال تعالیٰ قد جاءکم
من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ ابوذرؓ
فرماتے ہیں۔ لقد توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما طائر یقلب جناحیہ الا ذکر لنا
منہ علماً صحیح مسلم میں ہے۔ ان بعض المشرکین قالوا لسلمان لقد علمکم نبیکم کل شیٔ
حتی الخراءۃ قال اجل وقال صلی اللہ علیہ وسلم ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارھا
لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک وقال ما ترکت من شیٔ یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم
بہ ولا من شیٔ یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم عنہ۔ آپ فرماتے ہیں ما بعث اللہ
من نبی الا کان حقا علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ خیراً لھم وینھا ھم عن شر ما یعلمہ

شرالهم۔ ان آیات و احادیث کے رُو سے بر تقدیر مزعوم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو نزول بروزی عیسیٰ ابن مریم کا کھلا کھلا بیان فرمانا جس میں نزول بعینہٖ کی گنجائش نہ ہو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ معاملہ بالعکس ہُوا۔

سوال تعارض عقل و نقل کی صورت میں عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے نقل کیلئے۔ کیونکہ جبتک دلائل عقلیہ کے رُو سے وجود صانع نہ مانا جاوے تب تک تصدیق بالنقل و بما جاءت بہ الرسل علیہم السلام متصوّر نہیں ہو سکتی تقدیم عقل ہی کی وجہ سے نصوص قطعیہ میں تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کما فی ان اللہ علی کل شیئٍ قدیر بنا براں ارادہ معراج روحی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات و خوارق کا ماوّل ٹھہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے

جواب۔ یہ امر قابل غور ہے کہ قضیۂ ذیل (العقل اصل للنقل) میں (عقل) سے مراد کیا ہے۔ بعد تدبر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مراد عقل سے جوہر مدرک یا قوۃ عاقلہ نہیں کیونکہ اس معنی کی رُو سے عقل اور نقل میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جوہر مدرک یا قوت عاقلہ حیات کی طرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کے لئے۔ اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی منافی و معارض نہیں ہوتی مشروط کیلئے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ لعرضروری نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ واقعی بھی نہیں کہ ہر علم و ادراک عقلی اصل اور دلیل ہو سمعی اور نقلی کے لئے۔ کیونکہ سمعیات و نقلیات کی صحت کا توقف صرف انہیں عقلیات پر ہے جن کے رُو سے تصدیق بصدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو۔ چنانچہ (الصانع موجود وھو مصدق الرسل علیھم السلام بالایات والمعجزات) وامثال ذٰلک۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ قضیہ مذکورہ (العقل اصل للنقل) کلیّہ نہیں بلکہ اس میں حکم انہیں بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدیق بصدق الرسول صلعم ہیں اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی (الرفع والنزول الجسمی وامثالھما من المحالات) جو منجملہ عقلیات ہیں کوئی علاقہ نہیں تصدیق بصدق الرسول صلعم سے۔ نہ اس طور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت نفس الامری انپر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ واسطہ فی الاثبات کی مثل ہمارے اذہان میں تصدیق مذکور کا حصول انپر مترتب ہو۔ ثانیاً آنکہ محل بحث (الرفع والنزول الجسمی من المحالات) صادق

ہی نہیں کیونکہ رفع اور نزول جسمی صرف مستبعدات عقلیہ سے ہیں نہ محالات سے چنانچہ آیت (سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا) سے ہم ثابت کر چکے ہیں اور امروہی صاحب نے اسی آیت کے متعلق شمس بازغہ میں مان لیا ہے کہ رفع و نزول جسمی من السماء ممتنعات سے نہیں اور نہ ہم نے کہا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور کو متعلق آیۃ مذکورکے۔ رہا قادیانی صاحب کا استدلال عقلی نئے اور پرانے فلسفہ والا جس کو ازالہ کی جلد اول میں لکھا ہے سو اس کی تردید بھی گذر چکی ہے۔ **فائدہ** تعارض کے مسئلہ میں احتمالات ذیل متصور ہو سکتے ہیں۔ ع۱ دلیل عقلی و نقلی دونوں قطعی ہوں۔ ع۲ یا دونوں ظنی ع۳ یا ایک قطعی اور دوسری ظنی۔ تیسری صورت میں قطعی کی تقدیم ظنی پر اتفاقی ہے خواہ قطعیت عقلی کیلئے ہو یا نقلی کیلئے۔ اور دوسری صورت میں بحسب ادلہ ترجیح و تعادل عمل کیا جائیگا۔ اور پہلی صورت صرف احتمال ہی ہے فی الواقعہ تحقق اس کا ممکن نہیں۔ کیونکہ دلیل قطعی ایسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو۔ پس بر تقدیر وقعیت اس صورت کے جمع بین النقیضین لازم آئے گا۔ جن موارد میں بظاہر ایسی صورت معلوم ہو۔ وہاں پر فی الواقعہ بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی۔ الغرض ادلہ کی تقدیم میں قطعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے نہ خصوص عقل کو۔ چنانچہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے۔ **سوال** نقلی کی قطعیت چونکہ بوجہ توقف اسکے مسائل نحویہ و معانی پر جو اکثر ظنیات سے ہیں مع احتمال استعارہ و مجاز کے ہر جگہ میں ممکن نہیں۔ کسی آیت یا حدیث کو رفع نزول جسمی میں قطعی نہیں کہہ سکتے۔ **جواب** جبکہ قرائن قویہ مفیدہ للیقین موجود ہوں اسجگہ توقف یا احتمال مذکور قطعیت دلیل نقلی میں مؤثر نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے دلیل نقلی کی قطعیت کی بتقلید علامہ رازی وغیرہ وجہ مذکور کے رو سے نفی کی ہے بالکل مخالف ہے امور ذیل سے جو منجملہ سمعیات قطعیۃ الدلائل سے ہیں۔ ع۱ لم تجز ھو صلی اللہ علیہ وسلم بعد الھجرۃ الا حجۃ واحدۃ ع۲ القرآن لم یعارضہ احد ع۳ لم یفرض صلوۃ الا الصلوۃ الخمس ع۴ لم تؤخر صلوۃ النہار الی اللیل و صلوۃ اللیل الی النہار ع۵ لم یؤذن فی العیدین والکسوف والاستسقاء ع۶ وانہ صلعم لم یدع بدین الکفار لا المشرکین ولا اھل الکتاب ع۷ وانہ صلعم لم یسقط الصلوات الخمس عن احد من العقلاء ع۸ وانہ لم یقاتلہ احد من المؤمنین لا اھل

الصفة ولا غيرهم ع۹ وانه لم يكن يؤذن بمكة ع۱۰ ولا كان بمكة اهل الصفة ولا كان بالمدينة اهل الصفة قبل ان يهاجر الى المدينة ع۱۱ وانه لم يجمع اصحابه قط على سماع كف او دف ع۱۲ وانه لم يقص شعر كل من اسلم او تاب من ذنب ع۱۳ وانه لم يكن يقتل كل من سرق او قذف او شرب ع۱۴ وانه لم يكن يصلي الخمس اذا كان صحيحا الا بالمسلمين لم يكن يصلي الفرض وحدہ ولا في الغيب ع۱۵ وانه لم يحج في الهواء قط وغيرها من النظائر مما يعلم العلماء بالحواله علما ضروريا انه لم يكن۔ شيخ الاسلام الحراني مختصراً۔ اسی طرح خواص وعوام کے معلومات اضطراریہ سے ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث نزول میں نزول بروزی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کہیں سنت میں اسکا ذکر نفیاً یا اثباتاً واقع ہوا ہے جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ احادیث نزول میں قول بالبروز بوجہ مصادمت علم اضطراری علماء سنت کے باطل مردود ہے یعنی کل علماء اسلام صحابہ سے لیکر آجتک اس قول کو بشہادت علم اجماعی باطل ٹھہرائینگے اور امر وہی قادیانی صاحبان کی طرح جو شخص کتاب وسنت سے برخلاف علم اجماعی واضطراری ان کے فلسفیات ووہمیات وخرقیات الاجماع کو ثابت کرے تو بیشک (یحرفون الکلم عن مواضعہ) اور ایسا ہی (لا یعلمون الکتاب الا امانی میں داخل ہے کما قال شيخ الاسلام وهو متناول لمن حمل الكتاب والسنة على ما اصله من البدع الباطلة الى ان قال ومتناول لمن كتب كتابا بيده مخالفا لكتاب الله لينال به دنيا وقال انه من عند الله مثل ان يقول هذا هو الشرع والدين وهذا معنى الكتاب والسنة وهذا قول السلف والائمة وهذا هو اصول الدين الذي يجب اعتقاده على الاعيان او الكفاية انتهى موضع الحاجة۔ ناظرین کو اب قادیانی دعویٰ کے دوسرے مقدمہ ذیل (موتیٰ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتے) کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ سو معلوم ہو کہ اموات کا پھر دوبارہ زندہ ہونا اقوال ذیل سے ثابت ہے قال الله تعالى او كالذي مر على قرية وهي خاوية على عروشها قال انى يحيي هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما او بعض يوم قال بل لبثت مائة عام فانظر الى طعامك وشرابك لم يتسنه حاصل یہ ہے

کہ عزیر نبی اللہ نے بطریق استبعاد و تعجب کے کہا جب ایک شہر پر سے گذرے جسکی چھتوں پر اُسکی دیواریں گر گری پڑی تھیں کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شدہ شہر کو اللہ تعالیٰ کہاں سے زندہ کریگا پس حضرت عزیر کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ اُٹھایا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا کہا اس نے کہ ایکدن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تو سو برس رہا۔ اپنا کھانا اور پینا دیکھ کہ وہ سڑا تو نہیں اور اپنے گدھا کو دیکھ کہ کسطرح اسکی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اور تجھے لوگوں میں ہم اپنی ایک نشانی بناتے ہیں اور دیکھ ہڈیاں ہم کس طرح پہلے ان کو اُبھارتے ہیں اور پھر انپر گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ حال حضرت عزیر نے دیکھا تو کہا میں نے جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ قادیانی صاحب اس آیت کی تاویل یا تحریف اسطرح پر ازالہ میں لکھتے ہیں۔ (خدائیتعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کیلئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت میں ہی موجود تھا۔ ازالہ ۲۶۵ انتہی) **اقول** یہ بالکل تحریف ہے آیۃ مذکورہ کی کیونکہ سورہ بقر کی آیت مذکورہ کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عزیر کی موت و حیات سے کلام ربانی کا مطلب حقیقی موت و حیات ہے نہ مجازی دیکھو حضرت ابراہیم کے قول ذیل کو (ربی الذی یحیی ویمیت) اور ایسا ہی (ارنی کیف تحی الموتیٰ) ایسا ہی حضرت عزیر کے قول تعجب آمودہ (انیٰ یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا) کو جس سے تاویل مذکور بالکل تحریف سمجھی جاتی ہے اور نیز وہ مکالمہ جو کہ مابین حق سبحانہ و تعالیٰ و عزیر علیہ السلام کے واقع ہوا اُس کا تمام ہونا ایک لمحہ اور ایک چشم زدن میں مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔ قال البیضاوی ھو لما احیاہ اللہ بعد مائۃ عام املی علیھم التورٰۃ حفظاً فتعجبوا من ذٰلک الخ اور نیز تاویل مذکور موجب تطبیق مابین آئیۃ اوکالذی مر علی قریۃ الخ اور آئیۃ (وحرامٌ علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون) کے نہیں ہو سکتی کیونکہ لمحہ بھر بھی دنیا میں آنا مرنیکے بعد اسکے منافی ہے اور اسی طرح آئیۃ (ثم بعثنا کم من بعد موتکم لعلکم تشکرون) قوم موسیٰ کے جلانے سے بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے اور اسیطرح آئیۃ (الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم) نہایت صریح الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ اے محمد صلعم کیا تجھے معلوم نہیں وہ ہزاروں لوگ جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر کے مارے

نکلے اور کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرجاؤ۔ پھر اُن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔

جلالین میں ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونے کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا۔ جو کپڑا کہ وہ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت اُن کے تمام قبائل میں باقی رہی۔ اور ایسا ہی اُن چوبیس۲۴ سردار قریش کو جو بدر کے کنوؤں میں پھینک دئے گئے تھے اللہ تعالےٰ نے زندہ کر دیا اور آنحضرت صلعم کا ارشاد پاک ان کو توبیخاً وحسرتاً سنادیا۔ چنانچہ بخاری میں بروایت قتادہ ہے وزاد البخاری قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخاً وتصغیراً ونقمۃ وحسرۃً وندما۔ مشکوٰۃ۔ اور قادیانی صاحب خود بھی ازالہ میں لکھ چکے ہیں کہ الیسع کی نلاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا۔ کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ الخ

الحاصل ان آیات مذکورہ وغیرہا من الخوارق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت واسعہ پر کوئی قانون مخترعہ ہمارا محیط نہیں ہو سکتا۔ بالکل برخلاف نصوص و شان قدرت خداوندی ہے۔ کہ ہم اسکے ایک کامل صفت کو اپنی استقراء ناقص کے تابع کریں یا یہاں پر باوجود نصوص قطعیہ صرف استبعاد کی وجہ سے تعارض عقل والنقل کے مسئلہ کو دخل دیویں اور آیتہ (وحرامٌ علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون) کا مطلب یہ ہے کہ موتی کا دوبارہ دنیا میں آنا قاعدہ کلیہ کے طور پر ان کی طبع کا مقتضیٰ نہیں بس اور یہ منافی نہیں اس کو کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے اعادہ اور دوبارہ لانے کو ارادہ کرے تو وہ موتی پھر دنیا میں آسکتے ہی نہیں۔ چنانچہ آیات مذکورہ میں گذر چکا ہے احیاء واموات کے متعلق گو کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے بہتیرے ثبوت بطریق تواتر و شہرت کے ملتے ہیں۔ مگر یہاں پر ہم صرف اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں جو ذکر کیا گیا ہے۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ قادیانی صاحب کا سہ۳ پایہ دعویٰ تینوں ٹانگوں کے ٹوٹنے کے بعد قائم نہیں رہ سکتا۔ پس حق وہی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم سے سمجھا اور امت مرحومہ کو پہنچا دیا۔

وما علینا الا البلاغ

سوال

ہم نے مانا کہ بیشک نزول عیسٰی بن مریم کا بعینہ لا بمثیلہ اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ علامہ سیوطی اور شیخ الاسلام حرانی اور شیخ محی الدین بن عربی وغیرہ کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے اور یہ بھی مانا کہ مرزا صاحب کے استدلالات ابلہ فریب کا منشاء جہالت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ یہ اجماع برخلاف نصوص قرآنیہ کے کیسا منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ وغیرہ وغیرہ۔

جواب

نزول مسیح بعینہ کا چونکہ اجماعی ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ بموجب قولہ علیہ السلام (لن تجتمع امتی علی الضلالۃ) کے کل امت مرحومہ کا خطا پر متفق ہونا ممکن نہیں لہٰذا آیات مذکورہ کے معانی جو قادیانی صاحب نے گھڑ لئے ہیں ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر نزول بعینہ پر اجماع نہ ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مع کل امت مرحومہ کے بقا علی الخطا ممکن ہو تو البتہ ان دونوں صورتوں میں معانی مخترعہ قادیانی صاحب کے بناءً علی ان القرآن یحتمل وجوہاً کسی وجہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت تو باطل ہے کیونکہ نزول مسیح بعینہ پر اجماع کا ثبوت مفسرین محدثین فقہاء متکلمین مکاشفین کی کلام سے دیا گیا ہے۔ اور دوسری صورت بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ کل انبیاء کا ابقاء علی الخطا منافی ہے ان کی عصمت کے لئے اور نیز ابقاء علی الخطاء خصوصاً ایسے مہتم بالشان مسئلہ میں جس کے ذریعہ سے آپ امت مرحومہ کو دہوکھا کھانے سے بچانا چاہتے ہوں۔ بالکل منافی ہے شان نبوت اور (بالمؤمنین رؤف رحیم) کیونکہ بجائے ہدایت اُلٹا اُمت مرحومہ کو بڑے دہوکھے میں ڈالنا ہوا۔ کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسٰی بن مریم فرما دیا۔ حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دہوکھا کھا چکے تھے۔ اور معانی ان آیات کے بالتفصیل عنقریب اپنے اپنے محل میں انشاء اللہ تعالےٰ آجائیں گے۔

سوال

قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ و فصیح وملیح لکھنا باوجود اُمّی ہونے کے

اور حریف مقابل کا اسپر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صدق پر۔

جواب

اُمّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی کے استاد اور اُن کے ہمدرسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ضمیمہ میں مذکور ہے۔ میں صرف تفسیر بلیغ و فصیح ملیح کے متعلق چند غلطیوں کا اظہار و اصلاح چاہتا ہوں۔ **فاقول** قادیانی صاحب کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ اُن براہین کے جو آپ کو مسیح موعود و نبی و رسول نہیں بننے دیتے۔ کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ و چوری سے کام لیا گیا ہے اور کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنی جن پر ادنےٰ طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں۔ ایسی تفسیر کو اعجاز نام رکھنا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔ البتہ بدیں خیال اس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ حریف مقابل ہرگز ایسے اغلوطات و تحریفات کو نہیں لکھ سکتا اور نیز دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے۔ کیا اُن کو نبی و رسول بننا منظور تھا۔ یا اپنی کلام کو قرآن کریم کے مساوی فی الاعجاز خیال کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہونا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو بفضل اللہ و حولہ (خاتم النبیین) اور (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کو مانتے ہیں اور (قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن) کے مطابق اعجاز فی الکلام کو خاصہ لازمہ قرآن کریم کا سمجھتے ہیں۔ **اب اعجاز المسیح کے وجوہ اعجاز کو خیال فرمائیے۔**

قادیانی صاحب اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ پر جو ہندسہ سے خالی ہے لکھتے ہیں۔ فی سبعین یوماً من شہر الصیام۔ **اقول**۔ رمضان[1] شریف ستر دن کا نہیں ہوتا اور بہ تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا۔

---

[1] یہ مثل ایسے ہے کہ ایک اندھا کسی گاؤں کے مندر میں رہا کرتا تھا۔ اور گاؤں کے لوگ تاریخ اُس سے دریافت کیا کرتے تھے اُس کا مبلغ علم یہ تھا کہ یکم تاریخ ہر ماہ کو ایک مینگنی کسی خاص برتن میں ڈالدیتا تھا۔ اور ہر صبح کو ایک مینگنی اس میں بڑھاتا جاتا تھا۔ جب کوئی تاریخ دریافت کرنے آتا۔ تو مینگنیوں کو گن کر تاریخ بتلا دیتا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہُوا۔ کہ بکری نے اس برتن میں اتنی مینگنیاں کیں کہ وہ برتن مینگنیوں سے بھر گیا۔ جب کوئی سائل تاریخ دریافت کرنے آیا تو وہ گھبرا گیا۔ اور چالیس تک گن کر فرمایا کہ آج چالیسویں تاریخ ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ مہینہ تو تیس دن کا ہوتا ہے۔ آج چالیسویں تاریخ کہاں سے ہو گئی۔ اندھے نے جواب دیا کہ میں نے تو چالیس ٹھہر کر کہا ہے۔ اگر ساری مینگنیاں گنتا تو شائد ستر سے زائد ہوتیں۔ کیا آپ بھی شائد اُن کے شاگرد نہ ہوں۔ (م د ن)

ایہام معنے غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو۔

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ وکان من الہجرۃ ۱۳۱۸ھ ومن شہر النصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

اقول۔ بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ پھر لکھتے ہیں مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور اقول۔ (ضلع گورداسپور) بھی خلاف محاورہ عرب ہے نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے (گورداسپور) (غورداس فور) چاہیئے تھا بلکہ من جہت الترکیب والاعراب بھی۔ پھر کہتے ہیں۔ باہتمام الحکیم فضل دین۔ اقول بعد التعریب فضل الدین چاہیئے۔ جیسا البھیروی

قال ص ۲ کل ست غاب صدرہ۔ او کلیلاً فل بدرہ اقول یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲ سے ماخوذ ہے قال ص ۲ وخلت راحتہا من بخل المرتنۃ اقول ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیلیہ موہم ہے معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا قال کاحیاء الوابل للسنۃ الجماد اقول مقامات حریری کے ص ۱۲ سے ماخوذ ہے بتغیر ما قال وعاد جرھا سبرھا اقول یہ مثل مشہور ہے قال ص ۳ من کل نوع الجناح اقول کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں اسلئے نوع للجناح چاہیئے تھا قال ص ۳ کل امرھم علی التقویٰ اقول یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے کل امر لہم چاہیئے تھا۔ قال ص ۴ فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ اقول لفظ ایمان کا تکرار دو دفعہ منکرہ ہے۔ قال ص ۷ واُفیق بیّن روض القدس وخضراء الدمن۔

اقول یہ عبارت مقامات حریری کی ہے قال ص ۷ کالربیع الذی یمطر فی ابانہ اقول یہ بھی حریری سے ہے۔ قال ص وعندی شہادات من ربی لقوم مستفسرین وآیات بینات للمبصرین ووجہ کوجہ الصادقین اقول ووجہ عطف ہے شہادات پر گویا وعندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جز پر عند نہیں آتا۔

قال این الخفا فافتحوا العین ایہا العقلا اقول فافتحوا پر فا کا لانا بے محل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ اور اس جگہ برعکس ہے عدم الخفا سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کے لئے قال ما قبلونی من البخل والاستکبار۔

اقول۔ من کا کلمہ یہاں پر قبلو مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من الحرف
کے لئے خلاف محاورہ ہے اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہیئے۔ **قال** ص۸ حتی اتخذ الخفا
فیش وکرًا اجنانہم **اقول** ترجمہ یہ ہے۔ یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ
بنالیا۔ جنانہم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور وکراً دوسرا مفعول اتخذ۔ چونکہ بنفسہ
متعدی الی المفعولین ہے لہٰذا لام کا لانا فضول ہے دوسرا تقدیم مفعول ثانی کی بے وجہ ہے
اور تیسرا جنان اور وکر کا بلحاظ ماقبل یعنی قولہم وفضلہم واعیانہم جمع ہونا چاہیئے **قال** ص۹
وَاُعْطِیَ ما توقعوہ **اقول** اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے
اس لئے وأُعطوا چاہیئے تھا۔ **قال** ص۹ فالوا مفتری **اقول** مفتر چاہیئے **قال** ص۹ واکفروہ
مع مریدیہ واعوانہ وانزل اللہ کثیرا من الآلاء فما قبلوا **اقول** وانزل اللہ کثیرا
فصل کا محل ہے کوئی کلمہ دالہ علی الفصل چاہیئے۔ **قال** واذا رموا البری بافیکۃ فضحکوا
اقول فضحکوا پر فانہ چاہیئے۔ **قال** ص۱۱ وقد مواجب الصلات علی حب الصلوۃ **اقول**
حریری کے پہلے مقامہ سے ماخوذ ہے بتغیر ما **قال** ص۱۳ ابی یبیدون ان یسفکوا قائلہ
اقول ان یسفکوا دم قائلہ چاہیئے لا یقال سفک زید ابل دمہ **قال** ص۱۳ و لما جاء ھم امام بما لا تھو
انفسھم **اقول** قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما **قال** ص۱۵ و لما کان ھذا من المشیۃ الربانیۃ مبینا
علی المصالح الخفیۃ فما نطرق الی عزم العدی **اقول** لما کی جزاء پر فانہ چاہیئے **قال** ص۱۹
ویستقرؤن فی کل وقت مواضع الجہاد **اقول** کیا جو شخص ایسی جھوٹی غمازی سے سرکار
کو مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا پاک کا بندہ ہو سکتا ہے **قال** ص۲۰ وجعل قلبی وکلمی
منبع للمعارف **اقول** منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیئے۔ **قال** ص۲۱ تنکرون
باعجازی **اقول** تنکرون اعجازی چاہیئے۔ **قال** ص۲۲ فلما دعوتہ بھذہ الدعوۃ بعد
ما ادعی انہ یعلم القرآن وانہ من اھل المعرفۃ ابی من ان یکتب تفسیر الجزء تفسیری
اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین مقابلہ تحریری کو مسلم کر کے تقریری بحث کو بڑھانا اس کو
زیادت فی الشرائط کہا جاتا ہے نہ کہ انکار **قال** ص۲۳ وکان غبیا ولوکان کالہمدانی او الحریری
فما کان فی وسعہ ان یکتب کمثل تحریری **اقول** ایسا ذہین آپ کے بغیر کون ہو جو

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے سمجھ لے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی جیسا کہ جہاں کا مزعوم ہے کوئی چیز نہیں اگر علم الٰہی میں اسکا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیھم ولا الدجال دیکھو صفحہ ۱۸۹۔ اسی اعجاز مزعومی کا پھر اسی اعجاز المسیح کے ص۱۴۲ پر آپ لکھتے ہیں کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانہ زمان یحییٰ فیہ الدین **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے وان الفجار لفی جحیم یصلونھا یوم الدین یعنی گنہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہونگے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے۔ تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہوگیا۔ پھر فرماتا ہے۔ وما ادریٰک ما یوم الدین ثم ما ادریٰک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً والامر یومئذ للہ۔ غور کرو۔ یوم الدین اور یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئاً۔ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے اور پھر صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ) دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ سے احمد پہلا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرہ سے احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ وقد استنبطت ھٰذہ النکتۃ من قولہ الحمد للہ رب العالمین۔ **اقول**۔ جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بیچارہ بالمقابل آپکے کس طرح ایسے نرالے استنباط کر سکتا ہے۔ **قال** ومع ذلک کان یخاف الناس **اقول** خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تاکہ خلق اللہ مامور کے غیر حاضری کے باعث اسکو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی ہے۔ مگر ایسے مامور اور ایسے دین کا عملدرآمد ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپکا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو آپ بجائے اس قول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب)

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب اَنَا ابنِ عبد المطلب (اَنَا الرَّسُوْلُ لَا امراء اَنَا ابن غلام مرتضیٰ) کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔ اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت باآں کرو فر کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہو گا یا ہو گا وہ ہو گا) بروئے زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اُسنے ان تین علماء کو (جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھدیا اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا۔ کہ واللہ یعصمک من الناس اور نیز انی مھین من اھانک اور نیز تجھے اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کرونگا اور نیز ایسی گروہ قیامت تک غالب رہیگا۔ دیکھو کتاب البریہ۔ اور اُسی اشتہار میں اخیر پر یہ لکھ دیا کہ لعنۃ اللہ علی من تخلف وابیٰ۔

مسلمانوں غور سے سوچو یہ ایک مکر الہٰی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے جو انہوں نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کریگا اور ہمکو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائیگی اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے، اور تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر مزید برآں بہ بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ پوٹیکلوں کی آساجی نکل آئینگے مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین کے الٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کی اُس کرو فر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دی گئیں۔ یعنی عدم حاضری کے عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین ومخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار کشمکش بھی ہوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونیکی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کا غذ بر بید لرزاں کیطرح قلم ہلنے لگا اور اعذار باردہ اوھن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہمکو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اسلئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اُن الہامات کو بھول گئے جن میں آپکو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دیگئی تھی یا آپکے ملہم سے بھی ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اسلئے تھی کہ

تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اسکو منظور ہوتا ہے۔ کہ اسکے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کروں تو اُسکے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اس کو غالب کرتا ہے اور اس سچے مامور کو فرض منصبی کے رو سے حریف مقابل کے دوبدو ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز و فنا محمدیؐ و عیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ اپنے بارزین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا اُن کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پا دیں۔ یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا۔ کہ پہلے علماء اکرام کے سامنے قرآن و حدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق و سباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماء اسلام انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے۔ تاکہ اس کو قبول کر لیا جاوے اور کس کا مخالف اور جاہلانہ چار کو نسلی ہے۔ تاکہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً سمجھا دیا جاوے۔ کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہایت ضروری ہے۔ مرزائیوں کو اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشاء پردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر وہ انشاء پردازی جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں یہ مضمون لکھدے۔ کہ نماز عبارت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل اس امر کو ٹھہراوے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں اور فی الواقع ایسا بھی ہو تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اُس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے ہرگز نہیں۔ **قال** ص ۲۲ وکان یعلم انہ ان تخلف فلا غلبۃ ولا جاس

اقول جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کیلئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو وجوہ مذکورہ بالا کے رو سے تخلف کسی طرح جائز نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔ **قال** ص ۲۲

فکاد کیدا **اقول** یہ کید چونکہ (انھم یکیدون کیدا) کے مقابلہ میں تھا لہذا اسکو واکید کیدا کا ظہور سمجھنا چاہیئے۔ اسی لئے واللہ خیر الماکرین کے مطابق غالب رہا اور کیوں نہ ہوتا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز **قال** ۲۳ دیحکم من کان ںلک عدواواشد بعضاً من علماء الزمان **اقول** ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجھی تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو محکم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپنے اجابت دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا۔ اسی لئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا اور جب سر پر آگئی تو اس وقت یہ حیلہ سوجھ میں آیا۔ کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلم کر لیتے اگر انہیں ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تاکہ ہم ان حضرات کے سوا اور تین اہل علم مقرر کر لیتے کیا آپ کو رجسٹری شدہ چھٹی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کو اگر کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجیئے۔ ورنہ آپ کا کوئی عذر و حیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا۔ تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چھٹی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو۔ تب ہم آ سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔ اگر آپ یہ خیال فرماویں کہ ہمارے مرید امروہی نے یہ بات پہنچا دی تھی۔ تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ تقریر کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ تو بعینہ پیش کردہ شرطیں آپکی بلا کم و کاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپکے مرید کی بات ہم پر حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنے ہماری طرف سے اشتہار دعوت شائع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا اور پھر آپ تاریخ مقررہ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپکے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا۔ تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار

نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا۔ پس چونکہ یہی نشان علماء اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا
تو پھر کیوں نہیں ضد کو چھوڑتے **قال** ص۲۷ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی **اقول**
خدیث کا سرقہ ہے **قال** ص۲۷ وحجۃ بالغۃ تدمغ الباطل کالنفناض **اقول** حریری کے ص۴۹
سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۲۷ وما انا الاحادی الوفاض **اقول** حریری صفحہ ۸ کا سرقہ
ہے۔ بانددیا دما **قال** ص۲۸ ومن نوادر ما اعطے لی من الکلمات **اقول** ما اعطے لی
کی جگہ ما اُعْطِیتُ چاہیئے۔ **قال** ص۲۹ فواللہ انی ارجو من حضرۃ الکبریاء ان یکون لی غلبۃ
وفتح مبین علی الاعداء ولذالک بثثت الکتب **اقول** ارجو اور یکون مضارع نہیں چاہیئے۔
کیونکہ نحو کے مابعد ماضی کا محل ہوتا ہے الالنکتۃ۔ اور نیز ولذالک بثثت بھی ارجو کے ساتھ
مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ رجا اب ہے یا آئندہ ہو گی تو کتابوں کا پھیلانا جو ماضی میں ہوا اس
امید پر کیونکر معلول ہو سکتا ہے۔ **قال** ص۳۲ ولا ترھق بالبتعۃ والمعتبۃ **اقول** حریری
کے ص۲ کا سرقہ ہے۔ **قال** ص۳۲ عن مَعَرَّۃ اللکن **اقول** حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔
قال وتوفیقاً قائداً الی الرشد والسداد **اقول** حریری سے لیا ہے۔ **قال** ص۳۶
ان اری ظالعہ کالضلیع **اقول** مسروقٌ من الحریری ص۵ بتغیر ما **قال** ص۳۷ یقال
عنادہ **اقول** حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۳۹ اقتعد منا عادیے لفصاحۃ
وامتطے مطایا الملاحۃ **اقول** حریری کا سرقہ ہے **قال** ص۴۱ ففقد العدم علمہ
کثلج منعدم بالید وبان **اقول** النعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیئے
دیکھو قاموس **قال** ص۴۲ لابد ان یکون لہ ھذا لعلم **اقول** ضمیر کا موقع ہے اس کا ماقبل
ملاحظہ ہو **قال** ص۴۲ ولو فرضنا **اقول** لو کا محل نہیں **قال** ص۴۳ بالاعانۃ علی الابانۃ
اقول حریری کے صفحہ ۳ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۳ ویعصمھم من الغوایت ویحفظھم
فی الروایۃ والدرایۃ **اقول** حریری سے ہے بتغیر ما ص۳ **قال** ص۴۳ موقف مندمۃ
اقول حریری ص۳ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۵ وای معجزۃ **اقول** دایۃ معجزۃٍ چاہیئے **قال** ص۴۹ مجھول
لایعرف ونکرۃ لاتعرف **اقول** حریری ص۵ سے مسروق ہے **قال** ص۵۰ فکل
رداتو تدیہ جمیل **اقول** ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے قال السوئل عادیا اذا المرء لم یدنس

من اللوم عرضہ۔ فکل روایہ تدیہ جمیل حماسہ ۱۲۴ قال ص۵۵ لا شیوخ ولا شباب۔
اقول ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا کیا وجہ رکھتا ہے قال ص۵۵ کنز المعارف
ومد ینتھا وماء الحقائق وطینتھا اقول مقامات کی عبارت ہے قال ص۵۸ مما یملأ
الدلو الی عقد الکرب اقول مقامات بدیع کے شعر کا ثانی مصرعہ ہے بازیادت لفظ کما
قال ص۵۹ ادنا دھنھم سیدی اقول زاد اکثر متعدی آتا ہے قال ص۶۰ القیت بھا جرانی اقول
مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے مسروق ہے بتغیر ما قال ص۶۱ اخو نبل من النبال اقول
خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے قال ص۶۴ فصار والمیت مقبور۔ وزیت سراج احترق
وما بقی معہ من نور۔ اقول دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے جسکو عند الفصحا والبلغا
عیب سمجھا گیا ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں قال ص۶۴ فما کانوا ان یتحرکوا اقول مصدر
کا حمل ناجائز ہے اسلئے (اَن) نہ چاہیئے تھا قال ولیس فیھم الا السبُّ والشتم
قاعدین فی الحجرات اقول کس سے حال ہے قال ص۶۷ وانا جنانک اقول تقدیم مسند
الیہ یہ وجہ ہے قال ص۶۷ ومثلھا کمثل ناقۃ تحمل کلما تحتاج الیہ وتوصل الی دیار
الحب من رکب علیہ اقول ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے قال ص۷۰ کما جاء فی القرآن
اقول یہ سجع قلیل الالفاظ بعد کثیرہا واقعہ ہے ماقبل ملاحظہ ہو قال ص۷۸ وھذا الرجیم ھو
الذی ورد فیہ الوعید اعنی الدجال اقول عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں
جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رجیم جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے
جسے عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے۔ آجتک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا
کرتا ہے مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ انکا مصداق
مغایر بھی ہوتا ہے سبحان اللہ قال ص۸۲ وکم من حائل فاق العظام اقول
منصوب ہوکر پھر مکسور پڑھا گیا ہے۔ قال ص۸۲ بکف المصطفیٰ اضحی النمام
اقول مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے۔ قال ص۸۳ الزم اللہ کافۃ اھل
الملۃ اقول کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔ قال ص۸۷ ان الاسم
مشتق من الوسم اقول ہذا خلاف ما صرح بہ الثقات قال ص۱۲۶ ثم ان لفظ الحمد مصدر

مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ کا سرقہ ہے قال ص۱۷ کادراک العہاد لسنۃ جاد اقول

مبنی علی المعلوم والمجہول و للفاعل وللمفعول من اللہ ذی الجلال **اقول** من اللہ ذی الجلال بے ربط ہے **قال** ص۱۲۷ فقد یزید عالم الضلال الخ **اقول** اس جگہ سے جو مضمون چلا ہے اسکو آیت سے کوئی ربط نہیں **قال** ص۱۲۷ طوق اللہ ذالجلال **اقول** ذا الجلال منصوب غلط ہے **قال** ص۱۲۹ ولم یزل ھذہ الجنود وتلک الجنود یتحاربان **اقول** تتحاربان مؤنث چاہیئے **قال** ص۱۲۹ الا من اعطے لہ عینان **اقول** خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطے کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے **قال** ص۱۲۹ وانعدم ما بہ **اقول** انعدم خلاف محاورہ ہے۔ **قال** ص۱۳۰ ومن اشرف العالمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین **اقول** وجود کا لفظ نہیں چاہیئے لعدم صحۃ الحمل **قال** ص۱۳۴ ومن العالمین زمان ارسل فیھم خاتم النبیین **اقول** یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم زمانہ کا نام ہے اور پہلے یہ ثابت کیا کہ انسان حمد کرنے سے عالم ہو جاتا ہے۔ اور پھر آیت سے یہ مضمون ہرگز مستفاد نہیں ہوتا **قال** ص۱۳۵ قد استنبطت ھذہ النکتۃ من قولہ الحمد للہ رب العالمین **اقول** مرزاجی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ولہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرۃ احمد بن غلام مرتضےٰ شفاہ اللہ عن المالیخولیا۔ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے **قال** ص۱۳۶ الا علی النفس التی سعی سعیھا **اقول** سعی کی جگہ سَعَتْ مؤنث چاہیئے۔ **قال** ص۱۳۹ الا تری ان سلسلۃ خلفاء موسیٰ انتھت الی نکتۃ مالک یوم الدین **اقول** کیا استنباط ہے سبحان اللہ **قال** ص۱۳۹ کما یفھم من لفظ الدین فانہ جاء بمعنی الحلم والرفق **اقول** اسجگہ بمعنی جزاء کے ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وما ادراک ما یوم الدین الخ **قال** ص۱۴۰ وذلک وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا لمسکین والیہ اشار فی اٰیۃ یوم الدین **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین المحرفین **قال** ص۱۴۳ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین **اقول** ثانیا لعنۃ اللہ علی لکاذبین المحرفین **قال** ص۱۵۹ الا قلیل الذی ھو کالمعدوم **اقول** فصیح بلیغ ملیح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ **قال** ص۱۶۳ ان یجعل اللہ احمد کل من تصدی للعبادۃ **اقول** جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے **قال** ص۱۶۳ وعلی ھذا کان من الواجبات ان یکون احمد فی اٰخر ھذہ الامۃ **اقول** نہ کوئی اشارت ہے

نہ دلالت **قال** [۱۶۵] وان لا تؤذی اخیک **اقول** اخاک چاہیئے **قال** [۱۶۶] فی الحاشیۃ واشارۃ الی
ان اللہ اعد لہم کما اعطے الانبیاء السابقین **اقول** محض غلط ہے **قال** [۱۶۷] وانہم
ثمرات الجنۃ فویل للذی نو کہم **اقول** ترکھا چاہیئے **قال** [۱۶۸] اتظن ان یکون
الغیر **اقول** فصیح صاحب کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا **قال** [۱۷۱] ان یبعث فی ھذہ
الامۃ **اقول** بعد التسلیم مفید مطلوب نہیں ہے **قال** [۱۷۲] وانہ لن یاتی احد من السماء **اقول**
کہاں سے معلوم ہوا۔ **قال** [۱۸۰] ینضنضون تصنضۃ الصل ویحلقون حلقۃ البازی
المطل **اقول** مقامات حریری کے [۱۵۶] سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** [۱۸۷] فاشتدت الحاجۃ
اقول مستنبط نہیں ہو سکتا ہے **قال** [۱۸۹] وذکر الضالین فی مقام کان واجبا فیہ ذکر
الدجال وان کان الامر کما ھو زعم الجہال لقال اللہ فی ھذہ المقام غیر المغضوب
علیھم ولا الدجال **اقول** دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اسکے ہو چکا ہے
اور ذکر شخصی اگر ضروری سمجھا جاوے تو پہلے آپکا چاہیئے تھا۔ کیونکہ دجال مفسر و محدث بنکر دہوکا
نہ دیگا بخلاف آپکے کہ حامیان اسلام کے لباس میں ممبر پر کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں۔
لہذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

واضح ہو کہ اس تفسیر میں مرزا جی نے مطاعن اور گالیوں اور تحریف معنوی کو اس حد تک پہنچا
دیا ہے کہ کسی کے باوا سے بھی نہ ہو سکی۔ بالخصوص محرر سطور عفی عنہ رب الغفور کے حال پر بڑے
بڑے عنایات فرمائے ہیں جن کے بالمقابل میں بغیر اس مصرعہ کے کچھ نہیں عرض کر سکتا ؎
بتر زانم کہ خواہی گفت آنی۔ اور سوائے اس مصرع خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے کوئی معاوضہ میں نہیں
کر سکتا ؎ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔ میں آپکا بڑا ممنون ہونگا اگر آپ مجھے
منہ بھر کر گالیاں دے لیویں مگر کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و اجماع امت
مرحومہ میں دخل بے جانہ کریں۔ اور نیز گالیوں کو ہماری ذات تک ہی محدود رکھیں اور ہمارے
منہ سے جو کلمات نکلتے ہیں ان کو گالیاں نہ دیں کیونکہ بفضل اللہ وحولہ اکثر اوقات آپکے مخالفین
کے منہ سے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و تسبیحات و تہلیلات بھی نکلتی رہتی ہیں لہذا گذارش
ہے کہ آپ اس کہنے میں کہ [۱۹۶] (وَھُوَ خَبِیْثٌ وَخَبِیْثٌ مَا یَخْرُجُ مِنْ شَفَتَیْہِ) ماخوذ نہ ہو جائیں۔
وہ پلید ہے اور پلید ہے جو کچھ کہ اسکے منہ سے نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو کتاب اور سنت اور اجماع اُمت والے صراط مستقیم پر چلائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وبارك وادم علی سیدنا ابی القاسم وحبیبنا المظھر الاتم لاسمك الاعظم واٰله وعترته۔

سوال

ارض ذات النخلہ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی لتدخلُنّ المسجد الحرام کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا گیا یہ ہر دو اور نظائر ان کے از قبیل قصور فی الکشف اور خطا فی التعبیر نہ تھے جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطا فی التعبیر واقع ہو گئے تو نزول مسیح ابن مریم والی پیشینگوئی میں کیوں نہیں واقع ہو سکتے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام احمد قادیانی کو عیسےٰ بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

جواب

ارض ذات النخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے پیشینگوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی میں جانا ہوگا۔ صرف آپ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے یعنی واقعی امر بہ رنگ استعارہ وتمثیل نظر آتا ہے چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ وغیرہ اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ چنانچہ دخول مسجد حرام والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ہو فی الواقع صرف مکشوف ہؤا۔ مسجد حرام کے داخل ہونیکا وقت معلوم نہیں ہؤا تھا۔ لہٰذا آپ اس سال حدیبیہ میں تشریف لے گئے۔ بلکہ مناسب بشان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپکا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ حصول صلح کیلئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقعہ کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپ نے کبھی پیشینگوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی۔ یعنی جس جز میں اجمال وخفا ہوتا تھا اُس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جز بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہو گی اس قسم کی پیشینگوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلف ہیں نہ ایمان علی وجہ مخصوص کے

طور پر بخلاف کشف تفصیلی عینی کے۔ یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپ نے معائنہ فرمایا اور اسکے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرما دی تو مؤمن بما جاء به الرسول علیه السلام کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اسکے شمس الہدایۃ میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیشگوئی آپکے ہو چکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم و ظہور دجال وغیرہ علامات قیامت والی پیشگوئیاں کشف عینی کے قبیلہ سے ہیں گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ کو نہایت اہتمام سے امت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا۔ تاکہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جائے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصہ نزول ایلیا بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آ چکا تھا۔ جسکے لحاظ سے آپکو تفصیلی و تاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیه وآله وسلم کا خطا پر قائم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو ہرگز ممکن نہیں کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دہوکہ آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دیجاوے الغرض بحکم فینسخ اللہ مایلقی الشیطان) انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضٰے (فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصدا) وحی کا غلط ہونا شرعاً و عقلاً محال ہے۔ الحاصل کشف اجمالی بھی بعد البیان اللاحق تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔ نزول مسیح کا مسئلہ۔ چونکہ حاضرین کو محل تعجب و استبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیا والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا۔ لہٰذا آپ نے اس پیشگوئی کو تاکید بالقسم و نون ثقیلہ ولام تاکید سے مؤکد کر کے بیان فرمایا۔ والذی نفسی بیده لیوشکن آخر تک تاکہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں۔ اس قسم کی پیشگوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے کما قال تعالےٰ ما اتٰکم الرسول فخذوہ۔ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیشگوئیوں میں ایک ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ قبل از وقوع ہمکو ایمان لانا ضروری نہیں) حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور تفصیلی میں فرق نہ کرنیکی وجہ سے ان کو سخت دہوکہ ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہونگے۔ ہاں اس الزام سے یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ قیامت تو مطابق حدیث الدنیا سبعة آلاف وانا فی آخرها الفا کے سات ہزار سات سال سے پہلے نہیں آسکتی

میں کہتا ہوں اول تو یہ حدیث ثقات کے نزدیک مثل مناوی وشیخ سیوطی وغیرہما کے موضوعات یا ضعاف سے ہے اور نیز یہ تحدید برخلاف ہے تصریح رئیس المکاشفین حضرت شیخ کے دیکھو فتوحات۔ تیسرا امر یہ تقدیر تسلیم الزام مذکور کی دافع بھی نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سات ہزار کے اوپر تین سو گذر چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مرزا اور امروہی صاحبان حساب میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ بیت تا مرد سخن نگفتہ باشد ؎ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ الغرض بحکم ولن یصلح العطار ما افسدہ الدہر۔ جہاں تک ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں۔ مگر قادیانی صاحب کا دعویٰ ہرگز کتاب وسنت واجماع سے تطبیق نہیں رکھتا۔ مجھے اس مقام کے متعلق ایک بزرگ کی بات یاد آگئی ہے۔ جس کا لکھنا بعید از مقام معلوم نہیں ہوتا۔ حبیب شاہ صاحب خوشابی سے جنکا نام نامی مرزا جی ایک اشتہار میں اپنے مولویوں اور مریدوں میں لکھتے ہیں) میں نے راجڑ کے اسٹیشن پر بعد ملاقات کے پوچھا۔ کہ آپکے بیعت کرنے کا مرزا جی سے کیا باعث ہے۔ بجواب اسکے فرمانے لگے۔ کہ قرآن کی تفسیر لکھنے میں عدیم المثیل ہیں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر میں نے پوچھا آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود جانتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ کہ ان کے اس دعوے سے میں علیحدہ ہوں پھر میں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ جب آپ اُن کو اس دعویٰ میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو پھر بیعت کیسے ہوئی۔ کیونکہ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن دان بہت عمدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا جی کی تفسیر متعلق سورۂ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس تفسیر سے بھی علیحدہ ہوں۔ تو اس پر میں نے نہایت ہی متعجب ہو کر کہا۔ کہ کیا آپ کو کوئی شخص مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف مرزا صاحب جیسا اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا اس لئے قادیان میں جا کر مرزا جی سے بیعت کی۔ بعد اسکے فرمایا کہ خیر میں نے بیعت سے توبہ کی ہے۔ یہ اور طرفہ نکلا آخر الامر کہنے لگے کہ ازالہ اوہام کو دیکھونگا۔ واضح ہو کہ اللہ جل شانہ رسولوں کے مطلع علی الغیب کرنے کی نسبت فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَیْبِ (جاننے والا غیب کا)

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ

(پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے پس تحقیق وہ چلاتا ہے)

مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا اھ یعنی رسولوں کی وحی کے ساتھ

(آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے نگہبان۔)

چوکی پہرے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ شیطان دخل نہ کرنے پاوے۔ لہٰذا پیغمبروں کے لئے عصمت ہے اوروں کے لئے نہیں اور اُن کا وحی یقینی ہے اوروں کے وحی میں شبہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں میں شیطان کا ہرگز دخل نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۶۲۶ میں چار سَو نبی کی نسبت لکھا ہے کہ اُنکو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے اور قادیانی صاحب گو کہ بزعم خود اپنی پیشگوئیوں کو پیغمبروں کی پیشگوئیوں کے برابر خیال کرتے ہیں۔ مگر اُن کی پیشگوئیوں کا کاذب ہونا واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں۔ ضمیمہ شحنہ ہند کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

اجی مرزاجی بس رہنے دیجئے خلق اللہ تیس سال تک آپکے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے (۱) کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کے لئے آپ نے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اُس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد (۲) عبداللہ آتھم کے لئے از حد گڑگڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا۔ (۳) ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کیلئے ہزار آہ وزاری کی مگر اُس کا بال بھی بیکا نہ ہوا (۴) لیکھرام کے لئے ہر چند سر ٹپکا۔ مگر اس کی موت نے آخر آپکو ہی مشتبہ کیا (۵) آسمانی منکوحہ کیلئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہوگیا مگر حسرت ہی رہی (۶) کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کے لئے بہتیرے توڑ جوڑ گئے مگر وہ بیمار رہ کر چل ہی بسی (۷) اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دنیا کیلئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا (۸) جس قدر مباحثے آپنے کئے شکست ہی کھا کر بھاگے۔ اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں (۹) جن آدمیوں نے آپ کو بالمقابل دعا کرنے کیلئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے (۱۰) ہمیشہ آپ نشان دکھانے کیلئے میعاد مقرر کرتے رہے۔ مگر آخر ندامت ہی اُٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کیلئے میعاد مقرر ہے (۱۱) آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا (۱۲) آپنے کہا کہ سب خلقت مجھے قبول کریگی۔ مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آسکتے (۱۳) آپنے سورۃ فاتحہ کی تفسیر دعوی سے لکھی لوگوں نے اُسکے پرخچے اُڑائے۔ (۱۴) آپنے منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کرکے الہام شائع کیا بفضلہ تعالےٰ

اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں۔ مگر اُن کی عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم برہم کر دیا (۱۵) پیر مہر علی شاہ صاحب کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے۔ مگر اُنکی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی (۱۶) آپ نے عرصہ سے منارہ بنانا چاہا مگر ہنوز روز اول (۱۷) آپ نے رسالہ انگریزی شائع کرنا چاہا مگر ابتک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی حاصل ہے (۱۸) آپنے بجائے اتوار کے جمعہ کے دن تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا (۱۹) سینکڑوں اشخاص کیلئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیئے وہ کرنا چاہیئے دعا کرانے والے سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے وغیرہ مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں ہیں پھر آپکو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رسالہ الہامات کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے :۔

تیسری پیشگوئی

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد کی موت اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق :۔

اس پیشگوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اسلئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھولکر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں گو اور پیشگوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں۔ مگر اس پیشگوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔ پہلے ہم اس پیشگوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔ ھُوَ ھٰذا :

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا — قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے

وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جنکی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست انکے اشتہار میں مندرج ہے انکو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا بباعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور اُنکے نقش قدم پر دل وجان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر وعاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر بات میں اُس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اُسکے لئے ہو رہے ہیں۔ تب ہی تو نقارہ بجا کر اُس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دیدی یہانتک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔) غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوئ الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ اُن کیلئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی۔ کہ والد اُس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے اسکی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے۔ نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنے ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں چنانچہ اُنکی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اسلئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار سے ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اُس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے۔ لیکن یہ خیال آیا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ

کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا۔ گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اُس خدائے قادرِ حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور اُن کو کہدے کہ تمام سلوک و مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جاویگا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اُس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے باربار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاویگا اور بیدینوں کو مسلمان بنائیگا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائیگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذبوا بآیتنا وکانوا بہا یستھزؤن ۰ فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لاتبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً یعنے انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدائے تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا۔ اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملیگا جس میں تیری تعریف کیجاویگی یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کے راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخرکار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی (آج تک تو جیسی ہوئی نمایاں ہے)

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اشتہار اور دیا جو بعنوان ذیل ہے :-

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللہ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بد دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کریگا اور اُن سے لڑیگا اور انہیں انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کریگا اور وہ مصیبتیں اُن پر اُتاریگا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بد دینی کے راہ سے مقابلہ کیا ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دوکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے اور انکا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت اُنمیں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اُٹھا کر پھینک دیتے ہیں وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے اُنہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کرسکتے اگر انمیں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور اُن میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونیکا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا۔ یہ رشتہ جسکی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان اُنپر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفعہ کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کرکے اُن کو متنبہ کرے برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین اُن کا درست ہوگا اور دنیا اُنکی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر

ہو جائیگی اور وہ بلائیں جو عنقریب اُترنے والی ہیں نہیں اُترینگی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔ والسلام علی عباد اللہ المومنین۔

(خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء)

یہ دونوں اشتہار اپنے مضامین بتلانے میں بالکل واضح ولائح ہیں۔ کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتے صاف بتلا رہے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اُسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کیلئے کہ نکاح کب ہوا اور کب ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے مرزا جی کی دوسری ایک تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اُسکی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی (مفصل عبارت بصفحہ ۷۹ کتاب ہذا دیکھو) پس بموجب اقرار مرزا جی (۲۱ اگست ۱۸۹۴ء) کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا پر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۱۰ء تک زندہ کیمپ ملتان میں ملازم ہے مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے اُنہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیشگوئی کا پورا کر لینا تو اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"اس پیشگوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اُسکے داماد کی نسبت اور پیشگوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دیجائیگی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اُٹھانا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے۔ کہ پیشگوئی کے وقت نے موتھ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو اُنکی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز و روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے اُنکے کلیجے کانپ اُٹھے پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں"

ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر بحالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے"

(سراج منیر حاشیہ صفحہ ۳۰)

مرزا جی کا عذر بھی کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا نماز روزہ کا پابند ہوگیا اُس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسے واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر بگڑتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں خصوصاً فقرہ زیر خط کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس کلام سے اصل غرض کیا ہے یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلا ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے۔ ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے اور ہاں بوجہ مسلمان ہونیکے نماز بھی پڑھتا ہوگا تو اسکا نام **خوف زدہ** رکھا جاتا ہے۔ آتھم کے متعلق صفحہ (۱۰) کتاب ہذا ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیشگوئی سے بھی وہ ڈرتا تو بھی وہ رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے کہ جیسا اُسوقت تھا۔ بلکہ اُس سے بھی زائد۔ اس پیشگوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ان کے وہ خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو اس نکاح کے متعلق بھیجے تھے پہلا خط یہ ہے:۔

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپکو ایک خبر سناتا ہوں آپکو اس سے بہت رنج گذریگا۔ مگر میں محض للہ اُن لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے آپکو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں اُن لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہورہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اُس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت اُن لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اُسکو خوار کیا جائے۔ ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے یہ اپنی طرف سے

[1] اس سے صاف مفہوم ہے کہ صرف نکاح پر صدق کذب موقوف تھا جو ہوچکا فافہم ۱۲۔

ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اُسکا ہونگا تو ضرور مجھے بچائیگا اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جنکی لڑکی کیلئے چاہتا تھا کہ اُس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو وہی میرے خون کے پیاسے وہی میری عزت کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اُسکا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جسکو چاہے روسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپکی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی کے نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدیوے ہم راضی ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے ہم اسکے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں بیشک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں خوار ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہٰذا میں نے اُنکی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپکی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی[1] کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپکی لڑکی کو طلاق دیدیگا۔ اگر نہیں دیگا۔ تو میں اسکو عاق اور لاوارث کر دونگا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضے میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپکی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کرونگا اور میرا مال اُنکا مال ہوگا۔ لہٰذا آپکو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے اور اپنے

[1] آسمانی منکوحہ کا نام ۱۲۔

گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدائیتعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دونگا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اُسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھیگا۔ اور جب آپکی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب رشتے ناطے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

دوسرا خط یہ ہے

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونیوالا ہے اور میں خدائیتعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہیگا۔ اس لئے نصیحت کے راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اسکو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور الدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیجدے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اُسکو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اُسکو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ وراثت کا اُسکو نہ ملے۔ سو اُمید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اسکی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجاویگا جسکا مضمون یہ ہوگا۔ کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اُسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جاوے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں سو اس طرح پر لکھنے سے اُس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جاویگی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے[1] اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اُسکو عاق کر دونگا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کیلئے بہتر ہوگا مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کیلئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔

[1] مجدد صاحب یہ بھی کوئی مسئلہ ہے یا محض تہدید ہے ۱۲۔

جس دن نکاح ہوگا اُس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

تیسرا خط مرزا جی نے اپنی بہو سے لکھا کر بھجوایا جو یہ ہے :-

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہے)

جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رُک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیجدو تاکہ اُس کو لے جاوے۔

چوتھا خط یہ ہے :-

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سُنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اسکے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اسکے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لئے سخت مصیبت ہوتی ہے خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اُس کا بدل صاحب عمر عطا کرے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اُسکے آگے انہونی نہیں آپکے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کیلئے خیر و برکت چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپکی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا آخری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم

کہا جاتا ہے۔ تو دوسرا مسلمان اُسکی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادرِ مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہُوا تھا کہ آپ کی دخترِ کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدائیتعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہونگی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپکو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں کہ یہ آپکی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدائیتعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپکے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اُسکا حکم ہے جسکے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اُس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شائد معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شائد دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حمایت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلّہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدائے تعالیٰ اُن کو رسوا کریگا اور اپنے دین کی مدد کریگا میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کیلئے بصدقِ دل دعا کرتے ہیں سو یہ اُنکی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدائیتعالےٰ کے اُن الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدائیتعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدائیتعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے۔ زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدائیتعالےٰ آپکو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اُس نے آسمان پر سے الہام کیا۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدائیتعالیٰ عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرماویں۔ والسلام۔

خاکسار احقر العباد اللہ غلام احمد عفی عنہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء

بروز جمعہ (از کلمہ فضل رحمانی)

لے جب ہی تو ذلت کی موجب ہوئی ہے ۱۲-

ان لفظوں سے ظاہر ہے کہ مرزاجی اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے عموماً بقول حافظ شیرازی ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے ٭ دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اُسکی امداد موقوف نہیں اسلئے ہمیشہ مرزاجی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک معنی ہیں قطع الوتین[1] کے انتہےٰ۔ **اقول**۔ ناظرین تعداراً انصافے۔ کیا ایسی ہی پیشین گوئی کرنے والے کو مطابق (الا من ارتضے من رسول) کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے۔ چنانچہ قادیانی صاحب اس اشتہار سے پہلے بھی بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح ص۱۸ (۱) محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے (۲) کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے (۳) امور غیبیہ اُس پر ظاہر کئے جاتے ہیں (۴) رسولوں اور نبیوں کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے (۵) اور مغز شریعت اُس پر کھولا جاتا ہے (۶) اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے (۷) انبیاء کی طرح اُس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے۔ (۸) اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے (۹) اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اُس میں پائے جاویں انتہے بعبارتہ۔

امروہی صاحب کیا یہ پیشین گوئیں اور دعائیں مشتے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ یالفرض اگر پیشین گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا (خاتم النبیین) کے برخلاف بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال

بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثالث والسبعین وھذا معنے قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی الخ اور قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے۔

جواب

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہٗ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دیکر

[1] آیت لقطعنا منہ الوتین کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

(الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوت کی نفی کردی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنے موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع اُن کے پاس نہیں تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی غیر مشرعی بھی نہیں ہو سکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مضر ہے مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ بن مریم کو بعینہٖ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر اُتارتے ہیں دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین۔ اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں فسددنا باب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں رفانہ لو عطف علیہ لسلم عن نفسہ من جھۃ النبوۃ وھو باب قد سدہ اللہ کما سد باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی یوم القیامۃ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

سوال

قادیانی کی اس قدر مغلظہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں۔

جواب

پہلے ملہمیں ومحدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام جس سے نتائج عجیبہ وغریبہ نکلواتا ہے چنانچہ ما نحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔ قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس والخمسین وحدث فیما بیننا فی الانسان شیطان معنوی الخ کما مر فی صفحہ ۳۷ و ۳۸ من ھذا الکتاب یعنی شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کر سکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنا لیتا ہے کما قال الشیخ فی ھذا الباب وما علموا ان الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لھم یتعلم منھم ناظرین کو معلوم ہو کہ سرور عالم شہ لولاک وما لک اعطیت علم الاولین والآخرین نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیشگوئی

کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفہ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو چنانچہ اس ملت تیرہ سو برس تک[۱۳۰۰]
صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے مطابق ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ظہور میں آکر
حجت علی المنکرین ہوئے من جملہ اُنکے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدیکرب
ابن ماجہ اور دارمی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔ ترجمہ حدیث: فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اسکی مثل بھی خبردار ہو قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا
دکھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کٹ پر بیٹھا کہیگا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو۔ اور جو اس میں حلال ہو
اُسکو حلال سمجھو۔ اور جو حرام ہو اسکو حرام خیال کرو) تحقیق یہ ہے کہ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشگوئی ۱۳۰۸ھ ہجری میں ظاہر ہوئی
یعنے مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے
ٹھہرایا یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعٰی اپنے کے ٹھہرایا جاوے گو کہ نصوص کا انکار و تحریف
ہی ہو تو بعد ازاں احادیث کو اگرچہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاویگا۔ ہاں اگر
حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے۔ گو کہ صحت ہم ندارد تو البتہ مقبول ہو سکتی ہے۔ قادیانی اور
اُسکے تابعین کے بارہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشین گوئی فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے۔ عن
ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایھا الناس سیکون قوم من ھذہ الامۃ یکذبون
بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربھا الخ۔ ترجمہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس اُمت میں سے ایک قوم پیدا ہونیوالی ہے
جو رجم کی تکذیب کریگی اور دجال معہود کا انکار کریگی۔ اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع
ہونیکو باطل کہے گی الخ۔ ازالۃ الخفاء ۱۸۱ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن تیس ۳۰
کذابوں کے وجود سے اطلاع دی۔ جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کرینگے۔ سیکون فی امتی کذابون
ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ۔ راوی ثوبان۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ اور نیز اُن تیس دجالوں کے حدوث
سے آگاہ فرمایا۔ جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کرینگے۔ لاتقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب
من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ ابوہریرہ۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ پس اگر ان پیشین گویوں کو بھی
خارج میں مطابق کرکے دیکھا جاوے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب[۱] کے

سلہ اس'

حاشیہ صفحہ ۱۔ اس میں فرقہ باغیہ وہابیہ کے حالات پر تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سرکش گروہ کے سرگروہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مسلم آزار کارنامے درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس باغی فرقہ نے حرمین شریفین انکے زائرین اور روضہ ہائے مقدسہ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں مولوی محمد حیدر اللہ خانصاحب درانی المجددی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں:۔ مؤرخ ملطرون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بک ناظر مدرستہ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اُس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اسکے سامنے آتا ہے اُسکو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اُس نے معبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی۔ کہ اُس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاویگا۔ آخر کار اس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہوگیا۔ جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہُوا اور بعد از ہزار خرابی ۱۲۰۷ھ میں فوت ہوگیا۔ یعنی اُس نے چھیانوے ۹۶ سال کی عمر پائی۔ اور ابتداءً اُس نے شیخ محمد سلیمان کُردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نورِ فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) ملحد ہوگا اور بظاہر اسکا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اس کے قبل نبوت کا دعوی کیا اور خدا کی قدرت ہے کہ اُسکو پورے طور سے کسی علم و فن میں دستگاہ نہ ہوئی اور اسی واسطے علماء وقت کی ردّ و قدح نے اسکو جواب دینے کی قدرت نہ دی جبکہ ۱۱۴۳ھ میں اُس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ ملطرون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا۔ اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اوّل اُس نے اپنے کو قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے گویا آنحضرت کے ہمنام ہونیکا شرف رکھتا ہے پھر اُس نے چند اُصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے نہ اُن فروعات کی جو اُس سے مستنبط ہیں اور محمد اگرچہ اللہ کا رسول اور دوست ہے لیکن اُن کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کیلئے شایان ہے لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے، اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالی کو پسند نہ آیا۔ لہٰذا اُس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں اُن کو سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کریگا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانیگا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اُسکا قتل بلاشبہ واجب ہے۔ پھر مورخ ملطرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اُس کے معتقد ہوگئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں اُس کی کچھ نہ بن آئی اور آخر کار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اُس وقت اُس کی خوب خبر لی۔ بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اسکا افسون اثر کر گیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن مسعود مسمّٰی بہ اسم محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اُسکے خاندانی مرید اور مطیع تھے۔ اُس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اسکی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اُس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب کا جادو چل جائیگا اور اُسکے مذہب کی تائید سے اس کا دلی ارادہ پورا ہو نکلیگا۔ اُس نے محمد عبدالوہاب کا مذہب قبول کر لیا اور اُس کے سارے مرید آبائی بھی اُسکے ساتھ ہو لئے اور اُس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف واکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اُسکے مطیع ہوگئے۔ حتیٰ کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی۔ اور محمد بن عبدالوہاب اُن کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اُسکے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہُوا۔ اور مدینہ درعیہ انہوں نے اپنا دارالسلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں ساعی ہُوا۔ مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب کامل نہ ہُوا۔ حتیٰ کہ ابن مسعود کا بیٹا عبدالعزیز اُس کا جانشین ہُوا جو کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کر دی۔ پس جبکہ عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اولاً کسی ایک کو اسکی تفہیم کیلئے بھیجتا تاکہ وہ اُسکے اعتقاد کے مطابق تفسیر و تاویل قرآن کو مانے۔ پس اگر وہ اُس کا اعتقاد قبول کر لیتا تو اسکو امن دیدیتا ورنہ اُسکی بیخ و بنیاد اُکھیڑ کر اُسکے تمام اموال و مویشی غارت کر لیتا۔ لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہیں کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق و بغداد کے اطراف واکناف تک پھیل گئی حتیٰ کہ عبدالعزیز ابن مسعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ مسعود بن عبدالعزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی۔

جنکی شان بقول قرآن ہے مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ لیکن اس نے امن کو غیر امن بنا دیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے
ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونیکے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیئے کے پنجہ سے حرم حل ہوگیا اور چاروں مصلے جلادئے گئے اور قبے گرادئے گئے اور
اُن میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی۔ اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اس نے ایک رسالہ ابن عبدالوہاب کا اہل مکہ کیطرف بطور حجت و دعوت بھیجا جسکی
اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اسکے دیکھنے سے مشتے نمونہ خروارے عبرت کا باعث ہو چنانچہ لکھا من اعتقد انہ اذا ذکر اسم نبی فیطلع
ہو علیہ صار مشرکا وھذا الاعتقاد شرک سواء کان مع نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن وسواء کان یعتقد حصولہ بذاتہ او باعلام اللہ
تعالی بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی وغیرہ ولیہ وشفیعہ فھو وابوجہل فی الشرک سواء لما السابقون واللات والسواع و
العزی واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبدالقادر ومن لم یقل فی حاجتہ یا اللہ وقال یا محمد وان اعتقد عبدا غیر متصرف فی الکل صار
مشرکا وکفاک قدوۃ فی ذالک شیخنا تقی الدین ابن تیمیہ وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاھدہ ومساجدہ وآثارہ
وقبر ای نبیٍ او ولیٍ بعمائر الاوثان شرک اکبر یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اُس پر مطلع ہوجاتا ہے تو وہ مشرک ہوجاتا ہے
پھر یہ اعتقاد خواہ کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کیساتھ ہو پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اسکا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ
حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالی کے اعلام سے۔ الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو شرک ہوجاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا
ہے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزے تھے۔ لیکن پچھلے بت محمدؐ اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے
وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمدؐ کہتا ہے اگرچہ اسکو ایک بندۂ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہوجاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا
شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ محمدؐ کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا اور بتوں کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے)
پس بکثرت غارت کر کے اُس نے ۱۲۲۳ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور ایسا تاراج کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بیشمار لے گیا۔
کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز نے جبکہ وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اسکے پاس سے
ایک صندوق ملا جس میں سے تین سو لولوئے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کے نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرہ نبویہ میں سے اُسکے والد سعود نے نکالا
تھا۔ پس سعود نے فقط اسی غارت پر اکتفا نہ کی بلکہ قبۂ مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور ابوبکر صدیق اور علی ابن ابیطالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم کے
قبے بھی گرا دئے اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضۂ رسول کریمؐ کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وہابی سرنگوں گر
گر مرے اور اسی اثناء میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلایا اور اسی طرح ایک اژدہا حضرت موسیٰ کے اژدہا کیطرح نکلا جس نے قوم فرعون کیطرح
افواج وہابیہ کا تعاقب کیا اور اتنے میں بحکم سلطان المعظم محمد علی پاشا خدیو مصر مقرر ہوا اور اسکا بیٹا طوسون جسکے ساتھ سید احمد طحطاوی محشی درمختار
بھی مصر سے آئے تھے بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کیساتھ مدینہ منورہ کے دروازہ پر وہابیہ کی بیخکنی کیلئے آپہنچا اسوقت عثمان مضائفی سپہ سالار
وہابیہ نے مدینہ کے دروازے بند کر لئے لیکن طوسون نے زمین کے نیچے سے سُرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا اور طوسون نے اندر گھس کر نجدیوں کی
قیامت برپا کردی اور مقیدہ وہابیوں کے کان کتر دئے گئے۔ اور مدینہ منورہ ۱۲۲۶ھ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہوگیا اور ۱۲۲۶ھ میں عثمان مضائفی بھی گرفتار
ہوکر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا۔ لیکن ۱۲۲۹ھ میں سعود کے فوت ہونیکے ساتھ ہی اُسکا بیٹا عبداللہ بن سعود اُسکا جانشین ہوا اور آخرکار وہ بھی جنگ
کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں مدینہ درعیہ پایہ تخت وہابیاں فتح ہوکر گرفتار ہوگیا اور
بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں باب ہمایوں پر قتل کیا گیا اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور
تعزیر دی گئیں یعنی مقید کئے گئے اور انکے کان کتر دئے گئے اور امن و امان قائم ہوا۔ اور پھر از سرِ نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلے قائم ہوئے
اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہوگیا۔ وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طول میعاد ہونیکا باعث یہی ہے کہ ابتداءً غفلت رہی اور
مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے اور اُن کے تغیر و تبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا اور یہ فرقہ زور پکڑ گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے
کہ اس فرقہ کا داعیہ ہند و پنجاب میں منتقل ہوگیا۔ گویا خدا کے غضب نے اس ملک میں ظہور کیا۔ چنانچہ پنجاب میں اس مذہب کی اشاعت مولوی عبداللہ غزنوی
کے وجود سے ہوئی جو اسی مذہب کی بدولت غزنی سے بہت رسوائی کے ساتھ نکالا گیا اور اولاً بصورت درویشاں حضرت کوٹھ والے ایک بزرگ نقشبندی کی
صحبت میں رہا مگر آخرکار وہاں سے بھی اُسکو نکلنا پڑا اور حضرت اخوند صاحب کے فتووں اور مریدوں کے ڈر سے امرتسر میں جا گزین ہوا اور وہابیت کا بیج بو دیا۔
غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۱۸ میں اپنی الہامی تفسیر کے اثبات میں نقل کیا کہ عبداللہ غزنوی کو ایکدفعہ الہام
ہوا کہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور اس سے مراد اسکے معنی نہ تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست کابل سے
پنجاب کے ملک میں زیر سلطنت برطانیہ آپہنچے اور یہی مولوی غزنوی ہیں جن کا ایک کشفی قول قادیانی صاحب نے اپنے دعویٰ کی صداقت کیلئے ازالۃ الاوہام کی جلد ثانی میں

نقل کیا ہے۔ پس پنجاب میں اس وقت تک جس قدر وہابی مولوی ہیں وہ سب اسی غزنوی مولوی کے متبع اور مقلد ہیں اور ہم کو ان کے فروعی اختقادات اس موقعہ پر نقل کرنیکی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس قدر مشہور ہیں کہ عورتیں اور بچے بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں اور خدا ہم کو اور ہمارے دوستوں کو ان کے شر سے بچاوے اور صلح اور خیر کے حنفی راستے پر قائم رکھے آمین یارب العلمین۔

چونکہ محمد بن عبدالوہاب مطلق العنان فرقہ (غیر مقلدین وہابیہ) کا ایک سرگروہ گذرا ہے اسلئے کتاب ہذا کی طبع ثانی پر اسکی اصلیت و واقعیت کا اظہار ضروری و لازمی سمجھا گیا۔ درۃ الدرانی کی عبارات منقولہ بالا سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نے کیا کچھ کیا اور وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھا کیا اور کس وجہ سے یہ فرقہ وہابیہ دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا گیا۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس فرقہ کو باغی خارجی قرار دیا ہے۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالیٰ شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والفی انتهی (شامی طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۳۳۹)

عبارت شامی کا حاصل:۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین میں یہ واقع ہوا۔ عبدالوہاب کے گروہ نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر جابرانہ قبضہ کیا اور یہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے۔ لیکن در اصل اپنے گروہ کے بغیر سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے تھے۔ لہٰذا اہل سنت جماعت اور ان کے علماء کا قتل کرنا مباح جانتے تھے جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲۳۳ھ میں اہل سنت کو نصرت عطا فرمائی اور فرقہ وہابیہ کو شکست دی اور رسوا کیا۔ اور دیگر علمائے اہل سنت والجماعت نے بھی وقتاً فوقتاً عقائد وہابیہ کی تردید میں رسائل شائع کئے ہیں (مثلاً الدرر سنیہ فی الرد علی الوہابیہ للعلامہ زینی وحلان مفتی بیت اللہ الحرام وغیرہ) جن میں اس فرقہ کو بوجہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت تحقیر و گستاخی کرنے کے کافر کہا ہے۔

مرزائے قادیانی کے سلسلۂ ابحاث میں محمد بن عبدالوہاب اور اسکے ہمخیال مطلق العنان لامذہب افراد کا ذکر بھی ضروری تھا۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہابیہ کے چال سے شائد بہت کم مسلمان واقف ہیں کہ جب یہ لوگ عدم تقلید کے کیچڑ میں دھس جاتے اور علمائے اہل السنت والجماعت سے اس میدان میں تاب مقاومت نہیں لا سکتے۔ تو عوام جہلا کو اپنا طرفدار بنانے کیلئے کہدیا کرتے ہیں کہ ہم ائمہ اربعہ میں سے فلاں امام رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رکھتے ہیں مگر انکی یہ حرکت اہل فراست پر پوشیدہ نہیں کہ محض واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الیٰ شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزءون کی مصداق ہوتی ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو ان کے افعال۔ اقوال میں موازنہ کر کے دیکھ لے۔

ہم مثال کے طور پر ایک تازہ واقعہ ناظرین کے پیش کرتے ہیں۔ مولوی عبداللہ غزنوی ثم امرتسری کا ایک مرید باشندہ علاقہ پہاڑ (خانپور) راولپنڈی میں پنساری کی دوکان کرنے بیٹھا تھا۔ آپ کو شوق ہوا کہ اپنے بزرگوں (عبدالوہاب وغیرہ) کی سنت پر عمل کر کے نام آوری حاصل کریں۔ چنانچہ علمائے کرام وصوفیائے عظام بالخصوص تاج الاصفیا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور آپکے ہم مشرب بزرگانِ دین کی شان میں وہ وہ دریدہ دہنی و شوخ چشمی برتی کہ سُن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

اور جب علمائے اسلام نے مواخذہ کیا تو کہدیا کہ میں تو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب رکھتا ہوں۔ اسی سلسلہ میں مولوی عبداللہ غزنوی کے پہاڑی مرید نے اہل السنت والجماعت کیخلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام مدفع الٰہی بر قلعہ مہر شاہی رکھا جس میں علامۂ زمان قطبِ دوران حضرت خواجہ سید پیر مہر علیشاہ صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب بنایا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہو کہ مدفع کا معنے توپ ہے پس جس قلعہ پر خدائی توپ محافظ ہو تو فریق مقابل کو شکست اور تباہی لازمی طور پر حاصل ہو گی۔ گویا اس کے مؤلف نے پہلے ہی تسلیم کر لیا کہ خدائی توپ والے قلعہ و اہل قلعہ کا مقابلہ کرنے سے وہ ضرور تباہ و رسوا ہو گا۔

اس کی دوسری کتاب اقامۃ البرہان تھی جس پر صرف ایک ہی اخذ بعنوان اشتہار تنبیہ الرحمٰن شائع کر دیا گیا تھا۔ جس سے وہ ابتک رہائی نہ پا سکا۔ اسکی دونوں کتابیں علاوہ بہتانات واکاذیب ابن تیمیہ و عبدالوہاب کے عقائد سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کی تردید علمائے اہل السنت والجماعت کافی طور پر کر چکے ہیں۔ لہٰذا وہ قابل توجہ نہیں سمجھی گئیں۔ تعزیۃ الرحمٰن اور ذو الفقار حیدری محض بطور مشتے نمونہ از خروارے شائع کئے گئے اور ایک اشتہار اس کے استاد و مرشد مولوی عبدالجبار امرتسری کو مع کل جماعت وہابیہ کے

بغرض تحقیق حق مشعر انعامی دو ہزار (۲۰۰۰) روپیہ بھیجا گیا تھا جس سے وہ سب عاجز ہو کر فرار ہوئے۔ وہ اشتہار بعینہٖ درج ذیل ہے:۔

آخری معروض اور آسان فیصلہ

"امرتسر میں ہم لوگ بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب حاضر ہونیکو اس غرض سے تیار ہیں کہ حاضرین جلسہ کے سامنے ہمارے حضرت سلمہم اللہ تعالیٰ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے قول ذیل مندرجہ خطبہ فتوحات مکیہ الحمد للہ الذی اوجد الاشیاء عن عدم وعدمہ کی تشریح فرماویں گے اور بفضلہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ثابت کر دکھائیں گے کہ معترضین نے حضرت شیخ اکبر کا مذہب و مطلب نہیں سمجھا لہٰذا قالوا ما قالوا۔ علمائے کرام مذکورہ بالا کا کرایہ وغیرہ انتظام کا بوجھ ہمارے ذمہ پر واجب ہوگا حسب مرضی جناب محدث امرتسری سب کارروائی ہوگی۔ محدث صاحب مذکور اور اُن کے معتقدین میں سے وہ حضرات جن کی تصحیح و تصویب پر معاذاللہ تکفیر حضرت شیخ اکبر مندرجہ اقامۃ البرہان وصمصام شائع کی گئی ہے۔ یکے بعد دیگرے نہایت ادب سے مخاطب کئے جائینگے یعنی ان حضرات سے استفسار کیا جائیگا کہ کسی آیت یا کسی حدیث کا مطلب حسب الاستفسار بیان فرماویں کامیابی پر دو ہزار روپیہ (۲۰۰۰) (ایک ہزار بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب اور ایک ہزار اُن کے معتقدین کی خدمت میں) پیش کیا جائیگا۔ درصورت ناکامیابی ہم کو اُن سے تحریری معاہدہ ذیل لینے کا استحقاق ٹھہریگا کہ آئندہ کبھی با ایں لیاقت مقبولان خدائے تعالیٰ پر ایسے الزامات ہرگز نہ لگائیں گے۔

ناظرین! اجازت نامہ کا انتظار ہم کو عرصہ ایک ماہ تک ہوگا اس عرصہ کے اندر اگر اجازت نامہ نہ پہنچا تو پھر بھی یہ ثابت ہو جائیگا کہ یہ لوگ نام کے مفسر و محدث ہیں اور بوجہ کم علمی حضرت شیخ رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل اللہ پر بیجا حملہ کرتے ہیں۔ والسلام خیر ختام۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ العبد محمد غازی نزیل خانقاہ شریف گولڑہ۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

مکرر اس اشتہار کیساتھ احباب لاہور نے مندرجہ ذیل اعلان بتعداد کثیر چھپوا کر تقسیم کیا۔

اس مہینہ بھر کی مہلت میں سے آج صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور بظاہر کوئی انتظام تصفیہ متنازعہ کا قرار پانے یا انعام مشتہرہ وصول کرنیکا جناب مولوی عبدالجبار صاحب محدث امرتسری اور اُن کے معتقدین کیطرف سے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ البتہ ۴ ربیع الثانی کو آپکے پہاڑی شاگرد کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار دیکھا گیا ہے جس میں اصل مسئلہ سے گریز کرتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ وہ دلیل سے بالکل عاجز ہیں اور باوجود دو ہزار روپیہ کا اعلان مشتہر ہونے کے بھی مولانا محمد غازی صاحب کے مقابل آنیکے مطلق قابل نہیں ہیں اسلئے ہم مکرر جناب مولوی عبدالجبار صاحب کو مولانا محمد غازی صاحب کے اعلان کا اعادہ کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ تک ایک ماہ میعاد ختم ہونیکی طرف توجہ دلاکر پہاڑی اشتہار باز کی طفل تسلیوں سے باز رہنے کی التجا کرتے ہیں اور مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ اگر تحقیق حق کیلئے ان چالبازیوں کے علاوہ کچھ علمی لیاقت بھی ہے تو مطابق اشتہار مولانا محمد غازی صاحب دو ہزار روپیہ وصول کرنے اور احقاق حق کے لئے علمی میدان میں آئیں ورنہ آئندہ مقبولان خدا پر ایسے افتراء و بہتان باندھنے والے بئس القرین کے جانبدار نہ بنیں یہ سراسر ظلم اور بے انصافی اور حق سے روگردانی ہے کہ ایک شخص تحقیق حق کیلئے اپنا ثبوت آپکے پیش کرتا اور آپکے دلائل سننے کی آپ سے درخواست کرتا ہے پھر صرف درخواست ہی نہیں بلکہ علاوہ تکالیف سفر اور مصارف کثیرہ کا متحمل ہونے کے دو ہزار (۲۰۰۰) روپیہ آپکی نذر بھی کرتا ہے اور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مباہلہ کرلو۔ جناب محترم اگر علمائے کرام کے مقابلہ میں صرف مباہلوں سے ہی کام چلانا ہے تو آئندہ تفسیر و حدیث کے جزودان بالائے طاق رکھکر ایک مباہلہ باز جماعت تیار کیجیئے جنکو علمی براہین سے مطلق سروکار نہ ہو اور دعائیں مانگا کریں کہ خدایا اہل علم کو ہلاک کردے (نعوذ باللہ) نہیں ہو تو بعنا آپ سے ہم کو یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ پس آپ خدارا اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرکے مولانا مولوی صاحب کے اعلان کے متعلق کوئی معقول انتظام کرکے اس قضیہ نامرضیہ کو ختم فرمائیے اور مسلمان جو پہلے ہی دانہ دانہ ہو رہے ہیں انکی رہی سہی قوت کو بھی منتشر کرکے ان خلک زدوں کی کشتی غرق کرنے کے اسباب کو ترقی نہ دیجیئے اور امام الجماعت ہونیکی حیثیت سے یوم ندعو کل اناس بامامھم کا کچھ خیال رکھیئے۔" والسلام خیر ختام ✤ اسقدر لکھنے کے بعد ہم وہابیہ کے یہ کہنے سے بری الذمہ ہوگئے ہیں کہ سیف چشتیائی سے محمد بن عبدالوہاب کا نام نکال دیں۔ نظر بحالات موجودہ عبدالوہاب کا نام نہ نکالنے سے وہ ہمیں معذور سمجھیں گے۔ محمد غازی عفی عنہ۔

بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے تحت لکھا کہ آنے والے کا نام جو احمد کہا گیا ہے۔ وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے اور اشتہار معیار الاخبار میں شائع کیا۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فھل انتم مسلمون یعنی اللہ فرماتا ہے۔ کہ اے قادیانی لوگوں سے کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ناظرین پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ امروہی صاحب اپنے اس قول (واشھد ان محمداً خاتم النبیین لا نبی بعدہ) میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے جبکہ قادیانی صاحب کو نبوت کے دعوے میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معینہ کی لالچ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو مطلق رازق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہونا حدیث رسول اللہ میں نزول مسیح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ اور میرے دعوےٰ کے یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۱۷۷۔ ایسا ہی اس نبی کے مؤمن امروہی صاحب اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ ۳ سطر ۲ پر فرماتے ہیں **قولہ** مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی علیہ السلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جبکہ ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا۔ تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اسکا شہرہ ہو گیا تھا ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی اُسکو شائع کر دیا تھا۔ اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جس میں اُس کا چرچا واقع نہ ہوا ہو۔ اب کسکی مجال ہے کہ اُس کو مخفی کرے۔ **اقول** دار قطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لئے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتدا پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقعہ نہیں ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔ ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منہ۔ لفظ (فی اول لیلۃ من رمضان) کا ترجمہ لڑکے بھی جانتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہوگا اور رمضان کے پندرہویں دن کو کسوف۔ انقلاب زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہوگا۔ تو گویا ہلال قمر ہوا لہذا اس

علامات ظہور مہدی ۹

حدیث میں قمر کا اطلاق بھی رات کے چاند پر کیا گیا چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قریب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائیگا سو یہ آجتک واقعہ نہیں ہوا۔ اور نیز یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا اور اُسی کی پندرہویں کو کسوف ہوگا اور جیسا کہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی ایسا ہی باقی علامات بھی آجتک ظاہر نہیں ہوئیں (۱) قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائیگا۔ اور اس میں ایک سونیکا پہاڑ ظاہر ہوگا (۲) آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی آل محمدؐ۔ اے لوگو حق آل محمد میں ہے۔

علامات شناخت مہدی ۹

شناخت مہدی کی علامت (۱) ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ۔ تیغ اور علم ہونگے۔ یہ نشان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ نکلا ہوگا۔ اُس پر لکھا ہوا ہوگا۔ البیعۃ للہ بیعت اللہ کے واسطے ہے (۲) امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کریگا۔ اس میں سے ایک پکارنیوالا پکارے گا۔ ھٰذا المھدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے۔ اس کا اتباع کرو (۳) ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائینگے ہری ہو جاویگی اُس میں برگ وبار آویگا (۴) کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے (۵) دریا ان کیلئے یوں پھٹ جائیگا جیسا کہ بنی اسرائیل کیلئے پھٹ گیا تھا (۶) اُن کے پاس تابوت سکینہ ہوگا۔ جسے دیکھ کر یہود ایمان لائیں گے مگر چند (۷) امام مہدی اہلبیت نبوی سے ہونگے

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاتذھب الدنیا ولا تنقضے حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میری اہلبیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمدؐ ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ ہو جائے۔ ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے۔ یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔ اُس کا نام میرے نام پر! اسکے باپ کا نام میرے باپکے نام پر ہوگا۔ یعنی محمدؐ بن عبداللہ المھدیؑ من عترتی من ولد فاطمہؓ۔ ابوداؤد

لہ قادیانی صاحب اشتہار مذکور میں لکھتے ہیں کہ مہدی موعود کے فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اجی حضرت ضرورت تو اس لئے ہوئی کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے آپ فرمائیے کہ مغل بچہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر فرماتے ہیں مہدی موعود بجائے نواسہ ہونے کے آپ کا بیٹا ہونا چاہیئے تھا۔ کیوں حضرت! کوئی چار کونسلی مضمون تو نہیں۔ بلکہ جیسا کہ آپ کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذریعہ وحی معلوم ہوا۔ اُسی طرح بیان فرمایا۔ آپ فرمائیے کہ فاطمی ہونے کی منافات کیا ہے۔ مہدویت سے بلکہ تبلیغ واحیاء دین کا زیادہ مستحق اور وارث فاطمی ہی ہے۔ ۱۲ منہ

حاکم۔ ابن ماجہ۔ عن ام سلمہ۔ مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہ کی اولاد سے ہونگے (۸) ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ رواہ ابو نعیم عن علی کرم اللہ وجہہ (۹) مہاجر یعنی جگہ ہجرت ان کی بیت المقدس ہوگی۔ (۱۰) حلیہ ان کا یہ ہے:۔ گندم رنگ کم گوشت۔ میانہ قد۔ کشادہ پیشانی۔ بلند بینی۔ کمان ابرو۔ دونوں ابروؤں میں فرق۔ بزرگ اور سیاہ چشم۔ سرمگیں آنکھ۔ دانت روشن اور جدا جدا دہنے رخسار پر تل سیاہ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکب دری۔ ریش پر انبوہ۔ کشادہ ران عربی رنگ۔ اسرائیلی بدن۔ زبان میں لکنت۔ جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے۔ کفِ دست میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی ہوگی۔ یہ سب احادیث مؤلفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح موعود والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی ان سب میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔ گویا یہ پیشین گوئی در پیشین گوئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی یا امثال اسکے مسیح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے اور بالخصوص غلام احمد قادیانی دجال شخصی کا منکر ہوگا۔ گویا آپ پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرمانے سے انکی تکذیب پر علامات بتلا گئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان خلل اندازوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا۔ تو بیان میں اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے، ضرورت کی وجہ تو یہی ہے تاکہ یہ مدعیان اور انکے مؤید ان جیسے امروہی حضرت جو بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔ یا یوں کہو ع اراں یہ کہ جاہل بود غمگسار۔ کے مصداق اور دوسرے حضرت حق بین والی آنکھ سے اندھے صراط مستقیم پر چلنے والے قدم سے لنگڑے۔ عزت اسلام سے سر برہنہ۔ بیت:۔

گنجان ولنگڑان وکوران وشل ؛ ہر آنجا کہ باشند در آنجا خلل

امت مرحومہ کو دہوکا نہ دے سکیں فسبحان من جعلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم) آپنے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔ اب ناظرین نزول مسیح بن مریم کی احادیث کو بھی ملاحظہ فرماویں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور وہ تم میں نزول فرماوینگے۔ جب انکو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ رنگ سرخ وسفید لباس زردی مائل۔ گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کیلئے لوگوں سے جنگ و قتال کرینگے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کرینگے۔ خدائیتعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دیگا۔

صرف اسلام باقی رہیگا۔ وہ دجّال کو ہلاک کرینگے۔ اور زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور پھر وفات پائینگے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیشہ میری اُمّت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہیگی۔ اور قیامت تک غالب رہیگی۔ پس عیسیٰ ابن مریم اُترینگے۔ امیر جماعت کہیگا۔ آئیے نماز پڑھائیے فرمائیں گے نہیں۔ تم ایکدوسرے کے امام ہو۔ خدا نے اس اُمّت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل اُمتی محمدی کے پیچھے اقتدا کرینگے۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابر ہے واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (کیف اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم) یعنی وامامکم منکم سے دوسرا شخص عیسیٰ ابن مریم کا مغائر مراد ہے۔ نہ جیسا کہ مرزاجی نے اپنے مطلب کے لئے وہوامامکم نکال کر امام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں شب معراج میں ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم کے سپرد ہوُا اُنہوں نے کہا مجھے اسکی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ پر بات ڈالی گئی۔ اُنہوں نے کہا۔ مجھے اسکی کچھ خبر نہیں پھر حضرت عیسیٰ پر اس کا تصفیہ رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدائتعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدائتعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہو گی۔ جب وہ مجھے دیکھیگا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔ ناظرین ذرا مرزاجی سے پوچھیں۔ کہ کیا شب معراج میں آپ ہی تھے۔ اس معاہدہ کے بیان کرنے والے اور اگر عیسیٰ ابن مریم نے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر دی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے چنانچہ آپ کا مزعوم ہے کیوں نہ خبر دی۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے خدا پاک کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک قریب ہے ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اُتریگے۔ صلیب کو توڑینگے۔ خنزیر کو قتل کرینگے جزیہ کو اُٹھائیں گے۔ مال کی کثرت ہو جائیگی۔ اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کریگا یہانتک کہ تمام دنیا

اور دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابوہریرہ کہتے تھے۔ اگر تم ارشاد نبوی کیساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ (۵) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرما دینگے۔ اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ شہد ہو کر بہہ جا وہ بہہ چلے۔ پہلی حدیث ابوداؤد۔ دوسری مسلم۔ تیسری مسند احمد۔ چوتھی بخاری پانچویں مسند کی ہے اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ خاتم المحدثین امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

خصوصیات زمانہ نزول مسیح علیہ السلام

(۱) ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ آج کے عیسےٰ بننے والے خود ہی چندہ کے (کبھی تو بحیلہ منارہ اور کبھی بہ بہانہ تصنیف اور کبھی بذریعہ مسافر نوازی) محتاج ہیں (۲) مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیگا۔ اور اسے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب متمول اور تونگر ہونگے۔ آج دنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں (۳) آپس کے بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائیگی (۴) ہر زہریلے جانور کا زہر جاتا رہیگا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائیگی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے۔ اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑیا بکری کے چریگا (۵) زمین صلح سے بھری جاویگی (۶) زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر۔ اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اُس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا۔ اور انار کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اُسکے سایہ میں بیٹھینگے۔ دودھ میں برکت ہوگی۔ یہانتک کہ ایک دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو۔ دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو۔ دودھار بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کریگی (۷) گھوڑے سستے بکیں گے۔ کیونکہ لڑائی نہ رہیگی۔ بیل گراں قیمت ہو جاویں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

سیرت مسیحؑ

(۱) عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کیساتھ نماز عصر پڑھینگے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ

بلکہ طلب دجال میں نہایت سکینہ سے چلینگے۔ زمین اُن کیلئے سمٹ جاویگی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کرجاویگی (۲) جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچیگا وہ فوراً مر جائے گا۔
(۳) یہ بیت المقدس کو بند پاویں گے۔ دجال نے اس کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔ اُسوقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔
(۴) ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کرینگے۔ تمام خشکی وتری پر پھیل جائینگے حضرت عیسیٰ مسلمانوں کو کوہ طور پر لیجاوینگے (۵) یہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدفون ہونگے۔ مسلمان انکے جنازہ کی نماز پڑھینگے (۶) دجال کو باب لُد پر قتل کرینگے۔ اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلاوینگے۔
امروہی صاحب! دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ ثبوت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔
ناظرین! کو بعد ملاحظہ مضامین احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے کالشمس فی نصف النہار واضح ہوچکا ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم ہے۔ نہ مثیل اُس کا بعد اس قطعی المراد ہوتے اس نبی اللہ کے احادیث نزول سے غلام احمد قادیانی وغیرہ ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ اب کسی فقرہ احادیث میں اگر مجاز وتشبیہ و استعارہ بھی ہو۔ تو وہ دلیل اس پر نہیں ہوسکتی۔ کہ (عیسیٰ ابن مریم) کے لفظ سے مجاز وغیرہ کے طور پر قادیانی لیا جاوے۔ کیونکہ یہاں پر قرینہ صارفہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے مرزا صاحب کا اجتماع کسوف وخسوف کو جو مہدی کے ظہور کے علامات میں سے ہے اور ابھی وقوع میں نہیں آیا۔ کما مر اپنے مسیح موعود ہونے کے لئے دلیل ٹھہرانا مبنی ہے اسپر کہ انکے نزدیک مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی شخص ہے اور اوپر احادیث صحیحہ سے واضح ہوچکا ہے کہ مسیح موعود ہی ابن مریم خدا کا نبی ہے۔ جسکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور مہدی اہلبیت نبوی سے ہوگا۔ مرزا صاحب بمعہ اتباع کے (لا مھدی الا عیسٰی) کے ساتھ متمسک ہیں۔ مگر یہ استدلال بالکل ضعیف اور اوہن من بیت العنکبوت ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرائی ہے۔ دوئم یہ کہ اسکو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے۔ حالانکہ خود ابن ماجہ ابی امامہ کیحدیث میں تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹنا چاہیگا تاکہ عیسےٰ آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون ہے امام بخاری کی حدیث کا جو بروایت ابی ہریرہ مذکور ہے۔ تیسر بعد تسلیم صحت کے چونکہ یہ فقرہ ٹکڑا ہے حدیث طویل کا جو انقلاب وتغیر زمانہ کے بارہ میں فرمائی گئی۔ اور ماقبل اُسکے ولن تقوم

الساعة الا علی شرار الناس (ترجمہ ۔ ہرگز قیامت قائم نہ ہوگی مگر اوپر شریر وںکے) موجود ہے لہٰذا سیاق وسباق کے لحاظ سے معنے یہ ہوا ۔ کہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا ۔ بغیر عیسیٰ کے یعنی قیامت کے قریب بغیر عیسیٰ بن مریم اور اتباع اُسکے سب شریر ہونگے ۔ لفظ (شرار) کا جو جمع ہے شریر کی صاف بتلا رہا ہے ۔ کہ (مہدی) سے مراد معنی وصفی یعنی ہدایت یافتہ ہے نہ عَلَمی ۔ **قولہ** ۱۳؎ یا مثلاً حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا ۔ بذریعہ ہزارہا رسائل و اشتہارات کے ایک عالم میں شائع ہو چکا حتیٰ کہ فوٹو گرافروں نے اُسکا عکس کھینچ کر ایک دنیا میں شائع کر دیا ۔ اب یہ حلیہ کوئی پوشیدہ کر سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ **اقول** ۔ حُلیہ مسیح موعود مع سائر خصوصیات کے جو بغیر اُس نبی اللہ کے کسی پر منطبق نہیں ہو سکتا ۔ بذریعہ بہتری کتب مصنفہ اہل تحقیق کے جو آجتک محدثین میں متداول ہیں شائع ہو چکا ۔ برخلاف اسکے اگر کوئی فوٹو گرافروں سے تصویر کھچوائے تو اُس سے مسیح موعود نہیں ہو سکتا ۔ ہاں بسبب تحلیل ما حرمہ اللہ و رسول کے ملعونیت کا تمغہ حاصل ہو سکتا ہے **قولہ** ۱۴؎ اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اسقدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا ۔ کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہے ۔ حرمت لذاتہ نہیں جیسا کہ بتخانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے ۔ بُت پرست جو بتخانہ میں بُت پرستی کے لئے جاتا ہے اسکو بتخانہ میں جانا بھی حرام ہے ۔ لیکن بُت شکن کو بھی بتخانہ میں جانیکی ضرورت پڑتی ہے ۔ مگر اُسکو بتخانہ میں جانا بڑا ثواب ہے ۔

ع ۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔ ولنعم ما قیل ۔ احمد و بوجہل در بتخانہ رفت + درمیان ایں و آں فرقیست زفت ۔ **اقول** ۔ الحمد للہ ع ۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔

آپ نے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ ہی بت خانہ میں جانے کیساتھ تشبیہ دی ۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بُت خانہ میں جانا بُت شکنی کیلئے جائز اور بت پرستی یعنی بُتوں کی تعظیم کرنے کے لئے حرام ۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی تصویر کی طرف جانا تصویر شکنی کیلئے جائز اور تصویر پرستی یعنی اُسکی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہوگا ۔ اور ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اُس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کیلئے ہے ۔ نہ اُسکے توڑنے اور تحقیر کے لئے ۔ آذر و بوجہل در بتخانہ رفت ۔ ہر یکے را قصد بُد آں بُت پرست + بُت تراشی آذر از تعظیم بود + سجدہ بوجہل از تکریم بود + مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا ع ۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔

قولہ ص۴۶ یا مثلاً قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ وہ تمام نقشہ جات میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اب اسکو کوئی رد کر سکتا ہے کلا و حاشا وغیرہ وغیرہ۔
اقول (شرقی دمشق) چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اسکے مضامین عقل بشرع۔ توحید کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا استدلال اس حدیث سے اور آپکی جانفشانی جسپر لڑکے بھی دھجی اڑا رہے ہیں عقل بشرع۔ توحید کیخلاف ہوگا دوسرا جب بولا جاوے۔ شرقی دہلی یا شرقی لاہور تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو مراد ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہزارہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لیجاوے۔
ولنعم ما قیل ؎ چہ عذرہائے موجہ بہر خود گفتی بچشش لعاب دہانت کہ قند میخائی + تمام عمر قیامت بگیرد و گرد اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی۔ اور نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیا مرتبہ و مروجہ مدارس سرکاری دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہورہ مقامات سے عبور کریگا۔
تبریز۔ بحیرہ خزنیا جبیل۔ شمالی حصہ ترکستان سلسلہ کوہ الطائی صحرائے منگولیا۔ صوبہ منچوریا۔ اب آپ اگر چشم حق بین کو کھولکر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گذرتا ہے پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے اب انصاف فرمائیے کہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول آپکے دعویٰ کی پوری دلیل نہیں ہے ع ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی + کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است + خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کریگا۔ **قولہ ص۵** پھر معہذا منکرین کیلئے کوئی دلیل تکذیب و انکار کی بھی نہیں ملسکتی۔ ہاں صرف یہ بہانہ ہے کہ مجاز و تشبیہ و استعارہ کو ہم نہیں مانتے اور اسکو فقط ظاہر ہی پر محمول کرنا چاہتے ہیں مگر یہ طریقہ انکار انہوں نے ایسا قبیح اختیار کیا ہے کہ مخالف ہے تمام محاورات کتب آسمانی اور محاورات قرآن مجید و سنن صحیحہ کے بلکہ محاورات کل السنہ مروجہ دنیا کے بھی خلاف ہے الخ **اقول** اوپر معلوم ہو چکا ہے اور علمائے کرام بواسطہ رسائل و اشتہارات آپکی جماعت کو بچوں کی طرح سمجھا چکے ہیں۔ کہ

قرینہ صارفہ چونکہ حقیقی معنے کے لینے سے بھی مانع ہوتا ہے تو مجازی کسطرح عند قیام القرینۃ الصارفہ
مراد ہو سکتا ہے۔ احادیث نزول میں چونکہ مسیح ابن مریم کا متعین المراد ہونا بشہادت سیاق وسباق
وخصوصیات زمان مسیح اظہر من الشمس ہے اور اسی لئے اہل اجماع آجتک احادیث نزول سے وہی مسیح
بن مریم ہی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تو غلام احمد قادیانی عیسےٰ بن مریم سے مجازاً کس طرح مراد ہو سکتا ہے
آپ ہی اگر مرزاجی کی طرح (یأتی من بعدی اسمہ احمد) یا دمشقی حدیث کا مجازی طور پر مصداق
بنیں تو بغیر از قاعدہ مقررہ بالا کون روک سکتا ہے۔ اب تو آپ کی جماعت میں سے سمجھدار لوگ
تائب ہو کر مرزاجی اور آپکے وجوہ استنباط پر تبرے بولتے ہیں۔ آپ خواہ بذریعہ اخبار الشرار یا اشتہار
یا تصنیفات کے خلاف واقعہ اپنے نئے پنتھ کی ترقی شائع کریں۔ مگر مچھر اور مکھی اپنے پروں سے
آفتاب کو چھپا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اُسی پر پوشیدہ ہو جاوے تو ہو جاوے۔ ولنعم ما قیل شعر۔

واذا ارامت الذبابۃ للشمس ٭ غطاء امدت علیہا جناحا

قولہ ص۲ مگر جبکہ یہ خاکسار وطن امروہہ سے اواخر مئی ۱۹۰۰ء میں بمقام قادیان پہنچا تو بعض اُن
احباب کی زبانی جو حضرت مہر علی شاہ صاحب سے عقد دوستی کو توڑ کر داخل سلسلہ الٰہیہ مسیح موعود و
مہدی موعود ہوئے ہیں سنا کہ ایک رسالہ "شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح" تالیف ہوا ہے اور پنجاب
میں اُسکا بڑا شور و غل ہو رہا ہے۔ جب دریافت کیا کہ وہ رسالہ کہاں ہے۔ تو قادیان میں کہیں اُسکا
پتہ نہ ملا۔ اور کیونکر مل سکتا کہ یہاں پر تو وہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے جسکے سامنے نام کے نہ کام کے تمام
آفتاب کسوف میں آ گئے ہیں۔ یہ تو نام کا ہی شمس ہے۔ نہ کام کا اور قادیان میں کیونکر طلوع ہو سکتا ہے

شعر۔ افلت شموس الاولین وشمسنا ٭ ابدا علی افق العلی لا تغرب

اقول۔ آپکا قادیان سے جانا جس طرح اظہر من الشمس ہے کہ دراہم معدودہ کی وجہ سے ناراض ہو
کر جانا ہوا تھا۔ اُسی طرح پھر آنا آپ کا انہیں دراہم معدودہ کیلئے ہوا۔ امروہہ۔ قادیان بٹالہ کے
لوگ بخوبی واقف ہیں۔ بعض احباب جنکی زبانی آپنے سنا تھا۔ اُنکا عقد دوستی اس عاجز کے
ساتھ ایسا ہی تھا۔ جیسے آپکا مرزاجی یعنی دنیا کے لئے۔ چنانچہ آجتک سردار محمد ابراہیم خانصاحب
کابلی سے وہ سلسلہ جو بذریعہ اس خاکسار کے ہوا تھا موجود ہے۔ شمس الہدایت اسم با مسمےٰ سب
رسائل مؤلفہ سے جداگانہ طور پر ممتاز ہے کیوں نہ ہو علاوہ تحقیقات علمیہ کے خیر و برکت بھی ساتھ

ہی رکھتا ہے جس کی روشنی اور نور سے ہزارہا گم گشتگان وادی مرزائیت صراط مستقیم پر آئے۔ یہ وہ عصائے موسیٰ ہے۔ جس نے تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعتہً ہی نگل لیا۔ مخلصی عبدالجبار کاپی نویس یعنی اخبار نویس چودہویں صدی کو معلوم ہے کہ مصنف عفا اللہ عنہ تھوڑے دنوں میں اوقات فاضلہ یعنی ۹ اور ۱۲ گھنٹہ کے مابین دو یا اڑھائی گھنٹہ یا کم و بیش میں روزمرہ کاپی نویس کو حسب الطلب مضامین دیتا رہا۔ اس رسالہ کو آٹھ نو برس کی محنت خیال کرنا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ اور آپکی جماعت کا مزعوم ہے۔ بالکل خلاف واقعہ اور آپ لوگوں کی بزدلی یا یوں کہو کہ کم لیاقتی کی دلیل ہے اس رسالہ کو آخر رمضان میں مطبع سے نکلتے ہی جناب مولوی محمد غازی صاحب نے سب سے اول قادیان میں مرزا صاحب کے پاس بھیجدیا تھا جس کی رسید کی خبر پختہ مرزاجی کے ایک مرید ساکن راولپنڈی سے بعد از عید رمضان گولڑہ میں پہنچی۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میں قادیان سے عید کے بعد روانہ ہوا ہوں۔ اور میرے سامنے مرزاجی کو بذریعہ ڈاک ایک کتاب ملی تھی۔ جسکا نام شمس الہدایت تھا۔ حاضرین مجلس مرزاجی سے اس کتاب کے بارہ میں پوچھتے تھے۔ مگر مرزاجی اُس وقت متفکر ہو رہے تھے میں کہتا ہوں۔ گویا اُس وقت اس شعر کا ظہور ہو رہا تھا۔ شعر:۔

افلت شموس القادیان و شمسنا ؛ ابدا علی افق العلے لا تغرب

شمس الہدایت میں پہلے ہی امتحاناً کلمہ طیبہ کا معنے استفسار کیا گیا ہے اعتراض کی صورت میں اور پھر جو جوابات سلف نے فرمائے تھے اُن پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ تشحیذ الاذہان اصل اعتراض اور شیخ اکبر قدس سرہ یا علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی تردید صرف مرزا صاحب اور اُنکے فضلاؤں کی علمی لیاقت دیکھنے کیلئے تھی۔ طلبہ کو بھی جواب اصل اعتراض کا اور ایسے ہی تردید الجوابین کا جواب بعون اللہ و قوتہ احسانہ سمجھایا گیا ہے۔ ہم حلفی طور پر بلا تعصب شہادت دیتے ہیں۔ کہ امروہی صاحب نے جو جواب لکھا ہے وہ بالکل مادہ اعتراض کی قلع و قمع نہیں کرتا۔ صرف (امتناع تعدد فی الوجوب) پر علامہ رازی و شارح مواقف وغیرہ کے دلائل کا ترجمہ لکھا ہے۔ ہاں بیشک ایک دو فقرہ بھی جن کو دفع اعتراض میں واقعی دخل ہے تحقیق الحق سے چرا کر طوطی کی طرح لکھ دئے ہیں۔ مگر وہ بھی ناتمام۔ تشریح اُسکی یہ ہے کہ اُسکے بعض احباب کالذباب نے ہماری کتاب مسمّی بہ تحقیق الحق جو قبل ازیں جواب میں اسی اعتراض وغیرہ کے لکھی گئی تھی۔

امروہی صاحب کو پہنچائی۔ باوجود اسکے پھر بھی جواب میں ناکامیاب ہی رہے۔ سال بھر ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ چو گلدے کہ عقفار جشش بہ بست ؛ دواں تا بشب شب ہما نجا کہ ہست۔ جہاں تھے وہاں ہی رہے۔ شیخ اکبرؒ اور علامہ تفتازانی کے جواب کی تشریح بھی نہ کی۔ جواب ان کی طرف سے دینا تو درکنار رہا۔ امروہی صاحب ص۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ مختصر سا جواب اکثر تو بطور معارضہ بالقلب وغیرہ کے اندر میعاد بارہ تیرہ روز کے تحریر کیا گیا بھلا صاحب مولوی نورالدین صاحب کے شاگرد سنگ آبادی وغیرہ حضار قادیان موجود تھے کہ آپ نے کئی دفعہ جواب لکھ کر پھاڑ ڈالا۔ اور رات دن شمس الہدائیت کے مطالعہ میں مبہوت تھے۔ آپکو یاد ہوگا کہ مطالعہ میں جس وقت کچھ نہیں بن پڑتی تھی کہتے تھے کہ ارے ظالم کیا غضب کیا دریا کو کوزہ میں بھر دیا وغیرہ وغیرہ تو پھر بارہ تیرہ روز لکھنا کیسا ناپاک جھوٹ ہے۔

ایہا الناظرون محرر سطور کو اس تحریر میں اسکے صرف چند جہالات کو جو متعلق جواب کے ہیں ظاہر کرنا منظور ہے۔ ورنہ کوئی فقرہ اُسکا علاوہ بطلان مضمون کے مخالفت مصطلحات علوم آلیہ سے خالی نہیں۔ اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ ہم (امروہی) کی لافوں کی طرف جن سے اُسکی کتاب کے صفحوں کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ متوجہ ہو کر تضییع اوقات نہ کرینگے بلکہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کے مطابق مختصر سا مضمون ہمارا اسکے صفحات لاف آمودہ کا جواب ہوگا۔ غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ امروہی صاحب کا فخر و ناز و سروران اغلوطات پر جو اُس نے لکھے ہیں جاتا رہے۔ ہاں بعض جگہ مطاعن آمودہ اشعار و فقرات اُسکے بالقلب اُسی پر وارد کئے جائیں گے۔ شعر

اشد الغم عندی فی السرور ؛ تیقن عنہ صاحبہ انتقالا

قولہ ص۹ پھر آپکا شمس الہدائیت کیونکر اب طلوع ہو سکتا ہے۔ مگر جب سورج ہدائیت کا غروب ہو جاتا ہے تو پھر بعد انقضائے لیل بدعت کے شمس مجدد کا طلوع کیا کرتا ہے۔ **اقول** شمس ہدائیت کے غروب اور لیل بدعت کے زمانہ میں جب جھوٹے نبی اور محرف مفسر پیدا ہوئے تو پھر حسب قول آپکے شمس مجدد یعنی علماء اسلام اور اُنکی تصنیفوں کا طلوع ضروری تھا۔ انہیں علماء حدیث مجددین وقت کے بارہ میں شیخ اکبر فتوحات کے تین سو بارہویں باب میں فرماتے ہیں:۔ وما فاز بھذہ الرتبۃ و یحشر یوم القیامۃ مع الرسل الا المحدثون الذین یروون الاحادیث بالاسانید

المتصلة بالرسول علیہ السلام فی کل امۃٍ فلھم حظ فی الرسالۃ وھم نقلۃ الوحی وھم ورثۃ الانبیاء الخ یہ سب کچھ تو محدثین بنے۔ توپھر آپ لوگ کیا ٹھہرے فتدبر۔ قولہ صہ ۲۲ کے الفاظ مشہورہ کنت سمعہ کی بھی صحت لفظی نہیں کر سکے اقول ذرا صحیح بخاری ہی کے شروع کو کھول کر دیکھو کیا بی یسمع کی روایت موجود نہیں۔ کاش! اگر آپکو فتوح الغیب سیدنا الغوث الاعظم بھی زیر نظر ہوتی تو بیجا مواخذہ نہ فرماتے دیکھو فتوح الغیب صہ ۳۱ سہ ۵ وفی لفظٍ اٰخر فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یعقل بلکہ بی یسمع کی روائیت تو فحول شریعت وطریقت کی کلاموں میں بہت شہرت پذیر ہے۔ آپکی بلا جانے۔ دیکھو صحائف السلوک میں صہ ۱۳۹ پر مستغرق بحر شہود حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:۔ اے دوست او را جز بدو نتواں دید و نتواں شناخت۔ لایحمل عطایاہم الا مطایاہم زیرا چہ بار رستم جز رخش رستم نکشد بے یسمع و بے یبصر و بے یبطش الخ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ؛ جو چیرا تو اک قطرہٗ خون نہ نکلا ؛ قولہ صہ ۲۲ اور آپ نے کون کون سے گروہ اہل اللہ مشاہیر یا مستورین کو دیکھا۔ الی ان قال ہم نے جس گدی نشین کو دیکھا شرک وبدعت ومحرمات ومنہیات شرعیہ میں مبتلا دیکھا۔ اقول صرف علماء ظاہری ہی کی وجہ سے ایسے شہبازوں کا پہچاننا مشکل ہے۔ خصوصاً جب علمی لیاقت کا بھی یہ حال ہو۔ جو ناظرین پر ظاہر ہو رہا ہے بے بصیرت باطن بباصرۂ ظاہر جمال ایں شاہد نتواں دید۔ سچ ہے ع محجوب را نہ ہیچ چراغے نصیب نیست۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ کسی صاحبدل سے سرمہ لیکر بصیرت کی آنکھ میں ڈالیں۔ شائد بینا ہو جائیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہر ایک کو مشرک مبتدع دیکھنا آپ کا یہ بھی بجا ہے رباعی۔ نظارگیان روئے خویش ؛ چوں در نگرند از کرانہا ؛ در روئے او روئے خویش بینند ؛ زینجاست تفاوت نشانہا ؛ ولنعم ما قیل۔ اگر بر وصلت لیلیٰ بخاطر رغبتے داری ؛ چو مجنوں فرد باید شد ہم از خویش وہم از خویشاں ؛ آپ قادیان میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریف میں مشغول ہو کر اہل اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ع ہم پستہ خوری تباؤ ہم نائی زنی۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بیت

توکہ آگاہ نہ حالت درویشاں را ؛ توچہ دانی کہ چہ سودا و سراست ایشاں را

نعوذ باللہ من اناس ۔ تشیخوا قبل ان یشیخوا
استوطنوا القادیان طمعاً ۔ فاحذرھم انھم فخوخ

قولہ سلمنا کہ آپ نے گروہ اہل اللہ کو بھی دیکھا ہے۔ مگر مہدی معہود اور مسیح موعود امام آخر الزمان کو تو نہیں دیکھا تھا۔ جس کے شان کی عظمت احادیث صحیحہ میں بڑے اہتمام سے بیان کیگئی ہے

اقول نسلم جس مسیح اور مہدی کی عظمت شان احادیث صحیحہ میں بڑے اہتمام سے بیان کیگئی ہے جب وہ تشریف لاوینگے تو بحسب اُن ہدایات اور علامات وخصوصیات کے جن کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قادیانی دہوکہ سے بچنے کیلئے بوضاحت تامہ فرما دیا تھا) اُن کو پہچان کران کے ساتھ ہو جائینگے۔ مگر اُس وقت دجال قادیانی اور اُسکے انصار کا برا حال ہوگا۔

قولہ ص۲۲ اور اب آسمان وزمین اُس کی بعثت من اللہ ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔

اقول کیا آپ مرزا پر تمسخر تو نہیں اُڑاتے۔ اگر زمین آسمان کی شہادتیں جو آجکل عالم کی چشم دید و گوش شنید ہو رہی ہیں۔ اُنکا ذکر ہے تو اہل اسلام کی چشم خنک و دل شاد۔ اس سے بڑھ کر مرزاجی کی تکذیب کیلئے اور کیا چاہیئے۔ قولہ ص۲۲ یاد کرو اجتماع کسوف وخسوف کو جو ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۱ سنہ ھ میں واقع ہوا۔ اور اس کا چرچا تمام دنیا میں مشتہر ہُوا۔ اور نیز یاد کرو الہام دربارہ لیکھرام جس کا ذکر حدیثوں میں بھی موجود ہے وغیرہ وغیرہ اور مستورین یا مستورات کا ذکر ایسی بحث میں بالکل بے محل ہے۔

اقول خسوف پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوا۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں لیکھرام والی پیشگوئی بھی پہلے ذکر کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر آپ مستورات کا ذکر بے محل سمجھتے ہیں۔ کیا منکوحہ آسمانی کا ذکر خیر بھی تبرکاً نامناسب ہے۔ قولہ ص۲۲ یہاں پر اُس شخص کا ذکر کرنا چاہیئے۔ جو مصداق ہو پیشین گوئی مندرجہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا جسکے ایک شان خاص علی منہاج النبوۃ واقع ہوئی ہے۔ اقول یہی فقرہ آپ کا (جسکی شان خاص علی منہاج النبوۃ واقع ہوئی ہے) صاف بتلا رہا ہے۔ کہ آپ کی شہادت خطبہ میں (واشھد ان محمدا خاتم النبیین) صرف زبان ہی سے تھی۔ ہرچند کہ آپ عوام میں سرخروئی کے لئے اہل اسلام کی کلام منہ پر لاتے ہیں مگر پھر بھی بحسب (کل اناء یترشح بما فیہ) کے راز ظاہر ہو جاتا ہے اور تاڑنے والے تو پہلے ہی تاڑ چکے ہیں کہ آپ چندہ کے روپیہ کے مستحق بھی انہیں شہادات علی نبوۃ قادیانی

کی وجہ سے ہیں۔ نبوت بھی ایسی ارزاں اور عام نہ جو دوسرے علماء میں مجازاً بھی موجود ہو۔ بلکہ شان خاص کیساتھ بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قادیانی کی دکان میں ملتی ہو۔ کیا علیٰ منہاج النبوۃ اُس شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ جس نے کشف نبوی کو خطا پر حمل کیا ہو کما زعم القادیانی فی احادیث النزول

اشعار

فدع صاحب التحریف والفخر والریا	وما اختارہ من طاعۃ اللہ منہیا
ویعلم ماقد کان فیہ حیاتہ	اذا صارت اعمالہ کلھا ھبا
حُمِّلوا القرآن ثم لم یحملوھا	بل حرّفوا علنًا فی کتاب اللہ
فکالحمیر علی المنابر تناھقوا	اذا البحر کیف ابعد من عباد اللہ
فبھتان علی الخلاق والخلق کلھم	ارایت قطُّ عبادۃ بمناھی

ناظرین پر واضح ہے کہ خاکسار رزقہ اللہ موجبات رضائہ نے بمقابلہ لاف زنی مرزا غلام احمد قادیانی دربارہ عدیم المثل ہونے اپنے کے خدا شناسی وتفسیر دانی میں امتحاناً اور محض اسکے اتنے بڑے دعوے توڑنے کیلئے کلمہ طیبہ کا معنے ظاہری طور پر اپنی کتاب شمس الہدائت کے ابتداء میں استفسار کیا تھا جسکے جواب پر قادیانی صاحب باوجود بے تعداد امروں معتقدین وغیرہ کے قادر نہ ہو سکے یہاں پر امروہی صاحب کے جہالات مرکبہ کے ظاہر کرنے سے پیشتر پبلک کو اس طرف غور دلائی جاتی ہے کہ دو سال کے عرصہ سے قادیانی کا جواب پر قادر نہ ہونا گیا اسکی لاف زنی مندرجہ ایام الصلح فارسی صہ۱۲۲ مسطورہ ذیل کو خاک میں نہیں ملا دیا۔ "ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد لاف برابری من زند من آشکارا میگویم وہیچ گونہ باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعویٰ محدثیت ومفسریت برمیفرازند وطائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند وگروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را چشتی وقادری ونقشبندی وسہروردی وچہا چہا گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارند۔" اور ظاہر ہے کہ ممتحن کو کلمہ طیبہ میں استفسار کرنیکی غرض صرف اتنی ہی تھی۔ جو پبلک پر ظاہر ہو چکی۔ اور قد تبین الرشد من الغی کا ظہور ہو گیا۔

اب ہم مختصر طور پر امروہی صاحب کی طرف عبارت متعلقہ جواب کو بعینہا بغیر آپکے مطاعن کے نقل کر کے اسکی قلعی کھولتے ہیں اور محققین عصر ومدققین دہر سے مثل جناب مولوی عبداللہ صاحب

پروفیسر لاہوری وجناب مولوی غلام احمد صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ وجناب مولوی غلام قادر صاحب وناظرین ہم سے منصفانہ رائے چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی تحریر واقعی جواب ہے۔ یا جہل مرکب ہو معلوم ہو کہ جس شق کو امروہی صاحب نے لیکر جواب دیا ہے اسکا حاصل تو یہ تھا کہ اگر الٰہ سے لاالٰہ الااللہ میں واجب الوجود لیا جاوے تو برہان استثنائیہ میں ترتب لفسدتا کا مقدم یعنی تعدد وجبا پر صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بجائے لفسدتا کے لما کانتا یا لما وجدتا چاہیئے تھا۔ کیونکہ قدم چونکہ وجوب کا لازم ہے۔ تو وجبا بر تقدیر تعدد سب کے سب قدیم ہی ہونگے اور بر تقدیر تخالف مرادُانکی ایجاد عالم کا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر ایک واجب مانع ہے نفوذ ارادہ دوسری سے جب عالم کا وجود ہی نہ ہوا۔ تو پھر فساد کہاں۔ اور نیز مزعوم مخاطبین یعنی مشرکین عرب کا شرک فی العبادت ہے نہ شرک فی الوجوب بدلیل قولہ تعالیٰ ولئن سئلتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ۔ باقی شقوق اعتراض کے چونکہ مجیب نے نہیں لئے اس لئے ہم بھی انکی تشریح نہیں کرتے۔ امروہی صاحب کی عبارت متعلقہ جواب یہ ہے۔ واضح ولائح ہو کہ محاورہ قرآن مجید میں بلحاظ تخصیص عقلی اور شرعی کے لفظ الٰہ سے مراد وہ معبود حقیقی ہے جو واجب الوجود لذاتہ ہے۔ صفحہ ۲۳ سطر ۸-۹-۱۰ بعد اُسکے نفی تعدد اور انحصار واجب الوجود فی فرد واحد پر دلائل عقلیہ ونقلیہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ پس معنے کلمہ توحید لاالٰہ الااللہ کے واضح اور صاف ہیں یعنی نہیں کوئی معبود حقیقی موجود سوا اللہ کے۔ پس اس میں کذب کہاں ہے۔ بلکہ معترِض خود محض کاذب ہے۔ اور آیت لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا بھی تعدد آلہہ کے بطلان کے لئے برہان قطعی ہے جس کو دوسرے مقام پر خود جناب باریتعالیٰ نے مفصل طور پر بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض سبحان اللہ عما یصفون۔ حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ولد متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ولد کیلئے ضروری ہے کہ اپنے والد کے اخص اوصاف میں مثلاً جیسا

ٓ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ یہ مضمون شمس الہدایت کے مصنف رضی کی کتاب تحقیق الحق سے چرایا ہوا ہے۔ جس مخلص کا ذکر امروہی صاحب نے دیباچہ کتاب میں لکھا ہے اُسی مخلص نے وہ کتاب قادیان میں پہنچائی تھی۔ باوجود اسکے پھر بھی جواب پر قدرت نہ پائی ۔ حروف درویشاں بدزد مردوں ؛ تا بخواند بر سلیمے او فسون ۱۲ منہ

کہ یہاں پر وجوب الوجود ہے ۔مشارک ہو۔ نہ وہ ولد کیا ہوا ۔ لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی ۔کیونکہ ولد تو والد سے مؤخر ہوتا ہے ۔ فاین وجوب الوجود ۔ اور نہ کوئی دوسرا الہ وجوب الوجود میں اُس کے ساتھ معیت رکھتا ہے کیونکہ اُس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان دونوں الہ کا تمہارے نزدیک متخالف بالذات ہونا واجب ہے یا نہیں ۔ بشق ثانی دونوں الہ بالضرور کسی ذاتی میں مشترک ہونگے ۔اور دوسری ذاتی میں متخالف ہونگے ۔ پس ترکیب لازم آئی ۔ اندریں صورت دونوں کی احتیاج اپنی اجزاء ذاتیہ کی طرف لازم آویگی وھو مناف لوجوب الوجود اور بشق اول متخالفان بالذات کے افعال کا متخالف ہونا بھی ضروری ہوگا ۔ اور اس کا اقل درجہ یہ ہے ۔ کہ عالم کا فساد لازم آئیگا اور نظام وارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جائیگا ۔لیکن ہم دیکھتے ہیں ۔ اور عالمان علوم طبعیات بخوبی جانتے ۔ کہ ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسری اشیاء عالم کے ساتھ منضبط ہے اور تمام اشیاء عالم باہم منتظم ومرتبط ہیں ۔ پس انتفاء تالی مستلزم ہے انتفاء مقدم کو وھوا لمطلوب اور یہی حاصل مطلب ہے آیت وما کان معه من الٰه اذا لذ ھب کل الٰه بما خلق کا ۔ اور دوسری دلیل ابطال تعدد الٰہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک الہ دوسرے الہ پر علو کامل چاہیگا ۔ اذالاله من له غایة الکمال ولا یکون علوا لالھیة الا بالعلو الکامل اور دوسرا الہ اسی طرح پر علو کامل من کل الوجوہ کا مقتضی ہوگا ۔ لیکن ہر ایک الہ کا علو کامل دوسرے الہ پر محال ہے اور یہی معنی ہیں ۔ لعلی بعضھم علی بعض کے ۔ پس اس کی طرف نسبت ولد اور شریک کے ہرگز جائز نہیں اور اسکی ذات پاک ہے ۔ ان دونوں بہتانوں سے اور یہی معنی ہیں ۔ سبحان اللہ عما یصفون کے فبطل التعدد وثبت التوحید بناء علیه اگر ارادہ استحقاق للعبادت کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے لیا جائے تو مستلزم لفسدتا کو ضرور ہوگا ۔ لما مراستدلاله تفصیلا انتہی ملخصًا ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ محرر سطور عفاعنہ رب الغفور اہل علم کی خدمت میں ملتمس ہے ۔ کہ ہم اُن مقدمات خطابیہ کی طرف (جن پر استدلال مذکور کا توقف ہے اور جن کی وجہ سے اس استدلال کو برہان نہیں کہا جاسکتا) تطویل کے خوف سے ناظرین کو توجہ نہیں دلاتے صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں کیا یہ تحریر دو ورق اُس چھوٹی جیسے ٹکڑے سوال کا جواب ہے جو پہلے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے یا صرف شرح آیات ۔ برائے خدا

کوئی امروہی صاحب سے پوچھے کہ کیا تجھے مرزا صاحب نے زرنقد جماعت کی چندہ کی اسی لئے عطا فرمائی تھی۔ کہ فقط چند آیات قرآنیہ کی تفسیر لکھ دیجاوے اور وہ بھی تفسیر کبیر وغیرہ کے دلائل محررہ کا ترجمہ اپنے نام سے منسوب کیا ہوا ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے مزید یاں عطیہ ملتمس اور زاری کر کے اپنی جان کو جولاؔ کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی تھی خلاص کرنا چاہا تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے

؎ زدریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد سر ٭ تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

ادھر تو وہ بیچارہ جکڑا ہوا من انصاری پکار کر چلا رہا ہے۔ اور ادھر امروہی صاحب زرنقد لیکر اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کا مصداق بنا۔ ظاہر ہے کہ تعدد وجوب کی تقدیر پر عالم کا وجود ہی متصور نہیں لما مر فی شق الاعتراض اور فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے علماء عصر پر عبارت مذکورہ امروہی صاحب سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ امروہی نے جہل مرکب کا پورا پورا ثبوت دیا مگر اُس کی چالاکی قابل آفرین ہے کہ اپنی جہالت کے اوپر پردہ ڈالنے کیلئے منہیہ میں لکھدیا۔ کہ زدا ضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا ایسا تعاقب کیا ہے۔ کہ جدھر کو مؤلف گیا ہے۔ اُدھر ہی کو ہم بھی اسکے ساتھ گئے ہیں الخ حاشیہ صفحہ ۲۶ میں کہتا ہوں۔ ہاں بے شک یہ کہنا آپ کا بجا اور سچ ہے۔ نافہم طالب علم کا یہی وتیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے طوطی کی طرح صرف الفاظ بعینہا کہتا چلا جاتا ہے۔ گویا مجیب نے صاف صاف سچ کہدیا۔ کہ میں شمس الہدایت کے اس مقام میں بزا خفش ہوں۔ **قولہ** حاشیہ صفحہ ۲۶ حال آنکہ اس محل پر لفظ عنوان موضوعی اور محمولی لکھنا سرتاپا غلط ہے۔ **اقول** لیجئے ہم ہی پڑھا دیتے ہیں۔ اس عبارت کا تعلق کلمہ لا الہ الا اللہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ بر تقدیر ارادہ استحقاق للعبادت کے مدعی اور براہین میں بھی بوجوب التطابق یہی معنے مراد ہوگا۔ اور بنا بر مسئلہ استیلاء صفاتی الخ تعدد وجوب استحقاق براہین میں مستلزم لما کان تنا یا لما فسدتا کو نہیں ہو سکتا۔ بعد اس تشریح کے بھی اگر آپ صرف سوال ہی کی تقریر ہمارے سامنے بیان کریں تو بھی آپ کو آفرین کہیں گے۔ جواب کو تو ہم نے معاف کیا۔ اور سنئیے بعد اسکے صفحہ ۲۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ (لیس مؤلف پر ضروری ہے کہ صفات احدیت وصمدیت مسئلہ مجعولہ خود یعنی استیلاء صفاتی بعضہا علی البعض کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اوّل ثابت کرے کہ صفات احدیت وصمدیت میں استیلاء بعضہا علی البعض ہے۔ تب ہم بھی

اس مسئلہ استنیل، صفائی بعضہا علی بعض پر گفتگو کریں گے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں۔ یہ چالاکی بھی قابل آفرین ہے۔ اپنی نافہمی کو کس پیرایہ میں چھپایا۔ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ ہم نے اس سوال کے سارے مقدمات کو نہیں سمجھا اور نہ شیخ اکبر اور تفتازانی کے جواب تک پہنچے ہیں۔ ان کے جوابات کی اصلاح کیسے کریں۔ پھر اسی صفحہ میں کودن طالب علم کی طرح شمس الہدئیۃ کی عبارت کو پڑھے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ (اور سلمنا کہ ازلیت امکان مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض الالہ موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لا الہ موجود بالضرورت اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اس کا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وارد کیا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں قولہ اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا۔ صاف شہادت دے رہا ہے کہ مجیب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا تب ہی عبارت مذکورہ شمس الہدائیت کو بے ربط ٹھہرایا۔ لہذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب صاحب اس سارے جواب میں ع اس راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است۔ کا مصداق ہو رہا ہے۔ ہم اس مقام کے سوال اور جواب مشرح لکھنے کے اُسی صورت میں مجاز ہیں کہ قادیانی صاحب معہ اپنے معاونوں کے صریح لفظوں میں اپنی جہالت کا تفسیر دانی سے اقرار کریں اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ نہ تو یہ اعتراض لاحل تھا۔ اور نہ شیخ اکبرؒ وغیرہ علماء کرام کے جواب پر اعتراض اعتقاداً کیا گیا تھا۔ بلکہ محض امتحاناً مدعی کا دعویٰ توڑنے کیلئے لکھا گیا۔ الحمد للہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا۔ کہ جو شخص کلمہ طیبہ کے معنے ظاہری علمی طور پر نہیں لکھ سکتا وہ تفسیر نویسی میں سر آمد بناء زمان کیسا ہو سکتا ہے۔ بعد اسکے اسی صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں (اگر کلمہ توحید کو موجہات کا لباس پہنا کر سمجھنا ہے۔ تو یوں کہیئے۔ کہ لا الہ غیر اللہ موجود بالضرورت کیونکہ یہاں پر حرف الا موجود ہے۔ جو بمعنے غیر ہے[1]۔ اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں علماء عصر کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ کلمہ الا بمعنے غیر لا الہ الا اللہ میں کہنا کیا جہالت نہیں ہے۔ کافیہ پڑھنے والا بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ الا بمعنے غیر ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ مشروط ہے بدیں شرط اذا کانت تابعۃ لجمع منکور غیر محصور نحو لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ سوچا کہ (کلماتُ الاستثناء ھل وضعت لاحکام

[1] امروہی صاحب کی نحو دانی تو لا الہ الا اللہ میں الا بمعنی غیر کے لکھنے سے معلوم ہو گئی ہے ۱۲ منہ

مخالفۃ لما قبلہا ثابتۃ لما بعدہا اولاخراج ما بعدہا وجعلہ فی حکم المسکوت عنہ)
تو مراحل در کنار رہا۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ سوال متعلق کلمۂ طیبہ بمعہ جواب اسکے کئی سال پہلے اس کے
مطبع مصطفائی لاہور میں جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ میں طبع کرا کر شائع کر دیا تھا۔ اور یہ جواب امروہی
صاحب کا اُسی کی نقل ہے۔ مگر علمی لیاقت کا ماشاءاللہ مجیب کو اتنا زور ہے کہ عرصہ ایک سال کامل تک
اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا اور تاخیر جواب کا عذر یہ لکھتے ہیں کہ ہم کو کتاب شمس الہدایت نہیں بھیجی گئی۔
ایہا الناظرون جناب مولوی نورالدین کا خط مطبوعہ الحکم شاہد کافی ہے جس میں جناب موصوف نے
خاکسار پر ۱۲ سوال وارد کئے تھے۔ بل رفعہ اللہ کے متعلق امروہی صاحب نے حسب قواعد فائدہ جلیلہ
کے بزعم خود رفع روحانی کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر ہنوز دہلی دُور است۔ خلاصہ اسکا یہ ہے مابعد بل یعنی
رفع جو کنایہ اعزاز و تکریم سے ہے۔ اسمیں اور ماقبل بل یعنی قتل صلیبی میں جو بحکم تورات مستلزم لعن ہے تنافی
اور تضاد ہے۔ کیونکہ ملعون معزز عنداللہ نہیں ہوتا۔ یہی ہے خلاصہ اُسکے جواب کا۔ اس مقام میں میں کہتا ہوں
بجواب الجواب اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ کہ کنایہ میں چونکہ تعذر معنی حقیقی کا نہیں ہوتا بخلاف مجاز کے
لہٰذا درصورت کنایہ بھی بمقتضائے قصر قلب قتل اور رفع روحانی میں تضاد چاہیئے۔ پھر دریافت کیا جاتا ہے
کہ کہاں ہے توریت کا حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے۔ وہ ملعون عنداللہ ہوگا خواہ بے گناہ ہی ہو
کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو یا تیر سے یا تلوار سے یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے شہداء میں بموجب احکام
توریت و قرآن مجید کے داخل نہیں ہیں۔ کوئی مومن بہ کتب سماویہ اس کا انکار کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مرزا جی کو
بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے آیت تورات کا مطلب سمجھنے میں نہیں آیا۔ صرف ۲۳ آیت (کیونکہ وہ جو پھانسی دیا
جاتا ہے خدا کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر ۲۲ آیت کو پڑھ کر تدبر فرماویں تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ خاص وہ شخص جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا ہو بائیسویں
آیت یہ ہے (اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو۔ جس سے اُس کا قتل واجب ہو۔ اور وہ مارا
جاوے۔ اور تو اسی درخت میں لٹکا دے۔ ۲۳ تو اُسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ
تو اُسی دن اُسے گاڑ دے۔ کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔
ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع غیر مجرم تھے تو بنا بر واقع ماقبل بل
یعنی قتل اور مابعد اُسکے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا۔ بلکہ مقتول غیر مجرم عنداللہ

متفرع ہوا۔ اور اگر مسیح کو مجرم بزعم یہود خیال کر کے تنافی پیدا کی جاوے۔ تو بحسب علم المتکلم بھی ضروری ہے۔ تاکہ قصر قلب کے رو سے وجود وصف مزعوم مخاطب کا متصور نہ ہو اور کتب معانی کا بیان شروط قصر میں قاصر ہے۔ دیکھو سید شریف و دسوقی وغیرہ قال عفی عنہ ربہ فی شمس الہدایت صہ۹ سطر ۱۷۔ جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا قتلوہ۔ اس پر ہمارے ایک بزرگ اور مہربان کا اعتراض۔ آپ فرماتے ہیں (بل رفعہ اللہ الیہ) کو مقولہ یہود (انا قتلنا المسیح) کے ابطال کے لئے کہنا چاہیئے نہ قتلوہ کے لئے۔ کیونکہ قتلوہ کلام الٰہی میں واقع ہے مقولہ یہود کا نہیں۔ اقول جواباً گذارش ہے۔ کہ علم معانی کے خبرداروں پر ظاہر ہے۔ کہ قصر قلب اعنے تخصیص (شئے بمکان شئے) میں مخاطب کا معتقد بہ عکس اور برخلاف ہوتا ہے۔ اس حکم کے لئے جس کو متکلم ذکر کرتا ہے کما قالوا والمخاطب بالثانی من یعتقد العکس ای عکس الحکم الذی اثبتہ المتکلم۔ لہٰذا قتلوہ یہود کا مزعوم ہوا۔ جو بر عکس اور مخالف ہے ماقتلوہ کے۔ اور قصر قلب کو بوجہ قلب حکم مخاطب کے قصر قلب کہتے ہیں۔ قال العلامۃ ویسمے ھٰذا القصر قصر قلب لقلب حکم المخاطب یعنی اگر مخاطب کا مزعوم حکم ایجابی ہے۔ تو متکلم تردید میں اسکے حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ذکر کریگا۔ وبالعکس قال ایضاً فالمخاطب بقولنا ما زید الا قائم من اعتقد اتصافہ بالقعود دون القیام پس ما زیدٌ الا قائمٌ کو جو حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ہے تردید و ابطال مزعوم مخاطب یعنی زیدٌ قاعدٌ حکم ایجابی کے لئے کہیں گے ایسا ہی ماقتلوہ کو تردید و ابطال قتلوہ کے لئے اولاً و بالذات کہیں گے اور قتلوہ چونکہ مزعوم مخاطب سے تعبیر ہے مثل انا قتلنا کے لہٰذا قتلوہ کا ابطال مستلزم ہوا۔ انا قتلنا کے ابطال کو۔ اور اثبات وصف منافی اگرچہ سلب وصف مقابل کا افادہ دیتا ہے۔ لیکن بغیر تصریح بالسلب کے تنبیہ علی رد المخاطب نہیں ہو سکتی جس کا اظہار متکلم کو منظور ہے کما قال ایضاً فانقلت اذا تحقق تنافی الوصفین فی قصر القلب فاثبات احدھما یکون مشعراً بانتفاء الغیر فما فائدۃ نفی الغیر و اثبات المذکور بطریق الحصر قلت الفائدۃ فیہ التنبیہ علی رد المخاطب اذ المخاطب اعتقد العکس فان قولنا

زیدٌ قائمٌ وان دل علی نفی المقصود لکنہ خالٍ عن الدلالۃ علی ان المخاطب
اعتقد انہ قاعد۔ ان عبارات مسطورہ بالا سے واضح ہے کہ حکم سلبی کلام قصری کا تردید
ہے مزعوم مخاطب یعنی حکم ایجابی کے لئے۔ چنانچہ حکم ایجابی تردید ہے حکم سلبی کے لئے۔ لہٰذا
ما قتلوہ تردید ٹھہری حکم ایجابی یعنے قتلوہ کی جو تعبیر ہے مزعوم یہود سے من جانب
المتکلم سبحانہ وتعالیٰ۔

اور نیز معلوم ہو کہ مزعوم مخاطب عام ہے مقولہ مخاطب سے یعنے صرف حکم ایجابی یا سلبی مخاطب
کا مزعوم ہے اور خصوصیات تکلم یا غیبوبت عند التعبیر خارج ہیں ذات مزعوم سے۔ اُسی مزعوم
سے مخاطب بصیغہ متکلم اور متکلم مُرَدِّدُ بصیغہ غائب تعبیر کریگا۔ گویا صیغہ متکلم اور غائب
تعبیرات موارد تحقیق میں سے ہوئی مزعوم مخاطب کیلئے۔ لہٰذا تردید مزعوم مستلزم ہے تردید مقولہ کو
چنانچہ آیت (وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ) میں حکم سلبی یعنی ما قتلوہ تردید ہے مزعوم یہود
یعنے حکم ایجابی کے لئے جس کو یہود نے (انا قتلنا المسیح) سے تعبیر کیا اور متکلم مُرَدِّدُ نے بصیغہ
غائب یعنے قتلوہ سے تعبیر کی۔ کما قال اللہ تعالیٰ انھم یحسنون صُنعا اور وہ خود
تعبیر کے وقت انّا اَحْسَنَّا صُنعاً کہیں گے۔ وایضاً قال اللہ تعالیٰ فما کان لشرکائھم
فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم۔ اب اس آیت میں
حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے مزعوم مشرکین کا بیان بصیغہ غائب ہے یعنی شرکائھم۔ اور
انکی جانب سے تعبیر لِشُرکائنا کے ساتھ بصیغہ متکلم ہوگی۔ پھر ساءَ ما یحکمون تردید ہے مزعوم
مذکور کے لئے۔ ایسا ہی علامہ کی عبارت اخیرہ میں مزعوم مخاطب سے تعبیر انہ قاعدٌ) کے
ساتھ بالاضمار ہے اور مخاطب کا مقولہ زید قاعدٌ بالاظہار ہے الغرض اہل معانی کی عبارات
مشہورہ مثل من یعتقد العکس اور ویسمی قصر القلب لقلب حکم المخاطب
وغیرہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حکم قصری قلب اور تردید ہے حکم مخالف یعنی نقیض اپنی کا
اوّلاً وبالذات اور تردید ہے مقولہ مخاطب کیلئے ثانیاً وبالعرض۔ نام کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ما زیدٌ
قائماً بل قاعدٌ) تردید ہے زیدٌ قائمٌ کیلئے اوّلاً وبالذات اور مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض
مثلاً صورت مسطورہ میں فرض کیا کہ زاعم زید ہی ہو تو مقولہ اُسکا انا قائمٌ ہوگا اور بعد ملاحظہ اتحاد

معنون زید اورانا کے زیدٌ قائمٌ کی تردید انا قائمٌ کی تردید بھی جاویگی۔ چنانچہ مانحن فیہ میں نا اور واو ضمیر انا قتلنا اور قتلوہ میں دونوں تعبیر ہیں یہود سے لہٰذا قتلوہ کی تردید قتلنا کی تردید ہے ہاں جس صورت میں مزعوم سے تعبیر بمقولۂ مخاطب کی جاوے تو تردید مزعوم عین تردید مقولہ کی ہوگی چنانچہ ما اتخذ اللہ من ولد میں اتخذ اللہ ولداً مزعوم بھی ہے اور مقولہ بھی کما قال تعالیٰ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحانہ الخ بخلاف مانحن فیہ کے کہ یہاں پر مزعوم یہود کا قتل صادر از یہود و واقع بر مسیح) ہے جس سے یہود قتلنا المسیح کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور غیر یہود بوقت بیان مزعوم اُنکے قتلوا المسیح سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ منشاء اعتراض نہ صرف فن معانی ہی سے بے خبری ہے بلکہ ایساغوجی کی مبحث تناقض کی طرف بھی توجہ نہیں۔ کیونکہ سالبہ شخصیہ کی نقیض موجبہ شخصیہ ہوتا ہے اور صدق احد النقیضین یستلزم کذب الاخر ایک مشہورہ مقدمہ ہے بناءً علیہ صدق ماقتلوہ کا مستلزم ہوگا کذب قتلوہ کو جناب کو اگر مضمون مذکورہ کی طرف توجہ ہوتی تو (قتلوہ) کے باطل ٹھہرانے کو مستبعد خیال نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ زید کے مزعوم اور مقولہ مثلاً ضربت عمرواً کو جبکہ خالد نے رد کرنا چاہا تو ماضرب عمرواً کہیگا جو تردید ہے اپنی صریح نقیض کیلئے یعنی ضرب عمرواً جسکا ابطال مستلزم ہے بطلان ضربت عمرواً کے لئے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل جو مستتر ہے۔ ضرب میں اور تا ضربت کی دونوں کا معنون زید ہی ہے۔

اور نیز واضح خاطر ناظرین ہو کہ مورد ابطال قتلوہ ہے مگر بعد اعتبار الحکم المزعومی کیونکہ ماقتلوہ میں ایک ہی حکم سلبی ہے لعدم اشتمال القضیہ علی الحکمین مطلقاً گویا قتلوہ بعد اعتبار الحکم مصداق ہوا العکس کیلئے جو کہ اہل معانی کی عبارت ہذہ میں واقع ہے والمخاطب بالثانی یعتقد العکس اور شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مطلب ٹھہرا کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے عکس ماقتلوہ کا باطل کیا گیا یعنی قتلوہ جو نقیض ہے ماقتلوہ کی جسکا ابطال مستلزم ہے بطلان قتلنا المسیح کو۔

سوال: یہود کا مزعوم جبکہ قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ ٹھہرا کما صرح بہ آنفا تو شمس الہدایت کے صد۱۳ س ۱۸ پر جو لکھا ہے (کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے) اس کا کیا معنے ہوا؟

جواب

یہاں پر تجرید اضافی ہے بہ نسبت وصف منفی ہونے کے۔ چنانچہ اسی سطر پر لکھا ہوا ہے (قطع نظر منفی

ہونے اسکے سے) یعنے گو کہ قتل وصلب بزعم یہود اُن سے صادر ہو کر مسیح پر واقع ہوئی ہیں۔ مگر (نفس قتل) اسلیئے بولا گیا ہے کہ قتلوہ چونکہ بوجہ نقیض ہونے ماقتلوہ کے مع الحکم الایجابی ملحوظ ہے کیونکہ امر تو منفی ہونیکی وصف سے تجرید ضروری ٹھہریگی یعنی قتلوہ جملہ مستقلہ ہوگا۔ نہ درضمن ماقتلوہ کے۔ چنانچہ فائدہ جلیلہ کی سطر ۱۷ پر لکھا ہے (حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولے یعنے قتلوہ کیلیئے) ہاں جملہ ہونا اسکا بعد اعتبار انہ نقیض الحکم القصری) ہے الحاصل بل رفعہ اللہ الیہ ابطال ہوا عکس ماقتلوہ کا۔ یا یوں کہیں ابطال ہوا قتلوہ کا مگر بعد اعتبار الحکم الایجابی ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فتامل فلا تعجل۔ اور اسی پر دال ہے شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ کے بعد کا جملہ تعلیلیہ۔ دیکھو سطر ۱۹ صفحہ مذکور پر (کیونکہ نفی حکایت میں ہے۔ نہ محکی عنہ میں) محکی عنہ سے مراد اسجگہ پر مزعوم مخاطب کا ہے۔ جس سے قتلوہ جملہ مستقلہ کے ساتھ منجانب المتکلم تعبیر کی جاسکتی ہے کما یدل علیہ ماقال العلامۃ۔ قلت الفائدۃ فیہ التنبیہ علی رد المخاطب اذ المخاطب اعتقد العکس الخ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ماقتلوہ میں تنبیہ ہے اوپر تردید یہود کے۔ کیونکہ وہ عکس کے معتقد تھے۔ یعنے قتلوہ کے اور نفی محکی عنہ یعنی مزعوم مخاطب اور حکائیت یعنی قتلوہ دونوں میں نہیں۔ ہاں حکایت بکلام قصری یعنے وماقتلوہ میں نفی ہے گویا متکلم کی جانب سے دو حکایتیں ہوئیں جن کا محکی عنہ جدا جدا ہے ایک قتلوہ جس کا محکی عنہ مزعوم یہود ہے۔ اس حکایت اور محکی عنہ دونوں میں نفی نہیں۔ دوسری وقتلوہ جس کا محکی عنہ نسبۃ واقعیۃ موجودۃ بوجود المنشاء یا موضوع من حیث انہ یصح انتزاع النسبۃ عنہ) ہے۔ فلا یرد انہ لابد لصدق القضیۃ من المطابقۃ للمحکی عنہ فی الثبوت والانتفاء فکیف یعم اعتبار المنفی فی الحکایۃ لافی المحکی عنہ لما عرفت ان الحکایۃ المعتبر فیھا النفی لیست حکایۃ عن المحکی عنہ المزعومی المراد فی العبارۃ المذکورۃ۔ اور نیز معلوم ہو کہ فائدہ جلیلہ کی بنا تحقیق پر ہے نہ صرف ان امور پر جو محض شہرت پذیر ہیں۔ لہذا بل رفعہ اللہ الیہ کا نص ہونا رفع جسمی مسیح میں ایک ہی امر تحقیقی واقعی پر مبنی ہے جو کہ بہ تجدد اصطلاحات متغیر نہیں ہوسکتا۔ یعنی تنافی بین القتل المزعومی والرفع الجسمی امر واقعی ہے پس جبکہ اثبات رفع کا سلب القتل کیا گیا تو بالضرور ابطال مزعوم یہود پر علی طرز الاستدلال دال ہوگا۔ کیونکہ مزعوم

یہود کی تردید گو کہ صرف سالبہ شخصیہ یعنی وما قتلوہ سے ہے مگر اثبات رفع جو وصف منافی للقتل المزعوم ہے بمنزلہ اقامۃ الدلیل علی خلاف مزعوم المخاطب ہوگا۔ اسلئے بل کو ابطالیہ نام رکھا گیا یعنے مابعد اُسکا دلیل ہے بطلان مزعوم مخاطب پر فاندفع ما قیل وایضاً لایظھر وجہ تسمیۃ بل بالا بطالیۃ لحصول الابطال بکلمۃ ما لا ببل خواہ اثبات رفع در رنگ فعلیہ کے ہو یا اسمیہ کے یعنی وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ ہو یا بحسب الاول ماکان المسیح مقتولا بایدی الیھود یقینا بل کان مرفوعاً الیہ) کی طرف راجع ہو۔ کیونکہ معیار استدلال دونوں صورتوں میں مشترک ہے۔ وھو التنافی المذکور ہاں درصورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکو عاطفہ کہنا اور بر تقدیر وقوع جملہ کے اُسکو ابطالیہ نام رکھنا مبنی علی الظاہر ہے۔ کما زعمہ ابن ھشام وغیرہ من النحاۃ وھو خلاف التحقیق کما نص علیہ بحر العلوم فی شرح مسلم الثبوت ونقلنا عبارتہ فی ھذہ العجالۃ الحاصل فائدہ جلیلہ کا مدعیٰ یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کا نص ہونا رفع جسمی میں ہر صورت میں اور ہر تقدیر پر ثابت ہے خواہ قصر اصطلاحی یعنی تخصیص (شیئے بشیئے بطریق مخصوص) ہو یا کہ قصر غیر اصطلاحی مثل اختص الرفع الیہ بالمسیح او المسیح مقصود علی الرفع اور بر تقدیر قصر اصطلاحی کے طرق رابعہ مشہورہ میں سے ہو یا نہ کیونکہ اثبات الرفع مع سلب القتل بعد تحقق التنافی بینہا کافی ہے حصول مدعا کے لئے۔

اب ہم بناء بر مشہور بھی مدعا کو بپایہ ثبوت پہنچاتے ہیں ما کان المسیح مقتولاً یقینا بل مرفوعاً الیہ) جو مساوق ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کے لئے کلام قصری مشتمل بر قصر قلب ہے۔ اور طرق اربعہ میں سے قصر بالعطف ہوا کیونکہ درصورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکا حرف عطف ہونا اتفاقی ہے۔ اور وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ میں بغیر ارجاع مذکور کے بل رفعہ اللہ ابطال مزعوم یہود کا افادہ دیگا لتحقق التنافی یعنے ابطال ماقتلوہ کے لئے نہیں اور نہ ابطال قتلوہ کے لئے بغیر اعتبار الحکم الایجابی بلکہ قتلوہ جو جملہ مستقلہ اور نقیض ہے ماقتلوہ کی اس کے بطلان پر دال ہوگا۔ ہاں بل رفعہ اللہ الیہ نظر بہ ما قتلوہ کے ابتدائیہ محض انتقال کے لئے ہوگا اور یہ تقدیر تا وقتیکہ ضروری الارادہ ہونا اس کا اور یا

ممتنع المراد ہونا شق اول یعنی ابطالیہ کا ثابت نہ کیا جاوے ہمارے مدعی کو مضر نہیں وَدُونَہٗ خرط القتاد اور اختلاف احکام نظر باختلاف لحاظ کثیر الوقوع ہے کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آیت (وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون) میں ابطالیہ ہونا بل کا بلحاظ مقولہ ہے نہ قول کے اور ابتدائیہ ہونا اسکا بلحاظ قول ہے نہ مقولہ کے کما قال العلامۃ الصبان قولہ نحو وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ الخ ای قبل فی نحو ذلک للاضراب الابطالی بناءً علی ان المضرب عنہ المقول بالمیم اما اذا کان المضراب عنہ القول فالاضراب انتقالی اذ الاخبار بصدور ذالك منہم ثابت لایتطرق الیہ الابطال انتہی اور ظاہر ہے کہ اضافات بر تقدیر تعدد مضاف الیہ کے باہم مجتمع ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ ابوۃ و نبوۃ زید ہی مثلاً باپ ہوسکتا ہے بہ نسبت عمرو کے اور بیٹا بھی ہوسکتا ہے بہ نسبت خالد کے۔ لہٰذا بل کا ابطالیہ اور انتقالیہ ہونا نظر باختلاف مضاف الیہ معاً ہوسکتا ہے۔ الغرض ابطالیہ ہونا اُسکا بہر کیف ثابت ہے انتقالیہ ہونا اسکا منافی نہیں لتعدد المضاف الیہ کما عرفت مفصلا۔ دوبارہ معروض ہے کہ اگر معترض صاحب کو علم معانی و منطق و نحو کے تصریحات مذکورہ بالا سے اطمینان نہ ہو تو ہم قرآن مجید سے ہی نظیر محل نزاع کے مطابق تصریح شمس الہدائیت کے دکھا دیتے ہیں۔ دیکھو ما اتخذ اللہ من ولد سورہ مومنون۔ سالبہ شخصیہ صادقہ باریتعالیٰ کا مقولہ ہے اور نقیض صریح اسکی اتخذ اللہ ولدا موجبہ شخصیہ کاذبہ مزعوم ہے مشرکین کے لئے اور اسی اتخذ اللہ ولدا کا ابطال اس آیت وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون۔ سورہ الانبیاء میں کیا گیا ہے۔ اب کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ما اتخذ اللہ من ولد کی نقیض یعنی اتخذ اللہ ولدا کا ابطال نہیں ہوا یا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس سے قول الٰہی کا ردو بدل لازم آتا ہے ہرگز نہیں۔ تو ایسا ہی وماقتلوہ کی نقیض صریح یعنی قتلوہ کو بل رفعہ اللہ الیہ سے باطل کہنے میں کونسا ردو بدل کلام الٰہی میں آگیا۔ اگر کہا جاوے کہ بل عباد مکرمون اتخذ الرحمن ولدا کے بعد مذکور ہے نہ ما اتخذ اللہ من ولد کے بعد تاکہ ماقتلوہ الخ کی نظیر بن سکے۔ تو جواباً گذارش ہے۔ کہ بعد تسلیم اتحاد مضمون دونوں کلاموں یعنے اتخذ الرحمن

د للا اور اتخذ الله من ولدٍ کے عذر مذکور قابل سماع نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل کا انفصال دعوے سے اور جواب کا سوال سے قرآن کریم کی طرز کے مخالف نہیں۔ دیکھو وقالوا یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون اور جگہ ہے اور جواب اس کا ما انت بنعمة ربک بمجنون دوسری سورت میں۔ بس بیت ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم ؎ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ص۳۰ **قولہ**۔ اے ناظرین برائے خدا بحکم الانصاف احسن الاوصاف ذرا انصاف فرمایا جاوے۔ جس مسئلہ کی نسبت ایک شور وغل مچ رہا تھا۔ کہ خلاف اجماع ہے اب اسکی نسبت مؤلف رسالہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل تحقیق رفع جسم برزخی کے بھی قائل ہیں پھر مؤلف صاحب سے عرض ہے۔ کہ ہم لوگوں کو آپ اہل تحقیق میں ہی رکھیئے اور آپ تو عوام اور کافہ اہل اسلام میں شامل ہیں حضرت کیا ایسے ہی مسئلہ کو ثابت بالاجماع کہا جاتا ہے۔ جس میں اہل تحقیق اُسکے مخالف ہوں! اقول کاش! اگر آپ شمس الہدائیت کو کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے۔ تو اتنی رسوائی آپ کو حاصل نہ ہوتی۔ اتنے بڑے فخر او تعلی کے بعد جب جہالت در جہالت ظاہر ہو تو پھر حیادار کیلئے زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ناظرین خدارا الصاف شمس الہدائیت کی عبارت میں (الا بعض اہل تحقیق) اضافت کے ساتھ ہے۔ یعنی اہل تحقیق میں سے بعض۔ مطلب یہ ہُوا۔ کہ اکثر اہل تحقیق نے تو صرف رفع بجسم عنصری ذکر کیا ہے۔ مگر بعض اہل تحقیق میں سے قائل برفع جسم عنصری برزخی کے ہیں یعنی جسم عنصری بعد سلب شہوة طعام وشراب اُٹھایا گیا۔ امروہی صاحب نے (بعض اہل تحقیق) کو مرکب توصیفی سمجھ کر بے وقت راگنی حسب عادت ہانکنی شروع کر دی۔

سوال

(بعض اہل تحقیق) ترکیب اضافی کی تقدیر پر جب مفاد یہ ٹھہرا کہ اہل تحقیق میں سے بعض قائل رفع جسم برزخی ہوئے ہیں پھر رفع جسمی پر اجماع نہ رہا۔ اور نیز یہ امر قابل تسلیم ہی نہیں کہ اہل تحقیق کے دو ایسے متخالف مذہب ہوں۔ حق تو ایک ہی ہُوا کرتا ہے۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔ اور نیز بعد الاختلاف فی رفع اتفاق فی النزول ممکن نہیں۔

جواب

پہلے یہ بیان کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ مراد بعض سے (بعض اہل تحقیق) میں کون ہے۔ سو معلوم ہو کہ ایک تو محدث دہلوی المعروف بہ شاہ ولی اللہ اور دوسرے شیخ محی الدین بن عربی۔ اور جسم برزخی سے مراد ان دونوں حضرات کی وہی جسم عنصری ہے مگر بعد سلب کر لینے شہوت طعام و شراب وغیرہ ضروریات بشریہ کے۔ جیسا کہ حقیقی برزخی بعد الموت مسلوب الشہوت ہوتا ہے۔ برزخی کو بمعنے مسلوب الشہوت لینے کی وجہ یہ ہے۔ کہ دونوں صاحبوں کا مذہب حیات مسیح کا ہے۔ دیکھو حضرت شیخ فتوحات باب ۳۶۷ حدیث معراج میں لکھتے ہیں:۔ فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء واسکنہ بھا وحکمہ فیھا وھو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ واحدۃ وارجوان ادرکہ فی نزولہ انشاء اللہ تعالیٰ (فتوحات مکیہ) یعنی حضرت عیسیٰ ابتک زندہ ہے مرا نہیں اور نیز فتوحات کے باب پانچ سو چھترویں میں فرماتے ہیں اعلم وفقنا اللہ وایاک ان من کرامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ربہ ان جعل من امتہ رسلا ثم انہ اختص من الرسل من بعدت نسبتہ من البشر فکان نصفہ بشرا ونصفہ الاخر روحا مطہرا ملکا لان جبریل علیہ السلام وھبہ لمریم علیہا السلام بشرا سویا رفعہ اللہ الیہ ثم ینزلہ ولیا خاتم الاولیاء فی آخر الزمان بحکم انشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی امتہ الخ فتوحات کی نقلیں اس مسئلہ کے پہلے گذر چکی ہیں۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ فوز الکبیر میں لکھتے ہیں: نیز از ضلالت ایشاں یعنی نصاریٰ یکے آنست کہ جزم میکنند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول شدہ است وفی الواقع در قصہ عیسیٰ اشتباہے واقع شدہ بود۔ رفع بر آسمان را قتل گمان کردند و کابر آعن کابر ہمان غلط را روایت نمودند۔ خدا تعالیٰ در قرآن شریف ازالہ شبہ فرمودہ کہ ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم انتہیٰ اور شاہ صاحب چونکہ ترجمۃ القرآن میں (فلما توفیتنی) کے تحت لکھتے ہیں:۔ پس ہرگاہ کہ برداشتی مرا اور میرانندی مرا نہیں کہتے۔ لہٰذا رفع سے جو فوز الکبیر میں ہے رفع روحانی لینا از قبیل توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہوگا۔ بعد تمہید ہذا مطلب عبارت شمس الہدایت کا یہ ہوا کہ کافۂ اہل اسلام اور اکثر اہل تحقق نے صرف حیات مسیح اور رفع بجسدہ العنصری کا ذکر کیا ہے۔

بغیر تحقیق اس امر کے کہ جسم عنصری کا رفع بعد سلب الشہوت کے۔ الغرض اس میں خوض ہی نہیں کیا۔ بخلاف بعض کے اہل تحقیق میں سے کہ وہ گو کہ قائل بحیات و بہ نزول دوبارہ مسیح کے ہیں۔ مگر انہوں نے مسلوب الشہوت ہونے کو بھی ملحوظ رکھا۔ اختلاف صرف ذکر کرنے مسلوب الشہوت و عدم ذکر اسکے میں ہوا۔ نہ حیات و ممات میں اور مراد نزول سے اس قول میں (مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) نزول جسمی ہے اور ظاہر ہے کہ کافۂ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق کا اتفاق فی النزول الجسمی فرع ہے۔ اتفاق فی الرفع الجسمی کے حاصل یہ ہوا کہ بعض اہل تحقیق کی مخالفت کافۂ اہل اسلام سے صرف تعبیر برزخی میں ہے اور یہ اس امر کی منتج نہیں کہ انکے نزدیک رفع اور نزول روحانی ہو بلکہ وہ بھی رفع اور نزول جسمانی ہی کے قائل ہیں چنانچہ انکی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

سوال

بجائے برزخی کے اگر مسلوب الشہوت ہوتا۔ تو ناظرین عبارت شمس الہدائیت کو دقت نہ ہوتی؟

جواب

مصنف کو نقل بعینہ منظور تھا۔ دیکھو فیوض الحرمین اور تفسیر محی الدین بن عربی رض۔

سوال

نقل بعینہ کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

مقصود اس سے دفع وہم کا ہے جو ناظرین کو برزخی کے لفظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے واقع ہوتا تھا۔ بناءً علیہ حضرت شیخ اور محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی قائلین بوفات المسیح سے شمار کیا جاتا تھا۔ لہذا بعد ذکر کرنے (برزخی) کے (مگر نزول مسیح الخ) کے ساتھ دفع کیا گیا والا اتنا ہی کافی تھا کہ سب اہل اسلام متفق ہیں رفع جسمی پر۔

سوال

شمس الہدائیت کی عبارت میں کونسا قرینہ ہے جو دلالت کرتا ہے ارادہ مذکورہ پر یعنی کافۂ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق دونوں حیات کے قائل ہیں۔

جواب

جملہ (مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) کا شاہد بیّن ہے ارادہ مذکور پہ کیونکہ نزول جسمی من السماء بغیر حیات کے ہو ہی نہیں سکتا اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مراد نزول سے نزول جسمی ہے کیونکہ نزول روحانی پر اتفاق کافۂ اہل اسلام اور حضرت شیخ رض و محدث دہلوی کا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ چنانچہ فتوحات و فوز الکبیر وغیرہ سے مشرح کیا گیا ہے! اس مقام میں بھی جناب مہربان صاحب مذکور نے بہ تقلید امروہی صاحب کے ہر محفل میں شور مچا رکھا ہے گویا یہ آپکا پانچواں اعتراض ہے۔ ارے امروہی کے معتقد و اب تو آپ کے فاضل نے فیصلہ کر دیا اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دیدیا کہ ہمارا علمی مادہ یہی کچھ ہے اور ہم اور ہمارے مسیح الزمان جو ہمارے سہارا کر پہ جواب دینا چاہتے تھے اور کل مقلدین ہمارے جاہل مرکب ہیں۔ تم اہل اسلام ہماری جاہلانہ تحریرات کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر میں جو کچھ پہلے لوگ فرما گئے ہیں وہی حق ہے۔ ولنعم ما قیل ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد؛ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔ امروہی صاحب نے اس مقام پر صہ ۳۱ میں اپنی جہالت و تذبذب و اشتباہ کے مناسب حال یہ شعر فتوحات وغیرہا سے لکھدیا ہے ؎

رق الزجاج و رقت الخمر	فتشابہا و تشاکل الامر
فکانما خمر ولا قدح	وکانما قدح ولا خمر

گویا امروہی اس قطعہ کے لکھنے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ شیشہ اور شراب دونوں لطیف ہیں یعنی شمس الہدایت کے الفاظ و مضامین گویا شراب ہے صراحی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ صراحی ہے شراب نہیں تو بھی بجا ہے۔ **قولہ** صہ ۳۲ لیکن مرفوعیت جسمانی اور ملعونیت (جو لازم مقتولیت بالصلیب کہی ہے) باہم متنافی نہیں۔ **اقول** ملعونیت کا لزوم مقتولیت بالصلیب کو صرف آپکا اور یہود کا زعم فاسد ہے ورنہ بائیسویں اور تئیسویں آیت کی عبارت بعینہا جو اوپر نقل ہو چکی ہے اُس کا مفاد یہ ہے کہ ملعونیت لازم ہے اُس مقتولیت بالصلیب کو جو مجرم میں متحقق ہو۔ اور چونکہ قتل اور مرفوعیت جسمانی میں تنافی موجود ہے لہٰذا قصر قلب کا مقتضٰے بھی متحقق ہوا۔ ناظرین کو اتنی ہی تشریح کے بعد امروہی صاحب کے صہ ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ اور ایسی ہی اسکے حاشیہ متعلقہ صہ ۳۱ سطر ۹ کے چار صفحوں کی بناء فاسد علی الفاسد معلوم ہو سکتی ہے۔

قولہ صـ۳۲ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا مشرکین و کفار جن کی کوٹھیاں بلند پہاڑوں پر بنی ہوئی ہیں باعتبار جسم کے مرفوع ہیں۔ اور ایسے ہی (۲۶۱۰۷) فٹ اونچا جو غبارہ جا سکتا ہے۔ اُس میں اکثر ہی مرفوع الجسم ہوتے ہیں۔ نہ مرفوع الدرجات بلکہ عند اللہ ملعون ہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے زیرِ دامن کوہ موحدین مومنین جسمانی طور سے مخفوض ہیں لیکن عند اللہ مرفوع الدرجات ہیں تو کیا آپ کے نزدیک وہ کفار مرفوع بجسم عنصری مرفوع الدرجات یا مقبول الٰہی ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے جو مومنین موحدین سکونت پذیر ہیں۔ کیا آپکے عندیہ میں نعوذ باللہ مردود و ملعون ہیں کلا و حاشا۔ **اقول** سبحان اللہ ماشاء اللہ معقول ہو تو ایسا ہی ہو اور منقول تو ویسا کہ بے سمع و بے بصر کی روایت بھی نامعلوم۔ ایں رفت و آں ہم رفت۔ رفت و رفت رفت ولنعم ما قیل شعر:-

عاشق ہوئے ہیں یار ہم کس اُمید پہ جز آہِ نارسا کوئی سامان بھی نہیں

پہاڑ کے اوپر کافر کی بالارادہ حرکت و سکون کہاں۔ اور ملائکہ کا اُٹھا کر لیجانا آسمان پر جو رفعہ اللہ الیہ کے مضمون کی کیفیت ہے یہ کجا۔ مولانا یہاں پر مطلق رفع جسمی اور خفض جسمی میں کلام نہیں ذرا آنکھ کھول کر دیکھو۔ وما قتلوہ بل رفعہ اللہ الیہ میں کلام ہو رہا ہے۔ کیا ولکن شبہ لہم میں مستغرق ہونیکی وجہ سے اشتباہ کی رنگت میں رنگین ہو گئے ہیں۔ یا وسمہ لگانے کو دیر ہو گئی ہے جو کچھ ہو مبارک ہو۔ مگر رفع جسمی مذکور فی الآیت کے تحقق کے لئے مادہ عباد مقربین میں سے وہ اچھے لوگ ہونگے جن کو ملائکہ نے اعزاز و تکریم کے ساتھ اوپر کو اُٹھا لیا ہو اور جنکے رفع جسمی سے نصوص و اخبار پتہ دیتے ہیں۔ آپ نے پہاڑ سے مشرک کو اور ایسا ہی ان کفار کو جو بذریعہ غبارہ اڑ لئے جاویں کہاں سے دیکھ لیا۔ کیا بل رفعہ اللہ الیہ میں آپ کا نرالا معقول ان دونوں کو داخل کر سکتا ہے۔ آپنے شرح الصدور کو نہیں ملاحظہ فرمایا حکی الیافعی فی کفایۃ المعتقدین عن الشیخ عمر بن الفارض انہ حضر جنازۃ رجل من الاولیاء قال فلما صلینا علیہ واذا الجو قد امتلاء بطیور خضر فجاء طیر کبیر منھم فابتلعہ ثم طار فتعجب من ذٰلک فقال لی رجل قد نزل من الھواء وحضر الصلوٰۃ لا تعجب فان ارواح الشھداء فی حواصل طیور خضر ترعی فی الجنۃ اولئک شھداء السیوف واما شھداء المحبۃ فاجسادھم ارواح) علامہ سیوطی کفایۃ المعتقدین سے بروایت یافعی شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ

کے جنازہ پر جا پہنچے فرماتے ہیں۔ کہ جبکہ ہم نماز جنازہ ادا کرچکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز جانور آسمان سے آتے ہیں کہ اُن سے آسمان چھپ گیا۔ پس اُن میں سے ایک بڑا جانور الگ نیچے اُترا اور اُس نے اُس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا۔ جیسے کہ جانور ایک دانہ نگل لیتا ہے اور آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں۔ کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آگیا جو وہ بھی آسمان سے اُترا تھا۔ اور نماز میں شریک ہُوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس واقعہ سے تعجب مت کر کیونکہ وہ شہید جن کی روحیں جنت میں سبز جانوروں کی حواصل میں رہتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں۔ لیکن محبت کے شہیدوں کے بدن روح کا حکم رکھتے ہیں۔

شیخ سیوطی رح فرماتے ہیں۔ کہ اسی کے مشابہ ہے۔ وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیا نے ذکر موتیٰ میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و زاہد پہاڑوں کی غاروں میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کے لوگوں سے کنارہ کش اس کے زمانہ کے لوگ قحط کے دنوں میں اُس سے دعا منگوایا کرتے تھے اور اُسکی دعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ اُن پر ابرِ رحمت برسایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ فوت ہوگیا۔ لوگ اُس کے غسل کی تیاری کرنے لگے۔ کہ ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اُترتا ہُوا نظر آیا یہاں تک کہ اُس ولی کے نزدیک آپہنچا اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُس تخت کو پکڑ لیا اور اس ولی کو تخت پر رکھا۔ اور وہ تخت آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ اور لوگ دیکھتے رہے کہ وہ ہوا میں اڑا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُن سے پوشیدہ ہوگیا۔ قلت ویشبه هذا ما اخرجه ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کهف جبل وکان اهل زمانه اذا قحطوا استغاثوا به فدعی الله فسقاهم فمات فاخذ وافی جهازه فبیناهم کذلك اذا هم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتهی الیه فقام رجل فاخذه فوضعه علی السریر فارتفع السریر والناس ینظرون الیه فی الهواء حتی غاب عنهم۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر اُٹھایا جانا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس کا موید وہ واقعہ ہے جس کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عروہ نقل کیا ہے۔ کہ عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر رض معونہ کے دن شہید ہُوا۔ اور عمرو بن امیۃ الضمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اسی وقت آسمانوں

کی طرف اُٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب و غریب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہُوا۔ اور اس نے عامر بن فہیرہ کے قتل کا اور رفع کا چشم دید واقعہ اور اسپر اپنا اسلام لانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لکھا۔ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپا لیا۔ اور اس کو علیین پر جا اُتارا۔ اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا۔ کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ اور ملائکہ نے اس کا جسم چھپا لیا۔ اور عامر بن طفیل بھی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے اس نے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا دیکھا اور اسی طرح خبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الضمیری تخریج کی شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابونعیم کے نزدیک خبیب بن عدی کا آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے چنانچہ ابونعیم نے جواب و سوال کی صورت میں کہا۔ کہ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک قوم آسمانوں کی طرف اُٹھائی گئی اور یہ امر عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سے بھی عجیب تر ہے اور اسکے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور علاء بن خضری کا قصہ بھی بیان کیا۔ جسکے رفع کا ذکر شیخ سیوطی نے باب احوال الموتیٰ فی قبورہم میں کیا۔ اس کے شیخ سیوطی رح ایک مشہور حدیث سے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی وغیرہم نے بروایت جابر رض تخریج کیا ہے۔ ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقوع ہونے پر استدلال کر کے کہا کہ غزوہ احد میں جبکہ حضرت طلحہ رض انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمہ حس (جو عرب کے محاورہ میں شدت درد کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رض سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے طلحہ رض اگر تو بجائے کلمہ حس کے بسم اللہ کہتا۔ تو ملائکہ بالضرور تجھے اُٹھا لے جاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہ جاتے۔ یہاں تک کہ تو وسط آسمان میں جا پہنچتا۔

یہ ترجمہ ہے شرح الصدور کی عبارت کا صہ۱۷۳ میں ملاحظہ ہو۔

امروہی صاحب! افسوس ہے کہ آپکے نبی قادیانی کہیں تو رفع مسیح کو محال عقلی اور کہیں اس پر تمسخر اڑاتے ہیں۔ کہ آسمان پر مسیح بول و براز کس جگہ کرتا ہوگا۔ اور اتنی عمر کا ہو کر نکما نہ ہو گیا ہوگا۔ پھر اُترنے کے بعد کس کام کا ہوگا۔ ناظرین صہ۱۴۷ ازالہ اوہام کا ملاحظہ کریں اور نیز ازالہ صہ۵۰

وحسبؔ شعر:- گر ہمیں مکتب است واین مُلّا۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ خدارا قرآن مجید کی تحریف سے باز آؤ۔ بعد اسکے معلوم ہو کہ رفع جسمی بمعنی رفع الملائکہ الی السماء جو مستلزم ہے اعزاز کو اس کا مقابل خفض فی الارض ہے جو بذریعہ ملائکہ کے ہوتا ہے کفار مخسوفین میں (زمین میں دھنسائے ہوئے) متحقق ہوگا۔ آپنے اس کے لئے مومنین موحدین کو کس طرح مادہ تحقیق بنا لیا۔

قولہ حاشیہ متعلقہ ص۱۳ ثانیاً ہم کہتے ہیں۔ کہ امام مالک صاحب کا مذہب موت اور وفات مسیح بن مریم کا مثلاً ہے۔ اور آپ کے نزدیک وہ بالضرور اہل تحقیق میں سے ہونگے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے ایک بڑے امام ہیں۔ اب آپ فرماویں کہ باقی تین ائمہ نے اپنے مذہب رفع جسمانی یا نزول جسمانی کی کہاں تصریح کی ہے۔ درصورت عدم تصریح اقل درجہ اُنکی نسبت سکوت مانا جاویگا۔ پھر وہی مذہب ہمارا لوٹ آیا۔ کہ بعض اہل تحقیق نے اپنے مذہب کی تصریح کر دی ہے۔ اور بعض محققین نے مجملاً اس پیشین گوئی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اپنے وقت پر جس طرح ہو واقع ہو کہ علمہ عند اللہ اور قبل وقوع پیشین گوئی کے یہ طریقہ اختیار کرنا بھی اسلم ہے ثالثاً اور فرضاً کہ بعض اہل تحقیق سے کوئی قول مؤید آپ کے مذہب کا منقول ہو تو پھر ہم یہ کہیں گے۔ کہ وہ آپ کا اجماع کہاں گیا جس کے خرق کا الزام ہم پر لگا کر تحقیر ہماری کیگئی تھی۔ اے مرید و مؤلف صاحب کے اب تو آپ کے پیر نے فیصلہ کر دیا۔ اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دیدیا۔ کہ بعض محققین رفع روحانی اور وفات کے قائل ہیں نہ حیات اور رفع جسمانی کے الخ

اقول الا بعض اہل تحقیق) کا معنے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب ائمہ کے تصریحات سنئیے۔ امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب کل ائمہ شفعویہ کا ہے جیسے کہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہے اور یہی مذہب ائمہ مالکیہ کا ہے چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی

ؔ بحسب تصریح شیخ الاسلام احمد مالکی اور علامہ زرقانی مالکی و علامہ سیوطی وغیرہم کے ثابت ہے کہ امام مالک کا مذہب بھی اجماع کے برخلاف نہیں اسی لئے (قال مالک مات وہو ابن ثلث وثلثین سنۃ) کی تاویل شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں یوں لکھتے ہیں (ولعلہ اراد رفعہ علی السماء او حقیقۃ ویجئی آخر الزمان لتواتر خبر النزول ج ا ص۲۸۶۔ الغرض رفع و نزول جسمی کے سب ائمہ قائل ہیں۔ اور حیات مسیح الی ما بعد النزول ماشاء اللہ سب کا اجماعی عقیدہ ہے یہی معنے ہے شمس الہدایت کے اس قول کا۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی۔ کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسےٰ علیہ السلام کا اُترنا آہ۔ اور جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں جسکا نقل کرنا حسب مدعیٰ اس موقعہ پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ فاذا انزل سیدنا عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلے اللہ علیہ وسلم بالھام او اطلاع علی الروح المحمدی او بماشاء اللہ من استنباط لھا من الکتاب والسنۃ ونحو ذالک ثانیاً آپ قول کو جو علامہ زرقانی مالکی المذہب کی عبارت (فاذا انزل سیدنا عیسےٰ) سے مفہوم ہوتا ہے۔ حسب العادت ماول ٹھہرا دیں یعنی نزول بروزی تو اس کجرفتاری کو یہ عبارت جو اسکے بعد لکھتے ہیں۔ (فھو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض الناس انہ یاتی واحدا من ھذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجھل انھما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حیؓ نعم ھو واحد من ھذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ) خاک میں ملا دیتی ہے۔ علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اللہ جو بعد از نزول آسمانوں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم کریگا۔ اسپر اجماع ہے۔ عبارت یہ ہے انہ یحکم بشرع نبینا وردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع۔ فتح البیان میں ہے۔ کہ وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ فی غیرہ وصحح الطبری ھذا لقول وورد ت بذلک الاحادیث المتواترۃ۔ فتح البیان صـ ۳۴۳ ج ۲ ۔ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے تصانیف میں احادیث نزول المسیح موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے لفظ عیسےٰ سے وہی مریم کا بیٹا علی نبینا و علیہ السلام سمجھا ہُوا تھا۔ نہ مثیل اسکا۔ الغرض تالیفات آئمہ اربعہ وسائر علماء اسلام محدثین و مفسرین کی (الیٰ یومنا ہذا) کے اوپر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل محدثین اور آئمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن سلامؓ اور ربیعؓ اور انسؓ اور کعبؓ اور حضرت ابوبکر

صدیق۔ چنانچہ ان کے اور حضرت عمر کی کلام بالتشریح اپنے مقام پر آئیگی۔ اور جابر اور ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری وغیرہ اور بخاری ومسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی اور عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ اور حاکم اور ابن جریر اور ابن حبان اور امام احمد اور ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق اور قتادہ اور سعید بن منصور اور ابن عساکر اور اسحق بن بشیر اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ اور بزاز اور شرح زالۃ اور نعیم اور شیخ سیوطی اور علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی او قسطلانی اور امام ابوحنیفہ اور کل آئمہ شفعویہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور شیخ اکبر صاحب فتوحات ومجدد وقت حضرت امام ربانی وسائر صوفیہ[۱] کرام اور تابعین جیسے ابن سیرین اور امام شوکانی اور ابن قیم وابن تیمیہ وغیرہ کا اس پر اجماع ہے کہ عیسے نبی علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اُٹھائے گئے۔ اور قبل از قیامت آسمانوں سے اُتریں گے۔

قادیانی صاحب نے اس افتراء اور ناپاک جھوٹ مسطورۂ مکتوب عربی سے سفید کاغذوں کا مُنہ سیاہ کر دیا۔ کہ داکثر اکابر امت اور آئمہ مسیح کے مرجانے کے قائل ہیں اور اسکی حیات پر اجماع نہیں بلکہ اسکی موت پر اجماع ہے اور صحابہ اور تابعین اور آئمہ اور تبع تابعین اسکی موت کے قائل ہیں۔ اور یہی مذہب مالک اور ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین کا ہے۔ اور اسی پر اتفاق اکابر معتزلہ اور بعض اولیائے کرام کا ہے۔ اور رجوع کا لفظ کسی حدیث نبوی میں نہیں اور آسمان سے نزول کا لفظ بھی نہ کسی حدیث میں آیا اور نہ متقدمین کے ملفوظات اور کلمات میں۔ کیا تم ان الفاظ کو خائنوں کی طرح تراشتے ہو۔ اور تم ہرگز ان الفاظ کو رسول کریم اور متقدمین کی کلام یا توفی کے

---

[۱] مرزا صاحب نے جو نزول بعدی کو صوفیہ کا مذہب لکھا ہے۔ ایام الصلح فارسی ص۱۸۰ یا امروہی صاحب نے شمس بازغہ میں۔ ان دونوں نے نقل میں دہوکے اور دجل سے کام لیا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری کی کتاب "اقتباس الانوار" سے نقل کرتے ہیں :۔ "وبعضے برانند کہ روح عیسے در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لامہدی الاعیسے ابن مریم۔ بس حالانکہ اسکے بعد اسی کتاب میں لکھا ہُوا ہے :۔ وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است" اقتباس الانوار" صہ ۵۲۔ اور دوسری جگہ اسی کتاب اقتباس الانوار کے صہ۷۲ میں لکھتے ہیں :۔ یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسے بن مریم است وایں روایت بہ غایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیحہ ومتواترہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسے باو اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد وجمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزمان از آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا ظاہر شود۔ واسم او اسم رسول اللہ باشد الخ ۱۲ منہ۔

لفظ کو غیر معنے موت میں نہ پا سکو گے۔ اگرچہ حسرت اور ندامت کے ساتھ مرنا چاہو) یہ ہے ترجمہ مکتوب عربی قادیانی کا ملتہٰ امروہی صاحب بھی مثل مشہور کا مصداق چھوٹا میاں واہ! واہ! اور بڑا میاں سبحان اللہ۔

بھائی مسلمانو! تفسیروں میں مفسرین نے جس امر کو نصاریٰ کا قول یا کسی ایک مسلم کا یعنے وفات مسیح ٹھہرایا ہے۔ اُسکو قادیانی نے بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے مجمع علیہ اہل اسلام کا بنایا ہے دیکھو بیضاوی قیل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الله الی السماء والیه ذهب النصاریٰ یعنے یہ قول کہ (عیسےٰ علیہ السلام رفع کے قبل سات ساعت تک مرے رہے یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ اور معالم و تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ (قال وهب توفی الله عیسےٰ ثلث ساعات من النهار ثم احیاه ثم رفعه الله الیه وقال محمد بن اسحاق ان النصاریٰ یزعمون ان الله توفاه سبع ساعات من النهار ثم احیاه ورفعه الیه اور شیخ الاسلام حرانی کی عبارت جس میں قول بالوفات کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے) ابتدا کتاب ہذا میں نقل کیگئی ہے اور جیسے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسٰی ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل نبی کے نصف عمر پایا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ساٹھ برس کے سرے پر جانیوالا ہوں۔ پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہؓ کو ذکر کرکے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا۔ اور کہا کہ صحیح یہی ہے۔ کہ عیسےٰ زندہ اُٹھایا گیا۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کرکے ثابت کر دیا۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جاوے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ہر نبی اپنے ماقبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے۔ اور فساد مضمون کا من جملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔

قادیانی نے اپنے مکتوب میں جن امور کی نسبت ساری امت کو مفتری ٹھہرایا ہے اُنکا ثبوت (۱) لفظ من السماء کا ثبوت صراحۃً یا دلالۃً روٰی اسحٰق بن بشر و ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فعند ذلك ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء الحدیث۔ فقہ اکبر میں امام الائمہ ابوحنیفہؒ ونزول عیسےٰ علیہ السلام من السماء فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے نقل کیا گیا۔ شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں فانه لم یمت الی الآن بل رفعه الله الی هذا

السماء، روی ابن جریر وابن حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ان قال الستم تعلمون ربنا حی لا یموت وان عیسٰے یاتی علیہ الفناء کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے۔ جس پر موت نہیں آئے گی۔ اور عیسٰے پر موت آئیگی۔ درۃ الدرانی بخاری کا مذہب اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسٰے بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً (۲) (رجوع کا لفظ) قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسٰے لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ درمنثور۔ امروہی صاحب اس (لم یمت) کی تاویل فرماتے ہیں (کہ حضرت عیسٰے سولی پر نہیں مرے) دیکھو شمس بازغہ صفحہ ۷ سطر ۲۰۔ مگر آگے جاکر (وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ) میں سکتہ عارض ہوجاتا ہے۔ شائد اس لئے کہ کیا کروں اگر (انہ راجع) میں انہ کی ضمیر عیسٰے کی طرف عائد کرتا ہوں۔ تو خود عیسٰے کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو روپیہ چندہ کا میرے پاس بجسدہ العنصری پہنچایا گیا تھا۔ وہی بعینہ دوبارہ لوٹ کر جس جگہ سے آیا تھا وہاں پر ہی نازل ہوگا۔ اور اگر (انہ) کا مرجع قادیانی ٹھہراتا ہوں تو آیت میں اس کا ذکر ہی نہیں۔ اب ذرا دم کھا جانا مصلحت وقت معلوم ہوتا ہے نزول ورجوع بروزی کی تاویل اور اسکی تردید ابتداء کتاب میں مفصل گذر چکی ہے ملاحظہ ہو۔ اور حاکم نے اس حدیث معاہدہ کے اخیر میں جس کو امام احمد نے اخراج کیا ہے اپنی مستدرک میں کہا ہے (فذکر من خروج الدجال فاھبط فاقتلہ) لا اترککم یتامیٰ انی اٰتی الیکم بعد قلیل واما انتم فترونني الی انا حیّ انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۷۲ء کے صحاح (۱۴) خیر الدین افندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کا یہ قول اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ (ابن مریم تم میں حکم وعادل ہوکر نزول کریگا (اٰتی الیکم) اور (حی) اور (بل رفعہ اللہ الیہ) کو ملاحظہ فرماویں (۲) ہبوط کا لفظ لیھبطن عیسٰے بن مریم حکماً عدلاً الخ۔ ابوہریرۃ ابن عساکر کی حدیث کے اخیر میں (حاجاً او معتمراً ولیقفن علی قبری ویسلمن علیّ ولاردن علیہ موجود ہے۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہوکر سلام عرض کرنا۔ اور جواب سلام سے مشرف ہونا۔ یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ شمس الہدایت میں زرین بن برثملا وصی عیسٰے والی حدیث مذکور ہے جسکو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے

کما فی ازالۃ الخفاء اس حدیث میں (الی حین نزوله من السماء) کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس حدیث سے برخلاف مشن قادیانی کے کئی امور پائے جاتے ہیں (۱) زریب بن برثملا کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر اکل و شرب کے زندہ رہنا (۲) عیسےٰ علیہ السلام کے نزول بنفسہ کی بشارت دینا۔ (۳) حضرت عمر کا نضلہ اور تین سو (۳۰۰) سوار کی روائت وصی عیسےٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسےٰ کی طرف بھیجنا (۴) حضرت عمر کا بمعہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کے عیسےٰ نبی اللہ کے نزول من السماء کو صحیح سمجھنا۔ نہ یہ کہ کوئی اس کا مثیل آویگا (۵) یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وفات شریف کے دن (کما رفع عیسےٰ) کا فقرہ صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ سائر صحابہ جو اس وقت حاضر تھے سب کا تسلیم شدہ تھا۔ ورنہ حضرت عمر اگر (کما رفع عیسےٰ) کو بھی مثل رفع محمدی کے بخطبہ صدیقی غلط و مردود سمجھے ہوتے۔ تو نضلہ کی روائت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے سلام نہ بھیجتے۔ اور معلوم ہو کہ وفات شریف کے دن محل کلام صرف یہی تھا۔ کہ حضرت عمرؓ سے بسبب اضطراب و قلق کے وفات شریف کے بارہ میں اور کچھ نہیں بن پڑتی تھی۔ بغیر اس کے کہ (رفع کما رفع عیسےٰ بن مریم) کہتے تھے۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم زندہ ہیں اور اٹھائے گئے ہیں۔ جیسا کہ ابن مریم اُٹھایا گیا۔ ازالۃ الخفاء کے مقصد دوئم میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم از عالم دنیا برفیق اعلیٰ انتقال فرمود تشویشہا بے شمار بخاطر مردم راہ یافت۔ ظن بعضے آنکہ ایں موت نیست حالتیست کہ عند الوحی پیش مے آید و گمان بعضے آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است الخ حضرت عمر کے اس خیال کی تردید کے صدیق اکبرؓ نے (ایہا الرجل اربع علی نفسك) فرما کر کہا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اے مرد بھام تو اپنے آپ کو
وسلم قد مات[1] الم تسمع اللہ یقوله۔ انك میت و انهم میتون، وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون۔ پھر منبر پر چڑھ کر بعد حمد و ثنا فرمایا۔ ایها الناس ان کان محمد الهکم الذی تعبدون فان الهکم قد مات

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ صدیق اکبرؓ کا مدعیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات شریف کا اثبات ہے جس سے صرف حضرت عمرؓ کے پہلے فقرہ (انما رفع) کی تردید منظور ہے۔ نہ دوسرے فقرہ (کما رفع عیسےٰ) کی۔ ۱۲ منہ

وان کان الٰهکم الذی فی السماء فان الٰهکم لم یمت پھر یہ آیت پڑھی۔ وما محمدٌ
الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کا خیال تشویش کے باعث اسی طرف تھا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ عیسیٰ بن مریم کی طرح زندہ ہیں۔ اسکی تردید حضرت
صدیقؓ نے فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد مات سے فرمائی اور پھر اس وہم کو (کہ
موت منافی نبوت کے ہے) اس آیت انک میت وانھم میتون ونظائرہا سے دور فرمایا۔
یعنی موت منافی نبوت کے نہیں اور یہی ہے ما سیقت لاجلہ الآیات یعنی آیات کا سوق صرف
اتنے ہی مضمون کیلئے ہے۔ کہ یہ خیال تمہارا کہ انبیاء بھلا کب مرتے ہیں) غلط ہے پیغمبری اور موت
باہم متنافی نہیں۔ رہا یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے نہ تو مفاد آیات کا ہے اور نہ اس پر عموم مخاطبین
کی تردید موقوف ہے انک میت ظاہر ہے۔ کہ تحقق موت کا افادہ نہیں دیتا۔ ورنہ لازم آتا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بروقت نزول اس آیت کے وفات پا چکے ہوں اور ایسا ہی وما
جعلنا لبشر من قبلک الخلد کیونکہ مفاد اس کا خلود کی نفی ہے اور مسیح بھی چونکہ اپنی ہستی کے
لئے ابتداء اور انتہاء رکھتا ہے۔ لہٰذا خلود سے بے بہرہ ہے اور قد خلت من قبلہ الرسل کا
دال ہونا کل انبیاء کی موت پر موقوف ہے خلت کے معنے ماتت اور لام (الرسل) میں استغراقی
ہونے پر۔ سو یہ دونوں ممنوع ہیں۔ بلکہ خلت کا معنے مضت ہونا اور لام کا جنسی ہونا متعین ہے
پہلا لغت اور شہادت نظائر سے ثابت ہے مثل قد خلت من قبلکم سنن۔ الایام الخالیۃ وغیرہا
اور لام کے استغراقی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قد خلت من قبلہ الرسل عیسےٰ بن مریم کے بارہ
میں بھی نازل ہوا ہے۔ قال تعالیٰ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
پس بر تقدیر استغراق معنے یہ ہوا۔ کہ مسیح سے پہلے سارے رسول مر چکے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ لہٰذا وما محمدٌ الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل میں بھی لام استغراقی نہ ہوا۔ تاکہ مسیح کی وفات پر دلالت
کرے۔ الغرض اس آیت کا مسیح کی وفات پر دال ہونا دو امر پر موقوف ہے۔ جو
دونوں ہی ثابت نہیں کما عرفت۔ بناءً علیہ صدیقی خطبہ میں محل استشہاد صرف

(افان مات) اور (انک میت) ہے نہ قد خلت من قبلہ الرسل تو معلوم ہُوا۔ کہ نزول آیات مذکورہ کے وقت مسیح بن مریم کا زندہ رہنا آیات مذکورہ کے لئے منافی نہیں ہاں دائمی حیات بے شک منافی ہے۔ آیات مذکورہ کو۔ سو مسیح بن مریم کو بلکہ کسی کو مخلوق میں سے ہم بھی حی قیوم نہیں جانتے ہم بھی قائل ہیں کہ بعد النزول مریں گے اور یہی مطلب ہے، امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب کتاب الملل والنحل کا اس عبارت سے وقال عمر بن الخطاب رض من قال ان محمد اقد مات قتلتہ بسیفی ہذا وانما رفع کما رفع عیسے بن مریم وقال ابوبکر بن قحافہ رض من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات۔ نہایت افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ مرزاجی اسی خطبہ صدیقی کو اپنی ایام الصلح وغیرہ اور امروہی صاحب قسطاس میں دلیل ٹھہراتے ہیں اجماع کے اس امر پر کہ مسیح بن مریم مرگیا۔ دیکھو قسطاس کے ص ۳۵ (کہ بھلا تم اس اپنے خیالی عقیدہ کو حضرت ابوبکر صدیق رض یا حضرت عمر رض یا حضرت عثمان رض یا حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ہی ثابت کردو جو دعویٰ اجماع صحابہ وغیرہم کا کئے جاتے ہو کہ حضرت عیسے اس جسد خاکی کے ساتھ باجماع آسمانوں پر چڑھائے گئے اور وہاں پر اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر سے نزول فرماوینگے۔ اگر صادق ہو۔ تو کوئی ایک روایت ہی ان خلفاء اربعہ سے پیش کرو۔ (اس بیچارہ لایعقل کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر کسی صحابی کا یہ خیال ثابت بھی ہو۔ تو وہ فہم صحابہ بمقابل نصوص بینہ قرآنیہ کیسے کب حجت ہو سکتا ہے) علاوہ یہ کہ بروز وفات رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خیال سے سب حاضرین صحابہ نے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں۔ وقال عمر بن الخطاب الخ انتہے سبحان اللہ قرآن حدیث میں مہارت ہو تو ایسی ہو۔ کہ بوجہ جہالت اُلٹا مضمون سمجھ کر امر اجماعی کو غیر اجماعی وبالعکس قرار دیا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ آیات قرآنیہ کے برخلاف حیات مسیح الی الآن پر اجماع ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برخلاف آیات قرآنیہ کے ایک مضمون مخالف کو نہایت اہتمام سے کرات مرات ارشاد فرماویں ہرگز نہیں۔ بلکہ خطبہ صدیقی کا مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا۔ قادیانی مع اتباعہ بوجہ جمع ہونے الرسل کے لام کو استغراقی خیال کرتے ہیں۔ ناظرین معلوم کرچکے ہیں کہ لام استغراقی بوجہ مذکورہ بالا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مجہذا جمع پر لام کا استغراقی ہونا بشہادت نظائر ضروری بھی نہیں۔ قال تعالیٰ واذ

قالت الملائکۃ یامریم ان اللہ یبشرک الایۃ وایضاً واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الایۃ الغرض قادیانی نے اسی تفسیر دانی پر نازاں ہو کر وفات مسیح کو منصوص اور مجمع علیہ ٹھہرایا۔ جس کی علت غائی یہ تھی۔ کہ احادیث نزول مسیح میں میری (قادیانی) بشارت ہے) تنبیہ۔ بعد ظہور اس امر کے کہ رفع جسمی مسیح بحالت حیات اور ایسا ہی نزول ایک اجماعی عقیدہ ہے اہل اسلام کا جس پر آج تک بل رفعہ اللہ الیہ کو سب اہل اسلام نص قطعی خیال کرتے چلے آتے ہیں اور مراد نزول سے احادیث متواترہ میں نزول جسمی اسی مسیح کا ہے جو نبی اور مریم کا بیٹا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فہم مبارک اور سب امت مرحومہ کے اذہان میں یہی مرکوز ہے لہٰذا قادیانی صاحب اپنے مدعٰی بغیر اسکے حاصل نہیں کر سکتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خیال کو کہ وہی مسیح جو نبی ہے نزول کریگا۔ یا تو العیاذ باللہ غلط ٹھہرا کر آپ کو آیات قرآنی سے بے خبر تصور کریں یا یہ ثابت کریں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال بھی ہمارے مطابق تھا۔ ان دو شقوں میں سے قادیانی صاحب بمعہ اپنے چیلوں کے ہر ایک کو ہاتھ ڈالتے ہیں۔ مگر الحمد للہ کہ ناکامیاب ہی رہتے ہیں۔ شق اول کی نسبت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعبیر کشف میں غلطی ہو گئی ہے یعنی غلام احمد قادیانی برنگ عیسٰے ابن مریم مکشوف ہوا۔ آپ نے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسٰے بن مریم بعینہٖ سمجھ لیا۔ سو اس کو اس کی نسبت گذارش ہے کہ یہ خیال بالکل لغو اور منافی بحکمت تبلیغ ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مرحومہ کی خیر خواہی کے لئے بڑی تفصیل وبسط وعلامات وخصوصیات وتاکیدات سے اس پیشین گوئی اور ایسا ہی سائر علامات قیامت کو بیان فرمایا ہے۔ تاکہ میری امت جھوٹے مسیح اور فتنہ دجال سے محفوظ رہے۔ اور بر تقدیر خطا فی التعبیر کے اس خیر خواہی کا ثمرہ یہ نکلا کہ خدائے جل وعلا سے لے کر موجودہ اہل اسلام تک خطا ہی خطا ہو گیا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو بھی یہ نہ سوجھی کہ واضح طور پر وحی بھیجوں یا بحکم فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان کے خطائی ترمیم وتصویب کر دوں اور اسی ناسمجھی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وھلم جرا آج تک رہے اور بخیال مرزا جی کے اس مسیح کے دوبارہ آنے کے قائلین باجمعھم مشرک ٹھہرے کیونکہ ایک بشر کو انہوں نے حی قیوم مان لیا۔ دیکھو ایام الصلح وشمس بازغہ وغیرہ وغیرہ اور تیز وردوا اور خطوط خطا کا کشف یا تعبیر میں

ے دیکھو ایام الصلح صہ ۳ سطر ۱۰ بہ سمجھنیں لازم نیست کہ کل استعارات نبا وراعلم نبی از قبل احاطہ کند آہ ۱۲ منہ

گو کہ منافی نہیں۔ شان نبوت کو مگر بقاء علی الخطاء بالکل ناز یبا اور ناجائز ہے بحکم فینسخ اللّٰہ
مایلقی الشیطان اور نیز اس وجہ سے کہ بقاعلی الخطاء مصادم ہے عصمت کو جس پر رسالت و اتباع
کے کار خانہ کا دارومدار ہے۔ اس اجماع کے بارہ میں مرزا صاحب کبھی تو اجماع کو ازالہ لکھتے ہیں۔
دیکھو ازالہ جلد اول جس سے رفع جسمی کے اجماعی ہونے پر انکا اقرار پایا جاتا ہے اور جب اجماع امت
کے کو ازالہ ٹھہرانے پر چاروں طرف سے بعن طعن نظر آتے ہیں تو جھٹ کروٹ بدل کر اس طرف منہ
کر لیتے ہیں کہ رفع نزول جسمی اس مسیح پر امت کا اجماع ہی نہیں بلکہ اسکی موت پر اجماع ہے دیکھو
مکتوب عربی وغیرہ وغیرہ۔ رہا یہ دعویٰ کہ کل اکابر معتزلہ کا عیسٰے کے مرنے پر یعنے وہ مر گیا) اتفاق سے
ناظرین علامہ زمخشری معتزلی کا قول کشاف میں ملاحظہ فرماویں (انی متوفیك ای مستوفی اجلك
ومعناہ انی عاصمك من ان تقتلك الکفار و مؤخرك الی اجل کتبتہ لك و ممیتك حتف
انفك لاقتلا بایدیھم و رافعك الی سمائی ومقر ملائکتی (کشاف) متوفیک کے معنے میں اتنا
طول (کہ میں تیری اجل پوری کرونگا۔ یعنے میں تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچاؤنگا اور تجھکو اس اجل اور
زمانہ تک مہلت اور وقفہ دونگا جو تیرے لئے میں نے لکھ دیا ہے الخ) اور اس کا معنے ممیتک
نہ لینا جیسا کہ بعد اسکے قیل ممیتک بصیغۂ تمریض لکھا ہے اس لئے تو ہے کہ احادیث متواترہ و
عقیدہ اجماعی و نص قطعی بل رفعہ اللّٰہ الیہ) کا مفاد متوفیک کے مطابق بلا تکلف تقدیم و تاخیر کے ہو۔ امام
بخاری کی طرف یہ نسبت کہ اس کا مذہب عقیدۂ اجماعیہ کے برخلاف تھا۔ بالکل لغو اور جہالت ہے
کیونکہ امام بخاری نے کتاب الانبیا میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسیٰ بن مریم صلے اللّٰہ علیہ وآلہ
وسلم مرتب کیا جس میں ایک حدیث ابی ہریرہؓ کی روائیت سے نقل کی ہے۔ والذی نفسی بیدہ الخ
جس کے اخیر میں ابو ہریرہؓ آئیت وان من اھل الکتاب استشہاد کے طور پر ذکر فرماتے ہیں اور
دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم اس باب کا عنوان اور
مضمون صاف بتلا رہے ہیں۔ کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے۔ جس پر اجماع امت کا ہے۔
ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ آل عمران کے لفظ متوفیک کی
تفسیر فقط ممیتک سے کر دی ہے۔ (وقال ابن عباس متوفیك ممیتك) مگر اس
سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے کہ اس آئیت میں توفی کے

معنے موت ہیں۔ اور مسیح بن مریم مر چکا۔ اور کیونکہ ہو سکتا ہے جیسا کہ اوپر باب کے عنوان و معنون سے صاف ظاہر ہے۔ اصحاب روائت کے مدنظر فقط روائت کے اس سلسلہ کو بیان کرنا ہے۔ جو ان کو ملا۔ اس روایت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ جب ابن عباسؓ کی نسبت بوجہ اس تفسیر کے کہ (متوفیك ممیتك) یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا مذہب بھی وفات مسیح ہے۔ تو امام بخاری کا مذہب بوجہ روائت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور نیز چونکہ متوفیک میں وعدہ وفات کا ہے نہ تحقق وفات لہٰذا (قال ابن عباس متوفیك ممیتك) وفات مسیح کا افادہ نہیں دیتا۔ جبتک فلما توفیتنی کے متعلقؔ رفعتنی کا معنی مروی ہے کما فی الدر المنثور ونقل فی شمس الھدایت۔ اور فلما توفیتنی میں بھی اگر معنی موت کا ہی لیا جاوے۔ تو بھی یہ آیت چونکہ حکایت ہے ما بعد النزول سے لہٰذا وفات قبل النزول پر دلالت نہیں کرتی۔ کما سیجیٔ مفصلا ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے۔ کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور دوبارہ آسمان سے نزول کرینگے۔ اسی لئے بر تقدیر ارادہ معنے موت کے متوفیک سے۔ ابن عباس آیت میں تقدیم و تاخیر فرماتے ہیں اور دوسری کتاب صحاح میں جیسے صحیح نسائی اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اپنے تراجم میں حضرت ابن عباسؓ سے حضرت عیسےٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوہ وامہ فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود صحیح نسائی۔ ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک اناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ فتح البیان۔ علاوہ تفسیر ابن عباس کے ایک اور وجہ بھی ہے جو قادیانی صاحب نے بزعم خود دستاویز بنا رکھی ہے۔ فاقول کما قال العبد الصالح الخ کی حدیث جو بخاری میں بروائت ابن عباسؓ ذکر کی گئی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور مسیح بن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دے کر وہی لفظ فلما توفیتنی اپنے حق میں استعمال فرمایا۔ جو عیسےٰ بن مریم نے اپنے حق میں کہا اور ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار شریف موجود ہے اس لئے بکلی منکشف ہو گیا کہ دونوں برابر طور پر آئت فلما توفیتنی کے اثر سے متاثر ہیں۔

ؔ کسی صحابی یا مفسر سے معنے موت کا نقل نہ کیا جاوے بلکہ ابن عباس سے فلما توفیتنی کے متعلق

اس تقریر کو قادیانی صاحب نے بوجہ خودغرضی سیاق سے آنکھ بند کر کے دستاویز بنا لیا ہے۔ فی الواقع یہ ہے کہ فلما توفیتنی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہؓ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا۔ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا خود فرماتا ہے یہ تمام باتیں اُسی دن ہونگی جس میں سچوں کو سچائی نفع دیگی۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے فرمائیگا کہ تم کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب نے تیرے بعد کیا کچھ بنایا۔ تو بجواب اس کے میں کہونگا جیسا کہ کہیگا بندہ صالح (یعنے مسیح) کہ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اور میں اُن کا نگران تھا۔ جبتک کہ ان کے بیچ تھا میں۔ پھر جب مار دیا تونے۔ تو ہی اُن پر نگہبان رہا۔ اس حدیث میں (کما قال العبد الصالح) میں قال بمعنے یقول ہے۔ فلما توفیتنی بمعنے موت ہوا۔ مگر یہ وہ موت ہے۔ جو بعد النزول من السماء مسیح پر وارد ہوگی۔ جیسے سارے اہل اسلام صحابہؓ سے لے کر آج کے علماء تک قائل ہیں۔ ہاں اگر قال بمعنی ماضی ہی ہوتا۔ تو فلما توفیتنی مسیح کے موت پر بر وقت تحقق (رفعہ اللہ الیہ) کے دلالت کرتا کیونکہ اس تقدیر پر مطلب یہ ٹھہراکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں کہونگا قیامت کے دن جیسا کہ کہا تھا مسیح بن مریم نے بعد اُٹھائے جانے کے دنیا سے جبکہ اس سے عیسائیوں کی نسبت سوال کیا گیا تھا۔ کہ أانت قلت للناس الخ دلیل اسکی کہ امام بخاری نے بھی اس آیت کو متعلق قیامت ہی کے سمجھ رکھا تھا) یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے قبل[1] اپنا مذہب بیان کر دیا کہ اس حدیث میں جو مسیح ابن مریم کے حق میں اُتری ہے۔ لفظ واذ قال اللہ بمعنے یقول ہے اور اذ صلہ یعنی زائدہ ہے یعنی امام بخاری نے اپنے اجتہاد سے اپنا مذہب متعلق اس آیت اور اس حدیث کے بیان کر دیا کہ یہ سارا قصہ اور کل سوال جواب قیامت کے دن ہوگا۔ اور کلمہ اذ[2] نے یہاں معنی ماضی میں کوئی اثر مخالف نہیں دکھایا۔ جیسا کہ مرزاجی اپنے متعدد تالیفات میں اذ کو قال کی ماضویت کے منصوص کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ بلکہ کلیہ کے طور پر لکھدیا۔ کہ ہر جگہ ماضی اذ کے تحت واقع ہو تو بالضرور اُس سے

---

[1] دیکھو صحیح بخاری ۱۲ منہ [2] اذ تبرا الذین اتبعوا آہ کو بھول گئے ۱۲ منہ۔

معنے ماضی کا لیا جاتا ہے اور جس نے کہ یہاں ماضی کو بمعنے مضارع کہا اُس کو ظالمین اور کاذبین میں سے شمار کیا۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۱۲۵ امام بخاری کو اس تخالف کا یہ انعام ملا جیسا کہ ابن عباس کو بہ وقت ظاہر کرنے مذہب اپنے کے۔ یعنی قول بالتقدیم والتاخیر فی الآیۃ کو تحریف ٹھہرایا وہی امام بخاری تھے۔ کہ بڑے زور سے اُن کا نام اپنے موافقین سے لیا جاتا تھا۔ اور وہی امام بخاری ہیں کہ بباعث اظہار مذہب اپنے یعنے حیات مسیح کے جو قال کو بمعنے یقول کے لکھا ہے۔ ان کو وہ انعام دیا جاتا ہے جو مکتوب عربی میں موجود ہے۔ اور ابن عباس رضؓ کو افقہ الناس اور حبر ھذہ الامۃ کا لقب دیکر بمقابلہ ان لوگوں کے جو متوفیک سے معنے غیر موت کا لیتے تھے چلا کر کہا جاتا تھا۔ کہ ایسے بڑے صحابی عظیم الشان جلیل القدر کے تفسیر کو تم نہیں مانتے۔ اور جب اُن کا مذہب ان کے مرویات فی التفسیر والحدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا تو وہ محرفین میں اور غلط کاروں سے شمار کئے جا رہے ہیں۔ دیکھو شمس بازغہ متعلق آیت وانہ لعلم للساعۃ جو عنقریب آئیگا۔ اور ازالہ اوہام وغیرہ۔ مرزاجی کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھی یہی وتیرہ ہے جب تک وہ مرزاجی کے گیت گاتے ہیں۔ مرزاجی بھی ان کی ثنا خوانی تحریرات میں شائع کر دیتے ہیں خداتعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہونے سے نیچے نہیں چھوڑتے۔ اور جب الگ ہو گئے۔ تو سارے جہاں میں کوئی ان کے برابر ملعون اور مردود نہیں ہوتا۔ ایک دقت اور بھی ہے کہ مرزاجی (قال سے ماضی کا معنے لیتے ہیں اور جناب مولوی نورالدین صاحب بمعنی مضارع لیتے ہیں دیکھو مقدمہ اہل کتاب صفحہ ۱۰۲) ہاں ہمارے بریعنی جو لوگ اس قصہ کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا ایک اعتراض ہے کہ سوال خداوندی تو یہ تھا کہ تو نے اپنے اور اپنی والدہ کی الوہیت کی طرف ان کو بلایا تھا۔ جس کا جواب مسیح نے یہ دیا سبحانک ما یکون لی ان اقول الخ جس میں یہ بھی کہا۔ کہ جب تک میں اُن میں تھا۔ ان کا نگران حال تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی اُنکا نگہبان تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں۔ اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب مسیح زندہ نہ ہوں۔ کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آویں گے (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر یہی عقیدہ ہے۔ تو عیسائیوں کے کفر و شرک سے اُنکا بے خبر رہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ پھر انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ مسیح کے ذمہ پر جواب صرف

اتنا ہی ہے ۔ کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے ۔ جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں نے کیوں کہنی تھی۔ بعد اس کے مسیح کو اس سے بیزاری کا اظہار بھی مقصود ہے ۔ چنانچہ ماقلت لہم الا ما امرتنی بہ شہیدا تک اسپر دال ہے اور ان کیلئے سفارش بھی کرنی منظور ہے ۔ جیسا کہ ضمناً (ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم) سے مفہوم ہوتی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ سفارش کے مقام میں مشفوع لہ کے جرائم کی تصریح مقتضٰے مقام کے برخلاف ہے مع ہذا ان کے شرک کرنے سے سوال ہی نہ تھا ۔ بلکہ سوال صرف اتنا ہی تھا ۔ کہ تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو ۔ پس جبکہ سوال ہی اس سے نہیں اور مسیح کا بالتصریح ذکر کرنا مقتضٰے مقام شفاعت کے برخلاف بھی ہے ۔ تو مسیح کو کیا ضرورت ہے کہ اس کا ذکر کرتے ۔ الغرض قادیانی و امروہی صاحبان کا سب آیات و احادیث کے متعلق چار کونسلی خیال ہے ۔ علمی لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہیں اور اسی بناء فاسد سے انہوں نے امام بخاری کی حدیث ابن عباس میں قال کے ماضی ہونے سے یہ اعتقاد کر لیا ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسٰی بن مریم دونوں توفی کے اثر سے متاثر ہو گئے ہیں ۔ چنانچہ خطبۂ صدیقی مذکورہ بالا سے ساری امت سے الگ بوجہ جہالت اُلٹا مضمون سمجھ لیا ۔ اور اس اعتقاد پر جہالت کا منشا ، توفی کا اطلاق مشترک طور پر بھی ہے ۔ میں کہتا ہوں ۔ یہ خیال میں نہیں آیا ۔ کہ جیسا کہ سورہ زمر کی آیت (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسك التی قضٰے علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی) انفس کے اوپر ایک ہی طور پر اطلاق توفی کا ہوا ہے ۔ لیکن نفوس مائتہ یعنے مرنے والوں کے توفی اور ہے اور نفوس نائمہ کی توفی اور ہے ۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی تنویع ہے ۔ کیونکہ حالات خاصہ ہر ایک کے تنویع کو تقاضا کرتے ہیں ۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے ۔ کہ مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ تم اگر حسرت سے مر بھی جاؤ تب بھی توفی کا معنی بغیر موت کے نہ بنا سکو گے ۔ لیجیئے صاحب توفی کے معانی کتب لغت سے (۱) ایک چیز کو بالتمام پکڑنا لسان العرب میں ہے توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخذتہ کلہ (۲) پوری گنتی کرنا لسان العرب میں ہے ۔ توفیت عدد القوم اذا عددتھم کلھم ومن ذلك قولہ عزوجل اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ای یستوفی عددا

أجالهم في الدنيا وقيل يستوفي تمام عددهم الى يوم القيامة واما توفي النائم فهو استيفاء وقت عقله وتمييزه الى ان نام اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت میں لکھا ہے۔ وانشد ابو عبیدۃ المنظور الوبری اولغبری ؎

ان بنی الادرد لیسوا من احد ⁂ ولا توفاهم قریش فی العدد

ای لا تجعلهم قریش تمام عددهم ولا تستوفی بهم عددهم (۳) سوال کرنا۔ لسان العرب میں ہے۔ قال الزجاج فی قوله تعالی حتی اذا جاءتهم رسلنا یتوفونهم ای سألوهم ملائكة الموت عند المعاينة فيعترفون عند موتهم انهم كانوا كافرين (۴) عذاب دینا۔ قال الزجاج ويجوز ان يكون حتى اذا جاءتهم ملائكة العذاب يتوفونهم عذاباً وهذا كما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب وان لم يمت ودليل هذا القول قوله تعالى ويأتيه الموت من كل مكان وما هو بميت (۵) نیند۔ جیسے کہ ابونواس نے کہا ؎

فلما توفاه رسول الكرى ⁂ ودبت العينان في الجفن

اور اسی معنی میں ہے هو الذی یتوفیکم باللیل مجمع البحار میں ہے۔ اے ینیمکم اس آیت کریمہ میں بعینہ مرزا صاحب کے سوال کا جواب موجود ہے کیونکہ فاعل اللہ ہے اور مفعول ذی الروح انسان حالانکہ موت کا معنے مراد نہیں اسی طرح اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها اہ میں بلکہ بمعنے قبض کے ہے اس آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ توفی اور چیز ہے اور موت اور چیز اور نیند اور چیز (۶) مجازاً میت پر بعد تحقق موت کے بولا جاتا ہے۔ تاج العروس ومن المجاز ادركته الوفاة ای الموت والمنية وتوفی فلان اذا مات وتوفاه الله عزوجل اذا قبض نفسه وفی الصحاح روحه مجمع البحار میں ہے وقد یکون الوفاة قبضا لیس بموت اگر کل تصریفات تَوَفِّی پر یعنے شخصی وصنفی ونوعی نظر ڈالی جاوے۔ تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ موت توفی کیلئے معنے حقیقی نہیں۔ اس تحقیق سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہے کہ قال کو بمعنے یقول کے لینا امام بخاری کا مسلک ہے جس سے ان کو اجماعی عقیدہ اور احادیث نزول سے تطبیق دینی منظور ہے۔ ورنہ بناء بر تحقیق مذکور متعلق بمعنے توفی قال اگر اپنے معنے حقیقی میں ہی لیا جاوے۔ اور تنویع وفات اس حدیث میں بھی مثل آیت اللہ یتوفی الانفس الخ کی ملحوظ ہو تو بھی حدیث

اقول کما قال العبد الصالح الخ اور اسی طرح آیت فلما توفیتنی الخ ہرگز اجماعی عقیدہ کے برخلاف افادہ نہیں دیتی کیونکہ فلما توفیتنی کا معنے فلما قبضتنی ہوگا۔ قولہ ص ۳۴ ہم یہاں پر بحث نحوی متعلقہ کلمہ بل اور نیز اُن اغلاط کو جو مؤلف سے اسجگہ پر صادر ہوئی ہیں۔ تعرض نہیں کرتے اقول اس مقام پر بھی جناب مولوی صاحب بہ تقلید امروہی مکھڈ شریف و میراشریف و حویلیاں و پشاور و کوہ مری وغیرہ مواضع میں بہت کچھ فرماتے رہے باوجود اس کے پھر عدم تعرض کی وجہ یہ بیان کی کہ درصورت تعرض کرنے کے لوگ مجھے مرزائی سمجھیں گے۔ دونوں صاحبوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ (بحر العلوم) کا حوالہ جو کہ فائدہ جلیلہ میں لکھا ہوا ہے آپ اس کی طرف توجہ فرماویں دیکھو وبل یکون فی الجملۃ للابطال و الانتقال و ما قیل بل ھذہ لیست بعاطفۃ بل ابتدائیۃ وذھب الیہ ابن ھشام من النحاۃ واختارہ فی التحریر فممنوع لابد من اقامۃ دلیل علیہ بل قام الدلیل علی خلافہ لانہ یوجب الاشتراک فی العطف والابتداء و عدم الاشتراک خیر کما مر بل ھو حقیقۃ فی الاعراض و ھو متنوع تارۃ یکون لجعل الاول مسکوتا او مقرر الابطال الاول نفسہ او عن ضمنہ ھذا بحر العلوم مسلم الثبوت۔ قولہ ص ۳۵ مؤلف بتاوے کہ جسم مع الروح کا ذکر اس رکوع بلکہ اس کل سورہ میں بلکہ کل قرآن میں کسی جگہ آیا ہے۔ ہاں البتہ مسیح عیسٰے بن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے۔ اقول مسیح عیسٰے بن مریم کا مذکور ہونا جس کو آپ نے تسلیم کیا ہے یہی مراد ہے۔ (جسم مع الروح سے) نہ لفظ جسم مع الروح کا قولہ سو اُسی کا رفع درجات ذکر فرمایا گیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت ایضا قال تعالٰے وھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت ایضا ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ ایضا ورفعناہ مکانا علیا ایضا یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وغیرہ اقول ان سب آیات میں کوئی قرینہ بالخصوص جسم عنصری مع الروح لینے پر موجود نہیں بخلاف مانحن فیہ محل نزاع میں کیونکہ سیاق وسباق اور صلب و قتل

قطعی طور پر قرینہ ہے۔ عیسےٰ بن مریم سے جسم عنصری لینے کے لئے **قولہ** ص ۳۶ مثل مصنف مفردات راغب اصفہانی وغیرہ نے معنے رفع کے التقریب لکھے ہیں **اقول** یہ معنے وہی معنے ہے جس کو قاموس نے لکھا۔ اور یہاں پر بھی وہی لغزش ہے جو قاموس کی عبارت میں آپ لوگوں نے کھائی یعنے تقریب اعزاز کا معنے وہاں ہی ہوگا۔ جہاں رفع کا صلہ الی ہو۔ لفظاً یا تقدیراً نہ یہ کہ جہاں صلہ رفع کا الی ہو وہاں پر بلا تخلف معنے اعزاز ہی کا لیا جاوے۔ اگرچہ قرینہ صارفہ بھی موجود ہو۔ **قولہ** ص ۳۷ لفظ رفع کو بھی مخالفین نے جو بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی سمجھ رکھا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں۔ یعنی یہ بڑی جہالت ہے کہ جو بعض جگہ پر معنی رفع کے رفع جسمی لئے گئے ہیں۔ تو ان کو علت موجبہ اسبات کا قرار دینا کہ رفعہ اللہ الیہ میں بھی رفع جسمی ہی مراد ہے **اقول** جناب من کیا ہانکے جا رہے ہو۔ کس جگہ شمس الہدائیت کے مصنف رحمۃ اللہ نے رفع جسمی لینے کے لئے صرف یہی وجہ لکھی ہے کہ بعض مواقع میں رفع سے رفع جسمی کا مراد ہونا علت موجبہ ہے رفع جسمی ہی کے لینے کیلئے ہر محل میں ابتک نہیں سمجھے کہ رفع جسمی لینے کے لئے تو ماقبل بل اور مابعد اس کے تضاد کا ہونا جو اوپر بالتفصیل شمس الہدائیت میں لکھا گیا ہے قطعی دلیل اور برہان قاطع ہے آپ نے بحوالہ توراۃ جو تضاد کا تحقق رفع اعزاز و تکریم کی صورت میں لکھا تھا اسکا تار و پود کس طرح پبلک کے سامنے اکھاڑ کر رکھا گیا ہے بلکہ منقول و معقول دونوں کی قلعی کھل گئی ہے۔ الغرض جو کچھ آپ نے تغیر و تبدل شمس الہدائیت کے قوانین میں بحسب زعم خود اثبا تا للمدعیٰ یا تردیداً للقضیۃ کیا۔ اس میں آپ کی غلطی اور جہالت روز روشن کی طرح ناظرین پر ظاہر ہو چکی ہے۔ **قولہ** ص ۳۷ منہیہ میں آپ لکھتے ہیں۔ یہ سب محاورات جو مؤلف نے اس جگہ پر ذکر کئے ہیں کسی میں رفع جسمی نہیں ہے بلکہ رفع روحانی ہے فھذہ المحاورات دلیل لنا لا لکم وعلیکم لا علینا ۱۲ منہ۔ **اقول** من جملہ اُن محاورات کے جو شمس الہدائیت میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک اول تو یہ ہے فرفعہ الی یدہ ای دفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فیفطرون مجمع البحار یعنی اُس پانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر اُٹھایا تاکہ لوگ دیکھ کر افطار کریں۔ حضرت جی اب فرمائیے کہ اُس پانی کے روح کو آپ نے اُٹھا کر لوگوں کے سامنے دکھلایا۔ یا خود اُس پانی کو دوسرا محاورہ یرفع الحدیث الی عثمان تیسرا یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ چوتھا یرفعہ الیہ عمل اللیل قبل

عمل النهار ای الی خزائنه لیضبط الی یوم الجزاء مجمع البحار مطلق اعمال انسان کیلئے عام ہے۔ اس سے کہ ذکر و تسبیح ہوں یا غیر انکے حق سبحانہ و تعالیٰ بحسب تفاوت مراتب نیتہ العامل صورتیں اور شکلیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور ان اشکال کیلئے ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح۔ چنانچہ حضرت شیخ قدس سرہ تلویحات واسرار اقطاب کے بیان میں فرماتے ہیں۔ واما الحروف اللفظیة فانہا تتشکل فی الھواء و لھذا تتصل بالسمع علی صورت ما نطق المتکلم فاذا تشکلت فی الھواء قامت بھا رواحہا اسکے بعد فرماتے ہیں ثم بعد ذالك تلتحق بسائر الامم فیکون شغلہا تسبیح ربھا ویصعد علوا الیہ یصعد الکلم الطیب وھو عین شکل الکلمة من حیث ماھی شکل مسیح لله تعالیٰ شانہٗ آپ نے جسم کو خاص انسان ہی کیلئے سمجھ رکھا ہے لہٰذا منہیہ میں لکھ دیا کہ (ان محاورات میں رفع جسمی نہیں بلکہ رفع روحانی ہے) رہا حدیث کا رفع الی عثمان یا الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو اس مقام پر مرفوع چونکہ حدیث ہے اور اس کے لئے حسب بیان مذکور حضرت شیخ کے جسم بھی ہے۔ لہٰذا رفع جسمانی متحقق ہے صرف رفع در صورت انتساب ہوگا۔ الغرض بہر کیف رفع جسمانی ہی ہوا۔ اور ایسا ہی اعمال کے لئے جسم حسن یا قبیح مع الروح ہونا بحسب اختلاف النیة والھمة۔ چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں لکھتے ہیں ثابت ہے۔ اگر آپ کتاب سبقاً پڑھ لیتے تو اتنا تکلف ہم کو بھی ہر ہر فقرہ میں نہ اٹھانا پڑتا۔ **قولہ** ص۳۸ کہ وہ تو جسمانی ہو ہی نہیں سکتا **اقول** ہو سکتا ہے چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے **قولہ** ص۳۷ کیونکہ ایسے معنے (رفع جسمی) کرنے میں نہ اصل واقعہ کو خیال کیا گیا ہے اور نہ ما بہ النزاع کا لحاظ ہوا ہے اور نہ رفع الی اللہ کی طرف التفات کیا گیا ہے۔ اور نہ اس طول کلام کی طرف توجہ کی گئی ہے کہ یہ طوالت کیوں ہے جو ما قتلوہ و ما صلبوہ سے شروع ہو کر ویکون علیہم شہیدا پر بحث ختم ہوئی۔ **اقول** رفع جسمی کے معنے لینے میں سب امور مذکورہ ملحوظ ہیں۔ سنیئے دونوں فریق یہود و نصاریٰ مسیح کے مقتول ہونے پر متفق تھے گو اُن کے اغراض مختلف تھے یہود کی غرض تو بموجب تعلیم تورایت اثبات ملعونیت تھی۔ اور عیسائیوں کی کفارۂ گناہ اس کا بیان ذکر نہیں اصل واقعہ صلیبی اگر واقعی ہے۔ تو یہ نتائج زعمی ہر ایک نکال سکتا ہے اور اگر سرے سے قتل صلیبی ہی متحقق نہیں ہوئی۔ تو اس کی عدم وقوع کے بیان سے ان نتائج واغراض کا انتفاء اور اڑ جانا خود

ہی ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ اگر قتل صلیبی فی الواقع پایا جاتا تو قتل کی نفی ماقتلوہ سے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کذب لازم آتا ہے۔ بلکہ تردید میں اغراض کی طرف توجہ ضروری تھی ما کان المسیح ملعوناً وکفادۃً کماز عموا ونحوہ کہنا چاہیئے تھا۔ ایسا ہی اگر صلیب پر چڑھانا بغیر قتل کے واقعی ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب خیال کرتے ہیں اور ماصلبوہ کی تاویل اس طور پر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ صلیب پر چڑھانے کی غرض یعنی قتل حاصل نہ ہوئی۔ تو گویا صلیب پر چڑھانا ہی نہ ہوا۔ تو اس صورت میں صدر کلام یعنی (وقولہم) کے داخذ ھم ورفعھم المسیح علی الصلیب کہنا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ بہ نسبت غلط بیانی کے ایذار سانی خصوصاً جو اپنی طرف سے گویا مار ہی ڈالا ہو۔ بڑا جرم سنگین اور بمقتضائے مقام واجب الذکر ہے۔ صدر کلام کو بھی رہنے دیجئے یہ تاویل صریح آیت یعنی (واذ کففت بنی اسرائیل عنک) کے برخلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ من جملہ اُن انعامات کے جو مسیح پر کئے گئے ہیں اور اس آیت کے ماقبل مذکور ہیں ایک یہ انعام بھی بیان فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا۔ اور تمکو انکی ایذا سے بچا لیا۔ بموجب زعم مرزا صاحب کے انعام یہ ہوا کہ تمکو گلی کوچہ میں مخالفوں کے ہاتھ میں خوب پٹوا کر اور رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ واہ رے مرزا صاحب واہ اگر مسیح قادیانی انہیں حقائق واسرار قرآنی کو اپنے ساتھ لایا ہے۔ تو اسی کو مبارک ہوں خدا کسی مسلمان کے نصیب نہ کرے۔ پھر ہم آیت کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کی غلط بیانی کی تردید میں فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم حالانکہ نہ انہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ سولی دیا۔ لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا کہ وہ مقتول مسیح کا شبیہ سمجھا گیا۔ چنانچہ ہر دو محاورہ قاموس میں موجود ہیں وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن جو لوگ اس امر میں قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقعہ سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعویٰ کی اُنکے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں (وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ) انہوں نے ہرگز اسکو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاس اسکو اُٹھا لیا (اور اس ہمارے اُٹھانے کو کوئی شخص مشکل اور بعید از قدرت ہماری کے نہ سمجھے) وکان اللہ عزیزاً حکیماً) اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

ناظرین کے خیال میں آ گیا ہوگا۔ کہ یہ معنے جو آج تک اہل اسلام کا عقیدہ اسی پر ہے اور مفسرین نے

بھی بغیر مرزا صاحب کے یہی سمجھا اور لکھا ہے۔ کس طرح قرآن مجید کی نظم سے صاف صاف ثابت اور سب آیات ایک دوسرے سے چسپان ہو جاتی ہیں۔ بخلاف اس معنے کے جو مرزا صاحب واتباعہ نے لیا ہے یعنے (رفعہ اللہ الیہ) میں رفع سے مراد رفع درجات ہے کیونکہ آیت کے تمام الفاظ بھی اس تقدیر پر درست اور چسپان نہیں ہوتے اس لئے کہ (وکان اللہ عزیزا) تمام الفاظ کا بولنا تو اس جگہ پر مناسب ہوتا ہے۔ جہاں کہیں مشکل امر کو سہل بتلانا منظور ہو اور رفع درجات نیک آدمی خصوصاً انبیاء کیلئے مشکل اور ان ہونا نہیں سمجھا جاتا۔ بخلاف رفع جسم بجسدہ العنصری کے کہ یہ ایک انوکھا واقعہ ہے اور نیز (رفعہ اللہ الیہ) پر اُس وعدہ کا تحقق ہے۔ جو یعیسے انی متوفیك ورافعك الی میں کیا گیا تھا۔ اس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ دیکھو مباحثہ دہلی تو بالضرور یہ رفع درجات مغائر ہو گا۔ اس رفع درجات کے جو مسیح کو یوم ولادت سے لے کر عمر بھر شامل رہا۔ حتےٰ کہ وعدہ مذکور کے وقت بھی کیونکہ وعدہ اسی امر کا دیا جاتا ہے جو کہ موعود لہ کو حاصل نہ ہو۔ لہٰذا ماضویت رفعہ اللہ الیہ کی بہ نسبت قتل زعمی کے نہ ٹھہری فظہر بطلان ماذعم الامر وہی اور جب ہم نے محاورات قرآنیہ وغیرہ کو تتبع کیا۔ تو ایسا کہیں نہ ملا۔ جو تحقق مضمون اس جملہ کا جو بصورت ماضی مابعد بل کے واقع ہو۔ متاخر ہو اُس جملہ کے تحقق سے جو ما قبل بل کے واقع ہوا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ مسیح کی موت طبعی کا تحقق مع لازم اپنے رفع درجات کے بعد از واقع قتل صلیبی جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب کا ہے مخالف ہے بیان قرآن سے اور نیز یہ معنی مخالف ہے ارجاع ضمیر (موتہ کو لیؤمنن بہ قبل موتہ میں مسیح کی طرف حالانکہ مرزا صاحب کے پیر و مرشد مولوی نور الدین صاحب نے (موتہ) کی ضمیر کو مسیح کی طرف باقی ضمائر کی طرح راجع کیا ہے دیکھو (فصل الکتاب لمقدمۃ اہل الکتاب) جلد ۲ صفحہ ۸۰ ترجمہ مابعد کی آیت وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) کا جو مولوی نور الدین صاحب نے کیا ہے اور مطابق ہے ہماری رفع جسمی کی تقدیر کو یہ ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ یہ ترجمہ صراحۃً بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب وقولہم

انا قتلنا الخ سے لیکر شھید اً تک سارا ہی غلط ہے۔ کیونکہ مولوی نورالدین صاحب نے تمام ضمیریں مسیح کی طرف ہی پھیریں ہیں۔ جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا۔ اسی کے ساتھ اس کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں اور عیسائیوں پر قیامت کے دن مسیح گواہ ہوں گے پس گویا مرزا صاحب ہی کی کلام سے ثابت ہوگیا۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے کیونکہ مولوی صاحب اور مرزا صاحب فناء کامل کے باعث جو مولوی صاحب کو مرزا صاحب سے حاصل ہے۔ یا بالعکس کہو ایک ہی ہیں۔ جناب امروہی صاحب فرمائیے اس طوالت کا وما قتلوہ سے لیکر شھیداً تک کچھ پتہ ملا اور مابہ النزاع اور اصل واقعہ اور رفع الی اللہ کا لحاظ ہے یا نہیں۔ **قولہ** تو پھر اثر ابن عباس وغیرہ دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے جو روایات اسرائیلیات سے ہے بمقابلہ ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے **اقول** کیوں نہیں ہو سکتا جب آپکے ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ ہباءً منثوراً ہو کر اُڑ گئیں۔ رہا یہ امر کہ اثر ابن عباس کو جو آپ نے اسرائیلیات سے ٹھہرایا ہے) اس پر سنیئے قبل از واقعہ صلیب مسیح کے زندہ بجسدہ العنصری اُٹھایا جانے کا کوئی اہل کتاب میں سے قائل نہیں۔ تو بالضرور ابن عباسؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہوگا۔ کیونکہ کئی دفعہ ابن عباس وغیرہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید من اولہ الی آخرہ سنایا اور فرماتے ہیں۔ کہ ہر دفعہ ہر ایک آیت میں استفسار کیا کرتے تھے۔ بغیر تحقیق کے آگے نہیں جاتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر اور چونکہ یہ مضمون اجتہادی بھی نہیں۔ یعنے ابن عباس اپنے قیاس سے یہ خبر نہیں دے سکتے تو لامحالہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ دیکھو امروہی صاحب کی تصنیف مسک العارف صـ۲۷ جس میں مخالفت قیاس کو دلیل مرفوعیت حدیث کی بحوالہ کتب اصول مسلم کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عباسؓ کے اثر کا مضمون بالکل مطابق ہے آیات مذکورہ کے بلکہ بغیر مضمون اس اثر کے کوئی مضمون آپ کی نرالی تفسیر کا مطابق ہی نہیں ہوتا۔ اور نیز واضح ہو کہ جسم عنصری کا اٹھایا جانا کوئی محال امر نہیں۔ ایسے واقعات ہماری اسی کتاب میں جو اوپر گذر چکے ہیں بحوالہ شرح الصدور ملاحظہ فرماویں اور معراج جسمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

جس پر سب اہل کشف وشہود متفق ہیں بڑی قوی نظیر ہے استبعاد رفع جسمی کے لئے **قولہ** ص ۳۸ سطر ۱۷ اور ہم یہ کب کہتے ہیں کہ جہاں پر رفع کا صلہ الی ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا۔ **اقول** یہ آپکے نبی بھائی نے قول جمیل کے ص ۶۰ سطر ۸ میں لکھا ہے اور نیز اس مقام میں صلہ بھی کلمہ الی کے ساتھ واقع ہے۔ جس سے صریح قربت کے معنی ہی مراد ہیں انتہیٰ (قربت کے معنے ہی میں جو ہی ہے حصر کیلئے ہے یعنی یہی معنے قربت کا مراد ہوگا نہ غیر اس کا **قولہ** ص ۳۸ الغرض صلہ رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ اور ادلہ مزبورہ کے قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے ہے **اقول** ادلہ مزبورہ کا حال ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے **قولہ** ص ۳۹ پس اس عرفیہ عامہ کو آپ مطلقہ عامہ کیونکر بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ قضیہ کہ (جس جگہ پر رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ کے ہو اس جگہ معنی رفع منزلت کے ہی ہونگے بالدوام) قضیہ عرفیہ عامہ ہے نہ مطلقہ عامہ **اقول** سنیے حضرت قضیہ یہاں پر یہ ہے الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلة یا یوں کہیئے الرفع المستعمل بالی یراد منہ رفع المنزلة یعنی لفظ رفع جسکا صلہ الی ہو دلالت کرتا ہے رفع منزلت پر یا مراد اُس سے رفع منزلت ہوتا ہے۔ رفع مستعمل بالی کے وجود کے متعددہ اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جنمیں دلالت یا ارادہ مذکورہ پائے جاتے ہیں وہ اوقات کون ہیں۔ جن میں مطابقت باصل واقعہ وسیاق وسباق پائی جاوے اور انہیں متعددہ اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جن میں دلالت یا ارادہ مذکورہ نہیں متحقق ہوتے یعنی وہ اوقات جن میں مطابقت مذکورہ متحقق نہ ہو بعد اس تمہید کے ادنیٰ طالبعلم بھی جانتا ہے کہ قضیہ مذکورہ (الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلة الخ) مطلقہ عامہ ہے نہ عرفیہ عامہ کیونکہ مطلقہ عامہ اُسی قضیہ سے عبارت ہے جس میں حکم بالثبوت یا بالسلب فی وقت من اوقات وجود الذات کیا جاوے وما نحن فیہ میں ذات موضوع رفع ہے جو مستعمل بکلمہ الی ہو اور مطابقت باصل الواقعہ یا عدم مطابقت باصل الواقعہ کے اوقات وجود الذات موضوع کے اوقات میں سے ہیں اور عرفیہ عامہ اسلئے نہیں ہوسکتا کہ عرفیہ عامہ میں حکم بدوام الثبوت یا بدوام السلب بشرط وصف الموضوع کیا جاتا ہے۔ مراد اس وصف الموضوع سے وصف عنوانی موضوع کی ہے یعنی جس وصف کو تعبیر ٹھہرایا جاوے۔ ذات موضوع کے لئے جیسا کہ کُل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا اس میں وصف کاتب عنوان ٹھہرایا گیا ہے ذات موضوع سے اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورة الرفع

سلہ امروہی صاحب اپنی ہی عبارت ص ۳۸ سطر ۱۵ یعنے (کہ لفظ رفع کا ایسی حالت کذائی میں معنے مذکور میں استعمال ہوتا ہے۔ یا عبارت اسی صفحہ کی سطر ۲۲ کو ۲۳ تک ملاحظہ کرو۔ ۱۲ منہ۔

المستعمل الخ میں وصف مطابقت یا عدم مطابقت کو عنوان موضوع نہیں ٹھہرایا گیا اور قید (مع اوصاف مذکورہ) آپکا حاشیہ ہے ہمارے مخاطب مرزا صاحب اور مصنف قول جمیل نے صرف (الی) کے صلہ واقع ہونے کو ملحوظ رکھا ہے جکا مآل (الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ) ہی کی طرف ہے دیکھو عبارت منقولہ قول جمیل صفحہ ۱۰۳ کی جو اوپر لکھی گئی ہے۔ اور ازالہ اور آپکا حاشیہ بھی بعد ملاحظہ تردید متعلق بہ تحقیق اوصاف مذکورہ جو ناظرین کے پیش نظر کی گئی ہے ھباء ًا منبثاً ہو گیا ہے قطبی پڑھنے والے طلبہ دیکھو حضرت ام وہی صفحہ کا ازالہ منطق کہ اس جگہ پر دائمہ مطلقہ کو عرفیہ عامہ بنا رہے ہیں۔ **قولہ** صفحہ ۳۹ سطر ۴ دیکھو حضرت پیر صاحب کا منطق کہ اس جگہ پر مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ میں تقابل سمجھ رکھا ہے کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا اور نیز بالعکس؟ **اقول** حضرت من بنئے بیت۔ فہم سخن گر نہ کند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجوی۔ شمس الہدایت کی عبارت (مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ رکھا ہے) کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے مدعی کے اثبات میں صرف کلیۃ کبری پر جو شرط ہے شکل اول میں اکتفاء کی۔ چاہیئے تھا۔ کہ دوام اطلاق یا عرفیہ عامہ ہونا اس کا بھی ثابت کرتے تصویر دعویٰ (رفعہ اللہ الیہ) سے مراد رفع منزلت ہے دائماً دلیل اسلئے کہ یہ رفع مستعمل بالی ہے اور جو رفع مستعمل بالی ہو مراد اس سے رفع منزلت ہوا کرتا ہے (اعتراض شمس الہدایت) اس کبرے میں صرف کلیت پر نازاں ہونا جہالت ہے۔ کیونکہ اگر کبری کو مطلقہ عامہ ٹھہرایا جاوے تو نتیجہ بھی مطلقہ عامہ ہی نکلا یعنی رفع مستعمل بالی مراد اس سے رفع منزلت ہوتا ہے فی وقت من اوقات وجود الذات لے وقت المطابقۃ بالاصل الواقعۃ والسیاق والسباق اور مدعیٰ یہ تھا رفعہ اللہ سے مراد رفع منزلت ہوتا ہے دائماً) اور اگر کبری فرضی طور پر عرفیہ عامہ مانا جاوے تو حد اوسط مکرر نہیں ہوتی کیونکہ صغریٰ میں محمول رفع مستعمل بالی ہے مطلقاً اور کبرے میں موضوع رفع مقید بالاوصاف ہے پس بوجہ عدم تکرار اوسط کے دلیل منتج مطلوب نہ ہوئی اور آپکا سوال ذیل (کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا) ہاں صفحہ نہیں ہو سکتا در صورتیکہ مطلقہ عامہ مہملہ ہو یا دائمہ مطلقہ۔ **سوال** صغری میں بھی محمول رفع مستعمل بالی موصوف بالاوصاف المذکورہ ہے۔ **جواب** ہرگز نہیں کیونکہ اثر ابن عباس رضؓ کا جو حکم مرفوع میں ہے اور سیاق آیات کا شاہد ہیں اسپر کہ درصورت مراد ہونے رفع منزلت کے علاوہ نہ ہونے مطابقۃ لاصل الواقعہ کے کئی مفاسد لازم آتے ہیں جو اوپر آیات کے ترجمہ میں بیان کی گئی ہیں۔ خلاصہ مطلب شمس الہدایت کی عبارت کا یہ ہوا کہ قول مذکور جو فی الواقع مطلقہ عامہ اور مخالف ان کے مدعی کا ہے لاختلاف جہتی الاطلاق العام والدوام صرف اسکے محصورہ کلیہ ہونے

پر خوش ہو رہے ہیں حالانکہ جب تلک عرفیہ عامہ ہونا اسکا مع کلیتہا اور پھر بعد ازاں حد اوسط کا تکرار کسی دلیل قابل الاعتبار سے ثابت نہ کریں صرف کلیت انکیلئے مفید نہیں ہو سکتی اور یا مدعیٰ کو بھی مطلقہ عامہ ٹھہرا کر مراد وقت من اوقات الذات سے بالخصوص وہی وقت الاوصاف لیا جاوے اور پھر صغریٰ میں بھی تحقق الاوصاف دلیل معقول سے ثابت کر دیا جاوے تو بھی انکا مدعیٰ حاصل ہو سکتا ہے، الغرض قضیہ کو خواہ مطلقہ عامہ بناویں یا عرفیہ عامہ بہرکیف پھر بھی بغیر اسکے کہ اوصاف کا تحقق صغریٰ میں ثابت کر دیا جاوے قیاس مذکور ان کے مدعا کیلئے منتج نہ ہوگا اور ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہے کہ تحقق اوصاف کے لئے جتنی کارروائی امروہی صاحب نے کی تھی وہ سب نصوص قاطعہ اور براہین سلطعہ سے ہباءً منثورا ہو گئی واقعی بیان اس میں شک نہیں کہ شمس الہدایت تھوڑے روزوں میں فاصلہ اوقات میں لکھی گئی اور چونکہ بعض اوقات میں کاپی نویس کو لکھے ہوئے خطوط پر مضامین لکھ دئے جاتے تھے لہٰذا کاتب کو بعض کلمات میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ لکھے ہوئے کاغذوں پر لکھنا ہی ظاہر ہے کہ موجب اشتباہ ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ کاپی نویس علم بھی نہ رکھتا ہو۔ مصنف علیہ الرحمۃ کے مسودہ میں پہلی عبارت اس طرح پر ہے (مطلقہ عامہ کو دائمہ مطلقہ اور مہملہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا ہے) کاپی نویس چونکہ منطق کے مصطلحات سے واقف نہ تھا اور کاغذ بھی موجب اشتباہ تھا لہٰذا نقل کرنے کے وقت اس نے عبارت مذکورہ سے صرف مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ لکھا اور لفظ مہملہ ایسا ہی دائمہ مطلقہ کا دونوں نقل میں رہ گئے **قولہ** ص۹۱ س۱ اور مؤلف رسالہ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی کی سمجھ لی ہے حالانکہ ان دونو میں اگر ہم رعایت مؤلف کی کریں تو عام خاص من وجہ کی نسبت ان میں مان سکتے ہیں مگر یہاں پر تو بوجوہ مذکورہ سوا رفع بحسب القدر کے رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا **اقول** اے خدا کے بندے کبھی تو سچ بولا کرو ہم نے کسجگہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی لکھی ہے بلکہ صرف استلزام کا رفع بحسب المرتبہ کو یا اجتماع دونوں کا مانحن فیہ یعنی مادہ مسیح میں لکھا ہے کیا آپکے نزدیک استلزام اور اجتماع میں تساوی ہے شمس الہدایت کی عبارت یہ ہے (حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولی و بالاحسن معلوم ہوتا ہے) ص۹۱ س۱ اور آپ نے جو ہماری رعایت فرما کر عموم و خصوص من وجہ کہا ہے بالکل لغو ہے کیونکہ رفع جسمی سے مراد تو وہ رفع ہے جو مدلول ہے (رفعہ اللہ الیہ) کا یعنی رفع جسم مسیح کا بذریعہ ملائکہ کے آسمان کی طرف اور ظاہر ہے کہ اس رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں عموم و خصوص مطلق ہے نہ من وجہ **قولہ** ص۹۱ و ۹۲ س۲۱ میں

آپ لکھ چکے ہیں۔ کہ بل رفع اللہ الیہ کو قیاس یاایتہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة پر کرنا
بیجا ہے اور اب ان دونوں کو متصادق فی المعنے فرماتے ہیں ھذا شیٔ عجیب ولنعم ما قیل درغگوے راحافظ نباشد
اقول ہم نے تو الی اللہ اور الی الرب ایسا ہی علی السماء کو متصادق فی المعنی قرار دیا ہے کو دن طالب علم بھی اس مضمون
کو شمس الہدائیت کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے عبارت یہ ہے (خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا
اسکی صورت یہی ہے کہ آسمان کو جو محل عباد مکرمین کا ہے قرارگاہ انکی بنائی جاوے) لفظ (خدا کی طرف) کا عبارت
مذکور میں مطمح نظر ہے اور معنی حرفی چونکہ بغیر انضمام متعلق کے مستفاد صرف حرف سے نہیں ہو سکتا لہذا رفع
اور رجوع اور صعود کا ذکر بھی ضروری کیا گیا ہے کاش اسم فعل حرف کی تعریف ہی بخوبی سمجھ لی ہوتی تو نہ آپ ایسے
رکیکہ اعتراضات فرماتے نہ ہمکو انکی تردید میں تضیع اوقات کرنی پڑتی اور بل رفعہ اللہ الیہ کا قیاس یاایتہا النفس الخ
پر بیجا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ متعلق رفع کا یعنے مرفوع جسم عیسوی ہے بدلیل سباق اے وما قتلوہ بخلاف یاایتہا النفس
میں کہ منادی نفس ہے اور راجعی کی ضمیر سے بھی مراد وہی نفس ہے کہ اور کوئی قرینہ جسم کی مراد لینے پر نہیں۔
الحاصل (یاایتہا النفس الخ میں محل بحث نفس ہے اور بل رفعہ اللہ الیہ) میں جسم اور یہ مطلب نہیں کہ (الی ربک
اور الیہ) کا ایک دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے تاکہ مخالفت بین القولین کا الزام عائد ہو الحاصل الی اللہ اور
الی الرب اور علی السماء کو متصادق ٹھہرایا گیا ہے جنکے عدم تصادق کا ذکر کہیں نہیں اور رفع اور رجوع کو متخالف
ٹھہرایا گیا ہے جنکے تصادق کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ولنعم ما قیل وکم من عائب قولا صحیحا وافتہ من الفھم
السقیم ایسے مسیح کو ایسا ہی عالم چاہیئے ۔ قولہ مؤلف کو یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ رفع جسمی کو رفع الی اللہ
سمجھ لیا۔ اقول رفع الی اللہ سے رفع جسمی کا مستفاد ہونا مدلل ہو چکا ہے دیکھو آئیت بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق
فائدہ جلیلہ اور نیز محاورہ حدیث شریف اور عام عرب کا بھی ثبوت دیا گیا ہے شیخ اکبرؒ وغیرہ اہل لسان نے
رفع جسمی ہی لیا ہے اور چند عجمیوں کی مخالفت قابل اعتبار نہیں دیکھو اصول عشرہ آپنے چونکہ شمس الہدایت
سبقاً کسی عالم سے نہیں پڑھی تھی۔ لہذا چند جہالات ظاہر کرنے میں معذور تھے اب اس تشریح کو ملاحظہ فرمائیے
قولہ اور پھر دیکھو اللہ تعالی ایک بت پرست کی نسبت جو اللہ تعالی کے ساتھ ظن بد رکھتا ہے فرماتا ہے
کہ من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرة فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل
یذھبن کیدہ ما یغیظ اس آئیت میں لفظ الی السماء کا موجود ہے تو وہ کافر سوء ظن اللہ تعالی کے
ساتھ رکھنے والا اس وجہ سے کہ سماء کی طرف بحکم فلیمدد بسبب الی السماء مرفوع ہو آپکے نزدیک

کیا مرفوع الدرجات ہو سکتا ہے کلا وحاشا **اقول** شمس الہدائیت کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ مقرب اور عبد صالح کے بارہ میں رفع جسمی مستلزم رفع درجات کو ہے جیسا کہ آئت محل بحث میں عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری میں عامر بن فہیرہ کا بیر معونہ کے دن مقتول ہونے کے بعد بجسدہ العنصری مرفوع السماء ہونا ملاحظہ فرماویں۔ جسکے بارہ میں عائشہؓ فرماتی ہیں رفع عامر بن فہیرۃ الی السماء فلم توجد جثتہ یرون ان الملائکۃ وارتہ ایسا ہی خبیب بن عدی کا ممن وارتہ الملائکہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ شرح الصدور ص۲۰۶ الغرض استلزام رفع جسمی علی السماء اور رفع درجات میں در مادہ عبد صالح مراد ہے جس پر سوق آیت رفع صراحۃ دال ہے تو پھر آئت من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ الخ مادہ نقض کس طرح ہو سکتی ہے واہ رے مولوی امروہی صاحب کہاں کی کہاں لگادی **قولہ** بلکہ صعود علی السماء اور نیز نزول آسمان سے قرآن مجید میں فی محل الذم بیان فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء الخ ایضا قال تعالیٰ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء الخ اگر الی اللہ کو الی السماء بھی آپکی خاطر سے مان لیا جاوے تو اس تحریف سے رفع بحسب الدرجات کب حاصل ہو سکتا ہے کما مر **اقول** یہ آیت بھی کسی مقرب اور صالح بندہ کے حق میں نہیں۔ قولہ تعالیٰ ومن یرد ان یضلہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت گمراہ شخص کے بارہ میں جیسے کہ آیت ثالثہ یعنی ومن یشرک الخ مشرک کے بارہ میں ہے اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ بشرطیکہ موضوع اسکا زیر لحاظ رکھا جاوے اور شہادت سیاق و سباق لیجاوے اور اصل واقعہ بھی جسکا ثبوت اثر صحیح ابن عباسؓ سے ہو چکا ہے ملحوظ ہو تو ایسے مواد میں رفع الی السماء بیشک رفع درجات کو مستلزم ہوتا ہے رہی وہ استنباطات جن سے نئے مفسرین نے ماشاء اللہ نظر بد دور اسلام کو بزعم خود ممنون فرمایا ہے چونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں لہٰذا بناء بر مذہب محققین اصولیوں کے جن کا مسلک تقدیم الکتاب علی السنۃ کا ہے بلکہ بموجب مسلک کل اہل اسلام کے جنکا مشرب تقدیم الکتاب والسنۃ علی رای الفلاسفہ کا ہے مردود ٹھہریں گے جس مسلمان کا ایمان ذلک الکتاب لاریب فیہ پر ہے وہ کب نرالے مفسرین کے دام میں پھنستا ہے سچ اور بجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک فرمان یمرقون من الدین کما یمرق الخ اہل اسلام کو وہ تفسیر اور استنباط مقبول ہو سکتے ہیں جو مطابق ہوں کلام باری کے بعد رعائیت قواعد عربیہ و اصول ادبیہ کے والا اہل اسلام کلام الٰہی کو بعد اسکے کہ تحقیق امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کا

ہو چکا ہو۔ الحمد للہ علی ذلک کس طرح ترک کر دیں اور چند جہلا زعمی مولویوں کا اتباع جو مصداق یریدون ان یطفئوا نور اللہ کا ہو رہے ہیں اختیار کریں! الغرض جبکہ قرآن کریم حق کیساتھ اُسی تبارک و تعالےٰ نے اُتارا اور اُسی نے اُس کا بیان پاک زبان وحی ترجمان آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حسب الحکم بما اراک اللہ کے کروایا۔ تو پھر یہ کتاب اور بیان پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا باہم کیونکر متعارض ہو سکتے ہیں تاکہ تاویلات و تحریفات مخترعہ گروہ قادیانی کی سُنی جاویں۔ مسلمانوں یہ کب ہو سکتا ہے کہ حسب قولہ تعالیٰ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما وایضا قال تعالےٰ وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدےٰ ورحمۃ لقوم یؤمنون وایضا قال تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون وایضا قال صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القران ومثلہ معہ یعنی السنۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لوگوں کے متنازعات کے فیصلہ کرنیکا حکم ہوا۔ اور آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم العیاذ باللہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کے معنوں کو نہ سمجھے ہوں اور وہ نرالی سمجھ قادیانی اور اس کے دو تین حواریوں کے لئے امانت رکھی ہو نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الواھیۃ مسلمانوں یاد رکھو کہ حسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے جبکہ تیرہ سو کے بعد قادیانی اور اُس کے ذریت نے ایسی گڑبڑ مچائی جس سے پناہ بخدا تو اُس گڑبڑ کے رفع کرنے کے لئے بحسب سنت اللہ صدی کے سرے پر ایسے مجدد ظاہر ہوئے اس گڑبڑ کو ہباء منبثا کر دیا۔ وہ مجددین کون ہیں یہی علماء اسلام شکر اللہ سعیہم جنہوں نے قادیانی کو بمعہ اُس کے ذریت کے گھر تک پہنچایا فسبحان من خلقہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واجملہ واکملہ وادبہ واحسن تادیبہ ثم اید دینہ بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باستخلاف خلفاء الراشدین المھدیین وجدد دینہ ببعث المجددین المھدیین الی یوم الدین قولہ بقرینۃ وما قتلوہ وما صلبوہ کے مراد قتل سے قتل بالصلیب ہے جو تم کو بھی مسلم ہے اور حسب احکام توریت اور زعم یہود موجب لعنت ہے کما مر پس ملعونیت اور مرفوعیت بحسب الدرجات آپس میں متضاد ہیں جیسا کہ ثابت کیا گیا انتہی اقول کیا خاک ثابت کیا اوپر لکھ چکا ہوں کہ کتاب استثناء کی تیئیسویں ۲۳ آیت کا یہ مطلب نہیں

کہ بیگناہ بھی اگر بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے تو ملعون ہوگا بلکہ بائیسویں۲۲ آیت میں صراحۃً مجرم کا ذکر ہے۔ اور مسیح بن مریمؑ کا بحسب زعم یہود مجرم ہونا تحقق تضاد میں مفید نہیں۔ کیونکہ تضاد کا وجود حسب علم المتکلم بھی ہونا چاہیئے۔ جس کی کلام میں بل کا کلمہ واقع ہے تاکہ قصر قلب کے رو سے تحقق وصف مزعوم مخاطب کا متصور ہو اور ظاہر ہے کہ مسیح خدائے عزوجل کے ہاں بے گناہ ہے ناظرین عبارت توران کی جو پہلے نقل کی گئی ہے ملاحظہ فرماویں۔ سبحان اللہ نقل اور استنباط دونوں ماشاءاللہ صداقت اور لیاقت سے مالامال ہیں۔ **قولہ** ص۲۴ نبی کا رفع بحسب الدرجات اُسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے بلکہ اس کے یوم ولادت سے ہی کمالات و درجات کی ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس رفع کا نہا الی یوم الحشر ممتد ہوتا ہے۔ لہٰذا ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل کلمہ بل کے بخوبی ثابت ہے الخ اقول اتنا بھی شعور نہیں کہ آیت بل رفعه الله اليه میں ذکر تحقق اس رفع کا ہے جس کا پہلے وعدہ دیا گیا تھا بقولہ تعالیٰ یٰعیسےٰ انی متوفیك و رافعك الی الخ اور ظاہر ہے کہ وعدہ دینے کے وقت جیسا کہ توفی کا تحقق نہیں تھا ایسا ہی رفع موعود کا بھی ہونا چاہیئے۔ وعدہ اسی چیز کا دیا جاتا ہے جو کہ وہ موعود لہ کے پاس موجود نہ ہو۔ جیسا کہ توفی بوجہ ہونے کے ساتھ وقت وعدہ دینے کے تم بھی قائل ہو۔ کہاں یہ رفع موعود بہ اور کہاں مطلق رفع درجات۔ چہ خوش گفت سعدی درزرادی۔ الایا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا۔ اور جب رفع بحسب الدرجہ موعود بہ خاص بما بعد الموت مراد ٹھہرا تو ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل بل یعنی قتل کے کیسے ہوئی کیونکہ آپ کے خانہ زاد مذہب میں تو مسیح بعد واقعہ صلیبی کے مرا ہے **قولہ** ص۲۵ تعجب ہے کہ مؤلف صاحب ہمارے مقابلہ میں تو حضرت عیسےٰ کے کمالات اور معجزات بڑے زور و شور سے سب کچھ بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس مقام میں تمام رفع درجات عیسوی کو جو وقت ولادت سے بتدریج تا آخر عمر اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک میں بیان فرماتے ہیں نسیاً منسیا کر دئے مثلاً اذ ایدتك بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتك الکتاب والحکمة والتورات والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئة الطیر باذنی فتنفخ فیھا فیکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج

الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبینات الی قوله
یہ نہیں کہ بعد وفات کے ہی رفع درجات ہوتا ہو جیسا کہ مؤلف کو دھوکا ہوا ہے انتہیٰ **اقول** آپ
کی بھولی بھالی جماعت اور نرالا نبی اگر جاہل ہیں تو سارا جہان جاہل نہیں ابھی اوپر ثابت
ہو چکا ہے کہ رفع موعود بہ کا تحقق بر وقت الیعاد ممکن نہیں کیونکہ نعمت موجودہ کا وعدہ
دینا قول بالمتضادین ہے۔ اب معلوم ہوا۔ کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں جس رفع کا تحقق مذکور ہے
وہ رفع مغائر ہے اُس رفع درجات سے جسکا ذکر آیت اذ ایدتك بروح القدس الخ
میں کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ بغیر رفع جسمی کے کوئی فرد رفع کا مغائر افراد رفع الدرجہ مذکورہ
فی الآیات المسطورہ کے نہیں جس کے بننے سے ماضویت بھی ملحوظ رہے۔ پس ثابت ہوا کہ مراد
رفع سے بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع جسمی ہے نہ رفع بحسب الدرجہ آگے رہا انکار
معجزات مذکورہ فی الآیات المسطورہ کا۔ سو ناظرین پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ
بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع بحسب الدرجات مراد نہ ہونے سے باقی معجزات و درجات
مذکورہ فی الآیات المسطورہ کا انکار نہیں آتا بلکہ خود رفع جسمی بعد الموت بھی مستلزم ہے
رفع الدرجہ کو جیسا کہ عامر بن فہیرہ و خبیب بن عدی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور وہ آیات
واذ ایدتك بروح القدس الخ فی نفسہا معجزات اور رفع الدرجات پر دال ہیں اور سب
اہل اسلام کے مومن بھائی قائل بھی ہیں۔ بخلاف مرزا صاحب اور متبعین اُن کے کیونکہ اس انکار
سے مرزا صاحب کی تالیفات مثل ازالہ اوہام اور ایام الصلح وغیرہ وغیرہ بھری ہوئی ہیں۔
کسی معجزہ کو مسمریزم اور کسی کو ماؤل بتاویل آئل الی التحریف جیسا کہ تحی الموتی میں اور کسی سے
صاف انکار مثل مسیح بن مریم کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا وغیرہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ معجزات
کے منکر آپ ہی کے نئے پیغمبر اور نرالے مفسر ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آپ اُن سے الگ ہیں
مگر اس مقام میں آپ سے (کلمۃ حق ارید بہا باطل) کے طور پر اقرار بالمعجزات صادر ہو گیا
ہے ورنہ آپ اول نمبر ہیں **قولہ** ص۲۶ آگے رہا اثر ابن عباس سو چونکہ وہ معارض ہے کلام
الٰہی کے مضمون مراد سے لہٰذا حسب الحکم قواعد تعدیل و ترجیح اولہ کے قابل قبول نہیں **اقول** اثر
ابن عباس چونکہ باسناد صحیح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے شمس الہدایت میں نقل کیا گیا ہے اور

نیز مؤید ہے مضمون مراد من الآیۃ یعنے بل رفعه الله الیه کو جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے
کہ رفع موعود بہ جس کو مغائرۃ باقی رفع الدرجات سے بوجہ تحقق و وجود ان کے اور نہ موجود ہونے
اس کے بروقت الیعاد یعنی وعدہ دینے کے ضروری ہے وہ بغیر رفع جسمی کے ممکن ہی نہیں
اور رفع خاص بحسب الدرجہ بعد الموت کے احتمال کو ہونا ماضویت کا بہ نسبت ما قبل
بل کے مانع ہے۔ کیونکہ مستلزم ہے عدم تأخر رفع کو واقعہ صلیبی سے اور یہ خلاف
ہے مذہب قادیانی کے۔ ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہے کہ اس نرالے نبی اور نئے مفسر کا کوئی
فقرہ بسبب جہالت یا افتراء کے قابل قبول نہیں **قولہ** ص ۹۲۶ علاوہ یہ کہ اسکے متن میں بھی
خود ایک قسم کا اضطراب ہے کما سیجیٔ ۲ **اقول** نہیں بلکہ آپ کی ادراک میں فساد ہے کما
سیظھر انشاء اللہ تعالیٰ **قولہ** ص ۹۲۶ س ۱۸ اور نیز معارض ہے خود ابن عباس کے اس
اثر کے جو صحیح البخاری میں ہے۔ جس میں متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں **اقول** معارض
جب ہو کہ ابن عباس قائل بہ تقدیم و تاخیر متوفیک و رافعک میں نہ ہو۔ یا کہ شواہد تقدیم و تاخیر
کے قرآن کریم میں بکثرت موجود نہ ہوں اور یا متوفیک دال ہو تحقق وفات پر۔
واذ لیس فلیس کما مر مفصلا لہٰذا امام ہمام بخاری باوجود علم اس اثر کے اُسی
مسیح بن مریم کے نزول کا قائل ہے بشہادت تراجم فتدبر بلکہ مع عدم معارضہ مذکورہ اثر مذکور
معاضد ہے۔ ابن عباس کے اُن آثار کو جن کو محدثین نے نزول مسیح کے بارہ میں نقل
کیا ہے۔ اور شمس الہدایۃ میں مذکور ہیں **قولہ** ص الیضاً اور نیز مخالف ہے اُن احادیث صحیح
بخاری کے جن میں کما قال العبد الصالح فرمایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ
تعالیٰ آوے گی۔ پس بمقابلہ ان اربعہ متناسبہ کے اثر ابن عباس کا مؤلف
کو کیونکر مفید ہو سکتا ہے شعر وھذا الحق لیس بہ خفاء فدعنی عن اساءۃ الطریق۔
انتہی۔ **اقول**۔ اور نیز موافق ہے اُن احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد
الصالح فرمایا گیا ہے کما عرفت فی بیان الاجماع علی الرفع والنزول
الجسمیین و ستعرف پس باوجود ان اربعہ متعاضدہ کے استبعاد عقلی
رفع جسمی میں مؤلف کو کس طرح مذبذب بما قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلعم کر سکتا ہے۔

قولہ ص۲۷۴ اب کہاں ہے فقدان محکی عنہا جس کو مستلزم وقوع کذب کا آیۃ میں آپ نے فرمایا تھا والعیاذ باللہ اقول اب وہاں ہی رہا فقدان محکی عنہا کا جو بر تقدیر تقدم رفع روحانی کے واقعہ صلیبی پر لازم تھا خلاصہ یہ ہے ۔ کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع بحسب الدرجہ والعزت تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود مؤلف ابھی اقرار کر چکا ہے کہ نبی کا رفع بحسب الدرجات اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے الخ ۔ تو بحسب اقرار اسکے رفع بحسب الدرجات چونکہ مسیح بن مریمؑ میں در وقت وعدہ اور اطمینان فرمانے کے بقولہ تعالٰے یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی موجود ہے ۔ لہٰذا وہ رفع لینا چاہیئے جو بر وقت ایعاد مذکور کے موجود نہ ہو۔ وہ کون ہے رفع جسمی اور نیز تضاد ماقبل اور مابعد بل میں جو مقتضی ہے قصر قلب کا رفع جسمی ہی کی صورت میں محقق ہے لہٰذا رفع جسمی کا مراد ہونا ضروری ہے اور جب ماضویت رفع کے بہ نسبت قتل کے آپکو مسلم ہے ۔ تو رفع روحانی کا واقعہ قتل سے پہلے ہونا آیۃ کا مفاد ٹھہرا ۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بشر اسکا قائل نہیں تو محکی عنہ کے انتفاء میں آپکو کیا کلام ہے سال کے بعد آپکے امام ہمام کا معہ اپنی ساری ذریت کے یہ جواب دینا کہ بشہادت تیئسویں ۲۳ آیت کتاب استثناء کے مقتول صلیبی ملعون ہوتا ہے ۔ پس تضاد در صورت رفع روحانی کے بھی متحقق ہے) طالب علموں نے بھی ہباءً منبثا کی طرح اڑا دیا کیونکہ وہ آیت مجرم کے بارہ میں ہے ۔ جس کا صریح ذکر بائیسویں آیت میں موجود ہے ۔ اور مسیح گو کہ بحسب زعم یہود مجرم تھا مگر تضاد کا تحقق چونکہ در علم متکلم بکلام قصری بھی ہونا چاہیئے ۔ لیتصور عکس مابین عم المخاطب اور مانحن فیہ میں وہ کون ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کیونکہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ سے تردید فرما رہا ہے ۔ یہود کے اس قول کی جو پہلے مذکور ہو چکا ہے یعنے انا قتلنا المسیح الخ اور خدائے عزوجل کے ہاں چونکہ مسیح مجرم نہیں لہٰذا تضاد بھی فی علم الباری متحقق نہ ہوا ۔ الحاصل بر تقدیر ارادہ رفع روحانی کے بل رفعہ اللہ الیہ سے تحقق رفع روحانی کا یا تو قبل از واقعہ صلیبی ہوگا یا عین صلیب پر یا بعد اسکے ۔ پہلے شق کا قائل چونکہ کوئی بشر اہل اسلام وغیرہ سے نہیں تو ظاہر ہے

کہ حکایت بل رفعہ اللہ الیہ کا محکی عنہ مفقود اور معدوم ہوا۔ دوسرے شق کے آپ قائل نہیں ہیں تیسرے شق کو جسکے نئے نبی یعنی مرزا صاحب بمعہ نرالے مفسرین امروہی وغیرہ کے قائل ہیں۔ یعنی وفات مسیح بعد از واقعہ صلیب وہی تضاد کا مسئلہ اور محاورہ قرآنیہ یعنے ماضویت رفع کی بہ نسبت قتل کے جو آپ کو بھی مسلم ہے اُڑا دیتے ہیں جیساکہ رفع درجات خاص بعد الموت کو بھی بعد ملاحظہ اس تقدیر کے۔ ناظرین برائے خدا ذرا امروہی سے دریافت فرمادیں کہ اس نے فقدان محکی عنہ کا کب جواب دیا۔ جواب تو بجائے خود رہا پہلے یہ تو بتائیے کہ اس نے اس شق کو کب لیا ہے اور اس کے مسلک (یعنے تحقق وفات بعد از واقعہ صلیب) کو کیا تعلق ہے فقدان محکی عنہ سے بعد اس دریافت فرمانے کے ناظرین پر پر واضح ہوگا۔ بلکہ ہوگیا ہے کہ فقط بھولی بھالی جماعت کے خوش کرنے کے لئے اور روپیہ ہضم کرنے کو ایسے بڑ مار دیتا ہے جو نہ زمین پر ہوتے ہیں نہ آسمان پر۔ ہاں چند حمقا اردو خوان صرف آیات و احادیث لکھے ہوئے دیکھ کر جن کو کوئی ربط مقام سے نہیں ہوتا۔ آفرین آفرین کہہ دیتے ہیں۔ ناظرین اُن کی کوئی تحریر قابل توجہ اہل علم و اہل تحقیق کے نہیں کیونکہ وہ خود ہی اپنے بطلان اور مؤلف کی جہالت پر شہادت دیتی ہے۔ مگر بوجہ اصرار بعضے احباب کے امروہی کی کتاب کے جواب لکھنے پر تضیع اوقات کی جارہی ہے **قولہ ص۲۷** پس مؤلف نے اس حاشیہ میں جس قدر بناء فاسد علی الفاسد کیا تھا۔ اُسکا سب تار و پود اُکھڑ گیا۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اور جب کہ آیت مذکورہ سے منصوبہ یہود کا باطل ہوا اور رفع جسمی مسیح بھی ہباءً منثوراً ہوگیا۔ پس آیت متوفیک اور فلما توفیتنی بلا تقدیم و تاخیر جو ایک قسم کی تحریف ہے اپنے اصلی معنے پر بجال رہے جو حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری میں مروی ہوئے ہیں اور جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُسی صحیح بخاری میں حدیث کما قال العبد الصالح کے سیاق میں مروی ہیں الحمد للہ مخالفین کی تحریف سے کلام محفوظ و مصؤن رہا۔ صدق اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ؕ پس ہماری طرف سے جو اشتہار ایک ہزار روپیہ کا مدت دس سال سے اس بارہ میں شائع ہو رہا تھا۔ کہ جو کوئی مخالف معنی

توفاہ اللہ کے سوا قبض اللہ روحہ کے کتاب و سنت و محاورہ عرب اور امثال عرب سے
نکال دیوے سواب تک تمام مخالفین اس کارروائی میں ناکام اور عاجز ہیں الحمدللہ انتہی۔
اقول ناظرین پر واضح ہوچکا ہے۔ کہ ہم نے بل رفعہ اللہ الیہ سے قطعی طور پر رفع جسمی ثابت
کر دیا ہے۔ اور احتمال رفع روحانی کا ہباء منثوراً کی طرح ہوگیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔
اور آپ کے بے ربط مضامین سخیفہ کی قلعی کھل گئی۔ رہا تقدیم و تاخیر اور حدیث کما
قال العبد الصالح اور معنی توفی کے سو وہ بھی عنقریب آویں گے۔ اور اشتہار بازی
جو نئے پیغمبر نے مع اتباع کے طرز جدید عوام کے دہوکا دینے اور سونے کی مچھلی پھنسانے
کے لئے دام تزویر بنا رکھا ہے۔ بھلا اہل عقل و دیانت کب اس دہوکے میں آتے ہیں۔
الحمدللہ کہ سینکڑوں پھنسے ہوئے بھی تائب ہو گئے اور ہو ویں گے۔ اس مقام میں بھی
ذکر تقدیم تاخیر جو ابن عباس سے مروی ہے اور امروہی صاحب اس کو تحریف تصور کرتے
ہیں مختصر طور پر ضروری ہے۔ ناظرین پر واضح ہو کہ (متوفیک و رافعک) کے متعلق
مرزا صاحب معہ اتباع کے واہی اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ متوفیک لفظ
جو پہلے ہے اس کا معنے پیچھے کیوں لیا جاتا ہے۔ کہیں اس تاخیر کو تحریف یہود بتلایا ہے کہیں
فعل شیطانی کہا ہے۔ جب ابن عباسؓ عنہ جیسے جلیل القدر ان دہن دریدوں سے نہیں
بچے۔ تو پھر اور کسی کو شکایت کرنے کا منصب ہی کیا ہے۔ دیکھو شمس بازغہ متعلق وانہ لعلم للساعۃ
کے۔ جواب ناظرین کتب اصول و معانی کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ واو کا حرف ترتیب کے
لئے نہیں ہوتا۔ یعنے یہ ضرور نہیں کہ جو پہلے ذکر کیا جاوے۔ واقعہ میں اسکا موجود ہونا بھی
پہلے ہی ضرور ہو۔ دیکھو۔ اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ پہلے نماز کا ذکر ہے۔
بعد اس کے دفع شرک کا۔ تو بقول مرزا صاحب چاہیئے۔ کہ نماز پہلے ادا کرے اور
اُس کے بعد شرک چھوڑے۔ اگر پہلے شرک چھوڑیگا۔ تو حسب اجتہاد مرزا صاحب
قرآن کے برخلاف ہوگا۔ دوسری آیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ جس شخص مال دار پر سال
گذر چکا ہو۔ تو بحسب قول مرزا صاحب اگر پہلے نماز کے زکوۃ دیوے تو مخالف قرآن ہوگا۔
جسکا کوئی قائل نہیں۔ تیسری آیت (رب موسیٰ ہارون اور دوسری جگہ برب ہارون موسیٰ)

فرمایا گیا یہ جادوگروں کے مقولہ کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک طور
پر کہا ہوگا۔ یا تو پہلے موسیٰ اور بعد اس کے ہارون یا بالعکس بحسب قول مرزا صاحب
ضرور ہے کہ ایک آئت کو ان دونوں میں سے کاذب ٹھہرایا جاوے۔ والعیاذ باللہ علاوہ اس کے
کئی ایک مقام پر پہلے انبیاؤں کا ذکر پیچھے ہؤا ہے۔ اور پچھلیوں کا پہلے چنانچہ کذلك یوحی
الیك والی الذین من قبلك اللہ ان آیات سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ قادیانی کا زعم بالکل
غلط اور دہوکا بازی ہے تو جب واو کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہ ٹھہرا۔ بلکہ محض جمعیت
یعنے دو امروں کے متحقق ہونے پر دلالت کرتی ہے تو متوفیک کے معنے رافعک سے پیچھے موجود ہونے
میں کونسی قباحت اور تحریف ہوگی۔ اس تقریر ہماری کے مطابق معنی آئت کا یہ ہوگا۔ کہ اے
عیسیٰ میں ہی تجھ سے یہ سب معاملات قیامت تک کرونگا۔ رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون
اسکا ذکر نہیں۔ اسکو دوسری آئت نے بیان کر دیا۔ کہ رفع ہو چکا ہے۔ اور توفی آئندہ ہوگی۔ رہا
یہ سوال کہ کلام خدا عزوجل کا نہائت فصیح و بلیغ ہے اسکا کیا سبب ہے کہ متوفی کو پہلے لائے ہیں۔
آخر بلا وجہ تو نہیں۔ جواب وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بتقاضاء بشریت یہود سے ہر وقت
خوف رہتا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے اس لفظ کو پہلے فرمایا۔ یعنے اے عیسےٰؑ میں ہی تجھے موت
طبعی سے مارونگا یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں محاورہ ہے کہ تسلی بخش
کلام پہلے بولا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کیلئے عفی اللہ عنک پہلے لاکر لم اذنت
لھم کو پیچھے فرمایا۔ قولہ ص۴۸ اصل کتاب میں بل کی نسبت جو آپنے قواعد نحویہ کو بیان فرمایا انہیں
قواعد سے مقتضائے بل نے اس رفع مسیح کے مسئلہ کی تمام کجیوں اور بلوں کو سیدھا
کر دیا۔ اقول۔ سب پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے بل رفعہ اللہ
الیہ سے رفع روحانی لینے میں۔ سال بھر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد تحقق تضاد کے
لئے تیئسویں آیت کو کورانہ ہاتھ مارا اور منع استلزام رفع جسمی رفع الدرجہ کے لئے
کا فرجبلی کو مادہ نقض ٹھہرایا۔ جس پر ایسا غوجی خوان طالب علم نے بھی قہقہے اڑائے
مجھے اس موقعہ پر ایک طالب علم کی بات یاد آئی۔ انسان اور حمار کے درمیان نسبت تبائن جو
ایک مشہور بات ہے۔ اسپر اس نے اعتراض کیا کہ انسان اور حمار کے درمیان نسبت

عموم وخصوص من وجہ کی ہے۔ مادہ اجتماع کا یہ ہے جبکہ زید گدھے پر سوار ہو آپ کا نرالا منطق بھی اُسی طالب علم کی منطق کی طرح موجزن ہے۔ سبحان اللہ پہاڑ کے اوپر کافر کی بالارادہ حرکت وسکون کجا اور ملائکہ کا اُٹھا کر لے جانا آسمان پر جو رفعہ اللہ الیہ کے مدلول کی کیفیت ہے یہ کہاں بیت:۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا۔ حضرت مرزاجی کی جماعت کو نہ بلکہ تمام ہندوستان کو بدنام کر دیا۔ مگر سچ کہا ہے شعر۔

ہر چہ بر آدمی رسد ز زیاں ٭ ہمہ از آفت زباں باشد

اگر متنجرین علماء کے حق میں ہرزہ سرائی نہ کرتے تو اتنی رسوائی کیوں اُٹھاتے اس سالانہ کارروائی کا تار و پود اکھڑ گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

قولہ ۴۳؎ اور بیشک حضرت مسیح جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو قتل یا صلیب سے نجات دی **اقول** آپ اور آپکے پیغمبر مسیح کو صلیب پر چڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وما صلبوہ فرماتا ہے ذرا آنکھ کھول کر آیت واذ کففت بنی اسرائیل عنك کو اور ایسا ہی وقولھم انا قتلنا المسیح الی اٰخرھا کو ملاحظ فرمادیں۔ اب تو روپیہ ہضم کرنے کیلئے یا صرف اتنی ہی لیاقت علمی کی بناء پر جو کچھ جی میں آتا ہے لکھے جاتے ہو۔ اور کم علموں اُردو خوانوں کو زہریلے مضامین سے جو بالکل کتاب وسنت اور آئے سلف صالحین اور عرض قائل سے اور علوم آلیہ کے برخلاف ہیں ہلاک کرتے ہو۔ مگر حشر کو کیا جواب دوگے شعر

بوقت صبح شود ہمچو روز معلوم مت ٭ کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

قولہ۔ بعد سیر وسیاحت کے کشمیر خاص سرینگر میں دفن کئے گئے۔ دیکھو اظہار حقیقت اور ایام الصلح انتہیٰ

اقول۔ ارے بندے خدا کے ایام الصلح کا مؤلف یعنے مرزا صاحب تو خود ہی مدفن مسیح میں مذبذب ہے۔ کسی کتاب میں بیت المقدس اور کسی میں سرینگر لکھتا ہے دیکھو ازالہ اوہام ص۴۷۳ میں مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہو گیا۔ اور ادھر ایام الصلح میں لکھتا ہے کہ کشمیر خاص سرینگر میں فوت ہوا۔ اور ہر ایک کتاب کے الہامی ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کیا کیا حیلے کئے گئے ہیں۔ مخلصی عزیز جیو سوداگر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے۔ اس کا بیان۔ کشمیر میں

مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک مزار متبرک کے مجاورین کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے۔ کہ ہم اباً عن جدٍ سنتے ہیں کہ یہ مزار عیسٰے علیہ السلام کا ہے مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ ان کو بے عزت کر کے نکالا۔ جب مؤلف راز حقیقت اور ایام الصلح کا ایسے حیلہ سازی پر ہو۔ تو بغیر راز شرارت کے اُس سے کیا ظاہر ہوگا اور اُس کے ایام ایام الشر کیوں نہ کہلائیں گے۔ آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں گئی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ کہ یہود اور نصاریٰ کو اللہ لعنت کرے۔ کہ انہوں نے اپنے انبیاؤں کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ جب تم وفات مسیح اور پھر سرینگر میں اس کے مدفون ہونے کے قائل ہو۔ تو بحسب حدیث مذکور چاہیئے تھا۔ کہ یوز آسف کا مزار مسجود نصاریٰ ہو۔ ورنہ آپ کے پاک فرمان کا کذب العیاذ باللہ لازم آوے گا۔ اور ظاہر ہے کہ آج تک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالی مزار کا علم ہی نہیں۔ **قولہ** ص۴۸ اس صفحہ کی بیسویں سطر سے لیکر صفحہ ۶۱ تک مؤلف شمس کاسفہ نے فائدہ جلیلہ کے ایک جملہ کو بھی نہیں توڑا۔ صرف تفریعات اور اِنساجات نرالے بیان کئے یا متعلق بعضے آیات کے تفسیر لکھنے میں کمال دکھایا۔ جس پر لسان الوقت یہ شعر پڑھ رہی ہے ؎

هذی شکوك من غشاوة لیلها ❊ تصلی القلوب الی الطریق الاعوج

قولہ ص۴۸ فائدہ جلیلہ بمقابلہ فائدہ ذلیلہ **اقول** فائدہ ذلیلہ کہنے کا آپ کو جب استحقاق تھا۔ کہ اُس کے کسی ایک جملہ کو بھی توڑتے۔ ایسا ہی (بمقابلہ) کہنا اُس وقت درست ہوتا کہ بالمقابل کوئی قواعد بیان فرماتے۔ بغیر ان دونوں صورتوں کے ذلیل کہنا ذلیل ہے۔ اپنی ذلت ورسوائی پر۔ **قولہ** کما قال تعالیٰ فی سیاق الآیۃ ما قتلوہ وما صلبوہ پس قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا۔ کہ یہود حضرت عیسٰے کے قتل بالصلیب کے قائل تھے ورنہ کلمہ ما صلبوہ بالکل حشو ولغو ہوا جاتا ہے **اقول** قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا۔ کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب اور دھوکے میں ہے۔

کیونکہ جس طرح قرآن مجید ماقتلوہ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ایسا ہی ماصلبوہ سے صلیب پر چڑھانے کو بھی خلاف واقع ٹھہرا رہا ہے اور واضح ہو کہ صلب ماخوذ ہے صلیب سے کما فی مجمع البحار و لسان العرب۔ جس کا معنے خون اور چربی کا ہے اور سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے بھی۔ چونکہ خون اور چربی بہتی ہے لہٰذا اُس شخص کو جو سولی پر چڑھایا جاوے) مصلوب کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق قبل از مقتولیت نہیں ہو سکتا۔ ہاں سولی پر چڑھانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے اس وجہ سے صلب کا اطلاق مسبب یعنی قتل پر بھی مجاز مرسل کے طور پر ہو سکتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے الصلب القتلۃ المعروفۃ الخ اور روایت میں چونکہ قتل صلیبی کی نفی پہلے وماقتلوہ سے ہو چکی ہے۔ لہٰذا وماصلبوہ سے معنے قتل کا مجازی طور پر نہیں لے سکتے۔ ورنہ کلام الٰہی لغو ہوا جاتا ہے۔ الغرض اگر کل تصریحات ص ل ب پر نظر ڈالی جاوے۔ اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنے صلیب کو جو بمعنی چربی یا بمعنے سولی کے ہے ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ صلب کا معنے سولی پر چڑھانا اور چار میخ کرنا ہے۔ اور مرزا صاحب خود بھی ازالہ میں مسیح پر باوجود زندہ اُتار لیا جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں۔ کما سیجیٔ **قولہ** اس کے علاوہ مؤلف خود حسب قول یہود قتل بالصلیب کا قائل ہے **اقول** معاذ اللہ دروغ گوئم بروئے تو کا معاملہ کیسے شروع کر دیا۔ ہمارا عقیدہ وہی ہے جسکے سب اہل اسلام قائل ہیں۔ یعنی مسیح علی نبینا و علیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ صلیب پر دئے گئے۔ اصلاح بجائے عبارات مذکورہ کے یوں کہو (اسکے علاوہ مؤلف خود قتل بالصلیب کو یہود کا مزعوم ٹھہراتا ہے۔

قولہ پس اگر مانحن فیہ میں ایک ذرہ بھر بھی غور کرتا تو مقصود ہمارا مندرجہ آیت اُس کے پاس موجود تھا۔ اور مقتضائے کلمہ بل جس کو مؤلف نے بقواعد نحو یہ ثابت کیا ہے اُس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے لاغیر۔ و لنعم ما قیل قد یرحل المرٔ لمطلوبہ والسبب المطلوب فی الراحل۔ **اقول** دعوے بے دلیل گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ کوئی اہل تحقیق ایسا نہ ہوگا۔ جو آپ کے لاف آمودہ تقریرات پر دور سے

نہ ٹھوکے۔ آپ کو چاہیئے تھا۔ کہ رفع روحانی کی تقدیر کے شقوق ثلثہ پر جو جو استحالات وارد کئے گئے ہیں۔ اُن کا دفعیہ کرنے کے بعد فرماتے (اُس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے) ایسا ہی رفع روحانی اور مقتولیت میں مادہ افتراق کو ثابت فرما کر بعد ازاں لاغیر کہتے اصلاح (مندرجہ آئت) لفظ مندرجہ میں تانیث کیسے موصوف اُس کا تو مذکر ہے یعنے (مقصود) پس بجائے (مندرجہ) کے مندرج چاہیئے۔ شعر

کفی خزنا بانك مقیم ببلدة ؛ والمعنی باخری مالك الیه وصول

قولہ پس مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے حضرت عیسےٰ کی ملعونیت ثابت کرنی ہے لاغیر۔ پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول کی جاتی ہے۔ اسی طرح پر حضرت عیسےٰ کی ملعونیت کو جو معلول قتل بالصلیب کی ہے نفی علت کرکر جو قتل بالصلیب ہے نفی فرمایا

اقول بائیسویں[۲۲] اور تیسویں ہر دو آیات سے جو پہلے ہم کتاب استثناء سے نقل کر چکے ہیں روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ جس شخص سے جرم صادر ہو اور وہ شخص بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے۔ خدا کے ہاں ملعون ہوتا ہے۔ بنا بر آں قتل صلیبی مجرم کی ملعونیت کے لئے علت ٹھہریگی۔ نہ غیر مجرم کی۔ بلکہ وہ شہادت کی طرح موجب رفع درجات عند اللہ ہوگی۔ اس مضمون سے صاف ثابت ہوا۔ کہ آپ کا یہ زعم (پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول الخ) بالکل خلاف واقعہ اور یہود کی رنگت سے رنگین ہے۔ خدارا قرآن کریم کی تفسیر ایسے بیہودہ زعمات پر مبنے نہ کریں۔ خدا کے بندے اگر اللہ تعالےٰ کو نفی علت کے طور پر نفی معلول کرنی منظور ہوتی۔ تو ما قتلوہ و ما صلبوہ سے ہرگز ہرگز یہ مضمون بالا ادا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نظم مذکور علاوہ نہ ادا کرنے معنے مراد کے مُوہم ہو جاتی ہے مضمون غیر مراد کی طرف یعنے غیر مجرم کے قتل اور صلب کو علت لعن ٹھہرایا بلکہ اس تقدیر پر یوں فرمانا ضروری تھا۔ وما کان عیسےٰ مجرمًا حتی یکون قتلہ بالصلیب سببا للعنہ او ما یؤدی معناہ۔ اب سنیئے حق سبحانہ و تعالےٰ کو چونکہ رفع اختلاف بین الیہود والنصارےٰ بل بینھم والمسلمین منظور تھا۔ تو اس اختلاف کو اصل واقعہ کے بیان کے ضمن میں رفع فرمایا ما قتلوہ یعنے یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا۔ یہ کہنا ان کا کہ انا قتلنا المسیح عیسےٰ

بن مریم رسول اللہ۔ ہم نے قتل کر ڈالا مسیح کو خلاف واقعہ ہے۔ رہا یہ احتمال کہ صلیب پر چڑھایا گیا ہو بغیر قتل کے جیساکہ قادیانی اور اس کی ذریّت کا عقیدہ ہے۔ تو اس احتمال کی تردید فرمائی۔ وما صلبوہ (اور نہ سولی دیا اُس کو) معلوم ہؤا کہ جس طرح ماقتلوہ مستقل طور پر یہود کے اس زعم کی تردید و تکذیب ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ اسی طرح ماصلبوہ بھی بالاستقلال مکذب ہے۔ یہود کے اس زعم کا کہ مصلوب یعنی سولی دیا گیا وہ مسیح ہی تھا۔ الحاصل اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ کہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا۔ اب بالطبع یہ وہم پیدا ہؤا۔ کہ یہود و نصاریٰ کا چشم دید بیان ہے۔ کہ ایک شخص سولی پر دیا گیا اور اُسی صدمہ سے مر بھی گیا۔ جس کو وہ دونوں اپنے زعم میں مسیح خیال کرتے تھے۔ وہ شخص اگر مسیح نہیں تھا تو کون تھا۔ اس وہم کے دفع کے لئے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے ولکن شبہ لھم لیکن وہ مقتول و مصلوب مسیح کا ہم شکل بنایا گیا۔ اور ان کے سامنے سَوق آیتہ سے ہی معلوم ہو گیا۔ کہ نفس قتل اور صلب میں کلام نہیں نہ تو یہود کی آرزو مسیح کے بغیر کسی اور شخص کے قتل کرنے کی تھی۔ اور نہ اللہ جل شانہٗ نفس قتل اور صلب کی نفی فرماتا ہے بلکہ جو امر کہ یہود کی نظر کا نشانہ تھا۔ یعنی مسیح کی قتل اُسی امر کی تردید اللہ جل شانہٗ نے فرمائی آیتہ سے شاہد اس کا یہ ہے۔ کہ یہود نے اپنے مقولہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ میں مقتول کا بیان بڑے اہتمام اور تکرار سے کیا۔ یعنے مسیح اور عیسیٰ اور رسول اللہ جس سے مطلب ان کا یہ تھا۔ کہ لو جی ہماری مراد پوری ہو گئی۔ جس کے اتمام اور پورا کرنے کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری تھا۔ ایک علتِ فاعلیہ یعنی یہود دوسری علت مادیہ یعنی مسیح تیسری علت صوریہ یعنی ہیئت حاصلہ عند القتل۔ چوتھی علت غائیہ جو باعثہ علی القتل تھی وہ کیا اظہار اس امر کا کہ مسیح اپنی نبوت کے دعویٰ میں کاذب تھا والا بذریعہ صلیب مقتول نہ ہوتا کیونکہ مقتول بذریعہ صلیب عند اللہ ملعون ہوتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی تردید کا محل بھی وہی ہو گا۔ جو یہود کے ہاں مہتم بالشان تھا۔ لہٰذا وما قتلوہ وما صلبوہ بضمیر منصوب متصل فرمایا۔ نہ صرف وما قتلوا وما صلبوا یعنی مسیح کو تو انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ سولی دیا یہ ان کی غلط بیانی ہے کہ انا قتلنا المسیح کہتے ہیں الخ اس لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہود کی سلک جرائم میں وقولھم

انا قتلنا اگر فی الواقع مسیح مقتول بذریعہ صلیب ہوتا۔ یا صرف سولی پر ہی دیا جاتا تو بیان سلک جرائم میں یہود کے یوں چاہیئے تھا۔ وقتلھم او صلبھم المسیح الخ کیونکہ غلط بیانی سے ایذا بھاری جرم ہے تو بمقتضائے مقام اس جرم کا ذکر ضروری تھا باقی تفسیر متعلق آیات آئندہ کے عنقریب آئے گی۔ ناظرین انصاف فرماویں۔ کہ قرآن کریم کا محرّف کون ہے قولہ صد۵۱ سطر۱ چونکہ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ حتی الامکن مؤلف ہی کی عبارت اور اس کے مسلمات سے اس کا تعاقب کر کر رد کرتے ہیں اور اکثر بالمعارضہ جواب دیتے ہیں اور اسی کی عبارت کا رنگ ہماری عبارت میں کلون الماء فی الاناء ہو جاتا ہے اقول اس التزام کی وجہ گو کہ امروہی صاحب مارے شرم کے بیان نہیں فرماتے۔ مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں جس وجہ کا ثبوت بھی ہم کو ان کے مصاحبوں سے حلفی بیان کے ساتھ پہنچ چکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امروہی صاحب نے کلمہ طیبہ کے سوال اور ایسا ہی فائدہ جلیلہ اور رفع الیہ کی تشریح میں چونکہ شمس الہدایت کی عبارت سمجھنے پر قدرت نہیں پائی۔ لہٰذا طوطی کی طرح وہی الفاظ بعینہا ہانکے جا رہے ہیں۔ کلمہ طیبہ کی بحث میں تو صاف طور پر ان کی اپنی کلام سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مطلب کلام کو نہیں پہنچے۔ قولہ خواہ مؤلف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ اور غیر لائقہ ہی ہوں۔ ہم بھی وہی الفاظ اور عبارات نقل کر دیتے ہیں تاکہ طریق معارضہ بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے۔ مؤلف پر حجت ہو جاوے اقول امروہی صاحب کے الفاظ و عبارات بے محاورہ بلکہ دالہ بر معنی غیر مراد جن کی اصلاح اس کتاب میں کی جاتی ہے پبلک پر ظاہر ہو گئی ہیں اور ہوتی جائیں گی۔ آپکے مضامین کی غلطی اس قدر تھوڑی نہیں کہ ہم کو ایک جگہ بھی دم لینے دے تاکہ ہم آپکی عبارات کی اصلاح کرتے چلیں خود غلط املا غلط انشا غلط) کا معاملہ ہے۔ جواب دندان شکن تو بجائے خود رہا ابھی تک تو دندان لگن بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز نہ دے سکو گے۔ قولہ صہ۵۱ چنانچہ اس جگہ پر ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ لفظ متکلم بلیغ کا شان میں اللہ تعالےٰ کے کیا ایک لفظ رکیک اور گستاخانہ ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اکثر عبارات بالکل بے محاورہ اور قواعد زبان اُردو کے محض خلاف ہیں ہم کہاں تک اُسکی اصلاح کرتے۔ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے متکلم بلیغ اطلاق

کہیں نہیں آیا و للہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون **اقول** امروہی صاحب ذرا یہ تو فرماویں۔ کہ آپ نے جو واجب الوجود لذاتہ کا اطلاق اپنی کتاب شمس بازغہ کے صہ۲ سطر گیارہویں میں کیا ہے ایسا ہی اُسی کتاب کا صفحہ ۲۳ سطر ۱۶ ملاحظہ ہو آپ ملحد کیوں بن گئے کہیں کتاب وسنت میں اس کا پتہ بتلاویں۔ پھر معروض ہے کہ اگر متکلم بلیغ کے اطلاق سے انسان ملحد ہو جاتا ہے تو آپ نے اسی صہ۱۵ کی پہلی سطر میں کیوں دانستہ الحاد اختیار کیا۔ آپ کا یہ کہنا کہ "نقل کفر کفر نہ باشد" اس جگہ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ مجیب ہیں اور بعنوان عبارت مذکور جواب دے رہے ہیں اُس کو محض نقل نہیں کہہ سکتے۔ سہ بارہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اسماء الٰہیہ کا توقیفی یا غیر توقیفی ہونا ایک مسئلہ مختلف فیہا بین المسلمین چلا آتا ہے۔ یعنے دونو فریق اسلام سے خارج نہیں۔ تو پھر آپ نے بے موقعہ آیتہ مذکورہ مسلمانوں کو ملحد بنانے کے لئے کیوں پڑھ دی۔ کیا آپ کے عندیہ میں غیر توقیفی کے قائلین سب ملحد ہیں۔ چوتھی دفعہ مکلف ہوں۔ کہ آپ اسماء حسنی کو انہیں نودونہ نام میں منحصر سمجھتے ہیں یہ آپ کا زعم غلط ہے۔ حدیث صحیح جو بروایت عبد اللہ بن مسعود مسند امام احمد میں مذکور ہے جس میں اسئلك بکل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك وانزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك الخ موجود ہے ملاحظہ ہو۔ ترمذی کی شرح احوذی پر بھی نظر ڈالیں۔ اور نہ سہی تو شرح مواقف عبارت مسطورہ ذیل پر نظر ڈالی ہوتی۔ (و انما قال فی المشھور اذ قد ورد التوقیف فیھا۔ پانچویں مرتبہ معروض ہے کہ آیتہ کے معنے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یلحدون فی اسمائہ اشتقوا للات من اللہ والعزی من العزیز تفسیر ابن کثیر وجلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ ملاحظہ ہوں۔ چھٹی دفعہ معروض ہے کہ متکلم کے لفظ کا جواز اطلاق سید محقق شرح مواقف کے حاشیہ پر لکھتے ہیں روشاع فی عبارات العلماء المرید المتکلم الموجود بالذات الخ یہ جواز بھی مبنی ہے عدم انحصار فی تسعۃ وتسعین پر **قولہ صہ۱۵** اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے۔ کہ اولا فرمایا کہ وما قتلوہ

وما صلبوہ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ کے صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے۔ پھر ما صلبوہ کہنا کیونکر درست ہؤا۔ کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا اُن کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے۔ ہاں ان لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسےٰ کی شبیہ کَانَّہٗ ہُو صلیب پر چڑھائی گئی تھی نہ حضرت عیسٰی چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود والنصاریٰ و نیز بنابر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الیٰ یوم القیامہ نازل ہؤا ہے لہٰذا اس اختلاف کو بھی کلام الٰہی نے خود ہی رفع فرمایا و لکن شبہ لھم ظاہر ہے۔ کہ حرف لکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے ولکن ساکنۃ النون ضربان مخففۃ من الثقیلۃ وھی حرف ابتداء لا یعمل خلافا للاخفش و یونس فان ولیھا کلام فھی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک ولیست عاطفۃ

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہؤا جس کو لاکن کے ساتھ دفع کیا گیا۔ جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں۔ تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ حضرت عیسےٰؑ سولی سے ضرور قتل کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ ابتدا سے لے کر آج تک اسی امر پر متفق ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰؑ سولی پر قتل کئے گئے اب اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہؤا۔ بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا **اقول** (اس وہم کے دفع کے واسطے) بول کر پھر (بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا) کہنا کیسی فصاحت ہے۔ سبحان اللہ اصلاح اب اس وہم کو جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہؤا۔ بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا۔ **قولہ** کہ ہاں حضرت عیسےٰؑ صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لاکن فرمایا گیا۔ یعنے و لکن حضرت عیسےٰؑ مشابہ یا مشبہ مقتول الصلیب یہود کے لئے کئے گئے۔ **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور غلط اور مخالف ہے آیات قرآنیہ سے۔ اول تو ان جہلا نے صلیب پر چڑھانا حضرت عیسےٰؑ کا مسلم رکھا باوجود اسکے کہ اللہ جل شانہ مستقل طور پر وما صلبوہ فرماتا ہے۔

یعنے مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑھایا۔ دوسرا اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھایا
تو اللہ تعالیٰ پہلے سلک جرائم یہود کے بیان میں کما قال فبما نقضھم میثاقھم وکفرھم
بآیات اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر حق وقولھم قلوبنا غلف الخ وبکفرھم وقولھم علی مریم
بھتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح الخ صرف وقولہم فرما کر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائم شمار
کرتا ہے بمقتضی مقام کا یہ تھا کہ ان کی ایذا رسانی کو بھی ضروری ذکر کیا جاتا یعنے وصلبھم
المسیح) تاکہ یہود کے مردود و ملعون ہونے کے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا اور
سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے۔ تیسرا صلیبی اعتقاد صرف
وما صلبوہ کے ہی مخالف نہیں۔ بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید
فرما رہی ہے۔ دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ تعالےٰ در ضمن ذکر نعماء اپنے کے جو مسیح اور اُس
کی والدہ پر عطا کی تھیں فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم
بالبینات یعنی من جملہ میری نعمتوں کے جو تیرے پر فیضان کی ہیں ایک یہ بھی نعمت ہے
یاد کر جبکہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے یعنی تم کو ان کی ایذاء سے بچا لیا تھا
اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود و نصاریٰ لے واقعی تھا۔ تو پھر کففت فرمانا
کاذب ہوا جاتا ہے۔ ایسا ہی اسی آیت کے ابتداء میں اذ قال اللہ یٰعیسیٰ ابن مریم
اذکر نعمتی علیك فرمانا بے جا ہو گا۔ چوتھا بناء بر تقدیر مذکور مسیح کو بر وقت مشورہ
کرنے یہود کے ایذا رسانی کے بارہ میں اللہ جل شانہ کی اطمینان دہی کما قال اذ قال
اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی الخ العیاذ باللہ دھوکہ بازی ہو جاتی ہے
کیونکہ اس کا ثمرہ یہی نکلا۔ کہ یہود کے ہاتھ پکڑوا کر صلیب پر دلا دینے کے بعد تیرا دم
نکلنے نہ دوں گا۔ اور تجھے مشابہ بالمقتول بناؤں گا۔ کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے
پانچواں وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ شمس الہدایت
کے نص قطعی ہے رفع جسمی پر جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو۔ چھٹا آج تک کسی حدیث یا
قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ کی ثابت نہیں۔ بلکہ سب اہل اسلام اس اعتقاد سے
علیحدہ ہی رہے ہیں۔ وجہ اس کی بغیر اس کے کوئی نہیں کہ آنحضرت صلعم وصحابہ و سائر اہل اسلام

اہل اسلام نے الی یومنا ھذا قرآن کریم کی شہادت کو یعنی و ما صلبوہ ایسا ہی بل رفع اللہ الیہ کو پیش نظر رکھ کر یہود و نصاریٰ کی روایات کو پس پشت پھینکدیا تھا۔ آنحضرت صلعم باوجود اسکے کہ بلغ ما انزل الیك اور ایسا ہی انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك اللہ ولا تکن للخائنین خصیما اور نیز وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیه وھدی ورحمة لقوم یؤمنون ایضاً قال تعالیٰ وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ایضاً قال تعالیٰ ان علینا جمعه وقرآنه اور ثم ان علینا بیانه کے ساتھ مامور و مبشر ہو کر پھر ان معانی سے بیخبر رہے ہوں ہرگز ممکن نہیں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے اور لسان العرب کا قول (الصلب لقتلة المعروفة) معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون اور چربی وغیرہ کا نکلنا من جملہ اسباب قتل کے ہے۔ لہٰذا صلب کا اطلاق قتل پر مجاز مستعار کے طور پر ہوا کیونکہ صلب کا ماخذ صلیب ہے بمعنے خون و چربی کے یا بمعنے سولی کے نہ قتل **قولہ ۲۵ ص** اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے لہٰذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے **اقول** یہ کیسا خبط ہے اور (لہٰذا یہ وہم پیدا ہوا الخ) کیسا بے ربط ہے ماقبل سے بھلا یہ کہنا کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے) یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہو سکتا ہے اس کیلئے کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے بندے خدا کے اسکا منشاء کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے) کلام سابق ہے یعنی وما قتلوہ وما صلبوہ کیونکہ جب حضرت عیسےٰ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم ان کے مقتول بھی ہو گئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسی صحیح ہو سکتی ہے اس وہم کو اللہ تعالیٰ نے ولکن شبہ لھم سے دفع فرمایا یعنے واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اسکی نفی نہیں کی گئی قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا۔ بلکہ اسکا شبیہ تھا۔ **قولہ** مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے کب ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئی جس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہو گئے ہوں پھر لاکن کیساتھ کونسا وہم ناشی عن الکلام دفع کیا گیا **اقول** دماغ کے فساد کا معالجہ کرو بعد ازاں تفسیر لکھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے رفع وہم ناشی عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے

اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لاکن مدفوع ہو جاوے ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں۔ کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے ایک کلام سابق دوسرا وہم ناشئ عنہ تیسرا دفع وہم جو مدلول ہے لکن کا۔ چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے جو دائما لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے ولکن شبہ لھم میں ایک تو کلام سابق ہے وہ کیا وما قتلوہ وما صلبوہ دوسرا وہم ناشئ جو اوپر بیان کیا گیا ہے تیسرا لکن چوتھا ماید فع بہ الوہم یعنی شبہ لھم کا مضمون۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ امروہی صاحب شمس بازغہ کے لکھنے کے ایام میں بوجہ اسکے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں مخبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں یا کمال علمی یہی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش! اگر کسی محقق عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے قولہ معہذا منشاء وہم کو تو پھر لاکن کے بعد بھی ذکر کیا گیا۔ جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا۔ اندریں صورت حرف لاکن جو دفع وہم ناشئ عن الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا جاتا ہے۔ تعالی کلامہ تعالی عن ذالک علوا کبیرا اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن قتلوا وصلبوا شبیہہ عیسے فلھذا شبہ لھم واین ھذا من ذالک اقول منشاء وہم کا ما قتلوہ وما صلبوہ ہے جو لکن کے ماقبل مذکور ہے لہذا آپ کی عبارت (معہذا سے ہوا جاتا ہے تک محض لغو اور حشو ہے۔ سبحان اللہ اس لیاقت سے اللہ کو اصلاح دے رہے ہیں۔ فصیح صاحب (ولکن شبہ لھم) کے جملہ سے وہی مضمون ادا کیا گیا ہے جس پر آپکی دو سطریں دال ہیں۔ یعنی ولکن شبہ لھم المقتول بالمسیح۔ قرآن کریم اگر آپکی اصلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہو سکتا تھا۔ قولہ ہاں جو معنے آیت کے ہم لیتے ہیں۔ اُس میں یہ سب امور یعنی استدلاک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اس کا لکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں یعنی ما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا۔ کہ حضرت عیسے کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاریٰ کا آجتک اتفاقی مسئلہ ہے پھر ما صلبوہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جواب دیا گیا ولکن شبہ لھم یعنی ولکن حضرت عیسے صلبوہ کے مضمون سے مشبہ اور مشابہ کئے گئے۔ یعنی صلیب پر چڑھائے گئے۔ اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے۔ اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے۔ اقول سب اہل اسلام وہم ناشئ عن الکلام السابق بھی ٹھہراتے ہیں۔ جو ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہوتا ہے آپ کا اور سب اہل اسلام کا تخالف ولکن شبہ لھم کی تفسیر میں ہے جب تفسیر آپ کے وما صلبوہ

کاذب ہوگیا۔ الغرض آپکی تفسیر ما صلبوہ کو کاذب یا محرف ٹھہراتی ہے اور نیز اس تقدیر پر وما صلبوہ جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے لغو ٹھہرتا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت عیسےٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ کئے گئے ہیں۔ یہ اور نرالی تفسیر ہے۔ کیا حضرت عیسےٰ مشبہ بالمقتول و المصلوب معاً ٹھہرائے جائینگے۔ یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب سے پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب نہ ہؤا ہو۔ جیسا کہ مقتول نہیں بلکہ مشبہ ان دونوں سے ہو اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے کیونکہ تم مصلوب ہو۔ نے مسیح کو یہود و نصاریٰ کی طرح واقعی سمجھتے ہو۔ اور بر تقدیر ثانی علاوہ مخل ہونے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہو گی۔ اور نیز صلبوہ کے مضمون کو مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ تشبیہ عبارت ہے تشریک امرٍ بامرٍ فی وصف) سے ایک امر تو حضرت عیسےٰ ہؤا۔ اور دوسرا صلبوہ کا مضمون یعنی صلب الیہود المسیح۔ اب فرمائیے کیا عیسےٰ علیہ السلام وصف صلب کے ساتھ جو معنی مصدری ہے تشبیہ دئے گئے تو پھر حضرت عیسےٰ اور وصف مذکور کس وصف میں شریک ہوئے بینوا توجروا۔ **قولہ** ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہو گئے۔ اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسیٰ مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ و صلبوہ بھی مذکور ہے الحمد للہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہوگیا۔ **اقول** ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔ کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورہ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اس کا مشبہ بہ کسی شخص کیلئے نہیں ٹھہرایا گیا۔ اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے الحمد للہ کہ نظم قرآن مجید سے ہی تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہو گیا اور اہل اسلام کی تفسیر پر مشبہ بہ یعنی عیسےٰ کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے۔ حکماً کیونکہ جب ما قتلوہ وما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہؤا۔ کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو اور کون تھا۔ نظر بخبر متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضروری ہی ہوگا۔ لہٰذا مصلوب کالمذکور ٹھہرا ص۵۳ ص۵۶ تک **سوال حل طلب** کا حاصل وہ شخص جس پر عیسےٰ کی شبیہ ڈالی گئی) اسپر چند سوال (۱) وہ کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا۔ اُس کا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں۔ بشق اول اُسکا ماتم کیا یا نہیں یا کچھ جستجو بھی اُس کی کی گئی یا نہیں۔ بصورت ثانی نہایت بعید از عقل ہے۔ کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی

دیا جاوے۔ ایسے حواری کا ذکر نہ انجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے۔ اور مریم علیہا السلام صلیب کے نیچے بیٹھ کر ماتم کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ الہام یا کسی حواری کے مسیح کے آسمان پر لے جانے سے مطلع نہ کرے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لاتخافی ولا تحزنی سے تسلی بخشی تھی اور مریم علیہا السلام کو والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا بھی بھول گیا۔ جو عیسےٰ علیہ السلام نے اُن کو طفولیت میں پڑھا دیا تھا۔ اور کیا یہ شخص حضرت عیسےٰ کا کفارہ بن گیا تھا جیسا کہ عیسائی اُس کو مقتول بالصلیب ٹھہرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ دیتے ہیں جواب پہلے آپ اور آپکے پیغمبر جن کا فرضی منصب ہے شبہات کا نکالنا ذرا یہ تو فرماویں۔ کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی دیا گیا۔ اور اُن کو تازیانے بھی لگائے گئے اور جسقدر گالیاں سُننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اُڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب اُس نے دیکھا دیکھو ازالہ اوہام ص۳۸۱ سے ۳۸۲ تک اور پلاطوس کی عورت کو بذریعہ خواب سمجھایا گیا۔ کہ یہ شخص راستباز ہے اور اس کا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا ہے دیکھو ازالہ صفحہ مذکورہ اور مسیح کا (ایلی ایلی لما سبقتنی) چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں مندرج ہے سو گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ تو سب کچھ ہوا کہ مسیح کو روح القدس سے تائید فرمائی اور احیاء موتے اور ابراء اکمہ وغیرہ وغیرہ معجزات مزید براں پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسا بھی فرمایا تھا کما قال عز من قائل یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی لیکن اسقدر نہ ہو سکا۔ کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں کے تازیانے لگانے اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنے اور سولی پر دینے سے بچا سکے اور مریم صلیب کے نیچے ماتم کرے جیسا کہ آپکی اناجیلوں میں موجود ہے حضرت مریم کو اتنا بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسےٰ نے طفولیت میں اُسکو پڑھا دیا تھا کہ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ پلاطوس کی عورت کو بذریعہ کشف منامی اطلاع دیجاوے اور مریم علیہا السلام محروم رہ جاویں۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ہم پلّہ ہونیکی شکائیت نہ سہی مگر پلاطوس یہودی کی بیوی جیسی بھی نہ ہو پھر گذارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی نے حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا۔ کہ تم کیوں روتی ہو حضرت عیسےٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح کے مقتول ہونے میں ہے سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروائیگا بعد اسکے گذارش ہے کہ مسیح کو باوجود اسکے کہ انبیاء اولوالعزم میں سے تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا

پھر کیوں چلا چلا کر (ایلی ایلی لما سبقتنی) پکارتے رہے ہاں شائد اسلئے کہ میرے خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکا کیا۔ پھر گذارش ہے کہ سب سے حیرت انگیز تو یہ ہے کہ کیا اللہ تعالےٰ کو وعدہ اپنا بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ باقی نہ رہی تھی۔ پھر گذارش ہے کہ یہ بھی معلوم نہ ہُوا پلاطوس کی بیوی کا نام کیا تھا یا اُسکے سپاہیوں کے نام بمعہ آباو امہات کیا تھے۔ اگر معلوم النسب والاسم تھے تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھے اور اگر مجہول النسب والاسم تھے تو اندریں صورت یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد۔ بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسےٰ سے بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ کے اگر باپ نہیں تھے والدہ تو تھیں اوران اشخاص کے نہ ماں نہ باپ ان ھذا لشئ عجاب عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہنچاتے ہیں اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانے والے تو بہتریوں کو خدا مانتے ہونگے۔ ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں مصرع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ اگر حضرت امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپکے نزدیک یہ روایات قابل اعتبار نہیں تو آپ نے اور آپ کے پیغمبر نے کس واسطے اپنی تصانیف انہیں روایات سے بھر دئے اور انہیں پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا اور سب صحابہ و علماء اسلام سے الگ ہوئے۔ تحقیقی جواب۔ مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک ذٰلک الکتاب لاریب فیہ کے ساتھ ایمان رکھنے والے اخبار نصاریٰ و یہود کو بدلیل وما قتلوہ وما صلبوہ کے خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں اس زمانہ میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود و نصاریٰ کے واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر کر قرآن کریم کے صریح آیات کو رد و بدل کر دیا۔ یہود کا (انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ) میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار و تکرار کرنا اور پھر تردید میں بقولہ تعالیٰ (وما قتلوہ وما صلبوہ) بھی اُسی مفعول پر وقوع قتل و صلب سے نفی کرنی صاف دلالت کر رہے ہیں اس پر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے نہ نسبت صدوریہ یعنی صرف صدور قتل و صلب میں کلام نہیں یعنی یہ نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل و صلب صادر ہو گیا ہے خواہ کسی شخص

کو ہم نے مقتول و مصلوب کیا ہو اور بالخصوص مسیح مدنظر نہ ہو. ایسا ہی تردید میں بھی اذا القریٰ
ھٰذا تو جب وما قتلوہ وما صلبوہ نے قتل یا صلب کے مسیح پر واقع ہونے سے
نفی کی اور یہ تو ظاہر اور سب گروہ کا اتفاقی ہے. کہ ضرور کوئی شخص تو مقتول و مصلوب ہوا
ہے. پس ما قتلوہ وما صلبوہ کے بعد گویا وہ شخص بلحاظ مضمون سابق مذکور ٹھہرا. لہٰذا ولکن شبہ
میں ضمیر نائب عن الفاعل کا مرجع وہی شخص ٹھہرایا گیا. چنانچہ جلالین وغیرہ میں یا (لہم) کو
نائب عن الفاعل کہا جاوے. چنانچہ دوسرا محاورہ ہے. قاموس بعد اس تشریح کے ناظرین
کو معلوم ہو گیا ہو گا. کہ مسلمان کو حسب ہدایت ان آیات کے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ مسیح مقتول و
مصلوب نہیں ہوا. بلکہ وہ کوئی اور شخص تھا. رہا یہ کہ وہ کون تھا کیا نام رکھتا تھا اس کے والدین
کا کیا نام تھا سو آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کی غرض کو اس سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہیں لہٰذا
قرآن کریم اسکے درپے نہیں ہوا. تو پھر ہمکو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس شخص کے متلاشی ہنیں. ہاں
ایسے تلاشوں میں ان لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو اہل کتاب کی روایات مندرجہ کتب محرفہ مخالفہ
لکتاب اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوں اور نہ صرف اس پر قانع ہوں بلکہ ان روایات کو
کتاب اللہ پر ترجیح دیکر کلام اللہ کو ان کی طرف لیجاویں قال اللہ تعالیٰ قتل الخراصون الذین
ھم فی غمرۃ ساھون یعنے اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں. جو غفلت میں بھولے
ہوئے ہیں بیت سے لاہور سے ثبت ملتان بتاتے ہو ٭ کابل بڑی ہے تم کو بلخ اور جاتے ہو ٭
اثر ابن عباس رضؓ جو باسناد صحیح شمس الہدایت میں مسطور ہے. جس کی صحت کو بڑے بڑے فحول نے اہل
حدیث سے مثل حافظ ابن کثیر وغیرہ کے قبول کیا ہے. مؤید اور مشرح ہے اسی مضمون قرآن کا جیسا کہ
آج تک مفسرین شکر اللہ سعیہم لکھتے چلے آئے ہیں اور اس اثر کا مضمون چونکہ قیاسی نہیں ہے. لہٰذا یہ
حکم مرفوع میں ہو گا. کما ہو المنقح فی اصول الحدیث اور چونکہ یہود و نصاریٰ سے بالاتفاق مسیح کو مقتول
بالصلیب مانتے ہیں تو قبل از قتل صحیح وسالم آسمان کی طرف اٹھایا جانا چنانچہ وہ مضمون ہے اس
اثر کا ان کے معتقدات سے ہرگز نہیں ہو سکتا. اور اگر بعض ان کے قائل اور راوی بھی ہوں اور
یہ بھی مسلم کر لیا جاوے کہ ابن عباس رضؓ نے انہیں سے سنا ہے تو پھر بھی ابن عباس رضؓ کا اس مضمون
کو قبول کرنا جو انکے بیان بغیر التردید سے پایا جاتا ہے یہ دلیل ہے اسپر کہ یہ کتاب اللہ کی کسی آیت

کے برخلاف نہیں۔ مسلمانو! خوب یاد رکھو اور غور کرو کہ مسیح کا مقتول بالصلیب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاریٰ و اتباعہا کا عقیدہ ہے اور برخلاف ہے۔ صریح آئت وما قتلوہ وما صلبوہ کے آجتک سب مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے آیات قرآنیہ کو اناجیل کے مطابق کرنا چاہا۔ یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا۔ وما علینا الا البلاغ ؀

اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ امروہی صاحب نے صفحہ ۶۰ تک جو کچھ لکھا ہے خلاصہ اُس کا دو ہی باتیں ہیں ایک تو جواب اس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق ہے دوسرا بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے بلحاظ ہمارے فائدہ جلیلہ کے وفات طبعی مسیح کی ثابت کرنا سو جواب کا حال تو عرصہ سے چار ورق میں شائع ہو چکا تھا جس کا اثر یہ ہؤا۔ کہ تمام علماء متبحرین نے جن کو اس چار ورق کے دیکھنے کا اتفاق ہؤا یہی کلمہ کہا۔ کہ واقعی امروہی نے اس جواب میں جہل مرکب اپنا خوب ثابت کر دکھایا ہے۔ دوسرے کے متعلق گذارش ہے کہ اس میں امروہی صاحب نے بل کے ماقبل یعنے قتل صلیبی اور مابعد یعنی رفع اعزاز میں تضاد حسب قواعد مرقومہ فائدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے اس پر ہماری تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ توراۃ کے حکم کے مطابق اس مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے جو کہ مجرم ہو۔ اور مسیح علم باری میں بیگناہ ہے۔ لہٰذا بل کے ماقبل اور مابعد میں بعد تقدیر مذکور تضاد فی علم باری نہیں اور رفع جسمی کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ و فی علم الباری متحقق ہے بناءً علیہ جو کچھ امروہی صاحب نے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے۔ اس کے مستحق ہم ٹھہرے یعنی جب آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی نص قطعی ٹھہری حیواۃ مسیح میں تو ہم نے جو کچھ فائدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں وہی درست رہیں۔ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ لا کے شکنجہ اور بل کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل اور کجھوں کو سیدھا کر دیا۔ لکن من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ؀

اسی صفحہ ۶۰ میں اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔ **اقول** صاحب فتوحات نے چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی چنانچہ اس تکملہ میں مذکور ہو چکا ہے لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں۔ حیات مسیح پر مضر نہیں۔

ناظرین! اسجگہ امروہی صاحب کی علمی لیاقت کا خیال فرماویں اس قول میں آپنے بل رفعہ اللّٰہ الیہ

کو مطابق مزعوم اپنے کے قرینہ ٹھہرایا ہے۔ حیوٰۃ سے حیوٰۃ فی الارض مراد لینے کے لئے اور ظاہر ہے
کہ حدیث مذکور میں لفظ حیین کو مقید بحیوٰۃ فی الارض ٹھہرایا۔ تو بمقتضے کلمہ لو کے اتباع موسیٰ
و عیسیٰ کا شرع محمدی کے لئے منتفی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ و عیسےٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث
مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بروقت بولنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث
کو زندہ زمین پر موجود نہ تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں (فی الارض) کی قید
تو اس حدیث میں قائلین بحیوٰۃ المسیح لگاتے ہیں جیسا کہ فائدہ جلیلہ میں شمس الہدایت کے مصنف علیہ الرحمۃ
کا یہی مقصود ہے قائلین بوفات المسیح تو اس حدیث میں (حیین) کو مطلق چھوڑتے ہیں تا کہ مطلق حیوٰۃ کا
انتفا ہو جاوے۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ نظر بد دور اسی ص۶۱ میں جسم کثیف کے اُٹھایا جانے کو بعید سمجھا) منجملہ مؤیدات
اپنی سے شمار کرتے ہیں **اقول** رفع جسمی کے کئی ایک واقعات پہلے علامہ سیوطی کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں عقل اگر
بعید جانتا ہے تو جسم کثیف کے بالطبع جانے کو بلندی کی طرف نہ یہ کہ اگر جسم ثقیل کو کوئی بالقسر یعنی بغیر حرکت طبعی
و ارادی کے اوپر لیجاوے۔ تو نہیں جا سکتا۔ یہ استبعاد صرف قادیان ہی میں محصور ہے معراج جسمانی آنحضرت صلعم
کا اس استبعاد کو قادیان تک پہنچانے کیلئے کافی ہے **قولہ** ص۶۱ اس تفسیر و تقریر سے جو صراحۃً **اقول** قولہ تعالےٰ
و ما صلبوہ صراحۃً یہود و نصاریٰ کا مع اتباعہما مکذب ہے کیونکہ صراحۃً مسیح کے مصلوب ہونیکی نفی کر رہا ہے لہٰذا
مضمون اناجیل سے مطابقت نہیں **قولہ** ص۶۱ اور حضرت اقدس نے ص۳۷۸ سے ص۳۸۲ کہیں تحریر نہیں فرمایا کہ معنی صلب کے
ہڈی توڑنی ہے صرف مضمون ہڈی نہ توڑے جانے کا نقل کیا ہے **اقول** سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر
شاہی تینوں اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی دیا گیا ہے لہٰذا ان کو وما صلبوہ کے معنے میں گڑبڑ کرنا ضروری ہوا۔ خواہ
معنی صلب کے لغتہ ہڈی توڑنا کہیں یا نہ۔ مرزا صاحب نے تو وہی راستہ لیا جو مرو ہی صاحب نے ذکر کیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام کے
ص۲۷۸ سطر چوتھی میں لکھتے ہیں۔ منشاء ماصلبوہ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔
بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانیکا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور
مصنف تفسیر شاہی نے تو معنے صلب کا ہڈی توڑنے کا لکھا ہے اس تفسیر کا ص۱۹ ملاحظہ ہو اور نیز سید احمد صاحب کی
تفسیر بھی اب سنیئے۔ شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب عبارت اُسکی یہ ہے:۔ اس تفسیر سے جو نظم قرآنی
سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر شاہی کو ما صلبوہ کے معنے میں جو
ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ

شک نہیں کہ تینوں صاحبوں کو ماصلبوہ کے معنے میں سخت دہوکا ہوا یعنی صلب کا معنے سولی پر چڑھانا اُن کو چھوڑنا پڑا جیساکہ ابھی جو ازالہ اوہام کی عبارت نقل کیگئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے شمس الہدائیت کی عبارت دیکھتے ہیں ماصلبوہ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈی کو نہ توڑا) متعلق ہے مصنف تفسیر حضرت شاہی سے جو مرجح قریب ہے اُنکی تفسیر کو صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ کرنیسے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے صلیب کا معنے ہڈی توڑنے کا لیا ہے اور عبارت قاموس مسطورہ فی شمس الہدائیت کے ساتھ استشہاد بھی پکڑا ہے **قولہ** صہ۶۱ حاصل مطلب دونوں جملوں کا ماقتلوہ وماصلبوہ قتل بالصلیب ہی ہے۔ **اقول** حاصل مطلب ماقتلوہ کا قتل بالصلیب کی نفی اور ماصلبوہ کا سولی پر چڑھانے کی نفی جیساکہ اوپر مکرر لکھ چکا ہوں۔ ناظرین صہ۶۱ کو صہ۶۲ کے نصف تک ملاحظہ فرمادیں۔ جس کو ادنے طالب العلم بھی برعایت ہمارے بعض مضامین مسطورہ بالا کے جو اس تکملہ میں مکرر لکھے گئے ہیں) تردید کرسکتا ہے۔ **قولہ** صہ۶۲ مولف صاحب اس کا فیصلہ کریں کہ جب مرجع ضمیر ماقتلوہ کا آپ کے نزدیک جسم مع الروح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے عندیہ میں جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہوجاتی ہے۔ **اقول** سبحان اللہ ملکہ ہو تو ایسا ہی ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زید وعمر وبکر وغیرہ کا مسمے جسم مع الروح ہے اور درصورت مفعول واقع ہونے اُن کے اگر فعل افعال حسیہ میں سے ہوا تو متعلق اس کا صرف بدن ہوگا (جیسے ا قتلت زیدا مسست زیدا۔ اور اگر افعال قلوب میں سے ہوا تو متعلق اس کا صرف روح ہوگا علمت زیدا فہمت بکرا۔ جسم مع الروح کو مرجع کہنے کا معنے یہ ہے کہ متعلق قتل کا جسم ہے درحالیکہ مقارن مع الروح ہے۔ نہ یہ کہ جسم بھی متعلق قتل کا ہے اور روح بھی۔ امروہی صاحب نے اس صہ۶۲ سے صہ۶۳ کے نصف تک بجائے (اس کے کہ اپنی جہالت پر متاسف ہوکر رو دیں) اُلٹا تمسخر سے کام لیا ہے سہ اللہ رے ایسے علم پہ یہ بے نیازیاں ٭ کیا جہل سے ہی آپ کا پتلا بنا نہیں ٭ مرجع ضمائر کا جس کو آپ مانتے ہیں۔ یعنے عیسے بن مریم وہی مراد ہے جسم مع الروح سے رفع درجات کا ذکر پہلے مفصل ہوچکا ہے بل احیاء کے ماقبل قتل کی نفی نہیں۔ بلکہ اثبات اس کا ہے لہٰذا یہ حیات جسمانی کا افادہ نہیں کرسکے! افسوس کہ امروہی صاحب نے ناحق اس کوچہ علمی میں قدم رکھا اور اپنے معتقدین کے روبرو اپنے فہم سقیم سے ان کو نادم ہونا پڑا۔ وکم من عائب قولا صحیحا واٰفتہ من الفہم السقیم۔ **قولہ** صہ۶۳ ان کے اس قول کی صرف یہی وجہ

تھی کہ حضرت عیسےٰ کے قتل بالصلیب میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کوچہ بکوچہ رسوا کیا الخ۔ **اقول**۔ ناظرین خدارا انصاف فرمائیں شمس الہدایت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر قتل کرنا مسیح کا اور صلیب پر چڑھانا اُس کا واقعی ہوتا تو اللہ تعالیٰ جرائم یہود کے سولی پر چڑھانے کو اور ایسا ہی قتل کرنے کو ذکر فرماتا۔ جب ایسا نہیں کیا یعنے بجائے وقولہم انا قتلنا الخ وقتلہم وصلبہم نہیں فرمایا۔ اور قولہم کو زیادہ کر دیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہود کا جرم اس مقام پر صرف غلط بیانی ہی تھی۔ اس کے جواب میں امروہی صاحب فرماتے ہیں۔ "ان کے قول کی صرف یہی وجہ تھی" الخ۔ کیا یہود کے قول اور اُن کے انا قتلنا المسیح الخ کہنے کی وجہ آپ لوگوں سے دریافت کی گئی ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ دریافت تو یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قولہم کو کیوں بڑھایا اور وصلبہم نہ فرمایا۔ باوجود اسکے کہ حسب زعم تمہارے صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس سنگین جرم کو کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ اور صرف (قولہم) غلط بیانی پر اکتفا کی۔ اب ماشاءاللہ امروہی صاحب کو علمیت کا بڑا زور ہوتا جاتا ہے۔ ابھی تو صفحہ ۱۴۲ شمس الہدایت تک پہنچے ہیں۔ ص ۶۵ کا حاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ غار ثور کے مصائب اور آفات سفر راہ مدینہ وغیرہ وغیرہ اُن پر اور ان کے یار غار پر نازل فرمائی۔ اور حضرت عیسےٰ کے لئے بلا کلفت چھت کو پھاڑ کر ایک دریچہ بھی بنا دیا۔ گویا مؤلف صاحب اپنی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

شعر:- فسبحان اللہ من خص المسیح براحۃ ؛ لیغبطہ فیھا الذی ھو افضل

اقول۔ یہ دہوکا عام فریب ایسا ہے جیسا کہ مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے تابعین کو تو دریا کو چیر کر پار چڑھا دیا۔ اور اسکے مخالفین کو دریا میں غرق کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی غزوہ میں ایسی تدبیر نہ کی۔ کہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اصحاب کرام کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔ اور مخالفین کو بجائے دریا کے زمین میں ہی خسف کر دیتا۔ بلکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو کفار کے ہاتھ سے بڑے بڑے صدمات پہنچے۔ پس جو شخص کہ ان آیات قرآنیہ کے ساتھ (جن میں آل فرعون کے غرق کرنے کا اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات پانے کا دریا سے ذکر ہے) ایمان رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون وہ شخص زبان حال سے

یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ شعر

فسبحان اللہ من خص موسیٰ براحتہ ؛ لیخبطہ فیہا من ھو افضل

بھلا امروہی صاحب ہم تو ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ پڑھتے جائیں اور آپ بظاہر
محبوں کی صورت میں ہو کر در پردہ تحریف کرتے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے جاؤ۔
مگر تاڑنے والے تاڑ چکے ہیں۔ امروہی صاحب ص ۶۵ میں بڑی طیش میں آکر لکھتے ہیں۔
(ہاں مجھے یاد آگیا کیوں کر یہ فرق نہ ہوتا کہاں حضرت عیسےٰ خدا کے اکلوتے بیٹے ملکی
صفات بشریت سے مبرا اور کجا محمد رسول اللہ عبدہٗ و رسولہٗ ایک خاکی نژاد انسان
ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق
الارض و تخر الجبال ان دعوا للرحمٰن ولدا کلا و حاشا۔
اے مؤلف تم عیسائیوں کے شریک ہو کر وہ شعر پڑھتے جاؤ۔ ہم تو یہ شعر پڑھتے ہیں۔ الخ

اقول۔ لعنت اللہ علے الکاذبین کہاں شمس الہدائت میں عیسےٰ بن مریم خدا کا اکلوتا
بیٹا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ آپ نے خود ہی مسیح کے آسمان پر چڑھایا جانے اور سکونت
فی السماء کو موجب الوہیت ٹھہرا کر یہ نتیجہ نکالا۔ اور آپ کے عندیہ کو لازم طبعی
ہے کہ سب ملائکہ العیاذ باللہ آلہ بن جائیں یا تو اس عندیہ سے توبہ کرو اور
یا الوہیۃ من فی السمٰوات من المخلوق کا العیاذ باللہ اقرار کرو جو مقتضےٰ بالطبع
ہے تمہارے عندیہ کا۔ اب فرمائیے کہ آپ کے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ خدا
کے اکلوتے بیٹے بنے یا نہ ؟ شعر :۔

وفی کفتے میزاننا لک عبرۃ ؛ وانت لسان فیہ ان کنت تعقل

اذا رجحت احدھما طاش اختہا ؛ وانت لما فیہا تمیل و تسفل

آپ نے ہمارے اس مضمون پر جو ایک منصوصی امر اور اجماعی عقیدہ ہے حاشیہ لگایا۔
اور مسیح کو بوجہ سکونت علی السماء کے حی و قیوم ٹھہرایا۔ اور سب لوگوں پر جن کا یہ عقیدہ
ہے۔ کہ ملائکہ کی قرارگاہ آسمان ہے۔ الزام لگایا۔ پس تمہارے عندیہ
کے مطابق سب ملائکہ حی و قیوم ٹھہریں گے۔ جس کا طبعی مقتضے یہ ہے کہ الملائکۃ بنات اللہ

او ابناء اللہ واقعی ٹھہرے اب فرمائیے ان دعوا للرحمٰن ولدا کے قائل آپ ہوئے یا کوئی اور۔ اور المسیح بن اللہ اور ایسا ہی عزیر بن اللہ کے قائلین کا ہم نوالہ کون ہوا۔ شمس الہدایت کی عبارت ص۱۵ میں دیکھو جس سے ثابت ہے مسیح کا بارگاہ الٰہی میں رونا اس دولت کے لئے کہ میں سرور عالم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام میں سے ہو جاؤں۔ کیا اس سے بجائے اس کے کہ افضلیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت ہے آپ نے اُلٹا نتیجہ نکال لیا۔ اور مسیح کے لئے تشبیہ بالملائکہ کہنے پر ص۶۶ میں کیا کیا ہرزہ سرائی کی۔ کیا فتوحات کا باب ۵۵۷ تمہاری نظر سے نہیں گذرا جس میں (من کرامة محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ربہ ان جعل من امتہ رسولا ثم انہ اختص من الرسل من بعد نسبتہ من البشر فکان نصفہ الاخر روحا مطہرۃ الخ) لکھا ہوا ہے۔ حضرت شیخ تو مسیح کے لئے تشبہ بالملائکہ جداگانہ ہونے سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ شان عالی ہے کہ آپ کی اُمت سے ہوگا وہ پیغمبر جو ملائکہ کے ساتھ جداگانہ تشبیہ رکھتا ہے پھر اسی ص۶۶ میں (نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں) اس پر طعن کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے۔ ہاں ہدیۃ الرسول کے رد میں انشاء اللہ تعالیٰ ان اغلاط کی خبر لی جاوے گی۔ اجی اپنے ہی مُنہ سے میاں مٹھو صاحب چونکہ آپ کی خبر پہلے ہی سے لی گئی ہے تو پھر آپ کیا خبر لے سکیں گے خاک۔

ناظرین کو معلوم ہو نفخ روح القدس والے مسئلہ میں اسکے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مصنف شمس الہدایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں جو لکھا ہے یہ خلاف ہے اس آیت سے (ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا) جس سے نفخ روح القدس کا گریبان میں معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ فی الفرج مفہوم ہوتا ہے۔

جواب

قرآن مجید سے نفخ فی الفرج بھی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے اور

(نفخ فی مریم بھی جیسا کہ فنفخنا فیھا من روحنا) سے اب مجھے اندیشہ ہے کہ امروہی صاحب دونوں آیتوں میں تناقض ٹھہرا کر جھٹ اذا تعارضا فتسا قطا کا حکم حسب العادت نہ لگا دیویں اور اگر فرماویں کہ نفخ فی مریم اور نفخ فی الفرج کا مآل ایک ہی ہے یعنی نفخ فی فرج مریم ایک صورت ہے نفخ فی مریم کے لئے تو جواب میں گذارش ہے کہ نفخ فی جیب مریم بھی ایک صورت ہے۔ نفخ فی فرج مریم کے لئے یعنی روح القدس کا نفخ گریبان میں ہوا۔ جس کا اثر فرج سے شکم میں پہنچا۔ دیکھو واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید و ابن المنذر عن قتادۃ فی قولہ تعالےٰ فنفخنا فیہ من روحنا قال فی جیبھا (درمنثور امروہی صاحب کے ص۶۷ سے لے کر ص۶۹ تک چند سوالات (۱) اثر ابن عباس کے رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاً حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اُٹھایا بعد اسکے حضرت عیسےٰ کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی گئی۔ **اقول**۔ لعنت اللہ علی الکاذبین اس اثر کے اس فقرہ میں سوچو (فالقی علیہ شبہ عیسےٰ و رفع عیسےٰ من روزنۃ فی البیت) جس سے بحسب عندیہ تمہارے کے (کہ وجود خارجی مطابق وجود ذکری کے ہوا کرتا ہے جیسا کہ متوفیک ورافعک میں) حواری پر شبیہ کا ڈالنا پہلے ہوا۔ بعد ازاں اُٹھایا جانا عیسےٰ کا۔ **قولہ** ص۶۸ اور پھر یہود نے پکڑ کر اس شبیہ کو سولی دی تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ بعد اُٹھائے جانے حضرت عیسےٰ کے آسمان پر اب اللہ تعالیٰ کو کون سی ضرورت پیش آئی کہ دوسرے شخص پر شبیہ عیسیٰ کی ڈال کر اُس کو سُولی پر قتل کرایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حکیم مطلق ہے اس کا تو کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ **اقول**۔ اس حکیم کے تو ایسےؔ ہی کام ہوتے ہیں کہ حواری کا کیا ذکر ہے پیغمبر کو باوجود اس کے دشمنوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا اور منجملہ نعما کے بھی بقولہٖ واذ کففت بنی اسرائیل عنک کی بشارت دی پھر انہیں دشمنوں کے ہاتھ دیکر خوب ذلیل کرا کر اخیر میں بچانے کے لئے اُن کے دلوں میں شبہ ڈال دیا۔ کہ اب یہ مر گیا ہوگا۔ سولی سے اُتار لینا

ؔ یہ الزامی جواب ہے ۱۲ منہ۔

چاہیئے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول متعلق وما صلبوہ کے اور اپنے شمس کا سفر کو۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو جب آخر میں شبہ ڈالنے کی تدبیر سوجھی تو اوّل ہی سے کیوں نہ مسیح کو اُن کی ایذا سے بچا لیا تاکہ ایفائے وعدہ اور واذ کففت بنی اسرائیل عنک دونوں متحقق ہو جاتے یہی اخیر کا سوجھا ہوا شبہ پہلے ہی سے اُن کے دلوں میں ڈالا جاتا۔ یا فاغشیناھم کی طرح ان کو نظر نہ آتا تو اس حکیم مطلق پر صادق" یا حکیم" کہلوانے میں کوئی نقص عائد نہ ہوتا۔ مگر امروہی صاحب سے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی حـ ـ ـ اے تیزئی طبع تو بر من بلا شدی۔ کے مطابق اعتراض کرنے سے باز نہ آتے۔ **قولہ** ص۶۸ بفرض محال اگر اس القائے شبیہ کے قصہ کو تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر نہیں چڑھائے گئے اور اسی زمین پر یہود سے پوشیدہ کئے گئے اور احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبیہ کر دیا گیا تھا تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کر کر حضرت عیسےٰ کے قتل کا خیال چھوڑ دیویں۔ مگر در صورتیکہ حضرت عیسےٰ آسمان پر چڑھائے جاتے تو کیا مؤلف صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسمان سے آسکتے تھے۔ بدیں[۱] خیال اللہ تعالیٰ نے ایک حواری کو ان کے لئے کفارہ کر کر یہود کے منصوبہ قتل کو دفع کیا۔ **اقول** بفرض محال[۲] سولی پر چڑھانے والے قصہ کو جیسا کہ مرزا صاحب مع الاتباع کہتے ہیں کہ اخیر میں اُن کے دلوں میں شبہ ڈالا گیا کہ مسیح مر گیا ہے حالانکہ وہ فی الواقعہ زندہ تھا۔ تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ سُولی پر نہیں چڑھائے گئے۔ اور نہ اخیر میں یہود کے دلوں میں شبہ ڈال کر اُن کو بچایا گیا۔ بلکہ اُن کو آسمان پر چڑھایا گیا ہے اور یہ احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا۔ تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کر کر ندامت بعد حسرت اُٹھائیں۔ مگر در صورتے کہ حضرت عیسےٰ پہلے ہی سے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دئے جاتے اور جو شبہ اخیر میں دشمنوں کے دلوں میں اُن کے

---

[۱] **قولہ** (بدیں خیال اللہ تعالیٰ نے) امروہی صاحب کیا اللہ پر بھی خیال کنندہ کا اطلاق جائز ہے۔ ۱۲ منہ۔

[۲] کیونکہ مخالف ہے صریح آیت وما صلبوہ سے۔ ۱۲ منہ۔

بچانے کے لئے ڈالا گیا تھا۔ اسی قسم کا پہلے ہی سے ڈالا جاتا کیونکہ فاغشینا ھم فھم لا یبصرون (سنت اللہ کے برخلاف نہیں) تو کیا امروہی صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسکتے تھے۔ بدیں سبب اللہ تعالےٰ نے مسیح کو سولی دلا کر بعد ازاں اُن کے دلوں میں شُبہ موت ڈال کر مسیح کو پوشیدہ کر دیا۔ **قولہ ص ۶۸** اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بعد قتل بالصلیب ہونے کے اس شبیہ کے نعش کہاں دفن کی گئی۔ **اقول** ابھی[1] تو مسیح کی نعش کی تلاش میں ہیں۔ چونکہ باوجود نبی ہونے کے اس کے انبیاء اولوالعزم میں سے ابتک اُس کا پختہ پتہ نہیں ملا۔ وہ شبیہ بیچارہ کس گنتی میں ہے۔ ہاں مسیح کی نعش کا الہامی پتہ پہلے گلیل[2] میں ملا تھا۔ مگر اس الہام کو دوسرے الہام نے منسوخ کر دیا۔ جس سے کشمیر خاص سرینگر میں یوز آسف کے نام سے پتہ لگا ہے[3]۔ پھر بھی دقت یہ ہے کہ وہاں بھی مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھوکھ نے سب اہل کشمیر سے لکھوا لیا ہے کہ ہم اباً عن جد سنتے چلے آئے ہیں کہ یہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اس مضمون کو انہوں نے مزین بالمواہیر بھی کروا لیا ہے۔ غالباً چھپوا کر شائع بھی کر دیویں گے۔ قال اللہ تعالیٰ قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃٍ ساھون یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ جناب من خدائی فیصلہ جو صریح لفظوں میں ہے وما صلبوہ الخ۔ اس کے چھوڑنے سے ہی تو یہ سرگردانی پیش آئی۔ **قولہ ص ۶۸** اگر آپ کے نزدیک اسی قبر میں دفن کئے گئے جس میں سے عیسائیوں نے تیسرے روز نکالے تو سوال یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کا رفع آسمان پر اور القاء شبیہ حواریوں موجودین نے بچشم خود دیکھا تھا تو باوجود معائنہ ان تماشہائے عجیب وغریب کے پھر اس نعش شبیہ کو کس غرض سے قبر میں سے نکال لیا۔ **اقول**۔ روایات اناجیل کے مطابق جو ایک واقعہ ہوا ہے۔ اس میں موئے شگافی یا دریافت ان لوگوں سے کرنی چاہیئے جو کہ برخلاف

---

[1] یہ کلام الزامی ہے ۱۲ منہ

[2] دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳

[3] دیکھو ایام الصلح اور انگریزی اشتہار ۲۴ جولائی ۱۸۹۸ء ۱۲ منہ

آیات قرآن کریم کے انہیں روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں ہم کو تو قرآن کریم سے اتنا ہی پتہ ملا کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ شخص کون تھا کیا نام رکھتا تھا۔ لاش اُس کی کہاں ہے۔ اور کس غرض سے نکالی گئی۔ سو ان امور کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ علے صاحبہا الصلوۃ والسلام نے کوئی بحث نہیں کی بغیر اثر ابن عباس کے سو وہ بھی مجمل۔ لہٰذا ہم کو بھی ان امور سے کوئی غرض نہیں۔ ناظرین صفحہ سابقہ کا بھی تحقیقی جواب اسی کو خیال کریں۔ جس کو پہلے بھی ہم ایک دو مرتبہ لکھ چکے ہیں پھر گذارش ہے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ شبیہ کی لاش کو انہیں حواریین نے نکالا جو بروقت القاء شبیہ اور اُٹھایا جانے مسیح کے موجود تھے۔ مسیح کو جنہوں نے نکالا تھا وہ تو وہی ہونگے جو باتباع یہود اس کو مسیح کی نعش تصور کرتے تھے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ جو حواری اُسکو اور شخص کی نعش خیال کرتے تھے۔ اُن کو کیا غرض تھی اس کے نکالنے کی اگر کہا جاوے دوسروں کو انہوں نے چشم دید واقعہ القاء شبیہ و رفع عیسےٰ سے اطلاع دی ہوگی اسکے جواب میں گذارش ہے کہ ایسی گڑبڑ میں جب تم لوگوں نے قرآنی فیصلہ چھوڑ دیا اور یہود کی خبروں کو معتبر سمجھا تو اتنا جم غفیر نصاریٰ کا جو باتباع یہود کے مصلوبیت کے قائل تھے۔ اگر دس پندرہ آدمی کی بات بمقابلہ ہزار ہا کے نہ سُنیں تو جائے تعجب و محل شکایت نہیں۔ **قولہ** صفحہ ۶۶ کے آخری سوال کا حاصل ابن عباس کے اثر میں تین مذہب ہیں۔ (۱) نصاریٰ یعقوبیہ کا جو الوہیت مسیح کے قائل ہیں (۲) مذہب نسطوریہ کا جو ابنیت کے قائل ہیں (۳) مذہب مسلمانوں کا جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ جب تک اللہ نے چاہا ہمارے میں رہا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ امروہی صاحب اب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے مؤلف رضی اللہ عنہ کا مذہب مذاہب ثلثہ میں کونسا مذہب ہے۔ اگر نسطوریہ یا یعقوبیہ کا ہے تو مسیح بوجہ الوہیت یا ابنیت آسمان پر اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرح اس کو بندہ سمجھتا ہے۔ تو پھر باقی مرسلین و مقربین کی طرح مسیح کا بھی رفع درجات ہی ہو گا۔ **جواب** ہمارا مذہب تو وہی مذہب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں میں چلا آیا۔ یعنے مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے جس کو بعد چندے آسمان کی طرف

اُٹھالیا اور پھر دوبارہ حسب ہدایات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں اُتر کر فوت ہوگا۔ یعقوبیہ اور نسطوریہ والا مذہب نہیں اور ایسا ہی مؤلف رض سب اہل اسلام کی طرح ان لوگوں کے مذہب سے بھی بیزار ہے جو لوگ آسمان پر چڑھنے کو بھی موجب الوہیت یا ابنیت کا ٹھہراتے ہیں جس کا مقتضے بالطبع یہ ہے کہ سب فرشتے العیاذ باللہ یا خدا ہوں یا خدا کے لڑکے یا لڑکیاں چونکہ اس مذہب والے لوگ یعقوبیہ و نسطوریہ سے بھی بہت ہی بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا موحدین اہل اسلام ان سے بیزار ہیں۔ توحید میں تو ایک آدھ شریک کی گنجائش بھی نہیں ہو سکتی لکھوکھا شرکاء کیسے سما سکتے ہیں۔ اسی صـ ۶۹ میں امروہی صاحب بل رفعہ اللہ میں رفع روحانی ثابت کرنے کے لئے من تواضع للہ رفعہ اللہ اور ایسا ہی اللّٰھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی کو پیش کرتے ہیں۔

ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ ہر جگہ رفع سے رفع جسمانی ہی ہوگا۔ ہمارا اور سب اہل اسلام بلکہ سب اہل محاورہ کا بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمی لینے پر سیاق و سباق اور قتل و صلب مدنظر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور فائدہ جلیلہ کے قوانین کے مطابق امروہی صاحب نے رفع روحانی کی تقدیر پر تضاد ثابت کیا تھا۔ سو وہ بھی ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ ہباءً منثورا ہو گیا اب ہم بار بار انہیں مضامین کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔ اسی صفحہ ۶۹ میں فرماتے ہیں۔ بعد وضع تعارضات و اضطرابات ہم اس اثر کا جواب کافی و شافی دیوینگے انشاء اللہ تعالیٰ! **قول** اس سے صاف ظاہر ہے کہ امروہی صاحب نے اسجگہ تک اس اثر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو انہوں نے بھی اپنی دانست میں کما ہو فی الواقع ایسا کافی و شافی نہیں سمجھا۔ رہا اضطراب و تعارض سو ان کی تقریر مع التردید ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے۔ امروہی صاحب کا اضطراب اور تعارض بلکہ قادیانی مشن کا آیات قرآنیہ میں بھی آج تک مندفع نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو اپنی من گھڑت وجوہات سے جن کو تحریفات کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ و لنعم ما قیل بیت

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ؛ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

سلہ قادیانی و امروہی ۱۲ منہ۔

قولہ ص ۶۹ اور تلبیساً حوالہ ابن جریر کا دیا ہے جو ہرگز مؤلف کے پاس نہیں ہے۔
اقول ۔تلبیساً یہ تلبیساً کیسے لکھ مارا۔ اسی دھوکہ دینے کے لئے کہ ناظرین سمجھ چکے ہیں کہ جواب ندارد۔ تو اسی آڑ میں ذرا دم لے لیویں کہ یہ کتاب مؤلف کے پاس ہے یا نہیں۔ بھلا صاحب آپ فرماویں کہ یہ الہام آپ کو کیسے مفید تعین ہؤا۔ کہ مؤلف کے پاس نہیں۔ بالفرض ابن جریر اگر مؤلف عفی عنہ کے پاس نہ بھی ہو تو ابن کثیر میں چونکہ ابن جریر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تو کیا آپ حافظ ابن کثیر سے بھی دریافت فرماویں گے۔ کہ آپ کے پاس ابن جریر ہے یا نہیں۔ پہلی صورت میں بسبب رفع ہو جانے اعتماد کے بہ نسبت ثقات کے یہ تسلسل شائد اللہ جلّ شانہٗ تک پہنچے۔ اور دوسری صورت میں آپ کو بغیر جواب دینے کے نجات نہ ہوگی۔ ایسا ہی مؤلف عفی عنہ کی نسبت بھی خیال فرماویں اور جواب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر آپ نے ابن جریر خرید کرنے کے لئے دریافت فرمائی ہے۔ تو وہ اور بات ہے۔ **قولہ ص ۷۰** مؤلف صاحب نے متعدد جگہ نزول کو بعث و خروج کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۲ سطر ۲۳ اور ص ۱۴۳ سطر ۴ وغیرہ کو کما مر سابقاً۔ **اقول** معلوم نہیں اس آڑ میں آپ نے کیوں جگہ لی۔ جب قرآن کریم میں رفع علی السماء بحسب سیاق و سباق و محاورہ کی فرما رہا ہے۔ اور احادیث متواترہ فی نزول المسیح بھی ظاہر کر رہی ہیں تو پھر بعث اور خروج اور ظہور سب سے مراد نزول ہی ہوگا۔ اور عنقریب احادیث سے ہی یہ محاورہ ثابت کیا جاوے گا۔ **قولہ ص ۷۰** کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ و اتفاقیہ لکھا ہوا ہے۔ کہ نون التاکید لایوکد لامطلوبا والمطلوب لایکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں نون تاکید موجود ہے پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ خبریہ نہ ہؤا۔ بلکہ انشائیہ ہوا۔ تو پھر یہ آیت پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتی ہے کجا جملہ انشائیہ اور کجا جملہ خبریہ۔

ع   ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

پس آپ نے جس قدر ایسے آثار یا اقوال مفسرین (جن میں آیت کو پیشین گوئی قرار دیا گیا ہے) یہاں پر وارد کئے ہیں وہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہیں۔ **اقول** کتب نحویہ میں یہ

مسئلہ مسلمہ اتفاقیہ لکھا ہوا ہے۔ کہ نون التاکید یوکد مستقبلا فیہ معنے الطلب رضی بمضمونہ واما فی المستقبل الذی ھو خبر محض فلا یدخل الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما یدل علی التوکید ایضا کلام القسم نحو واللہ لاضربن رضی صفحہ ۳۴۱۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں چونکہ لام توکید لیؤمنن کے اوّل موجود ہے۔ لہٰذا آیت میں نون تاکید مستقبل میں جو خبر محض ہے یعنی (لیؤمنن) لایا گیا۔ بلکہ جواب قسم کا مثبت ہونے کی صورت میں نون تاکید کبھی منفک نہیں ہوتا۔ ولزمت فی مثبت القسم۔ کافیہ۔ پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ خبریہ جواب ہوا قسم مقدر کے لئے۔ چنانچہ شہاب حاشیہ بیضاوی صفحہ ۱۹۹ میں تحت اسی آیت کے لکھتا ہے والتقدیر وما احد من اھل الکتاب الا واللہ لیؤمنن بہ اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں فقولہ لیؤمنن جملۃ قسمیۃ وقعت صفۃ لاحد یعنے لیؤمنن جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے موکدہ بالقسمیۃ الانشائیۃ اس کا صفت واقع ہونا بلا تاویل صحیح ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الحکیمؒ (جملۃ قسمیۃ) پر لکھتے ہیں یعنے انھا جملۃ خبریۃ موکدۃ بالقسمیۃ الانشائیۃ فیصح وقوعھا صفۃ بلا تاویل بالخبریۃ والموصوف المقدر مبتداء مقدم الخبر اسی احتمال (مقدم الخبر) کو قاضی بیضاوی اور صاحب کشاف نے اختیار کیا۔ گویا یہ آیت (ومامنا الا لہ مقام معلوم) کی نظیر ٹھہرے اور آیت میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ جار مجرور صفت ہو مبتداء محذوف کے لئے اور قسم مع الجواب خبر ہو مبتداء کی۔ اگر کہا جاوے کہ قسم انشاء ہے پس خبر کیسے ہوگی۔ تو جوابًا معروض ہے کہ قسم میں جملہ قسمیہ یعنے اقسم باللہ مثلاً انشاء ہے۔ اور جواب قسم خبریہ چنانچہ ابھی مولانا عبد الحکیم صاحب کی عبارت بیضاوی کے حاشیہ سے نقل کی گئی (انھا جملۃ خبریۃ موکدۃ بالقسمیۃ الانشائیۃ) اور اسی طرح شہاب حاشیہ بیضاوی بھی لکھتا ہے احدھما انہ صفۃ لمبتداء محذوف والقسم مع جوابہ خبر ولا یرد علیہ ان القسم انشاء لان

المقصود بالخبر جوابہ وھو خبرٌ موکدٌ بالقسم شہاب جلد ثالث صفحہ ۱۹۹
یعنے جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے موکدہ یا لانشائیہ۔ امروہی صاحب لیؤمنن کو انشائیہ کہنا نہ
صرف جہالت ہی ہے بلکہ علاوہ جہالت کے گناہ کبیرہ بھی ہے۔ کیونکہ لیؤمنن در
صورت طلب کے استعطاف ہوگا۔ اور تمنّی وعرض و استعطاف جو موہم ہیں نقص و
ناتوانی کے لہٰذا جناب باری کے شایان نہیں الرابعۃ جواب القسم ویجاب
بالطلب ویسمے استعطافا ویختص بالباء وبالخبر وھو القسم المتعارف
متن متین۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قسم متعارف خبر محض ہے۔ اسی لئے تکملہ میں
(واما فی دلالۃ القسم علی الطلب ففیہ تامل) لکھتے ہیں۔ شرح مائۃ عامل کے
دوسرے صفحہ پر باقسمیہ کی مثال میں لڑکوں کو ترکیب پڑھانے کے وقت سمجھایا جاتا ہے
کہ فعل قسم یعنے اقسم باللہ جملہ انشائیہ ہے اور جواب قسم خبریہ ہے۔ موکدہ بالانشائیہ
قیامت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ظہور میں آئے گا۔ کہ اس لیاقت والے لوگ
جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے یا جواب قسم بھی نرالے حقائق و معارف
قرآنیہ بیان کرنے لگیں گے۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ اصل مسئلہ نحویہ تو یہ ہے جو لکھا گیا۔
امروہی صاحب کو دہوکہ لگنے کا منشا، اب سنیئے۔ ایک تو شرح مائۃ عامل وغیرہ کتب نحویہ
آپ نے سرسری پڑھی ہیں۔ اور دوسرا عبارت منقولہ کہ النون التاکید لا یوکد الا
مطلوبًا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا) کو نہیں سمجھے۔ یہ
عبارت بھی مولانا عبد الحکیم صاحب نے تکملہ میں بیان فرمائی ہے۔ جنہوں نے
بیضاوی کے حاشیہ میں جواب قسم کو جملہ خبریہ موکدہ بالانشائیہ لکھا ہے۔ اب
امروہی صاحب اس عبارت کو لاہور میں جلسۂ فضلا میں آکر پڑھ بھی جاویں اور
آئندہ تفسیر نویسی سے توبہ کریں۔ اُسی صفحہ ۷۰ میں اس کے بعد امروہی صاحب
لکھتے ہیں۔ اور لیؤمنن کا جملہ انشائیہ ہونا نہ خبریہ تفاسیر ادبیہ مثل کشاف و بیضاوی
وغیرہ کے بھی لکھا ہوا ہے۔ جملہ تفاسیر ادبیہ میں جملہ قسمیہ لکھا ہے جو انشائیہ ہوتا ہے
اقول ہاں صاحب مسلم کہ قسمیہ لکھا ہے۔ مگر اس کے بعد کا فقرہ (جو انشائیہ ہوتا ہے) یہ آپکا حاشیہ

ہے۔ جناب عالی فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے نہ جواب قسم جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اب ناظرین انصاف فرماویں۔ کہ جملہ تفاسیر ادبیہ کی طرف یہ منسوب کرنا (کہ انشائیہ ہے نہ خبریہ) کیسا ناپاک جھوٹ ہے یا کہ کس درجہ کی جہالت ہے۔ میں بڑا متعجب ہوں۔ کہ امروہی صاحب نے لیؤمنن کو انشائیہ بنانے سے بغیر اظہار جہالت مذکورہ کے کون سا فائدہ اُٹھایا۔ بالفرض اگر انشائیہ ہو تو قائلین بنزول المسیح کو کیا ضرر دیتا ہے۔ بر تقدیر ارجاع ضمیر (قبل موتہ) کے مسیح کی طرف پھر بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے۔ **قولہ** ص۲۷ پس اگر آپ کو ان عیسےٰ لم یمت الخ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسےٰ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے۔ بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک فہاہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔ **اقول** جب مطابق کتاب اللہ کے ان عیسےٰ لم یمت الخ حدیث بھی حیات مسیح پر شاہد ہے تو پھر ہم کو کون چیز باعث ہے تاویل یا یوں کہو تحریف مذکور پر اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ کے انشائیہ یا خبریہ ہونے کو اس تاویل میں کیا دخل ہے فلیتأمل (ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ الخ یہ عبارت بالکل لغو اور غلط ہے لانتفاء الاستلزام المزعوم فتدبر بہر حال دو بلاؤں میں سے آپ ایک بلا میں تو ضرور مبتلا ہونگے یا تو علماء کرام کی مجلس میں حاضر ہو کر (والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا خبرا مستقبلا) کا مطلب پوچھ لیں اور یا تفسیر نویسی اور لاف زنی سے توبہ کریں۔

شعر

وفی کفتی میزا ننا لک اسوۃ ۔۔۔ و بمن خلا قبلک ممن لا یعقل

اذا رجحت احدھما طاش اختھا ۔۔۔ فانت لما فیھا تمیل و تسفل

قولہ ص۱۷ کا حاصل یہ علماء اہل اسلام نے مرزا صاحب کے بارہ میں جو کچھ فتوے دیا ہے یہ علامت ہے مماثلہ تامہ کی مابین مرزا صاحب اور مسیح اسرائیلی کی۔ **اقول** صرف ایک ہی وجہ کو بیان فرما کر آپ مماثلہ تامہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو۔ آپ بقیہ وجوہات

مماثلہ تامہ کیوں نہیں بیان فرماتے۔ یوں کہنا چاہیئے (۱) تکفیر و تکذیب علماء اسلام کی۔ (۲) وصف حلم میں اس حد تک ہونا کہ گھر بیٹھے علماء کو موٹی قلم سے لکھنا (اے بدذات فرقہ مولویاں) (۳) اپنے مماثل یعنی مسیح اسرائیلی کو مکار و فریبی اور زناکار اور کسبی عورتوں کی اولاد میں سے کہنا۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم ص۷ (۴) فقر و فاقہ و زہد میں یہ کمال کہ بغیر مشک و عنبر و یاقوتیں و پلاؤ زردا قورمہ کے نصیب نہیں۔ اسی طور اعلےٰ درجہ کے زیورات و لباس گھر میں بھی مستعمل ہو رہے ہیں (۵) ترک دنیا کا یہ حال کہ طرح طرح کے حیلوں سے چندہ جمع کرانا (۶) بجائے وصف خانہ بدوشی مسیح اسرائیلی کے گھر سے قدم باہر نہ رکھنا (۷) بجائے تجرید کے کئی نکاح کرنے یہاں تک کہ آسمانوں پر بھی آپ کے نکاح کی دہوم دھام ہوئی (۸) حقائق و معارف قرآن کریم میں یہ حال ہے جو آپ کے فاضل اجل کی تحریر سے ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔

اب ناظرین کو پہلی وجہ مماثلت تامہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں یعنی علماء کی تکفیر و تکذیب سے ثابت ہوا۔ کہ مرزا صاحب مسیح اسرائیلی کی طرح ان تیروں کا نشانہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا ابن صیاد و مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہ وغیرہ مدعیان کذابین کو تکفیر و تکذیب نہیں کی گئی۔ تاریخ پر نظر ڈالو۔ لازم عام کو مماثلت تامہ کا معیار بنانا آپ جیسے حواریوں کا کام ہے۔ ہاں مگر آپ معذور ہیں (جس کا نمک کھائیے اُس کا گیت گائیے) **قولہ** ص۱ کے اخیر سے ص۳ کے اول تک کا حاصل:- ابن عباسؓ کے اثر میں اضطراب ہے۔ بدو[1] وجہ (۱) جب حضرت عیسےٰ آسمان پر چڑھائے گئے تو پھر حواری کو بذریعہ صلیب کے قتل کروانے کی کیا ضرورت رہی (۲) چاہیئے تو یہ تھا کہ نہ حضرت عیسےٰ کو ضرر پہنچتا اور نہ اُن کے یاروں میں سے کسی کو۔ کیا ایسے ہی قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ ایک مومن خالص جو خدا کے دوست کا متبع ہو وہ بذریعہ صلیب قتل کروا کر ملعون ٹھہرایا جاوے۔ **اقول** بجواب[2] پہلے اضطراب کے گذارش ہے۔ کہ آپ نے پوری نقل کیوں نہیں کی۔ تاکہ ہماری طرف

---

۱ اثر ابن عباسؓ پر امروہی کے جاہلانہ اعتراضات اور گستاخی ۱۲ منہ۔

۲ ابن عباسؓ کی جانب سے امروہی کو جواب ۱۲ منہ۔

التجاہی نہ رہتی۔ تفسیر کبیر سے آپ شکوک واضطراب کو نقل فرماتے ہیں۔ مگر جواب کے وقت دجل سے کام لیتے ہیں۔ اسی اضطراب کو علامہ رازی اس عبارت سے بیان فرماتے ہیں۔
والاشکال الثالث انہ تعالیٰ کان قادراً علی تخلیصہ من اولئک الاعداء بان یرفعہ الی السماء فما الفائدۃ فی القاء شبہہ علی غیرہ وھل فیہ الا القاء مسکین فی القتل من غیر فائدۃ الیہ تفسیر کبیر۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ جبرائیل علیہ السلام یا خود ہی حضرت عیسیٰ کے کمالات موہوبہ کے مطابق بلاواسطہ القاء شبہ کے اُن کو بچالیتا تو یہ معجزہ حد الجاء تک پہنچ جاتا جس سے ایمان بالغیب جاتا رہتا۔ یعنے ان کو مجبوری ایمان لانا پڑتا جبکہ کھلا کھلا نشان دیکھ لیتے۔ رہا یہ کہ القاء شبہ امکان و وقوعی بھی رکھتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر وقوع منافی ہے حکمت الٰہیہ کو یا نہ۔ سو معروض ہے کہ تعینات و تشکلات جو عارض ہیں حقیقت جامعہ کو بمنزلہ لباسوں کے ہوتے ہیں وہی حقیقت ایک لباس کو اُتار کر دوسرے کو پہن سکتی ہے بحول اللہ وقوتہ۔ اس کی تشریح شیخ عبدالوہاب شعرانی کی بعض تصانیف اور ایسے ہی فتوحات وغیرہ سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ قطب العالم سلطان العاشقین وبرہان المعشوقین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ کے ایک خادم بارگاہ کو جب ہنود نے ایک ہندو کے مکان میں جس میں بغرض ملاقات محبوبہ جا گھسا تھا) اس کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر ہیں اس محبوبہ کا شوہر ہے وہ خادم نہیں۔ بعد اس کے ایک روز قطب العالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو فرمایا۔ کہ فلانے میں تمہارے لئے کب تک فلاں ہندو بنوں گا۔ میرے سفید بالوں سے حیا کر۔ الغرض ایک شکل کا متشکل باشکال مختلفہ ہوجانا یا ایک ہی شخص کا ایک وقت میں متعدد مکانوں میں موجود ہونا نہ صرف امکان ہی رکھتا ہے بلکہ واقعات مشہودہ میں سے ہے۔ معہذا منافی حکمت الٰہیہ کے بھی نہیں۔ کیونکہ ایسے موقعہ میں جبکہ اعداء اپنے ذہن میں بھی خیال کر بیٹھے ہوں۔ کہ گویا ہم کامیاب ہوگئے یعنے مدعا ہمارا قریب بحصول ہے اب کوئی مانع فی مابین نہیں تو اچانک ہی مدعا کا ہاتھ سے چلا جانا کس قدر موجب رسوائی و ذلت و ندامت کا ہوتا ہے

خصوصاً جبکہ ساتھ اس ناکامیابی کے دھوکہ بھی کھا بیٹھے ہوں کیونکہ اس صورت میں علاوہ ناکامیابی کے سفاہت اور جہالت کا تمغہ بھی ملتا ہے۔ باقی رہا ایک مومن بے گناہ کا قتل ہونا سو یہ کوئی نئی اور انہونی بات نہیں۔ قدیم سے اہلِ حق اور اس کے دوست بھی جن کا مقدر میں ہی حصہ ہوتا ہے شہادت پاکر جنت کو سدھارتے جا رہے ہیں۔ اللہ قادر تھا کہ جنگ احد یا بدر یا خیبر وغیرہ میں اپنے عدیم النظیر دوست صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شان عالی سے اشعار ذیل کچھ پتہ دیتے ہیں بغیر اس کے کہ کوئی مومن کامل متبع قتل کیا جاوے فتح عطا فرما دیتا۔ مگر ان غزوات میں کئی مومن کامل شہید ہوئے۔ اشعار یہ ہیں :-

ابیات

فھو الذی تم معناہ و صورتہ	ثم اصطفاہ حبیباً باریٔ النسم
منزّہ عن شریک فی محاسنہ	فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم
دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم	فاحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم
فانسب الی ذاتہ ما شئت من شرف	وانسب الی قدرہ ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ	حد فیعرب عنہ ناطق بفم
فمبلغ العلم فیہ انہ بشرٌ	و انہ خیر خلق اللہ کلھم
وکل اٰیٍ اتی الرسل الکرام بھا	فانما اتصلت من نورہ بھم
اکرم بخلق نبیٍ زانہ خلقٌ	بالحسن مشتمل بالبشر متسم
کالزھر فی ترفٍ والبدر فی شرفٍ	والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

اور قتل بذریعہ صلیب بھی مثل سائر اسباب قتل کے مومن بے گناہ کے لئے موجب قرب وعزت ہے خدا کے ہاں۔ اس کا موجب لعنت ہونا صرف مجرم ہی کے لئے ہے۔ دیکھو آیت ۲۲۔ اور ۲۳۔ کتاب استثناء میں۔ قادیانی مشن میں مطلق قتل صلیبی کو خواہ

بے گناہ مومن کیلئے ہو موجب ملعونیت ٹھہرا کر نتائج فاسدہ لا تعد و لا تحصے نکل رہے ہیں اسلام غریب کا خدا حافظ۔ دوسرے اضطراب کا تحقیقی جواب تو پہلے ہی جواب سے سمجھ لینا چاہیئے صرف الزامی طور پر معروض ہے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عیسےٰ کو بحسب وعدہ الٰہیہ کے کوئی ضرر نہ پہنچتا کہ پہلے سے تو دلاسا کا سلوک ہو چکا تھا۔ اور امتناناً واذ کففت بنی اسرائیل عنک بھی فرمایا گیا تھا یہ کیسے مدد الٰہی پہنچی کہ ایک پیارے دوست کو صلیب پر چڑھا کر ملعونیت کو باکثر الاجزاء ثابت کر دیا۔ صرف سرموئے سے بھی کم فرق رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ صلیبی قتل ملعونیت کا معیار جو ٹھہرے کمی بیشی اسکے مطابق معیار کے ہونی چاہیئے۔ کیا اسی پر امتناناً یہ بھی فرمایا گیا۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ کیا ایسے قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے۔ کہ جو کسی ایسے دوست خالص کو سولی سے قرین بقتل کراوے۔ بلکہ مسیح کے صلیب پر چڑھانے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودی خیر الماکرین تھے کہ ان کی تدبیر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اس کے خدا دونوں پر غالب رہی۔ ناظرین رسالہ کے لئے ایک ضروری التماس ہے کہ وقت پڑھنے ہمارے رسالہ کے امروہی کے شمس کا سفہ کو بھی پاس رکھیں۔ مگر خبردار ایسی تحریف کو قیمتاً نہ لیویں۔ اُلٹا خمار بحث مجادلۃ والانقصان نہ ہو۔ ہم بھی چھپوا کر مفت[1] شائع کریں گے۔ حسبۃ للہ وکفی باللہ شہیدا۔ مسلمان بھائیو! جو کچھ جواب ترکی بہ ترکی لکھا جاتا ہے۔ بمقابلہ اُن کے اُن بے تہذیبوں کے ہے جو علماء کرام کے حق میں انہوں نے عرصہ سے شائع کرا دی ہیں۔ ورنہ ہمارے لوگ اس طریق کو بالکل ناخوش رکھتے ہیں مگر کیا کیا جاوے۔ سُنتے سُنتے جی جل رہا ہے۔ اگر صرف دُشنام بازی پر ہی صبر فرماتے تو بھی ہرگز بالمقابل کچھ نہ کہا جاتا۔ لیکن کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریف کا صدمہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ ہاں اگر عوام کالانعام ان پر اعتبار کر کے دھوکا نہ کھاتے تو بھی

---

[1] ہمارے رسالہ میں مضامین لاف آمودہ فقرات واشعار اکثر امروہی صاحب کے عنایت کئے ہوئے ہیں۔ ان پر بالنقلب بعد اظہار جہالت ان کے وارد کئے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ آنسو ٹپکتے ہوئے رونی شکلیں بنائی ہوئی مسجدوں میں جب تلبیسی اُصول سناتے ہیں اور علاوہ بریں حسن اخلاق معاملات و عطیات میں جس کو ترک الدین للدنیا کہئے یا ترک الدنیا لاشاعۃ تحریف کتاب اللہ وسنت رسولہ سمجھئے) تو جھٹ بے تمیز لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں۔ مثلاً جب کہتے ہیں۔ کہ بھلا مومنو بڑا غضب ہے۔ کہ ہمارے مولانا و بالفضل اولینا پیارے حبیب فخر الاولین والآخرین کو تو ۶۳ سال عمر شریف ملے اور مسیح اسرائیلی کو دو ہزار سال اور ابھی معلوم نہیں کہ کب تک زندہ رہے۔ کاش! ہم محمدیوں کو بڑا افسوس ہے۔ اور مارے اس تمنا کے کہ (معاملہ بالعکس ہوتا کلیجے پھٹ رہے ہیں ہمارا ایمان اور اخلاص یہ تقسیم کب گوارا کر سکتا ہے تو سننے والے بودے اُن کو کامل محب خیال کرتے ہیں۔ ناظرین آپ صرف اتنا ہی خیال رکھیں کہ درازی عمر کی اور ایسے ہی سکونت آسمانوں کی اور ایسے ہی بے پدر پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ ہرگز موجب فضیلت کا اوپر افضل الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اس کے وجوہ مفصلہ فتوحات وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ عیسٰے بن مریم کا بے پدر پیدا ہونا ہے یا یہ کہنا مثلاً کہ اُن کی والدہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور وامّہ صدیقہ کا اُس نے شرف پایا ہے وغیرہ وغیرہ یہ اس لئے نہیں کہ ہم کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل یا محبوب تر خیال کرتے ہیں۔ یا انہیں امور کو باعث فضیلت کلیہ کا سمجھتے ہیں۔ بلکہ محض خیال یہی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اسی طور پر فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مان کر ہم کو بھی فرمایا۔ کہ اسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ اب ہم اگر یہ کہیں کہ ہم آپکے محب ہیں۔ ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ مسیح اسرائیلی کی والدہ کا نام قرآن میں بڑے زور سے لیا جاوے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا کہیں خالی نام بھی نہ ہو تو اس خیال کا نتیجہ بجز کفر کے العیاذ باللہ اور کیا ہوگا۔ مومن کو نہایت توجہ اس کی طرف ہونی چاہیئے کہ اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی مراد سمجھنے میں بسبب اختلاف محدث کے فتور ہو جاوے تو سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کو نہ چھوڑنا چاہیئے وما علینا الا البلاغ۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہمارا ایمان ماثبت

بکتاب اللہ وسنت رسولہ کے ساتھ ضروری ہے کیونکہ اسی کے ساتھ ہم مکلف بھی ہیں سو معلوم ہو کہ درصورت وقوع اختلاف کے خصوصیات موردمیں یا تعارض معلوم ہونے کے بین الروایات ہمارا مومن بہ قطعی طور پر قدر مشترک اور صرف ماثبت بالنص ٹھہریگا اور خصوصیات متعارضہ کا مفاد ہمارا مومن بہ علی سبیل القطعیت نہیں۔ ہاں بعد ملاحظ ادلہ ترجیح وتعادل کے ایک روائیت کو من بین الروایات المختلفۃ علی سبیل الظنیۃ لے سکتے ہیں۔ مانحن فیہ میں کتاب اللہ سے صرف اتنا ہی یہود کی تردید میں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نہ صرف یہ کہ مقتول ہی نہیں ہوا بلکہ علاوہ اسکے سولی بھی نہیں دیا گیا یہ مضمون ماقتلوہ اور ماصلبوہ کے علیحدہ علیحدہ نازل ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ حسب زعم مصلوب ہونے مسیح کے یہی کافی تھا۔ کہ وماقتلوہ بالصلیب یا وماتوفی او مافات بالصلیب اور اگر غرض یہود کی اوران کے نتیجہ نکالنے کی نفی منظور ہوتی تو وماکان المسیح ملعونا او کفارۃ الی غیر ذٰلک ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص تو سولی دیا گیا تھا کیونکہ اگر مطلق قتل وصلب وقوع میں نہ آتے تو صرف وما قتلوا وما صلبوا بغیر ہا ضمیر منصوب متصل کے چاہیئے تھا۔ ماقتلوہ وماصلبوہ مع الضمیر کہنے سے معلوم ہوا۔ جیسا کہ یہود کو (انا قتلنا المسیح عیسے ابن مریم رسول اللہ) میں مفعول فعل یعنی مسیح کا قتل کرنا مطمح نظر اور مہتم بالشان ہورہا ہے۔ ایسا ہی اس کی تردید میں بھی ہا ضمیر منصوب متصل جو راجع ہے مسیح کی طرف اس سے قتل اور صلب کی نفی مقصود ہے۔ اب رہی تشریح اس کی کہ وہ مصلوب اور مقتول کون تھا وغیرہ وغیرہ اس کی طرف کتاب اللہ کی بسبب اجنبی ہونے اس کے ماسیق لاجلہ الکلام سے چونکہ توجہ نہیں۔ لہٰذا ہم بھی مکلف بالایمان علی سبیل القطعیت والخصوص نہیں ہیں۔ اگر کسی اثر وغیرہ سے ہم کو کچھ پتہ ملا تو ہم بخیال اس کے کہ عبد اللہ بن عباس رضؓ نے جس کو افقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب ہے اس اثر کو بلا انکار روائیت فرمایا ہے اور کوئی مضمون اس کا مفاد نص سے برخلاف بھی نہیں اس اثر کو موئید ٹھہرا سکتے ہیں بخلاف بیان یہود ونصاریٰ کے کہ وہ بیان اناجیل کا صریح ماصلبوہ کے اور ایسا ہی دوسری آئیت و اذ کففت الخ کے برخلاف ہے۔ باقی رہا مسیح کا بحفاظت اُٹھایا جانا سو وہ نص قطعی اور

اجماع سے ثابت ہے۔ دیکھو تفسیر فتح البیان وغیرہ جو اسی رسالہ کے اول مفصل گزر چکا ہے روایات متعارضہ فی نزول المسیح کی ہر ایک خصوصیت کو ہم قطعی خیال نہیں کرتے تا کہ ہمارے پر ثبوت اس کا لازم ہو۔ ہماری غرض آیت کے قطعی مفاد اور روایات متعارضہ کے مشترک قرار داد سے ہے۔ یعنی اسی مسیح اسرائیلی کا نزول نہ مثیل اُس کے کا۔ اب اگر تعارض فیما بین الخصوصیات کسی خصوصیت کو بالفرض ساقط بھی کرے تو ہمارا کیا نقصان کیونکہ وہ امر مشترک تو ثابت رہا ہے اور سب احادیث کا صرف اسی قدر مشترک میں تواتر ہے۔ معہذا ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی ایسا تعارض نہیں جس کو علامہ سیوطی وغیرہ نے دفع نہ کیا ہو۔ چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے محل میں معلوم ہوتا جائیگا۔ **قولہ ص۳۲ ثالثاً** کلام الٰہی جو اس قصہ مسیح کو آغاز سے بیان فرماتے ہیں اس کی نظم عبارت یہ ہے فلما احس عیسٰے منهم الکفر قال من انصاری الی اللہ اس آیت میں القاء شبہ کا کہیں نام و نشان نہیں کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یلقی علیہ شبھی الخ **اقول** ایسا ہی سولی چڑھانے کا بھی نام و نشان کہیں نہیں۔ کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یصلب مکانی پھر کیا وجہ ہے کہ اسجگہ القاء شبہ کا ذکر نہ کرنا تو ابن عباسؓ کے اثر کو مصنوعی اور جعلی بنا دے اور سولی چڑھانے کا عدم ذکر قصہ صلیب کو جھوٹا نہ بنا دے۔ رہا ذکر القاء شبہ کا جو ایک عجائبات قدرت سے ہے سو اُس کا ذکر اجمالی ولکن شبہ لهم میں آگیا۔ **قولہ ص۳۲ رابعاً** حواریوں کا جواب بھی اس قصہ کی نفی کرتا ہے۔ اگر کاش! حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لالقاء شبهك علينا لئلا تقتل بالصليب ونحن نقتل عوضك کہہ دیتے تو بھی اس قصہ کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی۔ پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ حضرت عیسٰے کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں القاء شبہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں بلکہ نفی القاء شبہ کی ہوتی ہے۔ **اقول** حواریوں کا جواب بھی سولی پر چڑھانے کی نفی کرتا ہے۔ کاش[1]! اگر حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن

---

[1] اس میں اصلاح عبارت کی طرف اشارہ ہے یعنی امروہی نے (اگر کاش) کہا ہے اُسکی جگہ کاش اگر چاہیئے ۱۲ منہ

مستعدون لكف اليهود عنه حين يريدون صلبك و لينصرن الله لنا اذقال الله يٰعيسىٰ انی متوفیک من غیر ان یأخذک الیھود و یصلبوک و ایضاً بشرنا بقوله (و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة کہہ دیتے تو بھی اس واقعہ صلیبی کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس قصہ حضرت عیسےٰؑ کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا۔ اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں واقع صلیبی کے وقوع کا کہیں پتہ و نشان نہیں بلکہ وما صلبوہ سے نفی صلیب پر چڑھانے کی ہوتی ہے واقعی تفسیر سُنیئے (فلما احس عیسےٰ منھم الکفر) استشعر عیسےٰ منھم التصمیم علی الکفر (قال من انصاری الی اللہ) قال مجاھد ای من یتبعنی الی اللہ والظاھر انه اراد من انصاری فی الدعوة الی اللہ کما کان النبیﷺ صلی اللہ علیه وسلم یقول فی مواسم الحج قبل ان یھاجر (من رجل یؤوینی حتی ابلغ کلام ربی فان قریشا قد منعونی ان ابلغ کلام ربی حتی وجد الانصار فآووہ ونصروہ و ھکذا عیسےٰ بن مریم علیه السلام انتدب له طائفة من بنی اسرائیل فامنوا به وازروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معه و لھذا قال اللہ تعالےٰ مخبراً عنھم (قال الحواریون نحن انصار اللہ امنا باللہ واشھد بانا مسلمون ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین) ابن کثیر مختصراً یہ ہی تفسیر مجاہد کی جو ابن عباسؓ کا شاگرد ہے۔ جس نے تین مرتبہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ابن عباس سے پڑھا۔ اور ہر آئت میں نہائت غور و تحقیق فرماتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر۔ اس مقام میں صفحہ ۷۵ پر امروہی صاحب نے وہی خیالات اپنے جو کئی دفعہ لکھ کر ان کی تردید کی گئی ہے عبارت عربی میں لکھے ہیں۔ جو بالکل برخلاف ہیں ابن عباس کی تفسیر سے اور علاوہ اس مخالفت کے آیات صریحہ بھی اُس کی تکذیب بیان فرما رہے ہیں بعد اس کے لکھتے ہیں۔ الحاصل اس قصہ میں جو کچھ مفسرین نے بلا تحقیق و تنقیح تفاسیر میں لکھا ہے اس میں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں اُن کے شمار کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے

اقول مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے صحابہ سے باسناد صحیح لکھا ہے اور کوئی مضمون برخلاف آیات کریمہ کے نہیں بخلاف تمہارے مضامین کے جو آیات صریحہ کے برخلاف ہیں۔
"من جملہ ان مفاسد کے جو اثر ابن عباسؓ کے مضمون پر امروہی صاحب نے شمار کئے ہیں۔ ایک یہ بھی لکھا ہے جس کو خامسًا کرکے صفحہ ۱۹۰ کے اخیر میں کہتے ہیں۔ پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی ملعون قرار دیا جاتا الخ
اقول اس کا ملعون قرار دیا جانا صرف اگر بحسب زعم آپ کے اور یہود کے ہے۔ تو کچھ مضر نہیں۔ اور بحکم تورات اُس مقتول صلیبی کا ملعون ہونا ثابت ہے جو مجرم ہو۔ اور یہ حواری چونکہ غیر مجرم تھا لہٰذا ملعون نہ ہوگا۔ اور (وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ) اس کا مقتضےٰ یہ نہیں کہ کوئی اہل حق متبعین عیسےٰ میں سے کفار کے ہاتھ سے مقتول نہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل حق بہ ہیئت مجموعی غالب رہینگے ورنہ آیت میں کذب آئے گا۔ کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کئی ایک مسیح کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ماننے والے اُس کو خدا سمجھنے والوں کے ہاتھ سے ذلیل ہو جاتے ہیں۔
قولہ ص۲۲۷ ہم نے تسلیم کیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسےٰ کی طرف ہے۔ **اقول**۔ آپ کی یہ تسلیم از قبیل (عصمت بی بی از بے چادری) ہے کیونکر تسلیم نہ کریں۔ حصہ دوئم اعلام الناس کے ص۳۸ سطر ۱۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ مگر دقت تو یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کا خدا یہ فرماتا ہے کہ ضمیر (قبل موتہ) کی اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ دیکھو ازالہ متعلق اس آیت کے۔ **قولہ** لیکن اس آیت کا پیشین گوئی ہونا سابق میں ہم باطل کر چکے ہیں۔ **اقول** ہم بھی اسی جگہ آپ کی جہالت اور ضلالت کا اظہار کر چکے ہیں۔ **قولہ** بلکہ مقصود اس آیت سے انشاء ایمان کا ہے۔ حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر۔
اقول۔ ناظرین ذرا اس مضمون میں غور کرنا کیا (وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر ایمان لائیں کیا اللہ تعالےٰ پہلی کلام وما قتلوہ کو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل بالصلیب نہیں کیا بھول گیا۔ اب برخلاف

اس کے و ان من اھل الکتاب الخ سے یہ قصد کرتا ہے کہ یہود ایمان لادیں۔ حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے کے ساتھ۔ ناظرین کیسی تحریف یا جہالت ہے۔ یہاں پرامروہی صاحب اپنے مدعا کو بھی بھول گئے **قولہ** اور آئت جملہ انشائیہ ہے نہ خبریہ ھکذا فی البیضاوی والکشاف **اقول** خدا کے بندے سُنا نہیں کہ جھوٹ بولنے سے ایمان کا نقصان ہوتا ہے۔ بیضاوی اور کشاف نے لیؤمنن کو جواب قسم ٹھہرایا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ لیؤمنن جملہ خبریہ مؤکدہ بالانشائیہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم مولانا عبدالحکیم حاشیہ بیضاوی اور ایساہی شہاب حاشیہ بیضاوی سے نقل کر چکے ہیں۔ **قولہ** پس معنے آیت کے یہ ہوئے۔ کہ تمام اہل کتاب یہود و نصارے مسیح کی موت صلیبی واقع ہونے میں شاک اور متردد چلے آتے ہیں۔ اور اس بارہ میں اپنے شاک اور متردد ہونے پر ان کو یقین اور ایمان حاصل ہے۔ **اقول**۔ ناظرین خدارا انصافے (اُن کو یقین اور ایمان حاصل ہے) اس ترجمہ کو کوئی طالب العلم انشا کہہ سکتا ہے۔ لیؤمنن کو بڑے دعوے اور شور سے انشائیہ کہتے کہتے ترجمہ کے وقت خبریہ بنادیا۔ دروغگوئے را حافظہ نباشد مثل مشہور ہے ہم جاتے جاتے شاماں نے گھپی پڑیاں **قولہ ۳۳** اور حسن کا یہ قول و اللہ انہ لحی الاٰن عند اللہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ حیات حضرت عیسےٰ کی جسمانی نہیں بلکہ حیات ان کی روحانی ہے۔ جو عند اللہ ہے۔ کیونکہ محاورہ قرآن مجید میں حیات عند اللہ سے حیات روحانی ہی مراد ہوتی ہے۔ جو جسمانی حیات سے علاوہ ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم دیکھو دونوں جگہ پر لفظ عند ربھم اور عند اللہ کا موجود ہے۔ **اقول** خدا سے ڈرو حسن کا یہ قول و اللہ انہ لحی الاٰن عند اللہ اور دوسرا قول جو درمنثور نے نقل کیا ہے قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ ان دونوں سے مراد حیات جسمانی ہی ہے شائد آپ (لم یمت) کی یہ تاویل کرینگے کہ عیسےٰ قتل صلیبی سے نہیں مرا۔ مگر مشکل تو یہ ہوگا۔ کہ (و انہ راجع الیکم) پھر اسی عیسےٰ کو دوبارہ لوٹانا

ہے۔ رہا لفظ (عنداللہ) کا سو معنی اس کا یہ ہے۔ کہ عیسےٰ کی حیات جسمانی کو لوگ تو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر خدا پاک دیکھتا ہے کہ عیسےٰ آسمان پر زندہ ہے۔ چنانچہ (ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل آدم) کا یہی مطلب ہے کہ عیسےٰ کا بے پدر ہونا نصاریٰ کی دید و دانست سے تو باہر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ وہ آدم کی طرح لوگوں سے جداگانہ طور پر رب کے امر سے ہے۔ ایسا ہی جو لوگ کہ خدا کے راستہ میں مقتول ہو چکے ہیں اُن کی حیات کو بھی خدا ہی جانتا ہے۔ الغرض (عنداللہ) اور (عند ربہم) کا معنے صرف اتنا ہی ہے کہ چیز خدا کے ہاں ہے بندوں کی دید یا دانست اُس کو محیط نہیں۔ رہا یہ امر کہ وہ کیا چیز ہے سو خصوصیت اس کی (عنداللہ) اور یا (عند ربہم) کے مفہوم سے باہر ہے اب اگر ایک جگہ وہ امر (بے پدری) کی وصف ہے تو یہ ضرور نہیں کہ جس جگہ (عند ربہم) یا (عنداللہ) ہوگا۔ اس کلام میں یہی وصف مراد ہوگی۔ دیکھو کہ (عند ربہم) بل احیاء عند ربھم میں اس پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ اُن شہداء میں وصف بے پدری کی موجود ہو۔ جیسا کہ (ان مثل عیسیٰ عنداللہ) میں ایسا ہی (احیاء عند ربہم) میں حیات روحانی کا مراد ہونا اس کی دلیل نہیں کہ (واللہ انہ لحی الآن عنداللہ) روحانی ہو اور کیسے ہو سکتی ہے کہ بعد اسکے (راجع الیکم) واقع ہے اور نیز حیات روحانی مقربین کی کوئی جائے تعجب نہیں تاکہ اس پر قسم کھائی جاوے۔ تعجب تو اسی میں ہے کہ اتنی مدت تک انسان زندہ رہے اور (الآن) کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے۔ حیات جسمانی پر یعنی جیسا کہ مسیح دنیا میں بحیات جسمانی زندہ تھا۔ اب بھی اسی طرح زندہ ہے۔ الغرض (راجع) کا لفظ اور (قسم) اور (الآن) سب قرائن ہیں حیات جسمانی پر۔ اور آپ کی تاویل کا بطلان مفصل طور پر پہلے گذر چکا ہے **قولہ** اور جب کہ اس قول سے حیات جسمانی ثابت نہ ہوئی تو نزول مسیح بھی بزوری طور پر متعین رہا۔ **اقول**۔ جب کہ حسن کے قول سے بشہادت دوسرے قول اس کے کہ حیات جسمانی ثابت ہوئی تو نزول مسیح بھی جسمانی طور پر ہوگا۔ نزول بروزی کو حضرت محمد اکرم صاحب صابری اقتباس الانوار میں مخالفۃ اجماع و احادیث متواترہ کی وجہ سے مردود کہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے لکھ چکا ہوں **قولہ** صلى اس اقول میں لفظ (باعثہ) موجود ہے پھر نزول من السماء

بجسدہ العنصری کب ثابت وقائم رہا۔ اقول ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ قول بھی حسن کا ہے۔ اور حسن سے کسی نے (وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته) دریافت کیا۔ بجواب اس کے حسن نے کہا ("قبل موت عیسیٰ"۔ ان الله رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاما یؤمن به البر والفاجر) امروہی صاحب اس میں اس طرح پر ٹال مٹال کر کے عوام کو دہوکا دیتے ہیں کہ اس قول میں (باعثه) کا لفظ موجود ہے جو دلالت کرتا ہے (احیاء بعد الموت) پر پھر نزول من السماء بجسده العنصری) جو فرع ہے حیات کا کب ثابت وقائم رہا۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ حسن کے اس قول سے بھی حیات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ حسن کا جب مذہب یہی ٹھہرا۔ کہ مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے چنانچہ اوپر دُرِّ منثور سے نقل کیا گیا۔ کہ قال الحسن قال رسول الله صلے الله علیه وسلم للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجعٌ الیکم قبل یوم القیامة) اور نیز اس (باعثه) والے قول میں (قبل موته) کی تفسیر (قبل موت عیسیٰ) حسن رح سے موجود ہے۔ تو پھر بعد وجود ان قرائن کے کس احمق کو حسن رضؔ کے قول کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا آنحضرت صلے الله علیه وسلم کا پاک فرمان کہ (عیسےٰ نہیں مرا اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹ آوے گا۔ صراحتہً دلالت نہیں کرتا حیات جسمانی پر یا (قبل موت عیسیٰ) کی تفسیر سے ظاہر نہیں کہ عیسیٰ ابھی نہیں مرا۔ اس قدر دہوکا بازی خصوصاً قرآن اور حدیث میں مسلمان کے شان سے بعید ہے۔ رہا لفظ بعث کا سو وہ ارسال کے معنے میں بھی بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے افراد میں سے ایک فرد یہی ہے وفی حدیث علی یصفه صلی الله علیه وسلم بعیثك نعمة ای مبعوثك الذی بعثة الی الخلق ای ارسلته وهوای عمرو بن سعید یبعث المبعوث ای یرسل الجیش ح ثم یبعث الله ملکا۔ فیبعث الله عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکما بشرعنا۔ مجمع البحار مختصراً۔ ارے خدا کے بندے صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ بیشک حسن رضؔ کا اور حدیث صحیحہ متواترہ اور اقوال ائمہ وتابعین و تبع تابعین وکل علماء اسلام کا مطلب یہی حیات جسمانی ہے۔ مگر ہم اُس کو

بعید از عقل خیال کر کے تسلیم نہیں کرتے سادہ لوحوں کو دہوکا کس لئے دیتے ہو وجہ اس کی بغیر اس کے اور کچھ نہیں تاکہ لوگ (بخیال اس کے کہ یہ مرزا و مرزائی سب اہل اسلام سے الگ ہیں) چھوڑ نہ جاویں۔ **قولہ** اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ پس ایسی تاویل کیونکر قبول کی جاسکتی ہے۔ **اقول** ناظرین آئی وہی بات سامنے یعنی امروہی صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ بے شک ہم برخلاف غرض قائل کے ہانکے جارہے ہیں یعنے احادیث و آثار میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وغیرہم نے جن معنوں کو لیا ہے ان کے برخلاف ہم اور معانی لیتے ہیں۔ **قولہ** تو گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہٰذا محض باطل ہیں۔ پس ہم ان کے تسلیم کرنے میں مجبور ہیں **اقول** کیوں حضرات ناظرین اب تو امروہی صاحب دل کی بتلا رہے ہیں۔ ارے تمہارا ستیاناس پہلے سے ہی اس عقیدہ کو ظاہر کر دیتے سب احادیث و اقوال ائمہ وغیرہم کی تحریف کیوں کی۔ ہمارے وقت کا نقصان تمہارے ایمان کا زیان۔ مرزائیوں کی عقل حیران **قولہ** خصوصاً جبکہ اسی لفظ نزول کی جگہ پر لفظ بعث ونیز لفظ خروج بھی وارد ہے۔ **اقول** بعث کا استعمال نزول میں تو اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ خروج کا استعمال بھی نزول من السماء میں آگیا ہے دیکھو حدیث شریف (یخرج من اصلہا النہران) وجہ خروج النیل والفرات میں اصل السدرہ ان ینزلا من السماء مجمع البحار **قولہ** اور خود بھی یہ اقوال باہم متعارض ہیں۔ دیکھو اسی مقام پر اول میں لکھا ہوا ہے۔ قال ابن جریر اختلف اہل التاویل فی معنی ذالک پھر اُسی کی چند سطروں کے بعد اپنے معنے کی تائید میں تحریر کیا گیا وھذا القول ھو الحق کما سنبینہ بدلیل قاطع اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ جب مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر کیا اپنے معنے کو قطعی الثبوت کہہ سکتا ہے یا جو معنی کسی آئیت کی دلیل قاطع سے ثابت ہوں ان معنی کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اہل التاویل فی معنے ذلک **اقول** جب مفسرین کسی آئیت کی

تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر بعد ظہور دلیل قطعی کے اپنے معنے کو قطعی الثبوت کہہ
سکتا ہے۔ یا جو معنی کسی آئت کے دلیل قاطع سے ثابت ہوں اُن کے معنے کی نسبت قبل
از ظہور دلیل قطعی کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اهل التاویل فی معنی ذالک قولہ ص۲
دیکھو اسی آئت ما نحن فیہ میں اللہ تعالیٰ قول یہود کو جو بزعم خود انہوں نے محقق قرار
دے کر قول کیا تھا۔ کہ انا قتلنا المسیح اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو ثابت کر
کر کیا کہ وان الذین اختلفوا فیہ لفی شك منہ اقول یہود کا قبل از ظہور دلیل
قطعی عین وقت اختلاف کے یہ کہنا کہ مسیح کی مقتولیت ہم کو محقق ہو چکی ہے۔ کاذب
اور مردود ہے بالفرض اگر واقعہ قتل مسیح بذریعہ صلیب واقعی ہوتا اور کسی کو یہود میں سے
بدلائل قطعیہ اُس کا ثبوت مل جاتا تو انا قتلنا بھی بولنا صحیح ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا
کہ اختلاف فی تفسیر معنے آیۃ وان من اهل الکتاب الخ کو اختلاف یہود پر قیاس
کرنا بالکل لغو اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ یہاں پر تو جس کو یہود نے محقق کہا ہے
اس پر کوئی دلیل قطعی نہیں نہ فی الواقع اور نہ یہود کے نزدیک بلکہ اسکے نقیض کے ثبوت
پر دلیل قطعی موجود ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ بخلاف و هذا القول هو الحق
کے کہ اس میں قائل کے نزدیک دلیل قاطع موجود ہے قولہ بہرحال دلیل قاطع آپکی طرف
سے جب بیان کی جاوے گی۔ تب ہماری طرف سے بھی اُس پر نظر کی جاویگی۔ اقول دلیل
قاطع تو بیان کی گئی کہ لانہ المقصود من سیاق الآیۃ فی تفسیر بطلان ما ادعتہ
الیہود من قتل عیسیٰ علیہ السلام وصلبہ والتاویل الاخر هو بیان
الواقع لا تعلق لہ بالمقام قولہ بالفعل اسی سوال کا جواب دیا جاوے۔ کہ
نون التاکید لا یوکد مطلوبا فالمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا
مستقبلا اقول جواب اس کا تو پہلے بخوبی ہو چکا ہے۔ ہاں اس عبارت کا سمجھانا
جس سے آپ نے لغزش کھائی ہے لاہور میں بمحضر علماء کرام ہو سکتا ہے تا کہ آئندہ تحریف
کتاب و سنت سے باز آئیں۔ قولہ اسی لئے بیضاوی و کشاف وغیرہ نے جملہ لیؤمنن
بہ قبل موتہ کو جملہ انشائیہ لکھا ہے اقول لعنت اللہ علی الکاذبین

و نعوذ باللہ من زلۃ الجاھلین بیضاوی وکشاف وغیرہ نے لیؤمنن کو خبر مؤکدہ بالانشائیہ ٹھہرایا ہے پہلے مفصل بہ نقل عبارات ہم لکھ چکے ہیں۔ ناظرین کو امروہی صاحب کے قول سے معلوم ہو چکا ہے کہ احادیث وآثار واقوال ائمہ وغیرہم سب کا مطلب تو بے شک اسی مسیح بن مریم کا دوبارہ آنا دنیا میں ہے مگر بخیال اسکے کہ یہ آیات قرآنیہ کے برخلاف ہے۔ اس لئے ہم تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ مجبوری کرتے ہیں۔ دیکھو ص ۳ سے ۱۰ تک۔ جس کا حاصل یہ نکلا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے نزدیک اخیر تک اس مضمون میں (کہ وہی مسیح بن مریم دوبارہ رجوع کرے گا) العیاذ باللہ خطا پر ہے اور اجماع کورانہ چلا آیا۔ جیساکہ ازالہ جلد اول وغیرہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ اور قبل از وقوع پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکلی منکشف ہونا ضروری نہیں۔ دیکھو ایام الصلح وازالہ وغیرہ۔ اب ہم کو صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ بقاء علے الخطا منافی ہے شان نبوت اور تبلیغ کو اور آیات قرآنیہ کا مطلب وہی ہے جو سیاق سباق کے موافق اور کسی حدیث کے مضمون کو معارض نہیں جس کو آج تک مفسرین لکھتے آئے یعنے قدر مشترک تاویلات مختلفہ کا جو منافی بمضمون احادیث صحیحہ متواترہ نہیں جس کو ہم آیات واحادیث میں اجماعی قرار دیتے ہیں۔ امروہی کے اس قرار کے بعد ہم کو اُس کی کسی تاویل کی تردید کی حاجت نہیں کیونکہ خود اس کا اقرار ہے کہ ہماری تاویلات قائل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین وغیرہم کی غرض کے برخلاف ہیں مگر تاہم باصرار ان احباب کے جو پہلے مرزا صاحب وامروہی کی علمیت کے بڑے معتقد تھے) ہم کو بغیر کسی قدر تضیع وقت کے خلاصی نہیں۔ کادیان کے مش جیسا کوئی اور مشن غیر مہذب ونا تراشیدہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ منقول ومعقول دونوں ان کی لغزش آمودہ اور کجی وجہالات مرکبہ سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کی اصلاح ودرستی بجز اسکے متصور نہیں کہ از سر نو ان کو علوم نقلیہ وآلیہ کی تعلیم دی جائے اور جہالات مرکوزہ کے نکالنے کے لئے لڑکوں کی طرح ان کی پیٹھوں پر پتھر رکھے جاویں۔ اس نالائقی پر پھر بھی کوئی بشر عامی سے لے کر نبی تک نہیں بچتا ع نہ دشمن برست از زبانش نہ دوست۔ اخیر میں جاکر استخارہ عقلی کو مشعل راہ بنا دیتے ہیں۔ اس میں بھی لغزش سے

خالی نہیں کیونکہ استبعاد عقلی کو استحالہ عقلی سمجھ کر نصوص بلیغہ کا انکار مثل سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً الخ اور وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ و سائر آیات بینات کر دیتے ہیں۔ **قولہ ص۷۹** اس قول میں بھی مثل سابق کے کلام ہے۔ **اقول** ہماری جانب سے بھی مثل سابق ہی کے سلام ہے **قولہ ص۷۹** اور نیز اس عبارت میں یہ جملہ کہ فیقتل مسیح الضللۃ قابل غور ہے **اقول** جناب عالی حسب ارشاد غور تو کریں گے۔ مگر آخر میں وہی آش در کاسہ نظر آرہی ہے۔ **قولہ** کیونکر مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب دجال کے شخص واحد قرار دینے میں بڑا زور لگاتے **اقول** کیوں نہ لگائیں آخر آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون اور الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع صحابہ کرام ابن صیاد کے دجال ہونیکے بارہ میں کچھ عرصہ متردد رہے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف اور صحابہ عظام کے فہم مبارک میں دجال شخص معین ہی تھا۔ تو پھر مؤلف ضمیمہ اپنے ہم مشربوں یعنی کل اہل اسلام کے کیوں نہ زور لگائیں **قولہ** اگر ہم تسلیم بھی کرلیں۔ کہ دجال شخص واحد ہی ہے۔ لکن اُس کی جماعت اور ذریات کا کثیر ہونا منافی اُس کی وحدت شخصی کو نہیں۔ **اقول** ہم کب کہتے ہیں کہ منافی ہے ہم تو صرف اتنا معروض کرتے ہیں۔ کہ وہ شخص واحد جس کو آپ نے تسلیم کرلیا ہے ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ **قولہ** کہ کثیر ہونا اُس کا اس عبارت سے بھی ثابت ہے **اقول** عبارت تو یہ ہے (فیقتل مسیح الضللۃ یعنی مسیح ابن مریم بعد النزول گمراہوں کے مسیح کو جو عبارت ہے دجال سے) قتل کریگا اس عبارت سے تو کثیر ہونا اس مسیح الضللہ کا یعنی دجال ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابعین کا جو گمراہ ہونگے کثیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اس دجال کے تابعین بہت لوگ ہونگے۔ الغرض دجال واحد شخص ہی رہا اور تابعین اُس کے بہت ہوئے سو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ میں نے پہلے ہی گذارش کر دی تھی کہ حسب ارشاد (مسیح الضللۃ) میں غور تو کریںگے۔ مگر آخیر میں وہی آش در کاسہ ہو گی۔ آگے چلیئے۔ **قولہ ص۷۹**

ص ۱۳ سے اخیر صفحہ تک بناء الفاسد علی الفاسد ہے (اور ضلله سے نصاریٰ کا مراد ہوتا بشہادت تفسیر ولا الضالین کے **اقول** یہ سب واہیات ہیں کیونکہ قرآن کریم میں تو مفسرین نے ضالین سے مراد نصاریٰ لی۔ مگر اس سے یہ تو نہیں لازم آتا کہ (ضال یا ضلله یا گمراہ بول چال میں بغیر نصاریٰ کے دوسروں کو نہ کہا جاوے۔ بحسب حدیث شریف (لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بامرین کتاب الله وسنت رسوله) کے محمدیوں میں سے اگر کوئی شخص تمسک بالکتاب والسنة کو ترک کردے۔ تو ضال اور گمراہ ہوگا۔ بلکہ (مسیح الضللہ) کی تفسیر تو بشہادت باقی الفاظ حدیث کے صاف ظاہر ہے (وانه ساصفه لکم صفة لم یصفها ایاہ نبی قبلی انه یبدء فیقول انا نبی فلا نبی بعدے ثم یثنی فیقول انا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتو وانه اعور وان ربکم عز و جل لیس باعور وانه مکتوب بین عینیه کافر یقرء کل مومن کاتب وغیر کاتب الخ بعد ایسے تصریحات کے جو احادیث میں آچکی ہیں پھر (مسیح الضللہ) سے مراد نصاریٰ کے پادری کیسے ہو سکتے ہیں۔ **قولہ** ص ۱۴ اور جملہ (یکسر الصلیب) بھی اسی پر دال ہے کیونکہ اس جملہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں صلیب پرستی کا غلبہ ہوگا۔ جس کو مسیح موعود توڑے گا۔ لیکن در صورت ہونے دجال کے یہود میں سے یکسر الصلیب کیونکر صادق آسکتا ہے۔ **اقول** مسیح موعود کے زمانہ میں بحسب قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہتیرے ملّتوں کا ہونا ثابت ہے منجملہ ان کے صلیب پرستی بھی ہوگی اور سارے ملّتوں کو ایک ملّت اسلام ہی کر دیگا۔ اس پر (ونکون الملل کلها ملة واحدة) شاہد ہے۔ یکسر الصلیب کی تصریح بہ نسبت مسیح ابن مریم کے ہے یعنی اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ جو لوگ مسیح کو معبود اور واقعہ صلیبی کو صحیح مان کر صلیب پرستی کرتے ہیں ان کو مسیح ہی بذات خود درست کریگا۔ اور دجال کا یہود سے ہونا اُس کا مقتضے نہیں کہ بغیر دین یہودیت کے کوئی دین نہ رہے۔ الغرض دجال یہود کا ظہور صرف اسی امر کا مقتضی ہے کہ چند اشقیاء اسکے خوارق کو دیکھ کر اُس کی الوہیت کے معتقد ہو جاویں۔ اب آپ فرماویں کہ مرزا جیو نے آج تک کون سی صلیب توڑی یا

کتنے پادریوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ بلکہ ان کا مالیخولیا تو موجب اصرار علی النصرانیۃ کا ہوا ہے
قولہ صنہ علاوہ یہ کہ فرقہ یہود تو حسب پیشین گوئی مسلمہ فریقین کے جو کتاب و سنت
میں مذکور ہے۔ قیامت تک ذلیل وخوار رہیں گے۔ پھر دجال صاحب شوکت واقبال
یہود میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ **اقول** یہود کا ذلیل وخوار ہونا جو کتاب و سنت میں
مذکور ہے اُسکے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز باآں
کرّ وفر خدائی دعویٰ کر کر مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چند روزہ شان و
شوکت کتاب و سنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ
میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک اس کا یہ معنی
نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اُٹھائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق
ہی کو ہوگا۔ ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کے تابعین
کو بڑی ذلت ہوگی **قولہ** صنہ اور یضع الجزیۃ کی یہ تفسیر کہ لایقبل الاسلام او السیف
مخالف ہے نصوص قطعیہ قرآنیہ کے کما قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین ایضاً
قال اللہ تعالیٰ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم
یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین
ایضاً قال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون و غیر
ذالک من الایات الکثیرۃ **اقول** جزیہ کا حکم کوئی استمراری نہیں۔ بلکہ یہ
حکم نزول عیسیٰ کے ماقبل تک محدود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت بیان
فرمادیا۔ کہ عیسٰی جزیہ اُٹھا دے گا۔ پس اس وقت جزیہ کا قبول نہ کیا جانا ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہے۔ کما فی النووی شرح صحیح مسلم۔ رہا یہ کہ حکمت اس
میں کیا ہے۔ ابوالحسن علی شرح بخاری میں کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ہم نے جزیہ اس لئے
قبول کیا ہے کہ ہم مال کے محتاج ہیں۔ اور نزول عیسٰی کے وقت احتیاج نہ رہیگی
اور شیخ ولی الدین عراقی نے نہ قبول کرنے جزیہ کے وجہ اس طرح پر بیان فرمائی ہے۔ کہ
اس وقت یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں سے جزیہ اس لئے قبول کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں توراۃ

وانجیل کے ہونے اوراُن کے زعم میں شرع قدیم کے ساتھ متمسک ہونے کا شبہ ہے۔ پس جس وقت کہ عیسٰے علیہ السلام اُترے گا اس وقت حصول معائنہ سے یہ شبہ دور ہوجائیگا۔ اور ان کی حالت بُت پرستوں کی طرح ہوجائیگی اور انہیں کی طرح اُن کیساتھ معاملہ بھی کیا جاویگا اور بجز اسلام کے ان سے کوئی شئے قبول نہ کی جائیگی۔ اور حکم کا زوال اُسکی علت کے زوال سے ہوتا ہے۔ قولہ ص۸ اور نیز مخالف ہے تمہارے مسلمات کے دیکھو ص۳۲ س۷ قیل یارسول اللّٰہ وما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب ابداً اور دیکھو ص۳۲ س۸ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم و ان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ معنی حجیج کے باتفاق لغت حجت سے غالب آنا خصم پر ہے۔ ان جملوں سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دجال کا مسیح سے بحجت ہوگا۔ کہ اُس کے شبہات و شکوک کو مسیح موعود حجت باہرہ سے نیست و نابود کرے گا نہ بجنگ وجدال۔

اقول نزول مسیح کے وقت جنگ وجدال دجال سے ہوگا اور ایسا ہی کسی غیر ملت اسلام والے سے بغیر اسلام کے کچھ نہ قبول کیا جائے گا۔ الا الاسلام او السیف دیکھو شمس الہدایت کا ص۳۱ س۹ وینطلق ھاربا فیقول عیسٰے ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بھا فیدرکہ عند باب الشرقی فیقتلہ و یھزم اللّٰہ الیھود الخ بعد اس کے جس وقت ایک کلمہ ہوجائے گا۔ اور بغیر حق سبحانہ وتعالٰے کے کسی کی عبادت نہ کی جائے گی۔ اس وقت جنگ وجدال موقوف ہوجائیں گے اور گھوڑوں پر لڑائی کے لئے سواری ترک کردی جاوے گی دیکھو ص۳۲ س۱ شمس الہدایت و تکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللّٰہ و تضع الحرب اوزارھا الیٰ قال لا یرکب لحرب ابداً الغرض احادیث نزول مسیح وخروج دجال میں صرف ایک ہی حالت اور وقت کا ذکر نہیں۔ ابتدائی حالت میں کچھ اور ہی دکھلائی دیگا۔ اور انتہا و وسط میں کچھ اور ہی رنگ ہوگا قبل النزول آسمان سے بارش کا نہ ہونا اور پھر بعد النزول جبکہ وتکون الملل کلھا ملۃ واحدۃ کا ظہور ہوگا۔ اُس وقت تکون الارض لھا نور الفضۃ وتنبت نباتھا کعھد آدم الخ نظر آئے گا۔ مختلف واقعات کے چونکہ اوقات بھی مختلف ہونگے۔ لہٰذا

احادیث کے مضامین میں کوئی تعارض وتمانع نہیں الا امروہی صاحب کو اضطراب کے پہاڑ نظر آرہے ہیں۔ پنجاب میں مثل مشہور ہے۔ دل حرامزادہ بہانوں کے ڈھیر۔ دل میں چونکہ مرزاجی کو مسیح موعود بنانے کی سخت لو لگی ہوئی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جس کا کھائیے اُس کا گیت گائیے۔ لہٰذا احادیث صحیحہ متواترہ کو جو اس مطلب عظیم الشان کے لئے سخت مانع اور سدِّ راہ نظر آرہے ہیں کاٹنا شروع کیا۔ کسی جگہ کا جملہ لے کر بغیر اس کے کہ اول آخر کو سوچیں دوسرے جملہ سے متعارض ٹھہرا کر اُردو خوانوں بیچاروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ خدا حافظ ہو۔ مجمع البحار کی عبارت مسطورہ ذیل کو غور فرمائیے جس میں آپ کے دھوکے ابلہ فریب کا جواب موجود ہے۔ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه ای محاجه ومغالبه باظهار الحجة علیه والحجة الدلیل والبرهان حاججته حجاجاً ومحاجة فانا محاج وحجیجه دونکم اشارة الی انه صلی الله علیه وسلم کاف فیه غیر محتاج الی معاونة من امته فان قیل اولیس قد ثبت فی الصحیح انه یخرج بعد خروج المهدی وان عیسیٰ یقتله وغیرها من الوقائع الدالة علی انه لا یخرج فی زمنه قلت هو توریة للتخویف لیلجئوا الی الله من شره وینالوا فضله او یرید عدم علمه بوقت خروجه کما انه لا یدری متی الساعة ۔ مجمع البحار۔ قلت هو توریة کے جواب سے معلوم ہوا کہ فانا حجیجه فرمانا باوجود اس کے قاتل اُسکا مسیح ابن مریم ہے۔ چنانچہ انہیں احادیث میں مذکور ہے) توریہ کے طریق پر ہے۔ اور نیز ممکن ہے کہ قبل از قتل دجال کو برھان و دلیل توحید سے مغلوب و ذلیل کیا جاوے۔ اور جب باوجود مغلوبیت کے اپنے دعوے سے باز نہ ہو تو قتل کیا جائے۔ الحاصل غلبہ باظہار الحجۃ جنگ وجدال کو منافی نہیں۔

قولہ ص۸۰ ایضاً دیکھو ص۲۷ س۱۳ فاذا راٰه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لذاب حتی یهلك اس کا مفہوم یہی ہے کہ دلائل حقہ ثابت سے اس کا ابطلان ہووے گا۔ **اقول** اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ دلائل سے ہلاک نہ ہوگا۔ چنانچہ اسپر دال ہے کلمہ لَو جو (فلو ترکه لذاب) میں واقعہ ہے کیونکہ دلالت

کرتا ہے انتفاذوبان پر بہ سبب انتفاد ترک کے اور انتفاد ترک کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ینطلق ھاربا فیقول عیسیٰ ان لی فیك ضربة لن یسبقنی بھا فیدرکہ عند باب لد الشرقی فیقتلہ و یھزم اللہ الیھود الخ شمس الہدایت ص۳۱ امروہی صاحب کو ملکہ زور کر گیا ہے ایک ٹکڑی حدیث کی من گھڑت علم لدنی سے شرح کر دیتے ہیں۔ مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو اسی حدیث کی دوسری ٹکڑی اس شرح کو مردود کر دیتی ہے۔ سبحان اللہ مسیح اور حواری اس لیاقت کے مالک غلبہ باظہار الحجۃ پائیں گے۔

قولہ ص۸۱ ایضاً دیکھو ص۳۴ س۳ لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات اس جملہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسیح موعود کے کلمات حجت آیات سے اس کے مخالف ہلاک ہو ویں گے۔ پھر فرمائیے کہ اندریں صورت جنگ وجدال سنانے کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔ اقول الامات بمعنے قرب الے الموت کے ہے بدلیل حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ پہلے کافر مسیح کے دَم کی ہوا سے قریب الے الموت ہوگا۔ بعد اسکے جس کے مقدر میں قتل ہوگی وہ قتل کیا جائے گا۔ جیساکہ دجال پگھلنے کے قریب ہوگا۔ اور بھاگے گا اور عیسےٰ علیہ السلام کہیگا کہ مقدر میں میری ضرب کا واقع ہونا تیرے پر ہے بغیر اسکے تو میرے سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔ دیکھو شمس الہدایت ص۳۱ س۹ الحاصل باوجود مہلک ہونے دم عیسوی کے کفار کے حق میں جن کا مقدر میں اس کے ہاتھ سے مقتول ہونا ہے وہ بہر کیف ہونگے۔ رہا یہ کہ پھر قتل کی کیا حاجت رہی۔ سو یہ اللہ جل شانہٗ سے پوچھنا چاہیئے یا مسیح ابن مریم سے ہم کو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام ضروری ہے ان لمیات تک ہم نہیں پہنچے۔ امروہی صاحب کا یہ سوال بڑا لاحل ہے۔ جس کو ہم ایسے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ عام فہم بھی ہو اور ناخواندہ بھی اس کے جواب پر قادر ہو جائے۔ گویا امروہی صاحب پوچھتے ہیں۔ کہ معرکہ جنگ میں زید کے ہاتھ میں بندوق و تیر و تلوار سب کچھ موجود تھا۔ تو پھر اُس کو تلوار سے مارنے کی کیا ضرورت تھی دور سے ہی بندوق یا تیر سے مار دیتا۔ **جواب** مقدر میں جس کا قتل ہونا تلوار سے ہے وہ اسی سے قتل ہوگا۔ اور جس کا بندوق یا تیر سے وہ اُنہیں سے مقتول ہوگا۔ پھر یہ لاحل شبہ خدا کی طرف عائد ہوگا۔ کہ مقدر میں یہ

تخصیص کیوں ہوئی۔ جواب ملیگا کہ جیسا ظہور میں ہو اُسی طرح علم بھی ہوتا ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ مگر پھر بھی امید نہیں کہ امروہی صاحب بس کریں کیونکہ علم کا ماشاء اللہ بڑا زور ہے۔ احادیث نبویہ کی اصلاح یا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ ارے خدا کے بندے بات تو وہی ہے جس کا پہلے اقرار کر چکے ہو کہ توجیہ القول بما لا یرضے بہ قائلہ پھر خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیوں ہانکے جا رہے ہو۔

قولہ ص۸۱ ایضاً دیکھو ص۳۴ س۷ اذا وحی اللہ عز وجل الی عیسٰے انی قد اخرجت عبادا لی لا ید ان لاحد بقتالھم ایضاً دیکھو ص۳۸ س۸ و یبعث اللہ فی ایام یاجوج وماجوج فیھلکھم اللہ تعالی ببرکتہ دعائہ اس سے ثابت ہوا کہ ہلاکت یاجوج ماجوج کی مسیح موعود کی برکات ادعیہ سے ہوگی نہ حرب وجہاد سے

اقول یہ تو باحادیث متواترہ جن میں علامات وخصوصیات مسیح موعود کے مذکور ہیں) ثابت ہو گیا کہ بغیر اس نبی مریم کے بیٹے کی کوئی اور شخص مسیح موعود نہیں تو یاجوج ماجوج کا بغیر مقاتلہ اسکی دعا سے ہلاک ہونا ہم کو کیا ضرر اور آپ کو کیا فائدہ دیتا ہے اور بالخصوص یاجوج ماجوج کا دعا سے ہلاک ہونا دلیل ہے اس پر کہ باقی مخالفین حرب وقتال سے ہلاک ہونگے ورنہ خصوصیت یاجوج ماجوج کی دعا کے ساتھ بے وجہ اور لغو ہو جاتی ہے اور نیز اجتماع دعا اور جنگ ظاہری کا اُن کی ہلاکت کے لئے مستبعد نہیں **قولہ** ص۸۱ ضمیر انہ کا مرجع جو اس قول ابن عباس رضؓ میں نزول عیسیٰ قرار دیا گیا ہے وہ مبنی ہے صرف اس خیال غلط پر کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر سے بجسدہ العنصری نازل ہوں گے **اقول** ع ہموں نقش دروں بیروں برآمد+ اس عبارت سے امروہی صاحب کا اقرار پایا گیا (۱) کہ ابن عباس رضؓ کا مذہب بھی نزول عیسیٰ بجسدہ العنصری ہے (۲) دوسرا یہ کہ ابن عباس رضؓ کا یہ خیال غلط ہے۔

ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام والمہ عظام ومحدثین وفقہاء وکل اُمت مرحومہ اسی رفع اور نزول بجسدہ العنصری کے قائل ہیں یعنی اُسی مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کے نہ مثیل اُس کے۔ اب امروہی صاحب کے نزدیک ان سب کا خیال غلط ہوا۔ یہ وہ ابن عباس رضؓ ہے جس کو (قال ابن عباس

منو فیك ممیتك) کے وقت افقه الناس اور حبر هذه الامة کا لقب دیا جاتا تھا۔

ایها الناظرون یہ فرقہ منبروں پر کھڑے ہوکر آنسو ٹپکاتے ہوئے شعر ذیل بیت

زعشاق قرآن و پیغمبریم ٭ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

پڑھا کرتے تھے۔ تاڑنے والے تو تاڑ چکے تھے کہ مخالف حال کہہ رہے ہیں کیونکہ لسان حال کا وظیفہ تو یہ تھا۔ بیت :۔ زنساخِ قرآن و پیغمبریم ٭ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

قولہ صہ۸۱ ورنہ سابق میں کسی جگہ یہ مرجع نہ حکما مذکور ہے اور نہ حقیقۃ۔ **اقول** سابق میں عیسٰے مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدون ٥ وقالوا ء الهتنا خیر ام ھو۱ ما ضربوہ لك الا جدلا ٥ بل ھم قوم خصمون ٥ ان ھو الا عبد انعمنا علیه وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل ٥ ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکة فی الارض یخلفون ٥ وانه لعلم للساعة ام ھو۔ ان ھو۲۔ جعلناہ۳۔ یہ سب ضمائر عیسٰے کی طرف راجع ہیں۔ وانه لعلم للساعة میں مرجع عیسٰے ہی ہے مگر من حیث النزول کما فی الجلالین وانه ای عیسٰے لعلم للساعة ای تعلم بنزوله ٭ جلالین اور یہی مراد ابن عباس کی نزول عیسٰے سے ای عیسٰے من حیث النزول۔

قولہ صہ۸۱ علاوہ بریں کہ نزول عیسٰے سے قیامت کا علم حاصل ہو جانا نصوص قطعیہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ قبل قیامت کے تو علم قیامت کا کسی کو دیا ہی نہیں گیا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کما قال اللہ تعالیٰ الیه یرد علم الساعة ایضً وعنده علم الساعة ایضً لا تاتیکم الا بغتة ً او غیر ذالك من الآیات الکثیرۃ

اقول نزول عیسٰے سے مثل سائر علامات قیامت کے علم تقرب قیامت حاصل ہو جائیگا نہ علم خاص دن قیامت کا جو مخصوص بالباری ہے فی خمس لا یعلمهن الا اللہ اسی لئے اس جگہ لعلم للساعة باظہار الرابط بین العلم والساعة فرمایا اور علم مخصوص میں الیه یرد علم الساعة۔ وعنده علم الساعة بغیر فاصل کے۔ تاکہ حذف رابط علم الساعة میں کمال اتصال پر دلالت کرے یعنی علم

خاص اُسی دن کا کہ فلان وقت میں ہوگی یہ مخصوص بالباری ہے اور علم للساعۃ میں لام کو درمیان علم اور ساعت کے فاصل لانے سے یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ من حیث النزول علم زمان قریب بقیامت کا پتہ دے گا۔ نہ خاص اُسی دن کا۔ امروہی صاحب کے اجتہاد کے مطابق جتنے اشراط الساعۃ صحاح ستہ میں مذکور ہیں یہ سب نصوص قطعیہ کے برخلاف ہونگے۔ افسوس کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور سائر مفسرین و محدثین کے وقت امروہی صاحب اگر موجود ہوتے تو اس مخالفت کا پتہ دیدیتے وہ لوگ کل بے خبر ہی چلے گئے۔ قولہ اور پھر کیسی بے معنی بات ہے کہ نزول عیسےٰ تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہو۔ اور قبل دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے۔ کہ فلا تمترن بہا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد دیجاوے گی اور مدلول کو تم اسی وقت تسلیم کرلو اور کچھ شک و شبہ مت کرو۔ اقول پھر کیسی پُر معنے بات ہے کیونکہ مومنین کی وصف یؤمنون بالغیب بیان کی گئی ہے۔ یعنے بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور بعد المعاینہ تو ایمان مقبول ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا قبل از وقوع قیامت مکلف ہیں۔ کہ قیامت کے ساتھ بن دیکھے ایمان لاؤ۔ ہاں بعض علامات جن کا ظہور قریب قیامت کے ہوگا۔ وہ ہم بیان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً وہ علامت جو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ قدرت کر کر دکھلائی گئی تھی۔ کما قال عز من قائل وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل کیا ہم نے عیسےٰ کو نمونہ قدرت اپنی کا (بن باپ کے پیدا کیا) بنی اسرائیل کے لئے تو ایسی علامت جو من حیث البدء والظہور بنی اسرائیل کے یقین اور دفع امتراء کے لئے دلیل ٹھہرائی گئی ہے۔ وہی من حیث النزول اس کی شایان اور استحقاق رکھتی ہے کہ تم بھی وقوع قیامت میں شک نہ کرو۔ الحاصل ایمان مخاطبین کا مدار گو کہ صرف اتنے ہی امر پر ہے کہ قرآن کریم کو کلام الٰہی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو صادق مانیں مگر بحسب معتاد بین الناس اثناء گفتگو میں علامات قریبہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ امر جو ابعد عن الذہن ہے قرین بذہن اور متمکن فی الذہن ہو جاوے۔ امروہی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علامات قیامت کو اتنے عرصہ پہلے قیامت

سے بیان فرمانا العیاذ باللہ بڑی بے معنے بات ہے چہ بریں عقل و دانش ببائد گریست۔
قولہ ص۸۲ اور اگر کہا جاوے کہ بعض قرأت میں لعلم للساعۃ بھی بفتح لام آیا ہے جس کے معنے یہ ہوئے کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسےٰ ایک علامت ہے تو کہیں گے ہم کہ نزول عیسےٰ بجسدہ العنصری تب مانا جاوے گا جبکہ صعود اس کا بجسدہ العنصری ثابت کیا جاوے۔ وھو کما تری ما ثبت الی الان۔ **اقول**۔ ارے خدا کے بندے یہ جب اور تب کیسا؟ ناظرین خدا را انصافے۔ جب امروہی صاحب انہ لعلم للساعۃ کی قرأۃ کے مطابق نزول عیسےٰ کو قیامت کے علامات سے مان چکے تو ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے صعود بجسدہ العنصری کو ماننا پڑیگا۔ کیونکہ نزول بجسدہ العنصری فرع ہے صعود بجسدہ العنصری کی۔ الغرض بعد تسلیم اس قرأت کے جب اور تب بالکل بے محل اور لغو ہے۔ ہاں سرے سے یوں کہہ دینا تھا۔ کہ ہم اس قرأت کو نہیں مانتے
قولہ ص۸۲ ایہا الناظرون صفحہ ۸۳ تک **اقول** تردید اس کی پہلے ہو چکی ہے۔
قولہ ص۸۳ اس جگہ پر مخالفین یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ" امام بخاری نے باب ذکر الانبیاء میں نزول عیسےٰ کو بیان کیا ہے۔ پس نزول سے وہی عیسیٰ مراد ہیں۔ جو بنی اسرائیلی تھے الاغیر" تو جواب اُس کا اولاً یہ ہے کہ مؤلف کا یہ کہنا کہ ذکر الانبیاء میں کسی اور ولی یا محدث یا ملہم کا ذکر ہی نہیں سرتاپا غلط ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا بھی ذکر ہے۔ جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اسی کتاب الانبیاء میں رجلٌ مومن آل فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھا۔ حضرت خضر کا بھی ذکر ہے جو بقول صحیح نبی نہیں تھے اور امرأۃ فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھیں۔ حضرت عیسےٰ کے حواریوں کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھے۔ حضرت مریم کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھی وغیرہ وغیرہ۔ **اقول**۔ مخالفین نے کب کہا ہے کہ کتاب الانبیاء میں غیر انبیاء کا ذکر نہیں یا اُن کو اس غیر واقعی امر کے کہنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ خدا کے بندے کسی جگہ تو قائل کی غرض سمجھ کر ہانکنا شروع کیا ہوتا۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ کتاب الانبیاءؑ میں جن جن انبیاء کا ذکر ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین عنوان اور معنون یعنے

یعنی آیت اور حدیث دونوں میں مراد ان سے وہی پیغمبر ہیں بعینہٖ نہ مثیل ان کے چنانچہ آدمؑ ۔ نوحؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ لوطؑ ۔ موسیٰؑ وغیرہم بلکہ غیر انبیاء سے مراد بھی وہی اشخاص ہیں بعینہا نہ مثیل ان کے مثلاً یوسف کے بھائی مومن آل فرعون خضر امرأۃ فرعون حواری مریم وغیرہ ان سب سے مراد مثل اُن کے نہیں ۔ بلکہ وہ خود آپ ہی مراد ہیں ۔ قیاس برنظائر ضرور ہے کہ مراد (ابن مریم) سے حدیث نزول میں بھی وہی مریم کا بیٹا ہو جو قطعاً مراد ہے آیات سے ۔

سوال

چونکہ نصوص قطعیہ سے اُس مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہے اور جو مر جاتے ہیں پھر دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے ۔ لہٰذا حدیث نزول میں ابن مریم سے استعارہ کے طور پر مثیل لیتے ہیں ۔ لتعذر الحقیقۃ ۔

جواب

پہلے ہم صرف اتنا ہی معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ احادیث نزول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور محدثین خصوصاً امام بخاریؒ نے کیا سمجھا ہوا تھا ۔ سو بعد تدبر و تفحص کے احادیث نزول میں یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عیسٰے بن مریم اسرائیلی کو مراد رکھا ہے نہ مثیل اُس کا قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰے لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ درّمنثور جلد دوم ص ۳۶ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کہ تحقیق عیسٰے نہیں مرا اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آنے والا ہے عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسٰے قال فتذاکروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسٰے فقال عیسٰے اما وجبتھا (ای وقوعہا ۱۲ منہ) فلا یعلم بھا احداً لا اللہ عزوجل وفیما عھد الیّ ربی ان الدجال

خارج ومعی قضیبان الخ در منثور - احمد بیہقی - ابن ابی شیبہ - ابن کثیر - سعید بن منصور -
اخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن
ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفتہ محمد و عیسےٰ بن مریم
یدفن معہ وقال ابومودود وقد بقی فی البیت موضع قبر در منثور مشکوٰۃ
ص۵۱۵ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ینزل عیسےٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث
خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری (ای فی
مقبرتی) وعبر عنہا بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانما فی قبر واحد - مرقاۃ)
فاقوم انا وعیسےٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکرؓ وعمرؓ - رواہ ابن الجوزی
فی کتاب الوفاء مشکوٰۃ - روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسےٰ بن
مریم من السماء - الحدیث - زریت بن برثملا وصی عیسےٰ نے جواب تک کوہ حلوان
میں زندہ موجود ہیں۔ نضلہ بن معاویہ کو آسمان سے اتر نے عیسےٰ علیہ السلام کی خبر دی یہ
حدیث شمس الہدایت میں موجود ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے
جلد اول میں اس کے اسناد کو کشفی طور پر صحیح کہا ہے اور ازالۃ الخفا میں بھی مکاشفات
امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ میں موجود ہے۔ ترجمہ اس کا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

بروایت ابن عباس مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو جو قادسیہ میں
حاکم تھا لکھا - کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرنا - کہ اس
کی اطراف سے اموال غارت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نضلہ کو تین ۳۰۰ سو سوار کیساتھ
بھیجا - یہاں تک کہ حلوان عراق میں آئے اور اس کی اطرافیں لوٹ لیں - بہت سی
غنیمت اور قیدی لا رہے تھے کہ اُن کو عصر کے وقت نے تنگی کی - اور قریب تھا کہ
آفتاب غروب ہو جاوے - اس وقت نضلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان
کی ایک طرف پناہ دی - اور کھڑے ہو کر اذان کہنی شروع کی - جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا

تو ناگہاں ایک جواب دینے والے نے پہاڑ میں سے اجابت کے ساتھ کہا کہ اے نضلہ تو نے خداوند بزرگ کی طرف نسبت کبریا اور بڑائی کی کی ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشھد ان محمداً رسول اللہ تو مجیب نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کی بشارت ہم کو عیسےٰ ابن مریم نے دی ہے اور جس کی امت کے سرے پر قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو مجیب نے کہا اُس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم اُٹھائے اور اس پر مواظبت کرے۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الفلاح تو مجیب نے کہا اس کے لئے نجات اور فلاح ہے جو اس کی اجابت کرے پھر نضلہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کل کلمہ اخلاص اچھی طرح کہا۔ اللہ نے تیرا جسم آگ پر حرام کر دیا۔ پس جبکہ نضلہ اذان کہنے سے فارغ ہو گیا۔ تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے۔ کیا فرشتہ ہے یا جن یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے۔ تو ہم نے اپنی آواز سنائی ہے پس ہم کو اپنی صورت بھی دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عمر ابن الخطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ پس اُسی وقت چکی کے پاٹ کی طرح اُس شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہو گیا جس کے سر اور ریش کے بال سفید اور اس پر پشم کے دو پرانے کپڑے تھے اور اُس نے ہم کو خطاب کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور سب نے اُس کا جواب وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے اُس نے جواب دیا کہ میں زریت بن برثملا خدا کے عبد صالح عیسےٰ بن مریم کا وصی ہوں اُس نے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان سے نزول کے وقت تک طول بقا کی دعا میرے لئے کی ہے۔ پس میری طرف سے عمرؓ کو سلام کہدو اور کہو کہ اے عمرؓ استوار اور قریب ہو جا کیونکہ امر معہود نزدیک ہو گیا ہے اور ان سب سے خصائل کی اطلاع دینے کے لئے امر کیا (جو اس حدیث میں مذکور ہیں) بعد اس کے غائب ہو گیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا۔ اور اُس نے عمرؓ کی طرف لکھا اور حضرت عمرؓ نے بجواب اسکے سعد کو لکھا کہ تو اپنے ساتھ کے مہاجرین اور انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر جا اور اگر زریت بن برثملا سے ملے تو میری طرف سے

اس کو سلام کہہ دے۔ چنانچہ سعد نے حکم کے مطابق چار ہزار مہاجرین اور انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر گیا اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتا رہا۔ لیکن اُن کو کوئی جواب یا خطاب نہ سُنائی دیا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ ابن عباسؓ کی اس حدیث نے کئی امور سے اطلاع دیدی (۱) اوّل وصی عیسیٰ کا اسقدر زمانہ دراز تک بغیر کھانے اور پینے کے زندہ رہنا (۲) دوم عیسےٰ صلوات اللہ علیہ کے نزول کی بشارت دینا (۳) حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار کا عیسےٰ نبی اللہ کے نزول کے ساتھ ایمان رکھنا حتےٰ کہ نضلہ اور تین سَو سوار کی روائیت وصی عیسےٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسےٰ کی طرف بھیجنا۔ ان احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور کل امت مرحومہ اُسی عیسےٰ بن مریم اسرائیلی کے نزول سے خبر دے رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ (متوفیک و رافعک الی) میں تقدیم و تاخیر کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کتاب التفسیر باب قوله ماجعل الله من بحيرة الخ میں اذ قال اللہ کو بمعنے یقول کے کہتے ہیں اور اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنے عیسےٰ بن مریم کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور فلما توفیتنی الخ خبر دیتا ہے کہ مسیح مرچکا بلکہ واذ قال اللہ میں قال بمعنی یقول کے ہے اور یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا جس کا ثمرہ یہ ہُوا کہ فلما توفیتنی موت بعد النزول سے خبر دے رہا ہے تفصیل اس آیت کی بمعہ متوفیک کے پہلے گذر چکی ہے یہاں پر صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ امام بخاری کا مذہب بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول اسی مسیح اسرائیلی کا ہے چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں اور ذکر کیا اُس کو علامہ سیوطی نے درمنثور میں اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسے بن مريم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحبيه فيكون قبره رابعا۔ اب ناظرین کو امید ہے کہ دو امر محقق ہو چکے ہونگے (۱) ایک تو یہ کہ قادیانی دام رو ہی نے آنحضرت صلعم اور صحابہ اور ائمہ او محدثین و فقہاء پر افترا باندھا (۲) دوسرا یہ کہ چونکہ نصوص بینہ قرآنیہ نزول مسیح اسرائیلی کے بزعم ان کے اجازت نہیں دیتے تو جن لوگوں نے احادیث نزول سے

مسیح اسرائیلی کا نزول لیا ہے وہ لوگ بزعم اُن کے قرآن کریم کے نصوص بیّنہ سے یا منکر ہیں یا جاہل لاغیر اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث نزول سے مسیح اسرائیلی کو مراد لینے والے آنحضرتؐ اور کل صحابہؓ اور ائمہ اور تابعین الی یومنا ہذا ہیں تو بموجب زعم قادیانی اور امروہی وغیرہ کے العیاذ باللہ یہ سب لوگ نصوص بیّنہ سے یا تو منکر ہوئے اور یا جاہل۔ کیونکہ اگر متوفیک اور فلما توفیتنی اور قد خلت من قبلہ الرسل وغیرہ وغیرہ کو یہ لوگ مطابق تفسیر مرزا صاحب کے سمجھے ہوتے تو ہرگز خلاف نصوص قرآنیہ کے نزول مسیح اسرائیلی کا قول نہ کرتے اب مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو متیقن ہو سکتا ہے کہ ان جہال کی تفسیر اور تفریع دونو غلط ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن اور قابل تسلیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات قرآنیہ کے معانی و مضامین بغیر سمجھنے کے مامور بہ تبلیغ ان کے ہوں اب اس الزام سے تو صرف پیشین گوئی کیمتعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف العیاذ باللہ نسبت جہل نہ رہے بلکہ جتنی آیات قرآنیہ مرزا جیو نے بزعم خود وفات مسیح پر ذکر کی ہیں۔ ان سب کے معانی سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو مبشر ہیں بدیں بشارات (ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ بے خبر اور جاہل رہے ہیں العیاذ باللہ آیۃ متوفیک ورافعک اور فلما توفیتنی اور قد خلت من قبلہ الرسل اور انک میت وانہم میتون کی تفسیر اجماع کے بیان میں گذر چکی ہے باقی آیات کی تفسیر بھی اپنے اپنے موقع پر بحول اللہ وقوتہ ذکر کی جاویگی ص ۸۳ میں ثانیاً سے لیکر شعر نا ملائم تک کی تردید تھوڑے تامل سے ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے ناظرین کو ضرور ہے کہ وقت مطالعہ اس کتاب کے رسالہ مردودہ امروہی کو پیش نظر رکھیں ورنہ پورا لطف جواب کا حاصل نہ ہوگا صفحہ ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ کا حاصل ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ فاقرؤا ان شئتم و ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا اگر اس خیال سے ہی جو مخالفوں کے ذہنوں میں جائے نشین ہے تو یہ چند وجوہ سے باطل ہے (۱) اول تو حصر صحیح نہیں تمام اہل کتاب کا جو حضرت عیسےٰ کے رفع سے نزول تک ہوئے ہیں یا ہونگے ایمان لانا عیسےٰ کے ساتھ متصور نہیں ایسا ہی جو اہل کتاب نزول آیۃ سے نزول مسیح تک مراد لیجاویں تو بھی ممکن نہیں اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کے وقت

موجود ہونگے تاہم صحیح نہیں (۱) ایک تو اس تخصیص کے لئے کوئی مخصص موجود نہیں (۲) دوئم ہزاروں اہل کتاب بقول مخالفین جہاد سے اور لاکھوں مسیح کی دعا سے اور کچھ وباد سے ہلاک ہونگے (۳) اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک بحکم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ وغیر ذالک من الایات (۴) ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسےٰ پر بے معنی ہے (۵) ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا بھی چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ مطابق لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا کے امت محمدیہ تمام امم کے لئے گواہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کل اُمت کے لئے شہید اور گواہ ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

حصر صحیح ہے اور مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہونگے اور دلیل تخصیص کی ایجاب ہے جو استثناء من النفی سے مستفاد ہوا ہے نظیر اُسکی قرآن مجید سے (آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون) ہے اور ایسا ہی کل اٰمن باللہ کیونکہ (ما انزل الیہ من ربہ) مجموعہ ان آیات کا ہے جو آمن الرسول الخ کے نزول تک اُتر چکی تھیں اور اس مجموعہ کیساتھ ایمان منجملہ مؤمنین میں سے انہیں مؤمنین کا متحقق ہُوا جو مجموعہ کے نزول کے وقت موجود تھے اور جو پہلے اس مجموعہ کے نزول سے مر گئے تھے انکا ایمان تفصیلی صرف انہیں آیات کیساتھ جو انکی موجودگی میں اُتریں تھیں متحقق ہُوا لہٰذا مومنین اُن آیات کے ساتھ تعمیل کرنے کے مکلّف بھی نہ تھے جو ان کے پیچھے اتریں مثلاً جو صحابہ مدینہ طیبہ میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قبل از نزول تحویل قبلہ فوت ہو گئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے ساتھ مکلّف تھے الغرض ایجاب میں حکم بثبوت الشئ للشئ ہوتا ہے اور ثبوت شئے بشئے فرع ثبوت المثبت لہ ایک مقدمہ مسلمہ ہے لہٰذا (وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ) میں مراد وہی اہل کتاب ہوں گے جو در وقت نزول مسیح موجود ہوں گے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کوئی جہاد سے اور کوئی ایک مسیح کی دعا سے اور کوئی وبا سے بحالت کفر مر جائیں گے۔ اور کوئی ایک ایمان بالمسیح لائینگے یہانتک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہے گی اب اگر کہا جاوے کل اہل کتاب نزول مسیح کے وقت ایمان بالمسیح لائینگے۔ تب تو یہ صحیح نہیں اور اگر کہا جاوے کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان بالمسیح لائیں گے تو یہ بالکل صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے نہ اول کیونکہ (و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته) نازل ہؤا ہے نہ یہ کہ (و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به فی عین وقت النزول)

تیسرے اعتراض کا جواب

درصورت معدوم ہو جانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے (و جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة) کا باقوی وجوہ متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہنچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہو جاوے چنانچہ (لیظهره علی الدین کله) کا تحقق یعنی دین محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کا غالب ہونا خطۂ عرب میں اپنے کمال کو پہنچا کہ کوئی مخالف نہ رہا اور (و اغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة) میں (الی یوم القیامة) تعبیر ہے طول زمان سے چنانچہ (ما دامت السموات والارض) میں مفسرین نے لکھا ہے قرینہ اسپر یہی احادیث صحیحہ ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب

عیسے علیہ السلام کیساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا درضمن ایمان بہ افضل الاولین والآخرین سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوگا۔ تخصیص بالمسیح کی وجہ سوق آیتہ سے ظاہر ہے جس سے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کی تصریح تخصیص بھی موجبہ ہو سکتی ہے یعنی اب تو یہود مسیح ابن مریم کو

نبی نہیں مانتے اور نصارے صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو عیسوی دین خیال کرتے ہیں۔
مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیویں گے اور مسیح بذات خود
صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو موقوف کریگا اور ان کو من جملہ مفتریات فی الدین المسیحی کے
قرار دے گا۔ امروہی صاحب نے شائد یہ سمجھا ہے کہ یہود اس وقت صرف عیسےٰ علیہ السلام
کے ساتھ ایمان لاویں گے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السلام تو خود ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین پاک کی اشاعت کریں گے۔

پانچویں اعتراض کا جواب

جناب عالی جس قرآن مجید میں لتکونوا شھداء علی الناس لکھا ہوا ہے اُس میں فکیف
اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنابک علی ھؤلاء شہیدا بھی موجود ہے۔ جس
کا مطلب یہ ہے کہ ہر اُمت کا نبی اُس پر شاہد بنایا جائے گا اور تجھ کو اے حبیب اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم اِس اُمت پر گواہ کیا جاوے گا۔ ابن کثیر۔ فتح البیان۔ جلالین۔ الغرض
اُمت مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم متنافی نہیں۔ بعد اس کے امروہی صاحب
فرماتے ہیں۔ ص۸۵ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی جو مختار ہمارے ہیں لئے جاویں
تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسےٰ کے
رفع سے لیکر خواہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک
کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت عیسےٰ سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان والقان
رکھتے ہیں اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کو مقتول بالصلیب کیا بسبب
اُن وجوہ قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں اور یقین واذعان تمام اہل کتاب کو
قبل موت عیسےٰ بن مریم سے ہی ہے۔ پس دیکھو یہ معنے کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں۔
اقول۔ یہ معنے کیسے بے ربط اور خلاف محاورہ قرآن مجید وقرن اول کے ہیں۔ نعوذ
باللہ من تحریف الجاھلین۔ **بیت**

ترا اژدھا گر بود یار غار ؎ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

(۱) اول تو اس معنی کی بنا واقعہ صلیبی پر ہے لہٰذا سارے وجوہ اُس کے فساد کے جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اُس کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔
(۲) یہود کا متردد و متشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت وما قتلوہ یقیناً سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب و تردید (انا قتلنا المسیح الخ) میں صرف اسی تردد و شک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف انضمامیہ اپنے اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے۔ یعنی جسکو مثلاً زید قائم کے مضمون میں شک ہے تو اس کے نزدیک قیام زید مشکوک ہوا۔ اور وصف شک معلوم بعلم حضوری ٹھہری۔ اور سب محاورات مروجہ دُنیا کے برخلاف ہے۔ کہ جب کسی کا شاک و متردد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا یا تخییل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون میں بیان کیا جاوے۔ تو بعد اس کے یہ مضمون کہ (وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم یا تخییل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے) مؤکد بانواع تاکید بیان ہو یعنی جب یہود مسیح کے قتل کے بارہ میں شاک اور متردد تھے تو پھر ان کو اپنا متردد ہونا بداہتہً معلوم ہے پھر اس امر بدیہی الوجود والعلم کو اللہ تعالیٰ نے حرف تاکید اِنَّ اور نون تاکید اور لام توطیہ اور قسم سے موکد کر کے کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے (۳) حسب قاعدہ امروہی صاحب کہ (نون التاکید لا یوکد الا مطلوباً) لیؤمنن بہ ایمان یہود بالشک و التردد مطلوب خداوندی ہوگا۔ اس امر بدیہی الوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی (۴) کل اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا بہ تردد مذکور بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ یہود موجودہ در وقت واقعہ صلیب بالضرور خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں ھلم جرا الی یوم القیامۃ اور باعث بریں ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا بلکہ خبر نہ دینا اُن کا بدلیل استصحاب حال قرین بقیاس معلوم ہوتا ہے (۵) بعض نصاریٰ کو مسیح کے قتل صلیبی کے ساتھ یقین ہے بخلاف یہود کے کما قال اللہ تعالیٰ وما قتلوہ یقیناً اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کا مسئلہ اور مخفی طور پر لاش کا نکالنا قبر سے تو پھر کل اہل کتاب کا ایمان بہ تردد مذکور کس طرح متصور

ہو سکتا ہے (۶) ایمان کا اطلاق محاورہ قرآنیہ و عرف شرعی میں یقین مخصوص پر آتا ہے یعنی یقین بالتوحید والرسالۃ والملائکۃ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت نہ یہ کہ ہر ایک یقین کو ایمان کہیں کجا کہ ایک غیر مہتم یقین (یعنے یقین بہ تردد مذکور کا نام بھی ایمان ہو۔

سوال

تردد مذکور بھی چونکہ مفہوم (وما قتلوہ یقیناً) کا ہے لہٰذا در ضمن ایمان بہ کتاب اللہ اس کے یقین کو بھی ایمان کہہ سکتے ہیں۔

جواب

یہود کا یقین بہ شک و تردد مذکور چونکہ من حیث جاء بہ القرآن نہیں بلکہ صرف علم حضوری وجدانی ہے لہٰذا اُسکو ایمان نہیں کہہ سکتے۔ دیکھو فتوحات و کتب عقاید الغرض بر تقدیر معنی امروہی و مرزا صاحب کے بالکل (لیؤمنن) عرف شرعی سے خارج ہو جاتا ہے بخلاف معنی ابوہریرہ و ابن عباس وغیرہ کے اور یہی وجہ ہے حصر کی دونوں تفسیروں میں یعنی (ابوہریرہ و ابن عباس) کی جن پر لیؤمنن منطبق ہو سکتا ہے بخلاف خرافات امروہی وغیرہ کے۔ (۷) (قبل موتہ) کا ٹکڑا اس تقدیر پر بالکل بے ربط ہو جاتا ہے فتدبر (۸) ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا نظر بہ سوق آیۃ اجنبی ہوگا۔ مفسرین کی تفسیروں پر کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا کما عرفت فتامل (۹) آپ کے معنے کے مطابق بوجہ خارج ہونے اُن اہل کتاب کے جو واقعہ صلیبی سے پہلے مرگئے تھے آیت مذکور کا حصر باطل ہوگا والجواب ھو الجواب فتامل۔ اور شمس الہدایت میں صفحہ ۳۸ پر حاشیہ متروکہ متن میں (یا ضمیر بہ کے مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسے علیہ السلام کا) س ۱۵ کا نہیں اس سطر میں نشان ۲ کا ملے یہ کاتب کی غلطی اور مصحح کی غفلت سے ہے۔ کیونکہ عبارت متن کی اسکے بعد (اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود مجاہد و قتادہ وغیرہم کی اسپر دال ہیں) چسپان نہیں ہوتی کیونکہ کسی نے حضرات مذکورہ سے (بہ) کی ضمیر مضمون بالا کی طرف راجع نہیں کی بلکہ یہ حاشیہ سطر ۱۷ کے آخر سے تعلق رکھتا ہے جس کا ارادہ سطر ۱۸ میں لیکن سے

دفع کیا گیا پھر امروہی صاحب ضمیمہ صفحہ ۸۶ میں ابوہریرہ پر اعتراض یا افتراء باندھا کہ استشہاد ابوہریرہ کا آیت وان من اھل الکتاب کے ساتھ بخیال مفسرین اگر ہو تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح موعود قادیانی کو لیا جاوے اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کی طرف کیا جاوے۔ تو یہ استشہاد درست ہو سکتا ہے گویا ابوہریرہ رض نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر ولبس۔

اقول حاصل یہ ہوا کہ اگر ابوہریرہ اپنی مروی حدیث نزول سے ہمارے خیال کے مطابق غلام احمد قادیانی لیویں تو استشہاد بہ آیت درست ہے والا نہ۔ ناظرین اس مالیخولیا کا علاج خود ہی نظر غور و بنظر انصاف سے فرما سکتے ہیں۔ **قولہ** صفحہ ۸۸ سے صفحہ ۹۱ تک کا حاصل ابوہریرہ کی حدیث ان رسول اللہ صلعم قال لیھلن عیسے بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرۃ او بنیتھا جمیعا بسند امام احمد مسلم امروہی صاحب فرماتے ہیں۔ چونکہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں جس سے احرام باندھا جاوے لہٰذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتی تاویلی معنی بہت صاف ہیں اہلال اور تلبیہ مسیح کی سے مراد تبلیغ دعوت اسلام ہے اور پنجاب بہ لحاظ کثرت انہار و دریاؤں اور نیز بوجہ دو آبوں کے بالضرور فج روحا ہے گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اسکے گاؤں قادیان کا پتہ اور کلام الٰہی میں اوسکی مسجد اور اقصٰے کا ذکر ہوا۔ اسی طرح پر اُسکے ملک کا پتہ و نشان یہ دیا کہ وہ ایک فج روحا ہے جو ملک پنجاب ہے۔ **الغرض** روحا جو عرب میں مدینہ طیبہ سے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے کما فی القاموس اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فج روحا کیساتھ کنایۃً تعبیر کی گئی فان المجاز والکنایۃ ابلغ من الحقیقۃ والتصریح **اقول** ان تحریفات و خرافات کی تردید کی حاجت نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں لہٰذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصور نہیں ہو سکتا بالکل جہالت ہے کیونکہ ذو الحلیفہ یا ذات العرق یا جحفہ یا قرن یا یلملم جو کتب اسلامیہ میں مواقیت الحج ہیں انکے میقات حج ہونیکا یہ مطلب ہے کہ ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے یہ نہیں کہ ان کے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو لہٰذا مسیح کا احرام باندھنا فج روحا سے مخالف شرع محمد صلعم کے نہ ہوا تا کہ تاویل کی حاجت ہو۔ **قولہ** صفحہ ۹۲ و ۹۳ کا حاصل امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶ و ۳۷ سے جو بیان عیسویین اور قطاب عیسویین میں ہیں ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالیٰ

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون۔
اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتی کے پیدا کرتا رہتا ہے اور
نیز متعدد آیات سورہ بقر میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت صلعم کے مخاطب
فرمایا ہے اور مراد اس سے کفار یہود عہد موسیٰ ہیں اگر اول الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں بھتے
تو پھر مضمون قرآنی سے طرز خطاب سے غلط ہوا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ قلتم یموسیٰ
لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ وایضاً واذ قلتم یموسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد ایضاً
واذ فرقنا بکم البحر، وظللنا الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ علاوہ اسکے قرآن مجید میں
ہر ایک مومن کو مثیل مریم فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلا الیٰ قولہ تعالیٰ
ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے تو مومن کی
اولاد ابن مریم ہوئی اور نیز حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی موجود ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ
کو آنحضرت صلعم نے ایک ادنے سی وجہ شبہ سے مثیل عیسیٰ قرار دیا ہے تو اس مجدد عظیم الشان (قادیانی)
کو باوجود مشابہت تامہ کے مثیل مسیح کیوں نہ قرار دیا جاوے انتہیٰ **اقول** وبہ استعین (۱)
اول بروز کا معنی ناظرین کی خدمت میں ہدیہ کرنا ضروری ہے بعد اسکے خود ہی انصاف فرما سکتے
ہیں۔ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص
مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی دوسری جلد مکتوب کے ۵۸ میں فرماتے
ہیں کہ "در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود
ازیں تعلق حصول کمالات است مر آں بدن را چنانکہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز
نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشانید"۔ اس کے بعد فرماتے
ہیں "نزد فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصول کمال نقل ببدن
ثانی برائے چہ بود"۔ پھر فرماتے ہیں وایضاً "در نقل روح امانت بدن اول است و احیاء بدن ثانی۔ پھر فرماتے
ہیں۔ افسوس ایں قسم بطالان خود را بمشیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا فاضلوا انتہیٰ ملخصا۔
پس امام ربانی کے قول سے ظاہر ہے کہ معنی بروز بجز اسکے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں
بروز اور ظہور کرے۔ اب معروض ہے کہ اگر احادیث نزول میں مراد نزول عیسیٰ سے نزول بروزی ہے غلام احمد

قادیانی میں تو اس کی یہی صورت ہے کہ عیسٰے علیہ السلام بصورت غلام احمد قادیانی متولد ہوئے یا قادیانی میں ظاہر ہوئے پہلی صورت میں عیسٰے اور قادیانی کا شخص واحد ہونا لازم آتا ہے۔ وہو خلف عند خصم الیف کما ہو فی الواقع اور دوسری صورت میں ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے جو بالکل باطل ہے اور مناقض قواعد حشر و نشر کے ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ عیسٰے بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث ہے دین محمدی صلعم میں اور قابل افسوس تو یہ ہے کہ بروز عیسوی فی القادیانی نے بجائے اس کے (فیما بین بارز و مبروز فیہ محبت و اتحاد ہو اور نفع و انتفاع) قادیانی سے عیسٰے ابن مریم کو (مکار و فریبی اور پشت بہ پشت زناکاروں کا بیٹا کہلوانے کا اتحاد پیدا کیا۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ سطر ۱۶ و ۱۷۔ اور امت محمدیہ کو یہودی ہونے کا خطاب دلوایا۔ دیکھو انجام آتھم صلا میں امت مرحومہ کے مولویوں کو جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا (اے بدذات فرقہ مولویان تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ اب سنیئے فتوحات کے ۳۶ باب کا خلاصہ شرع محمدی صلعم چونکہ شرائع سابقہ پر مشتمل اور سب کا جامع ہے لہٰذا تابع شرع محمدی پر بروقت عمل و سلوک بریں شرع شریف شرع عیسوی یا موسوی یا ابراہیمی وغیرہ کے اسرار و احوال حسب اختلاف الاستعدادات مکشوف اور وارد ہوتے ہیں۔ محمدی درویش و تابع کو موسوی المشرب یا عیسوی المشرب کہنا اسی مقام سے ہے یعنے اُس نے عیسوی شریعت کے واردات درضمن اتباع شرع محمدی حاصل کئے ہیں۔ محمدی المشرب بہت ہی کم ہوتا ہے۔ سیدنا غوث اعظم جیلی قدس سرہٗ اس مقام سے خبر دیتے ہیں وکل ولی لہ قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال۔ حواری عیسٰی ابن مریم جیسے کہ عیسوئین کہلاتے ہیں ایسے ہی شرع محمدی کے متبعین میں سے عیسوئین ہوتے ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں عیسٰے ابن مریم کے حواریوں میں سے بعض لوگ زندہ ہیں چنانچہ زریب بن برثملا مطلقاً عیسوئین کی علامات میں سے ہے کہ ان کی زبان پر بجز کلمہ خیر کے نہیں گذرتا۔ چنانچہ عیسٰے ابن مریم نے خنزیر کو انج بسلام بولا تھا کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اعود لسانی قول الخیر اپنی زبان کو کلمہ خیر کی عادت ڈالتا ہوں منجملہ ان علامات ان کے یہ بھی ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس کی بھلائی پر ان کی نظر پڑتی ہے ناظرین یہ ہے خلاصہ فتوحات

کے باب ۳۶ کا۔ اب امروہی صاحب سے دریافت فرماویں کہ کہاں ہے ذکر بروز کا اس باب میں جس کا معنے بہ نقل عبارت حضرت مجدد صاحب رضؓ لکھ چکا ہوں۔ ہاں عیسوی المشرب لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسے بمعنے بروز کے نہیں۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہے البتہ بجائے کلمہ خیر کے دشنام بازی میں اوّل نمبر ہیں۔ ۳۷ باب فتوحات کا حاصل عیسوی قطب جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو (جس کی استعداد کا علم اُس کو باعلام الٰہی ہو جاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنایت کرے تو اِن وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے (۱) لمس ہاتھ لگانے سے (۲) معانقہ سے (۳) بوسہ دینے سے (۴) کپڑا دینے سے (۵) یا اس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا اچھا اور پھر ہاتھ سے اُس میں کچھ ڈالتا ہے۔ ناظرین خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو اُس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرایت کر جاتا ہے۔ منجملہ علامات اُن کے بلاغت ہے گفتار میں اور باوجود اُمی اَن پڑھ ہونے اُسکے اعجاز قرآن کو جانتا ہے معیار اسکا التزام حق کا ہے اقوال وافعال احوال میں اور نیز اس کو اسرار علم طبیعت اور تالیف وتحلیل اُس کے اور منافع اشیاء کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اُس کو اپنے منافع سے بول کر اطلاع دیتی ہے بعد اس کے اُس کو اسماء الٰہیہ کا علم دیا جاتا ہے۔ اور نیز اس کو نشاء طبیعت ونشاء روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں اور خود دنیا اور آخرت کی معرفت دی جاتی ہے۔ فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اس کے (کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو) اُلٹا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ علاوہ انتفاء اُن علامات کے صاحب فتوحات توزریت بن برثملا وصی مسیح بن مریم کی روایت سے اُسی مسیح بعینہٖ کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو۔ چنانچہ شیخ محمد اکرم صاحب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں۔ کہ" بروز آں را نامند کہ روحانیت کملؔ در بدن کامل تصرف نماید وفاعل افعال او شود) تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ حضرت محمد اکرم صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ میگوید محرر سطور عفی اللہ عنہ
شائد کہ روحانیت علی مرتضےٰ رض دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالے گرفتہ
سلمان فارسی را از شیر نجات بخشیدہ باشد۔ الغرض اگر بدن مثالی میں ہو کر روح عیسوی
متصرف ہو۔ تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسےٰ ابن مریم جسم مثالی میں جو
مغائر ہے مرزا صاحب سے مسیح موعود ہوا۔ اور یہ برخلاف ہے اُن کے دعوےٰ کے
اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہو کر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت
مرزا صاحب ظاہر ہوئی ہے تو عیسےٰ ابن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا
یہ بھی برخلاف ہے دعوےٰ مرزا صاحب کے۔ اور فی الواقع بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ
عیسےٰ ابن مریم قرآن مجید میں انبیاء کی فہرست میں شمار کئے ہوئے ہیں اور روح القدس
کے نفخ سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجدہ اُن کی مریم ہے۔ الی غیر ذالک
من المخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کے روح کی طرح
متعلق ہوا ہے۔ تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز حضرت شیخ محمد اکرم
اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں۔ وبعض برانند کہ روح
عیسےٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق این حدیث
(لا مہدی الا عیسےٰ) و این مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔ اسی کتاب میں دوسری
جگہ بھی اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں کما سبق۔ اور سب سے حیرت انگیز
تو یہ ہے کہ آیت نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل
امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون۔ کو اس بروز سے کیا تعلق ہے کیونکہ آیت میں انتقال
روح دوسرے بدن کی طرف نشاء دنیا میں ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ مثال کو جمع مثل کی
بفتحتین ٹھہراویں یا جمع مثل بمعنے مثیل کے۔ بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف
ہوگا۔ یعنے طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تبدیل
اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کریگی اور یا تبدیل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو
متخالفۃ الروح والجسم ہونگے۔ اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ علی ما قال الحسن

ای بجعلکم قردۃ وخنازیر پہلی صورت میں توظاہر ہے۔ کہ روح کا انتقال ہی صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔ دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے۔ مرزا صاحب تو ابھی دنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور تیسری صورت میں آیئت کا حاصل یہ ہوگا۔ کہ (تم کو اور جہان میں لے جاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بناویں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنے دخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال بایں معنے مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر ہیں۔ اور نہ آپ کو مفید کیونکہ اہل اصطلاح بروز وکمون اس کو بروز نہیں کہتے۔ رہی چوتھی صورت سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا صاحب بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال کا آیتہ سے صرف تحت القدرۃ اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اُس کا کما ہو مزعوم الجناب دوسری آیت وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا۔ اس آیئت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن مثیل فرعون کی عورت اور مریم کا ہے اور یہ مماثلت بھی آپ کے مدعا کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث یعنی حدیث نزول میں آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں اور اس خیال پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم یا عیسےٰ سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اوّلاً گذارش ہے۔ کہ تا وقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ آپ مجاز کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ حال آنکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید براں ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہوچکا ہے۔ ثانیاً آنکہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے آیئت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے۔ یعنے اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے۔ تو یہ علاقہ اس ارادہ کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن

یاحدیث سے ثابت کیا جاوے۔ مفید نہیں۔ ناظرین خدارا انصاف کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن یاحدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امرأۃ فرعون) کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے۔ خود مریم اور فرعون کی عورت مراد نہیں۔ ثالثاً (ابن مریم) سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا۔ چنانچہ اسی جگہ صفحہ ۹۳ سطر ۸ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں (کہ ہرایک مومن مثیل مریم ہے۔ تومومن کی اولاد ابن مریم ہوئی) جب ہوسکتا ہے کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد مرحوم غلام مرتضےٰ (مریم) کے لفظ سے کسی استعمال میں پنجابی ہی سہی مراد لئے گئے ہوں۔ یعنے پہلے غلام مرتضےٰ صاحب کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو توپھر مرزا صاحب ابن مریم یعنے مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں میں وقوع وثبوت استعمال مفید مدعیٰ ہوسکتا ہے۔ نہ صرف صلاحیت ایسا ہی اگر (ابن مریم) سے قادیانی صاحب مراد لئے جاویں۔ تو یہاں پر بھی علاقہ مُصَحّح للمجاز کام نہ دیوے گا۔ جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب وسنت سے وقوع استعمال ثابت نہ کیا جاوے۔ رہی تیسری آئیت جس کو امروہی صاحب نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ واذ قلتم یٰموسےٰ لن نؤمن لك حتّٰی نری اللہ جھرۃ اس میں فرماتے ہیں۔ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہود نے کہا تھا۔ کہ حتی نری اللہ جھرۃ یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین غور فرماویں۔ کہ اس آئیت کو بھی پہلے آیات کی طرح کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ موسےٰ علیہ السلام کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہوکر بابدان یہود موجودہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہو گئے تھے۔ یاکہ اُن ارواح نے ارواح کاملین کی طرح یہود موجودہ زمان سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم

کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدارا انصاف۔ اس مضمون کا ذکر اس آیت میں صراحۃً یا کنایۃً پایا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہاں پر صرف اتنا ہی ہے۔ کہ نسبت قول کے واذ قلتم یاموسیٰ لن نصبر الخ میں اور نسبت فرق کے بواذ فرقنا بکم البحر اور نسبت تظلیل کے علے سبیل الوقوع وظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الغمام اور نسبت انزال کے علی طریق الوقوع و انزلنا علیکم المن والسلوےٰ میں جو فی الواقع یہ نسبتیں یہود موجودہ زمان موسیٰ علیہ السلام کی طرف تھیں۔ ان آیات میں یہود موجودہ بزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کی گئیں۔ جس کو انتساب الفعل الے غیر ما ہو لہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فی الطرف یعنے یہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسےٰ موجود تھے۔ امروہی صاحب نے ان آیات میں دو (۲) طرح سے کمال کیا۔ ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فی الاسناد کو مجاز فی الطرف بنادیا۔ اُردو خوانوں بیچاروں کو کیا خبر ہے۔ وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن کریم اور احادیث کو حافظوں کی طرح یاد پڑھے جاتے ہیں بے محل ہی کیوں نہ ہوں۔ آمنا و صدقنا کہیں گے۔ مگر یہ فرمائیے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دینگے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنے بر تقدیر صحت حدیث کی تا وقتیکہ استعمال موسیٰ و عیسےٰ و ہارون و یوسف وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو۔ یہ استدلال بھی مفید نہیں۔ نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں

قال صفحہ ۹۴ سے ۹۷ تک کا حاصل۔ مسیح موعود کا حلیہ بمعہ افعال مختصہ اور اس کے زمانہ کی خصوصیات قادیانی کی ذات اور افعال اور زمان پر صادق ہے۔ **اقول** جب نزول اُسی مسیح ابن مریم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نصوص و اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ تاویلات یا تحریفات جن پر لڑکے بھی ہنسی کرتے رہتے ہیں عبث اور فضول ہیں۔ بالفرض اگر مسیح موعود مسیح ابن مریم نہ بھی ہو۔ تو بھی قادیانی صاحب بوجہ صداقت الہامی اور تفسیر قرآنی کے جو اسی رسالہ کے اوّل پبلک پر ظاہر ہو چکی ہیں ہرگز ہرگز مسیح

موعود نہیں ہو سکتا۔ مسیح موعود کے لئے قرآن اور حدیث اور الہامات وافعال میں مہارت اور صداقت اور راست بازی ممتازہ فائقہ کا ہونا ضروری ہے۔ قادیانی صاحب کو نہ صرف خصوصیات مسیحیہ بلکہ علامات مہدویہ بھی جن کی تصریح احادیث صحیحہ مذکورہ فی ابتداء ہذہ الرسالۃ میں کی گئی ہے کاذب ٹھہراتے ہیں۔ **قولہ** ص ۹۳ انہ نازل بطور مسئلہ بروز کے ہے **اقول** اگر بطور بروز فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اُس میں بروز محمدی بھی ہے۔ لہٰذا وانہ نازل کی جگہ ونحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا کیونکہ ماقبل میں وجہ قرب ومناسبت بہ عیسٰے بن مریم بیان کی گئی ہے۔ دیکھو لانہ لم یکن نبیئ بینی وبینہ لہٰذا بیان شرکت فی النزول بقولہ ونحن نازلون معا واجب ٹھہرا نزول بروزی کا بطلان مفصل طور پر گذر چکا ہے۔ پھر اموہی صاحب صفحہ ۹۴ پر (علیہ ثوبان ممصران) کو ظاہری معنے پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں کیونکہ ہر ایک شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔ **اقول** کیوں حضرت یہ وجہ تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی (رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض) کیونکہ اعتدال اور گندم گونی اور اشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں تاویل کرنے کی وجہ کیا ہے کیا اس جگہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ معتدل اندام اور رنگ اُس کا سُرخی اور سپیدی کی طرف میلان کرے گا۔ اور نزول کے وقت اُس پر دو کپڑے سُرخ رنگ کے ہونگے۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں اور وصف ممتاز ہونا کبھی بحسب مجموع اجزاء کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض اور وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ علی سبیل الاحتراز کما ھو شان القیود فانہا قد تکون لبیان الواقع واحیانا للاحتراز۔ پھر اسی صفحہ پر (ثوبان ممصران) کو تعبیر دنیا کی خوشحالی اور توفیق فرائض منصبی مسیح سے لکھتے ہیں۔ **اقول** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا مسیح موعود کے خصوصیات ذاتی اور زمانی کو چونکہ اس لئے تھا۔ تاکہ امرت مرحومہ

کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے۔ بنابرآں اگر ظاہر ہی معنی مراد نہ تھا (علیہ ثوبان ممصران) کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا۔ تاکہ اُمت مرحومہ کو بجائے منفعت اُلٹا نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ کیا آپ کو صلے اللہ علیہ وسلم امروہی صاحب جیسا علم تعبیر الرؤیا میں ادراک نہ تھا۔ یا آپ کو قصداً العیاذ باللہ دھوکہ دینا منظور تھا۔ امروہی صاحب نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اور علم تعبیر الرؤیا سے یہ کہ سُرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوتی ہے۔ خوب یاد کر لیا ہے۔ مگر محل بے محل یکساں ہی جاری کئے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے اگر کسی نے شیر کو دیکھ کر کہا ہو کہ رأیت اسداً یا کسی پہ زرد رنگ کپڑا دیکھ کر کہا کہ رأیت فلاناً علیہ ثوب ممصرؐ کیا آپ یہاں پر بھی وہی کنایہ اور تعبیر لئے جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ عیسٰے جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا) اُترنے والا ہے۔ پس جبکہ اُس کو دیکھو تم تو پہچانو اس کو اس حلیہ اور علامات سے کہ وہ ایک مرد ہو گا معتدل اندام مائل بسُرخی و سفیدی جس پر دو کپڑے سرخ ہونگے۔ پھر آسی صفحہ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پہنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی حیات طیبہ جو اُن کو حاصل ہے وہ شائد کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہو گی۔ اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں سے کرا رہا ہے۔ دنیا بھر میں کوئی نظیر اُن کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا۔

اقول کیا عیسوی اور محمدی بروز و تشبہ والوں کی دنیاوی معاش ایسی ہونی چاہیئے جس کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ گویا یہ بیان محمدی اور عیسوی بروز و تشبہ کا انکار ہے یعنے کادیانی صاحب بھی اگر جداگانہ مشابہت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسی ابن مریم علیہما السلام سے رکھتے۔ تو ان کی طرح دُنیا میں رہتے اور بجائے فرائض منصبی تجدید دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے کہنا چاہیئے۔ پھر امروہی صاحب اسی صفحہ پر کان رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل کی تاویل کرتے ہیں۔ یعنی وہ حقائق و معارف قرآنی کا مالک ہو گا۔ **اقول** یہ فقرہ حدیث مذکور کا بھی اپنے ظاہر پہ ہی

محمول ہے یعنی اس کے سر سے بغیر استعمال پانی کے قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ یعنی ذاتی رطوبت اُن میں ہو گی نہ عارضی۔ اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے کوئی قرینہ صارفہ عن الظاہر باعثہ علی التاویل نہیں اور پھر ایسی تاویل کہ قرآن اور سنت کے محرّف کو قرآنی حقائق و معارف کا مستحق ٹھہرایا جاوے۔ العیاذ باللہ ہاں اس حدیث میں فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی و یقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود ہے لہٰذا کسر الصلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیۃ کا ہے جہاد سے ہو یا صرف دعوت و تبلیغ سے۔ چنانچہ دونوں پر دال ہیں احادیث صحیحہ جو قتل دجال و یاجوج و ماجوج وغیرہم میں وارد ہیں۔ امروہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف صرف ابطال بالحجج کو منسوب کرنا چنانچہ صفحہ ۹۵ سطر اوّل پر لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ چالاکی اور دجل ہے بالحجج والبراہین آپ کا حاشیہ ہے۔ چنانچہ یقتل الخنزیر سے قتل لیکھرام لینا جہالت اور تحریف ہے کیونکہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے۔ کہ مسیح ابن مریمؑ صلیبی پرستش و استحلال خنزیر کو برخلاف مزعوم و افتراء نصاریٰ حرام و باطل کہے گا۔ یعنی میرے دین میں دونوں امر نہیں۔ ان کو دین مسیح سے قرار دینا نصاریٰ کا افترا تھا۔ اور بخاری کی روائیت میں فقرہ (حتی تکون السجدۃ خیرا من الدنیا کا جو غایۃ ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کے لئے کما قال فی مجمع البحار غایۃ لمفھوم یکسر الصلیب) قتل لیکھرام کے ارادہ کو باطل کر رہا ہے۔ کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے متحقق ہو چکا ہے حالانکہ سجدہ کا پیارا معلوم ہونا ساری دنیا سے) اب تک موجود نہیں ہُوا۔ پھر اسی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں۔ و یضع الجزیۃ مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کر دیویگا۔ جیسا کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔ جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر۔ جب جہاد ہی نہ ہُوا۔ تو جزیہ بھی نہیں ہو سکتا۔ انتہیٰ۔

ناظرین خدارا انصاف یضع فعل متعدی ہے معنی یہ ہُوا۔ وہ مسیح جزیہ کو موقوف کر دیگا۔

اب غور فرمانویں کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایۂ گورنمنٹ بحفظ و امان ایام بسر کر رہا ہے یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنے موقوف کر دینا اُس کا منصب ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بوجہ منجملہ رعایا ہونے کے جہاد کرنے کا منصب نہیں رکھتا۔ رہا جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اسی پر صادق آسکتا ہے جو جہاد کرنے کی حیثیت رکھتا ہو اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کر دیا یا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے۔ قادیانی بیچارہ بھلا گورنمنٹ پر احسان جتلا سکتا ہے اور بدیں وجہ من جملہ خدام گورنمنٹ کے شمار کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمتگذاری جتلانی گویا دھوکا دینا ہے اور اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض قادیانی صاحب کو یضع الجزیۃ کا مصداق خیال کرنا مثل مشہور ہے (تو مان نہ مان میں تیرا مہمان) کا مصداق بنانا ہے جزیہ کا موقوف کرنا بھی اُسی سے متصور ہو سکتا ہے جس میں فلا یقبل الا السیف او الاسلام کی لیاقت ہو۔ تاکہ بقیہ مخالفین اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے محل جزیہ نہ رہیں۔ چنانچہ سچے مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا۔ اور وجہ عدم قبول جزیہ کے بغیر از قتال یا اسلام پہلے گذر چکی ہے اس تقریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سنان چونکہ باخذ جزیہ موقوف ہو سکتا ہے اور بوضع جزیہ واجب۔ جبتک سب اسلام میں داخل نہ ہوں۔ لہٰذا وضع جزیہ دلیل ہے تعین جہاد سنانی پر مسیح موعود کے زمانہ میں بخلاف جہاد بالحجۃ والبرہان کے کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہو سکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب۔ اور یضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر چنانچہ قلت و کثرت باران و وجود البرکت و عدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ امروہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے۔ ولیس ھذا باول قارورۃ کسرت فی الاسلام۔ عبارت مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵۔ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو اور وضع

جزیہ کے لئے حجت و برھان سے ابطال دین نصرانیت نہائیت مناسبت ہے۔ کیونکہ کوئی مجدد اور موئید اسلام باخذ جزیہ حجت و برھان کو موقوف نہیں کر سکتا بخلاف تیغ و سنان کے کہ باخذ جزیہ ان کا وضع ہو سکتا ہے ۱۲ انتہیٰ۔ اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ و سنان مراد ہے فتامل۔ پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۵ میں ویھلك الله فی زمانه الملل کلھا الا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالیٰ لیھلك من ھلك عن بینة ویحییٰ من حیّ عن بینه۔ اسی طرح پر جملہ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنے مذکور مراد ہے انتہیٰ مختصراً۔ **اقول** یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحہ فی القتال کے دال ہے اہلاک بالحرب پر اور نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ سے جن کو بزعم خود امروہی صاحب نے منافی ٹھہرایا ہے۔ جواب پہلے گذر چکا ہے اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ ویہلک اللہ الخ کو قیاس آیۃ مذکورہ لیھلك من ھلك عن بینة الخ کرنا کس قدر جہالت ہے کیونکہ ادنےٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ بر وقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا حجت یا بینہ ضروری ہے چنانچہ آئیت مذکورہ میں عن بینہ موجود ہے لہٰذا وکم اھلکنا من قریة والخ وحرام علی قریة اھلکنا ھا و نظائر ھما میں اہلاک والابطال بالبینہ مراد نہیں۔ الحمد سے والناس تک سارا قرآن مجید ملاحظہ ہو۔ **قولہ** صفحہ ۹۶ فیمکث اربعین کے معنی بھی صاف ہیں۔ کیونکہ قادیانی صاحب نے بھی تجدید کا دعوےٰ چالیس سال کے بعد کیا ہے اور مکث تجدید بھی چالیس سال تک ہو گا۔ مطابق اُس الہام کے جس سے اسی سال کی عمر معلوم ہے۔ انتہیٰ ملخصاً **اقول** فیمکث اربعین سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں مسیح موعود کا مکث چالیس برس ہو گا۔ اور بعض روایات میں سات سال کا ذکر ہے اور بعض میں پینتالیس سال۔ محدثین علیہم الرضوان نے جن میں سے اہل کشف بھی ہیں ان سب روایات میں تطبیق بیان کی ہے کہ تینتیس سال قبل از رفع اور سات بعد النزول اور پانچ والی کسر ساقط۔ اب قادیانی صاحب میں جن کی الہامی عمر ۸۰ سال ہو گی۔ روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی۔ **قولہ** ص ۹۶ ویصلی علیه المسلمون نماز جنازہ

توہر ایک مسلمان کے اوپر پڑھی ہی جاتی ہے۔ اس بیان کے لئے کوئی غرض خاص چاہیئے سو معلوم ہو کہ مراد اس جملہ سے مفہوم مخالف کے طور پر یہ ہے کہ جو لوگ اُسپر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے وہ مسلمان نہیں رہینگے۔ غرض کہ حدیث کے تمام جملے مسیح موعود موجود پر بخوبی صادق ہیں انتہی مختصراً۔ اقول ویصلی علیہ المسلمون کا مطلب تو یہ ہے کہ مسیح چونکہ بعد النزول حاکم بشرع محمدی علیہ السلام ہوگا۔ لہٰذا اُس کا جنازہ بھی مطابق اسی شریعت کے مسلمان پڑھیں گے۔ اور نیز چونکہ اُس تے بعد النزول دین نصرانیت وغیرہا باطل اور ہلاک کر دیا ہوگا۔ لہٰذا اُس پر نماز پڑھنے والے سارے ہی مسلمان ہونگے۔ اور کوئی غیر مسلم باقی نہ ہوگا۔ تاکہ اس کی طرف یصلی علیہ کی نقیض لایصلے علیہ منسوب کی جاوے۔ گویا بموجب قاعدہ مقررہ (ترتب الحکم علی المشتق یدل علی علیّۃ الماخذ) کے جب نماز جنازہ پڑھنے کی علت اسلام ٹھہرا تو عدم اسلام سبب ہوا جنازہ نہ پڑھنے کے لئے۔ مگر چونکہ عدم اسلام کا محل یعنی غیر مسلم باقی ہی نہ رہا۔ تو لایصلے علیہ کی نسبت کسی کی طرف متصور نہ ہوگی۔ اور نیز تصریح ویصلے علیہ المسلمون کے ساتھ دفع ہے اس وہم کا جو ناشی ہے دلیل استصحاب سے یعنی یہ نہ خیال کیا جاوے کہ مسیح کا جسم بعد الوفات بھی بغیر از نماز و تدفین آسمان کو اُٹھایا جاویگا۔ چنانچہ عند الرفع حالت حیات میں اٹھایا گیا تھا۔ بلکہ اس وقت بوجہ تحقق وفات کے باقی موتی کی طرح تجہیز و تدفین کی جاویگی۔ بعد اس کے بہ نسبت مفہوم مخالف امر وہی صاحب کے گذارش ہے کہ بیشک یہ مفہوم مخالف ہے سیاق اس حدیث و نظائیرہ سے معہذا اس میں خود غرضی بھی ہے۔ کیونکہ قبل از مرگ واویلا کی طرح گویا ابھی سے قادیانی صاحب پر نماز جنازہ کا اہتمام ہو رہا ہے یعنے حدیث سے ثابت ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہوگا۔ مگر یاد رہے یہ اہتمام بالکل عبث و فضول ہے فتفکر۔ قولہ ص۷۹ والحمد للہ کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادقؐ کی اس مسیح موعود اور مہدی موعود پر پوری طور صادق ہے فالحمد للہ۔ اقول حدیث شریف کی تحریف پر الحمد للہ پڑھنا کیسا بے ربط ہے۔ بجائے اس کے استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ معلوم ہو کہ بعد تعیین اس امر کے کہ مراد احادیث میں وہی مسیح ابن مریمؑ ہے

نہ مثیل اُس کا ہم کو کوئی ضرورت ایسے واہیات تحریفات کے جواب دینے کی نہیں۔ مگر تاہم
ناظرین کے افادہ و اطمینان کے لئے ہر ایک تحریف کا جواب لکھا جاتا ہے۔ صفحہ ۹۷ و ۹۸
کا حاصل مسلم کی حدیث پر جس میں امامت عیسےٰ کا بھی ذکر ہے تین اعتراض۔ اول
یہ حدیث معارض ہے اُن احادیث صحیحہ کے جن میں مسیح موعود کا انکار از امامت مذکور ہے۔
دوسرا ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود کے وقت جہاد موقوف ہو جاویگا اور اس حدیث
میں جہاد کا ذکر ہے۔ تیسرا اس حدیث میں لفظ تنزل الروم بالاعماق او بدابق
موجود ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریمؑ کی نسبت فینزل عیسےٰ ابن مریم وارد ہؤا ہے۔ پس
چاہیئے۔ کہ عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول بھی ایسا ہی ہو جیسا روم کا نزول اعماق یا دابق میں
اقول یہ تعارض ہمارے مدعیٰ کو جو نزول مسیح کا ہے بعینہٖ لا بمثیلہ) مضر نہیں حضرت
عیسےٰ بعد النزول اگر امامت سے انکار کریں یا نہ بہر حال نزول تو مشترک الثبوت ہے،
بین المحدثین حافظ ابن کثیر یا علامہ سیوطی کا لانا ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں بھی اثبات
رفع و نزول جسمی کے لئے ہے اور ایسا ہی شمس الهدائت میں نقل کرنا ان کا اسی غرض سے
ہؤا غایتہ مافی الباب امامت مسیح کے مسئلہ میں تعارض کا وجود اگر موثر ہوا تو ہمارے
اور مفسرین کے مدعیٰ کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی صحت کو مضر ہو سکتا ہے
مسلم کا لانا اس حدیث کو اپنی صحیح میں جس کی صحت پر کل محدثین کا اتفاق ہے کافی ثبوت
ہے اس کی صحت کے لئے۔ اور مسیح ابن مریم کی امامت بروقت نزول نہ سہی دوسرے اوقات
میں چونکہ ثابت ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصحیح کی گئی ہے کہ عیسےٰ لوگوں کی
امامت کرینگے اور مہدی اُن کا اقتداء کرینگے کیونکہ وہ افضل ہے لہٰذا اُسی کی امامت
اولیٰ ہے انتہیٰ۔ اور محدثین نے تطبیق کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ نزول عیسیٰؑ کے وقت امامت
مہدی کرینگے اور بعد اسکے عیسےٰ ابن مریمؑ چنانچہ امامت کا قاعدہ ہے) تو اس حدیث میں
فیؤمهم بہ نسبت اصل امامت مسیح کے درست ہوا۔ اور مہدی کی امامت چونکہ بحسب
وجہ مذکور ایک ہی مرتبہ واقع ہو گی لہٰذا اس کو بہ نسبت امامت عیسےٰ کے کا لعدم تصور
کر کر فیؤمهم فاء تعقیب بلا تراخی کے ساتھ بولا گیا اور نیز روایات بامعنی میں ایسے تساہلات

معیوب نہیں سمجھے جاتے اور نیز تساہل یا خطا اپنے محل ہی میں موثر ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر اگر فیومہم اور یومہم المہدی بباعث تشکیک راوی کے وارد ہوتا تو یہ تشکیک نہ تو باقی مضمون حدیث کو مشکوک کر سکتی اور نہ اسکی صحت کو مضر ہوتی۔ چنانچہ ایسی حدیث میں بالاعماق اور بدابق بہ تشکیک راوی وارد ہوا ہے۔ ایسا ہی صحیحین کی بہتیری احادیث راوی کے شکوک سے خالی نہیں۔ معہذا اُن کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے اعتراض کا جواب پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بھی ہوگا اور وضع جہاد بھی مگر اوقات مختلفہ میں فلا تعارض فتذکر۔ تیسرے[۳] اعتراض کا جواب مسیح ابن مریمؑ کا نزول بعد الرفع الی السماء ہوگا۔ بخلاف نزول روم کے۔ لہٰذا مسیح کا نزول روم کے نزول کی طرح نہ ہونا چاہیئے اور نیز مسیح اور روم کے نزولوں کا یکرنگ ہونا مخالف ہے آپ کے مذہب خانہ زاد کے لئے۔ کیا اب اپنے مذہب کو بھولے جاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک مسیح کا نزول تو بروزی ہے۔ کیا روم کا نزول بھی بروزی ہوگا۔ یا دونوں کا غیر بروزی۔ شق اوّل فی الواقع باطل ہے اور دوسری مع بطلان فی نفسہ کے کما مر۔ آپ کے نزدیک برخلاف بھی ہے اور یکرنگی کا اثر صرف بہ نسبت نزول من السماء کے لینا نہ بہ نسبت بروز کے ترجیح بلا مرجح ہے۔ صفحہ ۹۸ کا حاصل لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم الخ والی حدیث میں جو جملہ معی قضیبان کا ہے اس کا صدق قادیانی صاحب پر نہایت صاف ہے۔ کیونکہ آپ کو ایک روحانی تلوار دی گئی ہے اور دوسری قلم کی۔ اور جملہ فادعوا اللہ علیھم فیھلکھم ویمیتھم کا صاف دلالت کرتا ہے اس پر کہ مسیح موعود کا جنگ سنانی نہ ہوگا۔ انتہی مختصرا اقول معی قضیبان تک قادیانی صاحب تب پہنچ سکتے ہیں جب آپ نزول بروزی کی ذاتی صحت اور پھر آنحضرت صلعم کا اس کو مراد لینا ثابت کریں و دونہ خرط القتاد۔ اور جملہ فادعوا اللہ کا منافی جنگ سنانی کو نہیں۔ چنانچہ احادیث میں دونوں کی تصریح موجود ہے۔ بددعا بھی ایک آلہ ہلاک کا ہوگا۔ چنانچہ ظاہری آلات۔ تشریح اس کی پہلے گذر چکی ہے صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ کا حاصل انتہا عثمان بن العاص والی حدیث پر امروہی صاحب کے چند اعتراض۔ اوّل اس حدیث میں خروج دجال کا ملتقی البحرین میں لکھا ہے اور دوسری حدیثوں میں خلّہ

مابین الشام والعراق سے ہوگا۔ دوسرا اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا۔ اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نصارےٰ سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا۔ تیسرا اس حدیث میں فاذاراٰہ الدجال ذاب کمایذوب الرصاص موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کریگا۔ **اقول** بجواب پہلے سوال کے معروض ہے کہ ملتقی البحرین اور خلہ مابین الشام والعراق میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ شام اور عراق عجم کے مابین دجلہ اور فرات باہم ملتے ہیں تو ملتقی البحرین بھی مابین الشام والعراق ہوا۔ دیکھو جغرافیہ۔ دوسرے سوال کا جواب۔ دجال بیشک یہود میں سے ہی ہوگا چنانچہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے اور آپ کے دلائل واستنباط نہ صرف بوجہ مخالفت احادیث صحیحہ کے بلکہ اصول علمیہ کے مطابق بھی مضحکہ طفلان ہیں۔ بھلا صاحب فرمائیے جب یکسر الصلیب کا جملہ مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے پر دال ہے تو پھر جملہ و یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے یہود و نصاریٰ و ہنود وغیرہ وغیرہ میں سے ہونے پر کیوں نہیں دلالت کرتا بحسب اجتہاد عالی چاہیئے کہ دجال جتنے گروہ دنیا میں بغیر اہل اسلام کے ہیں سب میں سے ہو۔ حالانکہ حدیث صحیحہ سے اس کی شخصیت ثابت ہے اور واحد بالشخص کا مختلف گروہوں سے ہونا ممکن نہیں۔ تیسرے سوال کا جواب (فاذاراٰہ ذاب کمایذوب الرصاص) میں ذاب بمعنی قرب الی الذوبان کے ہے یعنی دجال مسیح ابن مریمؑ کو دیکھتے ہی قریب پگھلنے کے ہوجاویگا۔ اسپر قرینہ اسکا مابعد ہے فیضع حربتہ بین ثندوتہ فیقتلہ جو اسی حدیث میں موجود ہے کیونکہ پگھلنے کے بعد وضع حربہ نہیں ہوسکتا۔ صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۳ تک کا حاصل صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ایک فتن دجالیہ دین اسلام میں اسوقت بکثرت وارد ہو رہی ہیں جن کے ورود کا مقتضی طبعی یہ ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی یہی ہو۔ دوسرا قولہ فانا حجیجہ کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا۔ کہ دجال سے جنگ بحجت و برہان ہوگا نہ تیغ و سنان سے۔ قرآن مجید میں حاج ابراھیم اور وحاجہ قومہ اور اتحاجونی

فی اللہ حاجتہم اور قلم تھا جو ن موجود ہیں جن میں مناظرت علمیہ کا بیان ہے۔ تیغ وسنان کا نہیں۔ انتہیٰ۔ **اقول** پہلے مضمون کی تردید۔ ہاں صاحب ہم بھی مانتے ہیں کہ فتن دجالیہ کا شروع دین اسلام میں ہو گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی تحریف ہو رہی ہے جس کا طبعی مقتضی یہ ہے کہ سچا مسیح نازل ہو کر دجال شخصی کو جو عنقریب آنے والا ہے بمعہ چیلوں چانٹوں اُس کے جو ابھی سے تحریف میں شروع ہو رہے ہیں) قتل کرے۔ دوسرے اعتراض کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔ صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ کا حاصل۔ ابی امامہ باہلی والی حدیث کے اس ٹکڑے مسطورہ ذیل پر حملہ کہ (وانہ یخرج من خلۃ بین الشام والعراق) کہ یہ جملہ معارض ہے دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام وعراق حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے دیکھو نقشہ جات اور جغرافیہ۔ اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہے کما فی المسلم واوما الی المشرق رواہ مسلم۔ دوسرا اعتراض اس پر کہ وانہ اعور وان ربکم لیس باعور کو اگر ظاہر پر رکھا جاوے۔ تو چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکے۔ ہاں تاویلی معنے درست ہو سکتا ہے یعنے دنیوی امور کی بصارت والی آنکھ اس کی درست ہوگی اور دینی امور کی آنکھ اس کی معدوم۔ تیسرا اعتراض اس پر وانہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہ کل مومن کاتب وغیر کاتب یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کاتب وغیر کاتب دونوں کو اس کا علم برابر ہو جاوے یہ تو نص قرآن مجید کے برخلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون **اقول** پہلے اعتراض کا جواب ہم نے نقشہ جات وجغرافیہ کو دیکھا مگر عراق کا حجاز سے شمال کی طرف واقع ہونا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ ہاں شام بیشک حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے اور عراق عجم حجاز سے بالخصوص مدینہ طیبہ سے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مشرق کی جانب واقع ہے قریباً ہزار میل راستہ کے فاصلہ پر اور بین الشام والعراق سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ عرفی اور ملتقی البحرین یعنی دجلہ وفرات جسکو خلہ بین الشام والعراق سے بھی تعبیر کی گئی ہے۔ بہ نسبت شام کے قریب بعراق ہے۔ لہٰذا دجال کا مخرج خلہ بین الشام والعراق بھی اور ملتقی البحرین بھی اور مشرق بھی ہوا۔

ہاں ترمذی کی حدیث بظاہر حدیث مذکور کے معارض معلوم ہوتی ہے جس میں دجال کا خروج
خراسان سے مذکور ہے۔ مگر فی الواقع کوئی تعارض نہیں چونکہ دجال کا گذران سب مقامات سے
ہوگا۔ لہٰذا کشف نبوی کا پتہ دینا ہر ایک مقام سے بحسب اوقات مختلف صحیح اور بجا ہے۔
دوسرے اعتراض کا جواب ایسا غوجی پڑھے ہوئے طالب علم سے مل سکتا ہے الدجال اعور
صغریٰ اللہ لیس باعور کبریٰ فالدجال لیس باللہ اللہ لیس باعور پر یہ اعتراض کہ چاہیئے
کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ اللہ ہوسکے کس قدر جہالت ہے۔ کیا ایک اعوریت کو ہی آپ نے منافی
بالوہیت خیال کیا ہے بغیر اسکے اور کوئی وصف ممکنات کے اوصاف میں سے منافی
بالوہیت نہیں۔ کھانا پینا باپ بیٹا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی بالوہیت ہیں۔ تو پھر
جو شخص اعور نہ ہؤا تو کیا باوجود کھانے پینے یا باپ ہونے یا بیٹا ہونے کے رب ہوسکتا ہے
امروہی صاحب حدیث اور قرآن کی تحریف کا ثمرہ یہی ہوتا ہے۔ کہ خبطیوں اور پاگلوں
کی طرح انسان مضحکہ عقلا ہو جاتا ہے۔ آپ نے ناحق اس کوچہ مناظرہ میں قدم رکھا
پھر آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کے تاویلی معنی پر یہ آپ کا لاحل شبہ وارد نہیں
ہوتا کہ جس شخص کی حق بین آنکھ اندھی نہ ہو تو چاہیئے کہ وہ شخص رب ہوسکتا ہے۔ آپ نے اتنا
بھی خیال نہ فرمایا کہ یہ منطق ہمارا تو ہمارے معنی پر بھی جاری ہوسکتا ہے۔ تیسرے اعتراض
کا جواب ہاں صاحب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہما من اتباعہما
کے دہوکے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے و بغیر معلم ظاہری کے اُس میں علم
وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالا و لی اہل علم میں سے شمار ہوسکتا ہے
چنانچہ اس نیاز مند علماء و فقراء نے بلوغت سے اوّل جس وقت احادیث دجال کے نام
تک بھی نہیں سُنا تھا دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہؤا دیکھا دائیں آنکھ اُسکی
پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اُس نے مجھ کو کہا۔ کہ کہو کہ خدا ایک نہیں میں سخت غضبناک ہوکر
کہتا تھا۔ کہ مردود شیطان خدا ایک ہی ہے اُسکا کوئی شریک نہیں۔ پھر اُس نے چند قدم میری
طرف بڑھ کر میرے پر تلوار کی وار کی۔ پھر اُسکی وار خطا ہو کر تلوار اُسکی میرے سر سے گذرتی ہوئی
زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح اُنہی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہؤا۔ پھر

وہی کلمہ اس نے کہا اور بجواب اس کے میں نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کی وار کی۔ پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ آخری دفعہ میں تو قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ ان تینوں توبتوں میں بغیر اسکے کہ میں نے سر کو خم دیا ہو تلوار اُس کی میرے سر کے اوپر سے ہی گذرتی رہی۔ اب خیال فرمائیے۔ کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے جتلایا کہ یہ دجال ہے اور کس نے مجھ کو ایسی سہمگیں حالت میں خائف نہ ہونے دیا۔ اور کس نے میرے منہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اسکے کہ اُس نے میرے گلہ ہی کو نشانہ بنایا تھا اور میں نے سر کو ذرہ خم بھی نہیں دیا تھا) تلوار کو سر کے اوپر سے گذار کر زمین پر مارا۔ پھر فرمائیے کہ قبر میں ہر ایک مومن کو عربی سوال من ربک ومن نبیک اور ماتقول فی ہذا الرجل کے سمجھنے پر قدرت کون دیتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی صورت پاک کون بتاتا ہے جس کو مومن بغیر اسکے کہ پہلے دیکھا ہو پہچان کر کہتا ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر ہے پھر فرمائیے کہ ہاتھ پاؤں کو زبان کی طرح کون قیامت کے دن گویا کر کر شہادت لے گا۔ یہ وہی لطیف ورحیم تو ہے جس کے خاص شان الیس اللہ بکاف عبدہٗ کی ہے جب اسکی عنایت شامل حال ہو تو غیر کاتب بھی کاتب کے مساوی فی العلم ہوتا ہے۔ تو دونوں یعلمون میں داخل رہے۔ لایعلمون میں وہی رہا جو موہوبی اور کسبی تعلیم دونوں سے خالی ہو۔ پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۰۴ پر امروہی صاحب نے اس حدیث کا معنے کیا ہے کہ دجال مجرموں کی طرح پیشانی سے پہچانا جائے گا۔ یہ نہیں کہ لفظ کافر یا کؔ فؔ رؔ اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ **اقول** یہ معنی بالکل برخلاف ہے حدیث کے الفاظ مصرحہ ذیل سے مکتوب یقرءہ کاتب وغیر کاتب یعرف المجرمون بسیماھم ونظائرہ کجا اور حدیث مذکور کجا۔ صفحہ ۱۰۵ کا حاصل۔ دجال کے ساتھ جنت اور نار کا ہونا نصوص قرآنیہ کے معارض ہے اور نیز برخلاف ہے تصریح شمس الہدائیت کے کہ اُس میں دجال کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور نہر کا ہونا محض خیالی لکھا ہوا ہے نہ واقعی۔ اور نیز مراد دجال سے شیطان ہے۔ کیونکہ ابوسعید خدری بہ نسبت اس شخص کے جس کو دجال قتل کر کر پھر زندہ کریگا فرماتے ہیں کہ رجل بغیر عمرؓ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے۔ پس اگر دجال سے

مراد وہی شخص معین معہود ہے۔ تو پھر وہ رجل مقتول حضرت عمرؓ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اقول جنت اور نار بھی خیالی ہوگا۔ روٹیوں کے پہاڑ کی طرح فلا تعارض دیکھو ملا علی قاری وغیرہ شروح حدیث اور نصوص قرآنیہ کے تعارض سے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اور ابو سعید خدریؓ اپنے خیال اور رائے کو ظاہر فرما رہے ہیں۔ جس میں یہ بھی فرما دیا کہ ہمارا خیال ٹھیک نہ نکلا۔ دیکھو عبارت مسطورہ ذیل قال قال ابو سعید واللہ ما کنا نری ذٰلک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتھی۔ اس عبارت میں فقرہ (نری) اور (حتی مضی بسبیلہ) محل استشہاد ہے۔ صفحہ ۱۰۶ کا حاصل ان من فتنتہ ان یأمر السماء ان تمطر الخ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے یورپ اور امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان کے پانی برسایا گیا۔ **اقول** ان من فتنتہ میں ضمیر مجرور متصل کا مرجع چونکہ دجال شخصی معہود ہے لہٰذا اس پیشین گوئی کا پورا ہونا یا خیال کرنا از قبیل قبل از مرگ واویلا کے ہے۔ اور نیز اس حدیث میں فقرہ ان یأمر السماء منافی ہے تاویل مذکور کے لئے۔ صفحہ ۱۰۷ کا حاصل انہ لا یبقیٰ شئ من الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ والمدینۃ یہ پیشین گوئی بھی واقعی ہوگئی ہے۔ مخالف بتلاوے کہ کونسا ملک اور قطعہ کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا۔ **اقول** اس حدیث میں بھی وطئہ اور ظہر کا فاعل چونکہ دجال شخصی ہے لہٰذا یہ پیشین گوئی بھی واقع نہیں ہوئی۔ اگر کوئی شخص صرف زمین پر پھر جانے سے دجال سمجھا جاوے تو پھر پادریوں کی کیا تخصیص ہے اور نیز زمین پر چالیس دن کے اندر پھر جانا دجال کے لئے خاصہ قرار دیا گیا ہے نہ مطلق۔ صفحہ ۱۰۸ کا حاصل وامامہم رجل صالح قد تقدم یصلی بہم الصبح اس جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ ونشان نہیں۔ دوسرا فیدرکہ عند باب لد الشرقی فیقتلہ الی قولہ فیہزم اللہ الیہود۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود سے ہوگا۔ مگر آیۃ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الخ کی یہود کو یہ شوکت نصیب نہیں ہونے دیتی۔ پھر اسی صفحہ میں منہیہ لکھا ہے کہ ساری احادیث ابن کثیر کی ہمارے حق میں مفید ٹھہریں اور مخالفین کے حق میں مضر اقول کیوں صاحب رجلؐ صالحؐ تعبیر مہدی سے نہیں ہو سکتی۔

کیا مہدی موعود مرد صالح نہ ہوگا۔ ہاں تصریح بمہدی اس حدیث میں نہیں۔ سو روایات بالمعنے میں خاص لفظ کا ترک کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو شمس بازغہ کے اسی صفحہ کی پہلی سطر کو جس میں آپ نے احادیث متعلقہ پیشین گوئی کو از قبیل روایات بالمعنے کے ٹھہرا کر محل توسیع بیان فرمایا ہے۔ دوسری اشکال کا جواب تھوڑے دنوں میں دجال کا ہلاک کیا جانا خصوصاً ایسے تعلی اور نخوت کے بعد صاف وقوع وظہور ہے آیت وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے لئے مفصل جواب گذر چکا ہے۔ تیسری اشکال کا جواب ساری احادیث ابن کثیر میں چونکہ مسیح ابن مریمؑ بعینہٖ کا ذکر ہے نہ اُس کے مثیل کا۔ لہٰذا ان احادیث کا مفید ہونا آپ کے لئے محض خیالی پلاؤ ہے قابل تسلیم نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے۔ صفحہ ۱۰۹ کا حاصل ان ایامہ اربعون السنۃ کنصف السنۃ الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دجال کے وقت سنین اور شہور اور ایام نہائت جلد گذریں گے اور مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایام نہایت طویل ہونگے۔ دیکھو اربعون یوماً یوم کسنتہ ویوم کشھر الخ فما التطبیق۔ دوسرا مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا ایک دن جو برس دن کے برابر ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے برس دن کی نماز پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جس طرح پر ان ایام طویل میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو۔ اسی طرح پر ان ایام قصار میں پانچ وقت کا اندازہ کر لیجو فاین ھٰذا من ذٰلک **اقول** اس حدیث میں فقرہ السنتہ کنصف السنتہ الخ معارض نہیں ہو سکتا مسلم والی حدیث کے اس فقرہ کو کہ یوم کسنتہ الخ چنانچہ بغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے ولا یصلح ان یکون معارضاً لروایۃ مسلم ھٰذہ یعنے مسلم والی حدیث کا فقرہ صحیح مانا گیا اور یہ غیر صحیح لکن اس فقرہ کی عدم صحت نہ تو مفسرین کو مضر ہے اور نہ ہمارے مدعی کو۔ کیونکہ احادیث نزول میں محل استشہاد ہمارا نزول مسیح ابن مریمؑ کا ہے بعینہٖ بغیر اس کے کسی مثیل کے سو یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ مفسرینؒ نے اور ہم نے کب دعوے کیا ہے کہ بالضرور دجال کے ایام میں سے السنۃ کنصف السنۃ الخ ہوگا۔ دوسرے اعتراض کی نسبت معروض ہے کہ نماز کے بارہ میں دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے مسلم والی حدیث

میں فرمایا کہ اقدروا لہ قدرہ اور اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدرون الصلوٰۃ کما تقدرون فی ھذہ الایام الطوال۔ اور معلوم ہو کہ اس حدیث میں ایام طوال سے مراد وہ ایام طوال نہیں جو مسلم والی حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ وہ تو مخالف ہے اس روایت کے جن کا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا۔ تا کہ یہ ایام طوال اور وہ ایام طول ایک ہی ہوں بلکہ اس حدیث میں ہذہ الایام الطوال سے مراد اُسی زمانہ کے ایام ہیں جو طوال ہیں بہ نسبت ان ایام قصار کے جو اس حدیث دجال میں مذکور ہیں۔ صفحہ ۱۱۰ کا حاصل حکماً عدلاً قادیانی صاحب پر صادق ہے جس نے متعدد مسائل سے اختلاف کو جو عرصہ دراز سے چلا آتا تھا اُٹھا دیا۔ یعنے ایسا فیصلہ کر دیا۔ کہ مخالف کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی **اقول** اگر احادیث نزول کو مخالف عقل و نقل ٹھہرانے کی وجہ سے قادیانی حکماً عدلاً کا مصداق ہیں تو پھر قادیانی صاحب سے معتزلہ اور جہمیہ حکماً عدلاً ہونے کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ مسلک انہیں کا ہے ہاں قادیانی نے مسیح موعود بننے میں اُن پر پیشقدمی کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۳ کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ نزول عیسےٰ علیہ السلام و قتلہ الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ وانکر ذالک بعض المعتزلۃ والجھمیۃ ومن وافقھم وزعموا ان ھذہ الاحادیث مردودۃ لقولہ تعالیٰ وخاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وباجماع المسلمین انہ لا نبی بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم وان شریعتہ موبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ وھذا الاستدلال فاسد لانہ لیس المراد بنزول علیہ السلام انہ ینزل نبیا بشرع ینسخ شرعنا ولا فی ھذہ الاحادیث ولا فی غیرھا شیئ من ھذا بل صحت ھذہ الاحادیث ھنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرھا انہ ینزل حکما مقسطا یحکم شرعنا ویحیی من امور شرعنا ما ھجرہ الناس ہ انتہیٰ۔ پھر اسی صفحہ میں یضع الجزیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لڑائی بالحجت والبرہان ہونیکی وجہ سے جزیہ موقوف ہوگا

اقول اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔ صفحہ ۱۱۱ کا حاصل ویترک الصدقہ کنایہ ہے کثرت اموال سے اور ترتفع الشحنا کا وقوع بھی ابھی سے ہو رہا ہے **اقول** یہ سب قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے کما مر۔ صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ کا حاصل وان قبل خروج الدجال ثلث سنوات والی حدیث پر اعتراض کہ یہ معارض ہے دوسری حدیث کو جس میں تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں لکھا ہے۔ فقال ان بین یدایہ ثلث سنین الخ دوسرا یہ پیشین گوئی تین قحطوں والی بھی واقع ہو چکی ہے۔ **اقول** خروج دجال کے پہلے بھی قحط ہوگا اور اس کے زمانہ میں بھی تھوڑے دن باقی رہے گا۔ بدیں لحاظ قبل خروج الدجال اور بین یدیہ کا کہنا صحیح ہے۔ محاورات عرفیہ میں تقریبی حساب اکثر ملحوظ ہوتا ہے بہ نسبت تحقیقی کے۔ دوسرے اعتراض کا جواب وہی قبل از مرگ واویلا سمجھنا چاہیئے۔ اب تضیع اوقات کے لحاظ سے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ ورنہ کوئی فقرہ ان کا جس میں متفردہیں جہالت سے خالی نہیں۔ صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ کا حاصل نواس بن سمعان والی حدیث میں جو فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا۔ کہ دجال نصارے سے ہوگا۔ کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں حضرت عیسے کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے۔ قال تعالی وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لھم بہ من علم الخ **اقول** فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمانے سے ثابت ہوا کہ دجال نصارے سے نہیں۔ کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں اصحاب کہف کا محفوظ رہنا کفار سے مذکور ہے جن کا بادشاہ جبراً اقرار بالشرک کراتا تھا۔ چنانچہ دجال بھی جبراً شرک پھیلائے گا۔ لہٰذا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی فتنہ دجال سے بچنے کے لئے فواتح سورہ کہف پڑھو تاکہ اصحاب کہف کی طرح اللہ تعالیٰ تم کو اُس کے شر سے بچاوے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ آج تک گورنمنٹ اور اُس کے پادریوں نے کسی کو بالجبر عیسائی نہیں بنایا۔ باقی مضامین ان صفحات کی تردید پہلے گذر چکی ہے۔ صفحہ ۱۱۷ کا حاصل مسلم کی حدیث میں اس جملہ پر فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شہرا او اربعین عاما اعتراض۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت مکث دجال کا علم نہیں۔ **اقول** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس مضمون میں علم

تدریجاً فقدر یجاً دیا جاتا تھا۔ اُس کو آپ بیان فرماتے رہے اور جتنی قدر میں جب تک علم نہ دیا جاوے
اس کی لاعلمی بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ دجال کی نسبت پہلے آپ کو پورے طور پر معلوم نہیں
ہوا۔ اور پھر معلوم ہونے کے بعد حلیہ تفصیلی طور پر بیان فرمایا۔ ایسا ہی بہ نسبت ایام اُس کے
بھی سمجھنا چاہیئے۔ باقی مضامین اس صفحہ کی تردید ادنےٰ توجہ سے طالب علم بھی کر سکتا ہے اور پہلے
بھی گذر چکی ہے۔ صفحہ ۱۱۸ کا حاصل فی قتلہ عند باب لُدّ کے متعلق فرماتے ہیں کہ لُدّ جمع اَلَدّ بمعنے
جھگڑالو مراد اس سے لاٹ پادری ہے جو بمعہ اپنے ماتحت پادریوں کے ہلاک ہو رہا ہے یعنی
مسیح موعود (قادیانی) اُسکو ہلاک کر رہا ہے۔ **اقول** ناظرین خدارا انصاف حدیث شریف کیسا
کس قدر تمسخر ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تحریف نہایت بعید ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اگر
بالضرور آپ کو خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بکواس کی شوق ہے۔ تو پھر مناسب تر
یہ معلوم ہوتا ہے فی قتلہ عند باب لُدّ کا معنے یہ ہو۔ کہ مسیح موعود دجال کو قتل کریگا
لدھیانہ کے دروازہ کے نزدیک قادیان میں۔ دجل یعنی تحریف وغیرہ تو عرصہ سے واقع
ہو رہی ہے اب دیکھئے مسیح موعود کب تشریف لاتے ہیں۔ ایسے واہیات مضامین کا جواب کیا
لکھا جاوے۔ جواب تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص پیدا ہو۔ ایہا الناظرون
آیت اور حدیث کی تحریف سُنی نہیں جاتی ورنہ ہماری اور اُنکی کوئی عداوت وغیرہ نہیں۔ صفحہ ۱۱۹
کا حاصل طلوع الشمس من مغربہا کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ مخالف ہے والشمس تجری
لمستقر لہا ذالك تقدیر العزیز العلیم کے لئے۔ ہاں تاویلی معنے صحیح ہو سکتا ہے۔
کہ مراد اس سے یہ ہو کہ آفتاب توحید اسلام کا طلوع مغرب سے ہوگا۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ کے
ملکوں میں آفتاب توحید کا طلوع شروع ہو چلا ہے۔ **اقول** صحیحین میں مذکور ہے کہ مستقرہا تحت العرش
سو آفتاب کا چلنا اپنے قرار گاہ کی طرف بہر تقدیر ہو سکتا ہے۔ خواہ مشرق سے آفتاب کا طلوع
ہو یا مغرب سے اور تاویلی معنے آپ کا بالکل لغو ہے کیونکہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں وارد ہے
کہ تین علامات کے ظہور کے بعد کسی نفس کو ایمان لانا یا عمل صالح کرنا نفع نہ دیگا۔ مغرب سے
آفتاب کا طلوع الخ۔ اب امروہی صاحب کے نزدیک معنی یہ ہوگا۔ کہ امریکہ اور یورپ میں ظہور اسلام کے بعد کسی
نفس کو ایمان لانا نفع نہ کریگا۔ نعوذ باللہ من هفوات الجاهلین۔ صفحہ ۱۱۹ سے ۱۲۹ تک

ادنےٰ طالب العلم بھی ان صفحات کے مضامین کو رد کر سکتا ہے۔ صفحہ ۱۲۱ میں ریل گاڑی پر دابۃ الارض کا اطلاق ثابت کرنے کیلئے قاموس کی عبارت ذیل کو سند لاتے ہیں۔ والدابۃ مادب من الحیوان وغلب علی مایرکب جس سے صاحب قاموس کا یہ مطلب ہے کہ غالباً دابۃ کا اطلاق انہیں حیوانات پر ہوتا ہے جن پر سواری کی جاوے ص۱۲۹ اور ۱۳۰ کا حاصل یدفن عیسےٰ ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا جس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے۔ اس پر امروہی صاحب کے چند خدشات۔ اوّل یہ معارض ہے دوسری روایت کے جو عینی میں لکھی ہے۔ قیل یدفن فی الارض المقدسۃ پس بحکم اذا تعارضا فتساقطا کے ساقط الاعتبار ہو وینگے۔ دوسرا یدفن معہ وفی قبری کے کیا معنے ہیں۔ معیت زمانی بھی لزوم کذب کی وجہ سے مراد نہیں ہو سکتی اور معیت مکانی بھی دور از عقل و نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار شریف اکھاڑا جاوے اور حضرت عیسےٰ آپ کی قبر شریف میں دفن کئے جاویں۔ اور اگر لفظ معہ اور قبری سے بتاویل بعید آپکا مقبرہ مراد لیا جاوے تو معارض ہے حدیث ذیل سے۔ قالت لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیئاً قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع فراشہ اخیر کا فقرہ چاہتا ہے کہ عیسےٰ بن مریمؑ موضع فراش اپنے مدفون ہوں اور ظاہر ہے کہ موضع فراش عیسےٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو نہیں تھا۔ لہٰذا یہ حدیث روضہ پاک میں مدفون ہونے مسیح بن مریمؑ سے مانع ہے۔ **اقول** قیل یدفن والی روایت جس کے ضعیف ہونے پر قیل دال ہے بخاری کی روایت کو معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ معارضہ میں تساوی شرط ہے۔ اگر امروہی صاحب کی طرح کہا جاوے۔ کہ بخاری کی روائت کو آئت ذیل معارض ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا تو جواباً معروض ہے کہ اس آئت کا مفاد یہ ہے کہ منعم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں اسکا ہم کب انکار کرتے ہیں اور ہم کو مضر نہیں۔ ہاں آئت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ منعم علیہم کا ایکدوسرے

کے جوار میں مدفون ہونا نہیں ہوسکتا۔ تو البتہ آیت مذکورہ معارض ہوتی بخاری کی حدیث کو۔
د این ھٰذا من ذالک اور مراد معی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقبرہ ہے اور ترمذی
کی حدیث مذکور بخاری کی روایت کو بوجہ عدم تساوی وضعیف ہونیکے معارض نہیں ہوسکتی
وقال غریب وفی اسنادہ عبد الرحمٰن بن بکر الملیکی یضعف من قبل حفظہ
مُلا علی قاری شرح مشکوۃ اور بالفرض اگر تساوی دونوں روایتوں کا مانا بھی جاوے۔ تو بھی ترمذی
کی حدیث معارض نہیں ہوسکتی بلکہ مویّد ہے۔ کیونکہ ماقبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی
یحب اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُسکی مرغوب ومحبوب جگہ میں مقبوض فرماتا
ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ موضع فراش محبوب تھا۔ جس میں تنہا ہو کر شاغل بحق
ہوتے تھے۔ لہٰذا صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ ادفنوہ فی موضع فراشہ اور عیسےٰ ابن مریمؑ کو کیا بلکہ ہر
ایک مسلمان کو بغیر فرقہ مرزائیہ کے چونکہ مقبرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی محبوب ہے۔ لہٰذا بحکم
اسی حدیث ترمذی کے اُنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقبرہ طیبہ میں مدفون ہونا چاہیئے۔
موٴید کو معارض سمجھنا آپ ہی کا کمال ہے۔ ہاں اگر بجائے فقرہ مذکور ماقبض اللہ نبیا الا
فی موضع فراشہ ہوتا تو پھر بظاہر آپ کے خدشہ کی گنجائش تھی۔ اگرچہ بعد الغور یہ فقرہ
بھی بخاری کی روائت کے معارض معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماقبض
اللہ بصیغہ ماضی فرمایا ہے ارشاد کے وقت مسیح خارج تھا بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ماقبض
اللہ کی جگہ اگر مایقبض اللہ بھی بصیغہ استمرار تجددی کما ہو مدلول المضارع ہوتا تو بھی مسیح
بروائت بخاری مستثنےٰ ہوسکتا تھا۔ صد ۱۳۱ کا حاصل نزول مسیح ابن مریمؑ بروزی طور پر ہوگا۔
مسئلہ بروز کو فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۸ میں ملاحظہ کیا جاوے۔ **اقول** فتوحات کے ابواب مذکورہ
کا حاصل پہلے لکھا گیا ہے۔ جس میں اصلاً بروز عرفی کا ذکر نہیں اور جو دلائل آیات سے امروہی صاحب
نے لکھے تھے ان کا جواب بھی گذر چکا ہے۔ صد ۱۳۲ کا حاصل جو تعارضات اس قسم کے ہیں۔ کہ
بلحاظ قواعد عربیہ واصول ادبیہ کے اُن میں تطبیق نہیں ہوسکتی وہ بحکم اذا تعارضا تساقطا کے
ساقط الاعتبار ہیں۔ **اقول** کوئی حدیث دوسری حدیث سے معارض مسئلہ نزول مسیح ابن
مریمؑ بعینہ لا بمثیلہ میں نہیں۔ چنانچہ مفصل لکھا گیا ہے۔ آپکے قواعد عربیہ اور اصول ادبیہ مضحکہ طلباٗ

ہو رہے ہیں۔ صفحہ ۱۲۲ سے ۱۴۶ تک ان صفحات میں جو کچھ امروہی صاحب نے متعلق آئت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کے لکھا ہے وہی مضامین مکررہ ہیں۔ جن کی تردید ہو چکی ہے۔ صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک کا حاصل تمام قرآن مجید میں توفاہ اللہ بمعنے قبض اللہ روحہ کے آیا ہے اور تمام احادیث اور تمام صحابہ کرام کے محاورات میں اور تمام لغت کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔ دیکھو لسان العرب، تاج العروس، قاموس وغیرہ وغیرہ قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی سوا آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر ایسی پیش کر دیویں جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض اللہ روحہ کے لیئے ہوں جس طرح پر کہ ہم ۲۳ آیتیں قبض روح کے معنی میں پیش کرتے ہیں یا کسی حدیث یا صحابی کے محاورہ یا کتب لغات معتبرہ عرب میں سے اس قسم کے محاورہ کے معنی سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں تو حضرت اقدس مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ وجہ رابع میں مؤلف صاحب نے معنے مراد ہمارے بخوبی تسلیم کر لئے ہیں۔ توفی یا بہ معنی نیند ہوگی یا بمعنے موت کے اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے بدلائل یقینیہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس میں رفع روحانی مراد ہے لہذا آئت متوفیک اور فلما توفیتنی میں چونکہ نیند کے معنے ہو نہیں سکتے۔ لہذا معنے موت کا ہی متعین ہوا۔ اور پھر اگر تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ آیت متنازعہ فیہا کے معنی پورا قبض کر لینے کے ہیں تو اس معنی سے جسم کا رفع آسمان پر کیونکر لازم آیا کیونکہ یہاں پر پورا قبض کر لینا بہ نسبت نوم کے کہا جا سکتا ہے اس وجہ سے کہ موت میں قبض تام یعنی قبض مع الامساک ہوتا ہے اور نیند میں قبض ناقص یعنی قبض مع الارسال۔ اقول الحمد للہ کہ امروہی صاحب کو بھی بذریعہ شمس الہدایۃ کے اتنی روشنی تو ملی کہ توفی کا معنی منحصر موت میں نہیں رکھا۔ چنانچہ قبل از ملاحظہ شمس الہدایئت اپنے تصانیف میں بہ تقلید قادیانی توفی کا معنے موت ہی سمجھتے رہے اور نیند پر توفی کا اطلاق مجاز مستعار کے طور خیال فرماتے رہے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول قریب ۲۳ آیات۔ اب اسجگہ امروہی صاحب صفحہ ۱۴۶ سطر ۱۹ پر لکھتے ہیں (تو معنی اُسکے سوا قبض اللہ روحہ کے اور کچھ نہیں) جس سے ضمنا اقرار پایا جاتا ہے کہ نیند بھی موت کی طرح معنی حقیقی ہے توفی کے لئے بعد ظہور تخالف بین المرشد والمرید۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ امروہی صاحب نے توفی کا معنے صرف قبض روح ہی لیا ہے

چنانچہ عبارت مسطورہ اُن کی (قبض اللہ روحہ) اسی پر دال ہے تو موت اور نیند چونکہ فرد ہیں مطلق قبض روح کے لئے۔ لہٰذا موت اور نیند معنے مجازی ٹھہرے۔ کما ھو المتفق ان اللفظ الموضوع المطلق اذا استعمل فی فرد من افرادہ یکون مجازا۔ اور یہ خلاف ہے ان کے مزعوم سے کیونکہ وہ موت کو توفی کا معنی حقیقی ٹھہراتے ہیں اور پھر نظر ثانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روح توفی کے کل تصریفات کے موضوع لہ سے خارج ہے اسپر آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا شاہد کافی ہے کیونکہ انفس کو جو یہ معنی ارواح کے ہے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور قول بالتجرید چنانچہ امروہی صاحب نے ص۱۴۸ کے منہیہ میں لکھا ہے مستلزم ہے مصادرہ علی المطلوب کو اور نیز منافی ہے آیت مسطورہ کیلئے۔ پس معلوم ہوا کہ توفی کا مدلول صرف قبض ہی ہے جسکے لئے اضافت الی الروح یا الی غیر الروح اور یہ تقدیر اول تقیید بالامساک یا ارسال عارض میں سے ہے۔ بحسب اختلاف المواقع اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے عیسےٰ ابن مریم کا رفع جسمی ثابت ہو چکا ہے جس کے برخلاف امروہی صاحب نے ۲۳ آیت سے متمسک ہو کر بہتیرے ہاتھ پاؤں سال بھر عنکبوت کی طرح مارے اور بحکم وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت آخر کار اُسکے گھر کا تار و پود اُکھاڑا گیا۔ لہٰذا قول القائل توفی اللہ عیسیٰ یا قولہ تعالیٰ انی متوفیك اور فلما توفیتنی میں قبض جسمی لیا جاویگا۔ اور یہ خیال کرنا کہ ۲۳ جگہ توفی سے معنی موت لیا گیا ہے لہٰذا اسجگہ بھی معنی موت ہی کا لیا جاویگا بالکل جہالت و بطالت ہے۔ گویا بمنزلہ اس قول کے ہوا کہ آدم علیہ السلام بھی بدلیل انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج و قولہ تعالیٰ خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب مخلوق من النطفہ ہے اور دوسری آیت جو آدم علیہ السلام کو آیات مسطورہ سے مستثنےٰ ٹھہرا رہی ہے۔ یعنے خلقہ من تراب اُس کی تاویل مثلاً یہ ہے۔ تراب سے نطفہ مراد لیا جاوے۔ کیونکہ نطفہ خاکی انسان سے خارج ہوتا ہے۔ اور خاک زاد مطعومات کے ہضم رابع کا فضلہ ہے یا قادیانی تاویلات کی طرح کہہ دیا جاوے کہ تراب میں لطیف اشارہ ہے تر آب کی طرف یعنی تر و تازہ پانی وغیرہ بکواسات اور یہ سوال کرنا کہ قرآن مجید میں محل متنازع فیہ کے سوا کسجگہ توفی سے قبض جسمی لیا گیا ہے بمنزلہ اس قول کے ہوا جو مثلاً کہا جاوے۔ کہ خلقہ من تراب کا معنی خاکی الاصل ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ

نوع انسانی میں سے کسی شخص کا خاک سے بنایا جانا ثابت کیا جاوے۔ ورنہ آدم کو بھی بشہادت لکھو کھا امثال کے جو نوع انسانی میں موجود ہیں مخلوق من النطفہ ٹھہرایا جاویگا۔ اگر کہا جاوے خلقہ من تراب میں ذکر تراب کا صریح طور پر واقع ہے۔ بخلاف بل رفعہ اللہ الیہ کے کہ اس میں قید (جسمی) مذکور نہیں تو ہم کہیں گے۔ کہ ثابت بدلیل قطعی کالمذکور ہوتا ہے بڑا تعجب ہے کہ جس سوال کا استحقاق ہم کو حاصل ہے وہی سوال ہم پر وارد کیا جاتا ہے جس امر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر صحابہ اور تابعین وتبع تابعین مفسرین ومحدثین کا اتفاق اور اجماع ہے اس میں ہمارے سے احادیث واقوال صحابہ وغیرہم رضی کے محاورات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا متصور ہو سکتا ہے۔ کہ احادیث نزول وقول عمرؓ روز وفات شریف (انما رفع کما رفع عیسےٰ) جس کے پہلے فقرہ (انما رفع) ہی کی تردید خطبہ صدیقیہ میں کی گئی اور فقرہ ثانیہ (کما رفع عیسٰے) بوجہ مسلم اور اجماعی ہونے کے مقولہ عمرؓ میں مشبہ بہ ٹھہرایا گیا۔ اور اجماعی ہونے کی وجہ سے خطبہ صدیقی کی تردید بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی۔ ورنہ در صورت مردود ٹھہرانے (کما رفع عیسےٰ) کے ائمہ کے اقوال مسطورہ ذیل جو پہلے بھی بابسط لکھے گئے ہیں کیسے صحیح ہو سکتے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سب امت مرحومہ کا اجماع ہے نزول مسیح ابن مریمؑ بعینہ لا بطریق البروز پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کے مجمع علیہ ہونے کو کیونکہ نزول بعینہ کا مجمع علیہ ہونا بغیر اسکے کہ رفع جسمی مسیح کو مجمع علیہ مانا جاوے ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ سیوطی کتاب اعلام میں لکھتے ہیں۔ انہ یحکم بشرع نبینا ووردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع اور شوکانی نے مؤلف مستقل ہیں اس کو بالوضاحت لکھا ہے اور غیر اُسکے نے اپنی تالیفات میں اور طبری نے اسکی تصحیح کی ہے۔ دیکھو فتح البیان صفحہ ۳۴۴ جلد ۲ اور نووی صحیح مسلم کی شرح جلد اخیر کے صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے کہ نزول عیسےٰ علیہ السلام وقتلہ الدجال حق صحیح عند اہل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ الخ۔ اب عاقل کو بعد لحاظ مضمون بالا اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ معنی قبض جسمی کا مطابق محاورہ قرآن وسنت واقوال صحابہ وتابعین و ائمہ مجتہدین ومفسرین ومحدثین وفقہا کے ہے۔ یہ سوال تو ہمارا حق ہے کہ آپ محاورہ قرآن

یا حدیث یا اقوال صحابہ وغیرہم سے نزول بروزی کو ثابت کریں یا صرف روحانی کا مراد ہونا
کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی وغیرہم سے دکھلائیں۔ رہی لغت سو اس کا وظیفہ
یہ نہیں کہ اُس میں متعلقات فعل ہیں سے مواد استثنائیہ کا ذکر بھی ضروری سمجھا جاوے۔
تاکہ توفی اللہ عیسےٰ بمعنے رفع اللہ جسم عیسےٰ کا ذکر واجب ہو۔ جب لغت نے منجملہ معانی توفی
کے معنے رفع کا بھی شمار کر دیا۔ تو بعد قیام قرینہ ایک معنی کی تعیین من بین المعانی ہو سکتی ہے
احادیث متواترہ اور اجماع سے بڑھ کر کونسا قرینہ ہوگا اجماع کے برخلاف صرف بعض
معتزلہ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ جس میں انکار از احادیث نزول اُن کی طرف منسوب ٹھہرا ہے
اس قول کو علماء نے بوجہ بناء فاسد علی الفاسد کالمعدوم خیال کر کے مصادم اجماع نہیں قرار دیا
کیونکہ نووی کی عبارت سے جو پہلے بالاستیعاب مذکور ہو چکی ہے صاف ظاہر ہے قول
بالبروز کو صوفیہ نے بوجہ مخالفت اجماع و احادیث صحیحہ متواترہ کے مردود لکھا ہے۔ چنانچہ پہلے
گذر چکا ہے۔ اُلٹا قادیانی صاحب اس قول کو جو صوفیہ کرام کے نزدیک مردود ٹھہرا ہے
صوفیہ کرام ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دیکھو اقتباس الانوار۔ بعد ثبوت اس امر کے کہ معنی
قبض جسمی کا قرآن اور حدیث و اقوال صحابہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اب ہم امروہی صاحب کے اس
قول کی طرف جو صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے (لغات معتبرہ عرب میں سے کسی ایک سے بھی اس
قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں) ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔
جواباً معروض ہے۔ اور بالمقابل درخواست ہے کہ آپ ہی توفی اللہ عیسےٰ کو جو حکایت
ہے عیسےٰ کی توفی قبل النزول سے کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی یا لغات معتبرہ
عرب سے نکال دیویں کہ فقرہ مذکورہ میں توفی بمعنی موت کے ہے۔ ہم نے تو توفی اللہ عیسےٰ
قبل النزول کا معنے حسب تصریح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجماع صحابہ وغیرہم کے قبض جسمی کا
ثابت کر دیا ہے۔ جس پر لغت بھی شاہد ہے۔ کیونکہ توفی بمعنے قبض کے تصریح لغت
میں موجود ہے۔ اور خصوصیت قید جسمی کی خصوص مقام سے مستفاد ہے اور اسی معنے
کی طرف امام فخر الدین رازی نے صحت کی نسبت کی ہے۔ انی متوفیک
التوفی اخذ الشیئ وافیا الی قولہ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و

بجسدہ پھر اس کے مابعد لکھا ہے وھو جنس تحتہ انواع بعضھا بالموت وبعضھا بالاصعاد الی السماء۔ تفسیر کبیر۔ وقال ابن جریر توفیہ ھو دفعہ ابن کثیر۔ اور لغت میں تصریح کی گئی ہے۔ کہ توفی کا اطلاق میت پر بعد تحقق موت مجاز ہوتا ہے نہ حقیقۃ۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے۔ ومن المجاز ادرکتہ الوفات ای الموت والمنتہ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ وفی الصحاح روحہ اس عبارت میں توفاہ اللہ کے محاورہ کو معنے موت میں مجاز لکھا ہے جس سے ثابت ہوا کہ فلما توفیتنی میں معنے موت کا لینا مجاز ہے اور چونکہ احادیث نزول واجماع کے رو سے ارادہ معنی حقیقی یعنی قبض کا متعین اور مجازی یعنی موت کا بغیر تقدیم وتاخیر متوفیک ورافعک میں ممتنع ہے تو قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین وغیرہم ولغت سے ثابت ہوا۔ کہ توفی اللہ فلانا کا محاورہ نفس قبض میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ وقد یکون الوفاۃ قبضا لیس بموت چنانچہ یہی سورہ انعام اور زمر کی آیات سے مراد ہے۔ اب ہم زور سے کہہ سکتے ہیں کہ توفی کا استعمال حقیقۃ نفس قبض میں ہے اور موت اور نیند میں مجازاً تو ارادہ موت یا نیند بغیر قرینہ صارفہ کے جائیز نہ ہوگا ۲۵ مقام میں سے دو مقام متنازعہ فیہ یعنے متوفیک و توفیتنی میں بعد لحاظ خصوص المحل تو علۃ موجبہ لارادۃ المعنے الحقیقی موجود ہے باقی تیئیس ۲۳ مقامات میں بعد قیام قرینہ کسی جگہ موت کسی جگہ نیند کسی جگہ کچھ اور مراد ہے۔ دیکھو لسان العرب وتفاسیر محاورہ مذکور کا استعمال استیفاء عمر میں بھی ثابت ہے مجمع البحار میں متوفیک اے متوفی کونک فی الارض۔ اور تکملہ مجمع البحار میں توفی کے محاورہ کا استعمال بھی استیفاء عمر میں معلوم ہوتا ہے۔ توفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ ظاھرہ لایلائم ماروی انہ لم یصب احد منھم شیئ۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ توفی کا معنی اکمال عمر بھی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے سے اس معنے کے لینے پر شواہد لئے جاتے ہیں جسکے ارادہ پر سارے عالم کا بغیر از چند جہلا کے اتفاق ہے اور معنی حقیقی بھی بحسب تصریح کتب لغت وہی ہے۔ اور اپنی خبر ہی نہیں۔ کہ سراسر جہالت وتحریف ومخالفۃ اجماع واستنباطات فاسدہ وغلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ دین کی

طرف خلاف مذہب اُن کا منسوب کیا گیا ہے۔ اور غیر اجماعی کو اجماعی و بالعکس ٹھہرایا
گیا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ایک آیت بھی سواء آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر کے ایسی پیش
کریں۔ جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سواء قبض روح کے لئے ہوں)
اس کے بالمقابل ہماری درخواست ایسی نظیر ہم پیش کریں گے مگر پہلے آپ کسی آیت میں
منجملہ ۲۳ آیت کے توفی کے وقوع کا محل ایسا شخص بتاویں۔ جس کے زندہ اُٹھایا جانے
پر احادیث صحیحہ متواترہ و اجماع اُمت شاہد ہوں۔ تاکہ ہم وہاں پر بھی قرینہ موجبہ للتعیین کیوجہ
سے معنے قبض جسمی کا لیویں۔ کیونکہ ہمارے ارادہ کی مدار تو اسی پہ ہے مکرر لکھا جاتا ہے کہ
اس سوال کی نظیر یہ ہے کوئی کہے مثلاً سب جگہ قرآن میں آدمی کا پیدا ہونا نطفہ سے مذکور ہے جس پر
قانون قدرت کے نظائر متکثرہ بھی شاہد ہیں تو محل متنازعہ خلقہ من تراب میں بلا تاویل آدم
کا مٹی سے پیدا ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے۔ کہ آدم کے بغیر کسی اور کا پیدا ہونا مٹی سے کسی آیت
میں دکھایا جاوے۔ ورنہ ایک شخص کا مخالف ہونا اپنے نوع سے پیدائش میں کیا معنے
رکھتا ہے اور ادھر ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا بھی موجود ہے لہذا خلقہ من تراب
واجب التاویل ٹھہرا۔ ناظرین قادیانی و امروہی صاحبان کے استدلالات اسی قسم کے ہیں۔ الحاصل
محل نزاع میں چونکہ خصوصیت محل ہی مؤثر ہے تعیین معنی قبض جسمی میں لہذا نظائر کا مطالبہ جہالت
ہے۔ ہاں اس نزاع کا فیصلہ ایک آسان طریق سے ہو سکتا ہے۔ اثبات خصوصیات کے
بالمقابل امتناع خصوصیت پیش کریں اور وہ مستلزم ہے انکار حدیث صحیحہ و اجماع و تصریحات علماء
وکتب لغت کو۔ اخیر میں امروہی صاحب نے آیت متنازعہ فیہا میں معنی قبض کا تو مان لیا ہے
مگر قبض مع الامساک کو بہ نسبت قبض مع الارسال کے ناقص ٹھہرانے کی وجہ سے استلزام رفع
جسمی کا قول نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ دلائل خصوصیت محل بعد الاقرار بمعنے القبض کے جبراً استلزام
مذکور کو تسلیم کراتے ہیں فتسلیم معنی القبض بالاستیعاب اقرارٌ بالرفع الجسمی من حیث لایشعر۔ اور
ہم نے شمس الہدایت میں توفی کا معنے مطلق قبض لکھا ہے۔ پس ہمارے پر الزام کہ توفی کا معنے
قبض روح مان لیا ہے) بالکل بہتان ہے۔ دیکھو صفحہ ۳ شمس الہدایت کا۔ صفحہ ۱۸ کا حاصل
وہی بہتان بہ نسبت کتاب اللہ و محققین علماء اسلام و صوفیاء کرام کے کہ یہ سب بروز کے

ثبت ہیں۔ **اقول** بالکل لغو اور جہالت ہے۔ چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عود ایلیا میں تو
کتاب سلاطین سے تمسک اور صعود ایلیا سے انکار جو دونوں اُس میں سے مذکور ہیں۔ یہی مطلب ہے،
شمس الہدائیت کا۔ صفحہ ۱۵۱ کا حاصل شمس الہدائیت کی عبارت (یا مسیح کے مصلوب ہونے میں
پہلے اناجیل اربعہ سے کام لیکر الی قولہ منحرف نہیں ہوئے) اسپر امروہی صاحب لکھتے ہیں لعنۃ اللہ
علی الکاذبین مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا توہم رد ہی کر رہے ہیں ہمارے تمام رسائل میں
اس کا رد موجود ہے۔ **اقول** امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے مسیح کا
مصلوب ہونا اناجیل سے نہیں لیا۔ کیونکہ مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا توہم رد ہی کر رہے ہیں ہاں
صرف صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر قتل بالصلیب سے محفوظ رہنا لیا ہے۔ مگر وہ بھی قرآن مجید سے
گویا قادیانی صاحب پر دو وجہ سے بہتان باندھا گیا ایک یہ کہ اُس نے مسیح کو مصلوب نہیں کہا۔ معہذا
اُسکی طرف یہ ناگفتہ قول منسوب کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اُس نے صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا
اور پھر محفوظ رہنا اناجیل سے نہیں لیا باوجود اس کے یہ ناکردہ گناہ بھی اُسپر عائد کیا جاتا ہے۔ لہٰذا
ہم مفتری کاذب پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ بعد تشریح غرض امروہی
صاحب کے جواباً معروض ہے کہ ازالہ اوہام حصہ اوّل کے صفحہ ۳۸۱ سطر ۲ پر ملاحظہ ہو کہ قادیانی صاحب لکھتے
ہیں (سو اُنہوں نے تین مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا پھر اسی صفحہ پر ہے (بالاتفاق مان لیا گیا ہے
کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آجکل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسّہ ڈال کر
ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ پھر اسی صفحہ میں ہے (جن کی وجہ سے چند منٹ میں ہی
مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا گیا) اور پھر صفحہ ۳۸۲ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں (پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا)
ناظرین عبارات مسطورہ بالا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ شمس الہدائیت کے دونوں الزام قادیانی صاحب
پر واقعی اور سچے ہیں کیونکہ ازالہ میں اناجیل کی روایات سے یہ مضمون لیا گیا ہے اور زندہ مسیح پر مصلوب
کا اطلاق بھی کیا گیا ہے۔ لہٰذا شمس الہدائیت کا انتساب صحیح اور بجا ٹھہرا۔ اور لسان العرب کی نقل اُلٹی
قادیانی پر پڑی۔ اب ہم ترکی بہ ترکی لعنت نہیں دیتے بلکہ بجائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کے بھی کہتے ہیں (یغفر اللہ للخاطئین) اس مقام پر امروہی صاحب نے لسان العرب[1]
کا حوالہ دے کر اپنے مرشد صاحب کو بچانا چاہا۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر

[1] لسان العرب میں الصلب القتلة المعروفة مجاز مرسل کے طور پر واقع ہے جو لزوم تکرار بے فائدہ نہیں پایا جا سکتا کہ امر فی بیان معنی و ما صلبوہ ۱۲ منہ۔

اسکو جانے دیجئے اپنا فکر کیجئے۔ پاداش لعنت بہ لعنت تو ہم نے معاف کیا۔ مگر یہ گل دیگر شگفت کیا ہے جو آپ اسی مقام پر لکھتے ہیں (دیکھو بحث حرف لکن کی جو واسطے دفع کرنے وھم ناشی عن الکلام السابق کے آتا ہے کما مر) کیا صلیبی واقعہ بغیر قتل کی واقعیت قرآن مجید سے آپ ثابت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں کما مر۔ الغرض اناجیل کو بوجہ خود غرضی کے مانتے بھی ہیں اور اسی وجہ سے پھر منحرف بھی ہوتے ہیں اور جھٹ قرائن قویہ بھی پیدا کر لیتے ہیں۔ کیا یہ چند اصول آپکے (قرائن قویہ) قانون قدرت) (تعارض) اور (تساقط) بے محل روافض کے تقیہ کی طرح نہیں ص۱۵۲ کا حاصل وہی ہے جسکی تردید بحث لغت و احادیث نزول و اجماع میں گذر چکی ہے ص۱۵۳ کا حاصل صحیح بخاری میں ہے قال ابن عباس متوفیك ممیتك جسکی اسناد عمدۃ القاری میں حسب ذیل لکھی ہے ثم ان تعلیق ابن عباس، ھذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیه حدثنا ابو صالح حدثنا معاویه عن علی بن ابی طلحه عن ابن عباس اھ یہ مخالف ہے ان مرویات کے جو بل رفعه الله الیه اور ایسا ہی ولکن شبه لھم اور ایسا ہی فلما توفیتنی اور ایسا ہی قبل موته اور ایسا ہی وانه لعلم للساعة کے متعلق لکھے گئے ہیں جب تک وہ روایات علی شرط البخاری نہ ہوں اور دیگر نصوص قطعیہ کے برخلاف بھی نہوں اور باہم بھی متعارض نہوں تب تک کیونکر اُن کو قبول کیا جاوے۔ آپ اپنے مرویات کی رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کیجئے اور بعد اسکے وجوہ ترجیح بیان کیجئے پھر ہمیں قبول کرنے سے کیا انکار ہے۔ **اقول** روایت قال ابن عباس متوفیك ممیتك ہمارے مرویات متعلقہ آیات مذکورہ کے برخلاف نہیں الا درصورتیکہ متوفیك ورافعك الی میں قول بالتقدیم والتاخیر نہ کیا جاوے اور فلما توفیتنی کے صدر میں قال بمعنی یقول نہ لیا جاوے۔ مگر قتادہ سے قوله سبحانه انی متوفیك ورافعك الی میں انی رافعك الی ومتوفیك مروی ہے جسکو مفسرین نے منظور رکھا ہے اور بخاری نے قال بمعنے یقول لیکر آیت فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول ٹھہرایا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری اسی صفحہ میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بخاری نے متوفیك بمعنی ممیتك کا تحقق فیما بعد النزول لیا ہے یہ تو بخاری کا فیصلہ ہے۔ رہا قول بالتقدیم والتاخیر جو قتادہ سے مروی ہے سو اسکا قائل بخاری بھی ہے چنانچہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اور علامہ سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لایا ہے اور چونکہ علامہ

سیوطی کی نسبت ازالہ اوہام میں بڑے زور اور بسط سے لکھا گیا ہے کہ ان کے پاس صحت کا معیار کشف بھی ہے دیکھو ازالہ اوہام جلد اوّل صفحہ ۱۵۰ سے ۱۵۳ تک جسمیں یہ بھی مندرج ہے کہ صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آئیت اور حدیث کی مانند ہے اور پھر ص ۱۵۱ پر جلال الدین سیوطی رحؒ کو اہل کشف میں سے شمار کیا گیا ہے جنہوں نے بہتیری حدیثوں کی تصحیح بذریعہ کشف کی ہے اور پھر صاحب کشف کی تصحیح کو علماء حدیث کی تصحیح پر ترجیح دی گئی ہے۔ اب ہم قادیانی صاحب و امروہی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ شخص فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول کہنے والا اور آیت متوفیک ورافعک الی میں تقدیم وتاخیر کے قول کو منظور رکھنے والا وہی امام بخاری ہے اور وہی امام ہمام جلال الدین سیوطی ہیں یا کوئی اور بر تقدیر اول حسب مسلمات اپنے کے تائب ہوکر اہل اجماع ومومنین بما جاء به الرسول علیه السلام کے ساتھ شامل ہو جائیں اور بر تقدیر ثانی انکی مغایرۃ اپنی بخاری وعلامہ سیوطی مسلم شدگان سے ثابت کیجئے ودونه خرط القتاد جب یہ ثابت ہوچکا کہ بخاری کی روایت ہمارے مرویات مذکورہ فی شمس الہدائیت کے برخلاف نہیں تو تعارض کہاں ہے تاکہ بیان توثیق وترجیح کی ضرورت ہو۔ ہاں اگر آپکو صرف رفع جہالت کی غرض ہے تو اثر ابن عباس متعلق بل رفعه الله الیه کی اسناد کو حسب ذیل ابن کثیر میں دیکھو قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس الخ پھر اسی کے متعلق لکھتے ہیں وهذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواه النسائی عن ابن کریب عن ابی معاویة نحوه وکذا رواه غیر واحد من السلف الخ اثر کے کسی فقرہ میں رواۃ کا اختلاف قدر مشترک کو جسپر اجتماعی عقیدہ کا مدار ہے مضر نہیں ہوسکتا۔ اور ابن جریر نے ابی مالک سے اور عبد بن حمید وابن المنذر نے شہر بن حوشب سے متعلق آیت وان من اهل الکتاب کے اخراج کیا ہے اور حافظ ابن کثیر وعلامہ سیوطی وغیرہم من الثقات کی توثیق وتصحیح کافی ہے اور چونکہ یہ مرویات بخاری کی روایت مذکورہ بالا بلکہ مذہب اُس کے لئے موید ہیں لہذا واجب التسلیم ٹھہریں گے دیکھو مقدمہ فتح البیان جس میں خلاصہ کے طور پر یہ بھی مندرج ہے کہ سیوطی جیسے لوگوں کا اخراج کافی ہے توثیق اسناد میں اور قادیانی صاحب کے نزدیک تو کشفی معیار والوں کو ائمہ صحاح ستہ پر بھی فوقیت ہے بناءً علیہ اگر بخاری کی روائیت اور ہمارے مرویات میں بالفرض تخالف بھی ہوتا تو

سوال مذکورہ کے مستحق ہم تھے یعنے یہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری مرویات چونکہ کشفی معیار سے تصحیح کی گئی ہیں۔ لہذا بخاری کی روایت بحسب مسلمات ومصرحات آپکے اُن کی معارض نہیں ہو سکتی اور بہ تقدیر فرض التساوی بحکم اذا تعارضا فتساقطا کے دونوں ساقط الاعتبار ٹھہریں گی۔ پس سب آیات توفی میں وہی قبض جسمی کا بحسب خصوص المحل متعین ہو گا۔ جب آپ یہ دشوار مرحلہ طے فرماویں گے ورنہ خرط القتاد پھر بھی آپکو اہل اجماع ہی کے ساتھ شامل ہونا پڑیگا۔ ص۱۵۳ کے آخیر سے صفحہ ۱۶۹ تک کا حاصل نمبر ا پیشنگوئی کی حقیقت تفصیلی پر اجماع کا انعقاد کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امت ایسی پیشین گوئی کی تفصیلی حقیقت پر اجماع کرے تو یہ اجماع کورانہ نہیں تو اور کیا ہے۔ نمبر ۲ مسیح کے رفع جسمانی پر کس وقت میں تمام مجتہدین نے اجماع کیا۔ بلکہ وفات شریف کے دن کل صحابہؓ کا اجماع کل مرسلوں کی بالخصوص عیسٰے ابن مریمؑ کی وفات پر منعقد ہُوا۔ دیکھو ہمارا رسالہ القسطاس المستقیم وغیرہ کو۔ نمبر ۳ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج اور عیسٰے ابن مریمؑ کا رفع اگر جسم کے ساتھ ہوتا تو منکرین کو اس کا دکھایا جانا ضروری تھا۔ نمبر ۴ کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دکھائی جاوے جس میں عیسٰے کا رفع بجسدہ العنصری مذکور ہو۔ نمبر ۵ بڑا افسوس ہے علماء اتنا بھی نہیں جانتے کہ نزول کا معنے کسی مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۶ قدر مشترک احادیث نزول کا مصداق بالضرور حضرت اقدس ہیں۔ نمبر ۷ مطالبہ اس امر کا کہ متمسک بہا مرویات کے کل رواۃ کی توثیق وتعدیل علی شرط البخاری کی جاوے۔ نمبر ۸ ابن عباس کے نزدیک اگر متوفیک کا معنے ممیتک نہیں تو پھر دوسرا کوئی معنی ابن عباس سے نقل کرنا ضروری تھا۔ نمبر ۹ تمام قرآن مجید ومحاورات عرب میں توفاہ اللہ کا معنے قبض اللہ روحہ' کا آیا ہے۔ نمبر ۱۰ مدت اقامت مسیح کی روایات میں جو تعارض ہے اسکی تطبیق بھی تو ضروری ہے۔ نمبر ۱۱ میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ ناحق اس مناظرہ میں شامل ہو کر دقت میں پڑ گئے۔ آپ کو جہال میں معتبر بننے کے لئے گدی نشینی ہی کافی تھی۔ **اقول**۔ نمبر ا پیشینگوئی کے قدر مشترک پر جو نزول مسیح ابن مریم بعینہ لا بمثیلہ ہے اجماع ہے نہ ہر ایک خصوصیت متعارضہ بالاخری پر چنانچہ آپکا اقرار نمبر ۶ میں موجود ہے۔ اجماع امت کو کورانہ کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ نمبر ۲ مجتہدین کے اقوال مفصلہ ابتداء رسالہ میں اور ایسا ہی خطبہ صدیقیہ کا بیان بھی پہلے گذر چکے ہیں۔ نمبر ۳ یہ اصلاح

اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ دیجئے تاکہ علاوہ لنریہ من آیتنا اور عصمۃ عن الیہود کے اور فائدہ بھی
حاصل ہو جاتا۔ نعوذ باللہ من ھفوات الجاہلین ۵ حدیث چونکہ قول صحابی کو بھی شامل ہے
لہٰذا ابن عباس کا اثر جس کو اوپر باسناد صحیح بحوالہ ابن کثیر و نسائی وغیرہ کے ذکر کیا گیا ہے بلکہ کل
احادیث نزول کی بعد بطلان احتمال البروز رفع بجسدہ العنصری کے مثبت ہیں۔ نمبر ۵
علماء کو نزول بعد الرفع الجسمی کا معنے خوب معلوم ہے آپ کی نادانی قابل افسوس ہے نمبر ۶
آپ نے اس مقام میں اپنی ساری کتاب کے برخلاف احادیث نزول سے مشترک کے ثبوت
کا اقرار کر دیا۔ گویا کل کارروائی اپنی کا تار و پود اکھاڑ دیا۔ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔
۷ اس مطالبہ کا جواب گذر چکا ۸ آپ کو کچھ فن مناظرہ سے بھی وقوف ہے کیا مانع کو
مدعی خیال فرماتے ہیں۔ ہاں رفع جہالت کے لئے اگر سوال ہے تو تبرعاً دکھلایا جاتا ہے
ابن عباس کا وہ قول جو بحوالہ درمنثور فلما توفیتنی کے متعلق اخرج ابوالشیخ عن ابن عباسؓ
الخ شمس الہدایت میں لکھا ہوا ہے ۹ اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے ۱۰ ابوہریرہؓ کی حدیث
مرفوع میں جو ابوداؤد میں ہے۔ جس کو باسناد مبہم احمد نے بھی روایت کیا ہے مدت اقامت عیسےٰ
چالیس سال مذکور ہے اور مسلم والی حدیث جس میں سات سال کا ذکر ہے انکے مابین تطبیق پہلے بیان
کی گئی ہے اور نعیم بن حماد والی حدیث جس میں اُنیس سال کا ذکر ہے وہ چالیس سال والی حدیث کے
بوجہ عدم تساوی معارض نہیں ہو سکتی البتہ بخیال اثبات قدر مشترک ہمارے مدعی کیلئے مفید ہے۔ سیوطی
کی مرقاۃ الصعود اور بیہقی کی کتاب البعث والنشور کو ملاحظہ فرماویں۔ نمبر گیارہواں ایراد لاحل
معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اقرار کرتا ہوں کہ ع بترنالم کہ خواہی گفت آنی۔ صفحہ ۱۵۹ کے نصف سے
صفحہ ۱۶۱ تک کا حاصل ان صفحات میں امروہی صاحب نے ابن عباس و قتادہ و بخاری بلکہ
جتنے مفسرین کہ جنہوں نے متوفیک سے معنے ممیتک لیکر آیت میں تقدیم تاخیر کہی ہے سب کی طرف
تمسخر کے طور پر نسبت اصلاح فی القرآن کی ہے یعنی قائل بالتقدیم والتاخیر قرآن میں اصلاح کرتا ہے
کہ اصل عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی یا عیسےٰ انی رافعک الی ثم متوفیک بعد الاصلاح بھی ناکام ہی
رہی کیونکہ بعد رفع کے بھی اب تک آسمان پر حضرت عیسےٰ کی وفات نہیں ہوئی پیشین گوئی و
جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کی بھی چونکہ شمس الہدایت

کی تصریح کے مطابق واقع ہو چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۴ سطر ۲۳۔ لہذا مؤلف کے نزدیک نظم قرآنی یوں ہونی چاہیئے۔ کہ یا عیسےٰ انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا ومتوفیک الی یوم القیامۃ پھر متوفیک الی یوم القیامۃ کے کیا معنے ہونگے اور اگر الی یوم القیامۃ کو بھی آپ متوفیک سے مقدم کریں گے۔ تو آپ کے نزدیک حضرت عیسےٰ کی وفات بعد قائم ہونے قیامت کے ہوگی۔ ایھا الناظرین! کیا ایسا ہی عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ ہوتا ہے۔ یہ قول تقدیم وتاخیر کا بغیر اُن فوائد کے جو مقتضائے اعجاز بلاغت ہیں محض غلط ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون۔ ولقولہ علیہ السلام ابدؤا بما بدأ اللہ بہ فبدأ بالصفا فرقی علیہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بمعہ امت مرحومہ کے مکلف ہیں۔ اس امر کے کہ ترتیب نظم قرآنی کے بموجب عمل درآمد فرماویں۔ **اقول** ۱۔ قول بالتقدیم والتاخیر کا معنے یہ نہیں (کہ اصل عبارت بجائے نظم قرآنی کے یوں ہونی چاہیئے تھی) جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے۔ بھلا جس قرآن کریم کا یہ شان ہے۔ قال تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ اس میں یوں نہ چاہیئے یوں چاہیئے کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ بلکہ معنی اس کا یہ ہے کہ ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں یعنی مقدم فی الذکر مثلاً موخر فی الوقوع ہے۔ لکن اختیار کرنا اس طرز کا ضرور کوئی وجہ رکھتا ہے جس کے بغیر وجوہ اعجاز وفوائد علم بلاغت متحقق نہیں ہو سکتے۔ پس نظیر بدیں وجوہ فوائد نظم کو ایسا ہی ہونا چاہیئے گو کہ مقدم ذکری مثلاً وجوداً اور تحقق میں موخر ہی ہو۔ ایھا الناظرون امروہی صاحب نے کہاں کی کہاں لگا دی۔ نمبر ۲ انی رافعک الی ثم متوفیک یا ومتوفیک کیا اس کا مقتضےٰ یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر مرے۔ بتایئے کس مادہ یا ہیئت کا مدلول ہے۔ نمبر ۳ یہ پیشگوئی بوجہ امتداد و استمرار فوقیت تا بروز قیامت متحقق نہیں ہو چکی اور نہ شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مفاد ہے دیکھو صفحہ مذکورہ سطر ۲۳ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفاء راشدین کے وقت میں یہود کا مغلوب ہونا کیا اس پر فوقیت تابعین الی یوم القیامۃ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے

ہرگز نہیں اور ترتیب فی التحقق والوجود برعایت مدلول احادیث متواترہ فی النزول اس طرح پر معلوم ہوتی ہے۔ انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ کیونکہ جعل مستمر الی یوم القیامۃ کا تحقق قیامت کے متصل متصور ہو سکتا ہے۔ ایھا الناظرین کی جگہ ایھا الناظرون چاہیئے۔ دیکھو ہدایت النحو وکافیہ۔ نمبر ۴ الحمد للہ کہ آپ تقدیم تاخیر کو مان گئے۔ ہاں صاحب دوسرے لوگ بھی تقدیم وتاخیر کو اسی معنی سے لیتے ہیں۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں   لیک بعد از قبول رسوائی

اور آیت ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون کا یہ معنے نہیں کہ ترتیب ذکری اور وقوعی کا تطابق ضروری ہے ورنہ حسب بلاغت آپ کے کلام الٰہی کاذب ہوا جاتا ہے۔ لوجود شواھد التقدیم والتاخیر اور حدیث شریف اَبدءُ بما بدأ اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ آیت ان الصفا والمروۃ کی ترتیب ذکری قطع نظر بیان حدیث سے مثبت ہے وجوب تقدیم صفا یا مسنونیت یا استحباب اس کے لئے بلکہ مثبت ان کی حدیث ہے۔ چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے لانہ یحتج بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدؤا بما بدأ اللہ بہ فکیف یستدل بخبر الواحد علی اثبات الفرضیۃ انتھی موضع الحاجۃ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابدءُ بالصفا کی جگہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ فرمانا محسنات بلاغت سے ہوا۔ نفس ترتیب نظم بغیر بیان سنت قولی یا فعلی کے احکام میں یا بیان تاریخی کے واقعات میں اگر موجب ہو تقدیم فی الوقوع کے لئے تو چاہیئے کہ بحسب آیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ کے ادا زکوٰۃ کی تقدیم ادا صلوٰۃ پر ناجائز ہو۔ جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ایسا ہی واذ قتلتم نفسا الخ میں ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں۔ ہاں اس طرز بیان کو اختیار کرنا وجوہ بلاغت کے لئے ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تقدیم صفا کی مروہ پر مفاد ہے۔ حدیث اَبدَءُ یا اَبدَؤا بما بدأ اللہ کا۔ ما نحن فیہ یعنے توفی مسیح کا چونکہ بیان احادیث نزول کے رو سے متاخر الوقوع ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا انی متوفیک ورافعک کو بر تقدیر ارادہ معنے موت کے از قبیل تقدیم و

تاخیر ماننا پڑا۔ گویا جناب کی نظیر پیش کردہ ہمارے مدعی کی مؤید ٹھہری ۱۶۱ کے اخیر سے ۱۶۳ تک کا حاصل درمنثور وغیرہ میں جو تقدیم و تاخیر مروی ہے اس کی نسبت سوال کیا جاتا ہے کہ اول تو آپ ان مرویات کی اسناد اور اسکے رجال کی توثیق مثل اُس اثر ابن عباس کے جو صحیح بخاری میں مندرج ہے علی شرط البخاری ثابت کیجیئے۔ بعد اس کے ہم سے جواب لیجئے۔ نمبر ۲ ہماری تطبیق بین النصوص پر کوئی حاجت نہیں جو تقدیم تاخیر کا قول کیا جاوے۔ نمبر ۳ تفسیر عباسی کی نسبت بحوالہ مجمع البحار و اتقان و قول شافعی ثابت ہوچکا ہے کہ اس کی روایت کا سلسلہ جھوٹا ہے۔ پس قرآن مجید کی ترتیب نظم میں تقدیم و تاخیر کو ایسے کذابین کے مرویات سے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ **اقول** امام بخاری اور صاحب مجمع البحار اور صاحب اتقان اور امام شافعی کا چونکہ مذہب وفات مسیح بعد النزول کا ہے۔ چنانچہ پہلے ثابت ہوچکا ہے تو بر تقدیر ارادہ معنی ممیتک کے متوفیک سے یہ سب حضرات تقدیم و تاخیر کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ بغیر اس کے قول بالوفات بعد النزول کا کوئی معنے نہیں۔ لہٰذا ہمارے مرویات تو انہیں کے مرویات ٹھہرے صراحۃً یا اقتضاءً اگر آپ کو ان کی جرح والتعدیل پر اعتماد ہے تو اندریں صورت ان کے مذہب کا تخالف کیا معنے رکھتا ہے ان کے مذہب سے برخلاف ہونا تو اسی وجہ سے ہے کہ ان کا قول قابل اعتبار آپ کے نزدیک نہیں۔ پس چاہیئے کہ تفسیر عباسی کی نسبت ان کی جرح بھی ساقط الاعتبار ہو۔ بنابرآں بہ نسبت تفسیر عباسی کے آپ تو جرح نہیں کرسکتے مگر ہمارے نزدیک چونکہ ان بزرگوں کے جرح بوجہ اتحاد مذہب کے غیر معتدبہ نہیں ٹھہر سکتے۔ لہٰذا ہم کو عباسی کا مجروح ہونا مسلم ہے مگر عباسی کی نقل سے ہم کو اثبات مدعی کا مقصود نہیں بلکہ صرف شواہد و توابع کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ہماری مرویات بخاری کے اثر ابن عباس کے برخلاف نہیں بلکہ اس کے لئے متمم ہیں۔ قطع نظر ہماری مرویات سے آپ ہی فرمائیے۔ کیا جس شخص کا مذہب وفات بعد النزول کا ہے وہ بعد ارادہ معنے ممیتک کے متوفیک سے ترتیب نظم اور ترتیب تحقق و وجود کو باہم مطابق خیال کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ ہم نے تو آپ کے مسلمات کو پیش کیا تھا یعنی علامہ سیوطی کے تالیفات

ومذہب کو دیکھو ازالہ اوہام جلد اول ۔ اب آپ کو بغیر اس آڑ کے بچنا مشکل نظر آیا کہ اپنی مسلمات
کی نسبت اسناد میں کلام کیا جاوے ۔ مگر معلوم ہو کہ تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں ۔ ایھا
المناظرون جب کسی نے مثلاً مشکوٰۃ کو مسلم الثبوت مان کر مناظرہ شروع کیا ہو اور اس
کے مقابل نے اپنے مدعیٰ کا ثبوت مشکوٰۃ سے دے دیا ہو اور پھر اُس نے مشکوٰۃ کے قول
رواہ فلاں پر اسناد طلبی کی تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شخص اپنے مسلم شدہ سے
انکار کیا جاتا ہے ۔ تسلیم کو بھی معاف کیا ۔ مگر آپ پہلے ہماری مرویات اور بخاری کے اثر
کے مابین تخالف ثابت کریں بعد اسکے ہم تطبیق و توثیق بیان کریں گے ۔ یاد رہے جس شخص
کے مرویات کو آپ لیں گے ۔ وہ اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہرگز نہ ہونگے الا درصورتیکہ آپ
اس شخص کی نسبت بالتصریح یا بالاقتضاء بمعہ لحاظ مذہب اُسکے قول بہ نزول بروزی ثابت
کریں ۔ ودونہ خرط القتاد ۔ نمبر۲ آپ کی تطبیق بین النصوص مستلزم ہے انکار یا تحریف احادیث
متواترہ اور نیز مخالف اجماع کو لہذا قابل اعتبار نہیں ۔ لہذا اہل اجماع کی تطبیق ہی
معتبر رہی اور تقدیم و تاخیر انہونی بات نہیں اس کے شواہد موجود ہیں ۔ نمبر ۳ تفسیر کی نسبت
جواب نمبر ا میں لکھا گیا ہے ۔ ص۱۶۳ سے ص۱۷۱ تک تقدیم و تاخیر کے شواہد پر جو ہم نے تفسیر اتقان
سے دفع استبعاد کے لئے پیش کئے تھے ان پر امروہی صاحب کی کلام سے پہلے یہ جتلانا
ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ کہ اس مقام میں حریف مقابل نے ہمارے مدعیٰ کو تسلیم کر لیا ہے یعنی یہ مان
لیا ہے کہ ہر جگہ پر تقدیم اور تاخیر بحسب تحقق ضروری نہیں ۔ جائز ہے کہ مقدم فی الذکر مؤخر
فی التحقق ہو ۔ چنانچہ متوفیک مقدم الذکر مؤخر فی التحقق ہے رافعک وغیرہ کی نسبت ہاں البتہ
علم بلاغت کے رو سے اُس ترتیب نظم کا قائم رہنا ضروری ہے ۔ دیکھو امروہی صاحب ص۱۷۱ سطر ۲۲
پر لکھتے ہیں (اور ہر جگہ پر تقدم اور تاخر کو بحسب تحقق کے ضروری ہونا کون کہتا ہے ۔ ہاں البتہ بلاغت
کے رو سے اس ترتیب نظم کا مقدم ہونا جو مقتضائے حال کے موافق ہو ضروری ہے انتہیٰ ۔
موضع الحاجۃ بیت ۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ است ۔
بعد اس کے لکھتے ہیں (جیسا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک میں ترتیب موجود کا قائم رہنا ضروری ہے)
اقول ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کو واجب القیام مانتے ہیں) پھر لکھتے ہیں (ورنہ طرح طرح کے مفاسد لازم

آتے ہیں کمامر، **اقول**۔ ہمارا اور مقابل کا تخالف صرف (کمامر) میں ہے۔
یعنے اُس کے مفاسد لازمہ اور ہیں اور ہمارے اور کمامر۔ آیۃ (انا اوحینا الیک کما
اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ) میں اور ایسا ہی (و اوحینا الی ابراھیم
و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط و عیسیٰ وایوب و یونس و
ھارون و سلیمان واٰتینا داؤد زبوراً) میں بھی مقدم الذکر کا مؤخر فی التحقق
ہونا مان لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۷۰ کی عبارت مسطورہ بالا اور پھر دیکھو صفحہ ۱۷۱ کی
عبارت ذیل جو بعد انا اوحینا الی ابراھیم الخ کے لکھتے ہیں (اس آیت
میں جو باعتبار تحقق خارجی کے بعض انبیاء کا تقدم اور تاخر بظاہر معلوم ہوتا ہے
وہ باعتبار وضع کے اسی ترتیب سے ہونا چاہیئے تھا جس طرح پر کہ مثل سالک جوہر منظم
کے بیان فرمایا گیا ہے انتہے موضع الحاجت۔ **اقول** ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کا قائم
رہنا مسلم رکھتے ہیں۔ ہم نے کب کہا ہے یا قتادہؓ وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ نظم قرآنی اس
طرح پر نہ چاہیئے یہ تو بوجہ جہالت کے آپ کا الزام صحابہ اور مفسرین پر تھا۔ ہمارا
مطلب شواہد تقدیم و تاخیر کے پیش کرنے سے صرف اتنا ہی تھا جو آپ نے مان لیا۔
یعنے کبھی مقدم الذکر باعتبار تحقق و وجود خارجی کے مؤخر ہوتا ہے۔ بس ایہا الناظرون!
امروہی صاحب کی اور جہالت کا خیال فرمائیے۔ صفحہ ۱۶۹ کے اخیر کذلک یوحی الیک
و الی الذین من قبلک اور انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہٖ
کے متعلق لکھتے ہیں (اور ان آیات میں تو باعتبار تحقق کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مقدم ہیں کیا مؤلف صاحب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ
انبیاؤں سے نبوت میں سابق بلکہ تمام کمالات میں اول اور افضل نہیں جانتے
تو وہ مطالعہ کرے باب فضائل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عن
ابی ھریرۃ رضؓ قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متے وجبت
لک النبوۃ قال وآدم بین الروح و الجسد رواہ الترمذی وعن
العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی عند اللہ

مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ رواہ فی شرح السنۃ ان حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بلکہ ختم نبوت قبل پیدائش آدم کے متحقق تھی انتہٰی موضع الحاجۃ اقول فہم سخن کر نہ کند مستمع۔ قوت طبع از متکلم مجوے + کہاں کی کہاں لگادی آیت کذالک یوحی الیک والی الذین من قبلک اور نیز آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ میں یوحی الیک پہلی آیت میں اور اوحینا الیک دوسری میں یعنی انزال کلام الٰہی مقدم الذکر ہے اور الی الذین من قبلک یعنے یوحی الی الذین من قبلک اور ایسا ہی اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ مؤخر الذکر ہے اور ظاہر ہے کہ انزال قرآن مجید کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چالیس سال کے بعد غار حرا میں شروع ہوا ہے۔ جو مؤخر فی التحقق ہے بہ نسبت انزال پہلی کتابوں کے۔ امروہی صاحب نے یوحی اور اوحینا کو حذف کرکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود شریف میں کلام شروع کر دیا۔ اس مقام پر علاوہ جہالت کے بطالت کا بھی ثبوت دیا ہے۔ یعنے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع کمالات میں افضل جانتے ہیں بہ نسبت مخالفین کے مگر ناظرین تو جانتے ہیں کہ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے پر مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہما کے بعد کس نے جرأت کی یہی قادیانی صاحب اور اس کے مشاہرہ خور ہیں۔ دیکھو اشتہار نمبر ۵ نومبر ۱۹۰۱ء قادیانی کا جس میں نبوت و رسالت کا بڑے زور سے دعوے کیا ہے۔ اور نیز امروہی صاحب کا خط مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء جو اخبار الحکم یا اخبار الشرر میں شائع کرایا گیا ہے۔ ع
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد + ہم تو (کنت نبیاً و آدم بین الجسد والروح) کے قائل ہیں۔ لہٰذا یہ مسئلہ ہم کو سنانا فضول ہے۔ آپ یہ وعظ اپنے پیغمبر کو سناویں جو روح انسانی کو رحم کا ایک کیڑا کہتا ہے۔ دیکھو قادیانی کا بیان جو انھوں نے لاہور جلسہ مذاہب میں بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء پیش کیا ہے۔ کہ (روح کا الگ طور سے آسمان یا فضا سے نازل ہونا نہ یہ خدا کا منشاء ہے اور نہ

یہ خیال کسی طرح صحیح ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے خیال کو قانون قدرت باطل ٹھہراتا ہے۔ ہم روز
مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی بات صحیح ہے
کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جرم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ جو رحم میں
پرورشس پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتدا سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔ جیسے آگ
پتھر کے اندر ہوتی ہے نہ جیسے جسم جسم کا جزو ہوتا ہے۔ یا وہ باہر سے آتا ہے اور نطفہ
کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے اور اسی سے اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے
اقول قادیانی صاحب کا یہ قول جس پر جاہلوں نے آفرین کہی اور تحسین کے آوازے
بلند کئے بالکل کتاب اور سنت کے برخلاف ہے۔ قال اللہ تعالےٰ (قل الروح
من امر ربی) و عالم الامر عبارۃ عن الموجودات الخارجۃ من الحس
والخیال والجھۃ والمکان والتحیر وھو مالا یدخل تحت المساحۃ والتقدیر
لانتفاء الکمیۃ عنہ۔ رسالہ روح للغزالی۔ وقال اللہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ
علی السمٰوات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا
الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ ارواح انسانی بمقتضائے اس آیت کریمہ کے قبل از وجود
عنصری بار امانت اٹھا چکے اور مستحق ثواب و عذاب قرار دئے گئے۔ مگر قادیانی صاحب کے
نزدیک چونکہ روح اندرون رحم کے نطفہ کے گند سے کیڑوں کی طرح پیدا ہوتا ہے۔ لہذا
کسی طرح اس آیت شریف کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ وقال اللہ تعالےٰ واذ اخذ
ربک من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم
لما خلق اللہ اٰدم مسح ظھرہ فسقط عن ظھرہ کل نسمۃ ھو خالقھا
من ذریتہ الی یوم القیامۃ الخ یعنی میثاق کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ
کے رو سے عالم امر کی وہ تمام روحیں اور نسمات نورانیہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے
ذرات کی صورت میں نکل آئیں الخ وقال صلے اللہ علیہ وسلم الارواح
جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف الخ یعنے
ارواح حق تعالیٰ کے جموع مجتمعہ اور انواع مختلفہ ہیں اور دنیا میں اُن کا باہم پیار

اور قرار ان کی ابتدائی خلقت اور اصلی فطرت کی رو سے ہے الخ اور علی کرم اللہ وجہہ اور سہل بن عبد اللہ تستری اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے اُس عہد کے یاد ہونے کا اقرار کیا جو روز میثاق میں مابین اُن کے اور رب تعالیٰ کے ہوا تھا۔ پھر اور جہالت سُنئے ۔ صفحہ ۱۶۸ پر متعلق الذی خلقکم والذین من قبلکم کے لکھتے ہیں۔ اس آئت میں جو مؤلف تقدیم و تاخیر قرار دیتا ہے وہ درائت کے بالکل خلاف ہے۔ **اقول** ایہا الناظرون کیا خلقکم مقدم الذکر کا تحقق متاخر بہ نسبت مؤخر الذکر یعنے الذین من قبلکم نہیں۔ خدارا انصاف۔ ہاں ترتیب نظم قرآنی کے واجب القیام ہونے کی وجوہ بلاغت و اعجاز کی رو سے ہم بھی قائل ہیں۔ پھر اور سُنئیے آئتہ فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض جو شواہد تقدیم و تاخیر میں پیش کی گئی ہے۔ اس پر لکھتے ہیں کہ اس آئت میں بھی قول تقدیم و تاخیر محض بے جا ہے۔ **اقول** ایہا الناظرون کیا بجب قولہ تعالیٰ ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰھن سبع سموات زمین کی خلقت بہ نسبت آسمانوں کے مقدم فی التحقق نہیں جس کو فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض میں مؤخر الذکر کیا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں (کیونکہ اس میں شک نہیں کہ باعتبار بسط اور دحو کے ارض سماوات سے مؤخر ہے کما قال اللہ تعالیٰ والارض بعد ذالک دحٰھا **اقول** ہم بھی اسکے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ زمین کا بسط و دحو آسمانوں کی خلقت سے متاخر ہے۔ مگر فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض میں تو پیدائش کا ذکر ہے دحو کا نہیں۔ اور ہم بھی مانتے ہیں کہ نظم قرآنی وجوہ بلاغت کی رو سے ضروری القیام ہے۔ مگر ہمارا مطلب بھی صرف اتنا ہی تھا جس کے آپ بھی معترف ہیں کہ یہاں پر بھی مقدم الذکر یعنے آسمانوں کا پیدا کرنا متاخر فی التحقق ہے بہ نسبت پیدا کرنے زمین کے ایک اور طرفہ قابل سماع ہے۔ جب کہ حسب الطلب تفاسیر معتبرہ مثل درمنثور و اتقان کے حوالہ دئے گئے ہیں تو آپ فراری ہوئے

جاتے ہیں۔ چنانچہ ص۱۶۶ پر لکھتے ہیں (اور واضح ہو کہ جو اقوال مفسرین کے نصوص یا کتاب یا احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں الیٰ ان قال وہ اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتی انتہےٰ
اقول اب اس کا کیا علاج کیا جاوے۔ علامہ سیوطی جن کے مناقب سے بوجہ خود غرضی ازالہ وغیرہ میں رطب اللسان تھے اب وہ بھی احبار و رہبان میں اور ان کے تابعین وپیرو مشرکین سے شمار کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ اسی مقام پر لکھتے ہیں (اور یہی تو اتخاذ ارباب ہے۔ جو اتخذوٓا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ میں مذکور ہے۔ انتہےٰ
اقول اگر آپ کا اخیر بحث میں یہی جواب تھا۔ تو پہلے علماء اسلام سے تفاسیر و ثبوت اجماع کا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ ایہاالناظرون ان صاحبوں کی بحث کا اخیر سے اسی پر اتمام ہُوا۔ کہ جو کچھ قرآن سے واقعی مطلب ہم نے سمجھا ہے اُس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آج تک کے علماء اسلام کو نہیں ہوئی ورنہ احادیث نزول اور بیان مندرج تفاسیر اجماع امت برخلاف نصوص قرآنیہ کے صادر نہ ہوتے۔ نعوذ باللّٰہ من هفوات الجاهلین پھر ص۱۶۴ میں آئیت فلا تعجبك اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللّٰہ لیعذبھم فی الحیٰوۃ الدنیا کے متعلق لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فی الحیوۃ الدنیا متعلق ہے لیعذبہم سے جس سے ایک لطیف پیش گوئی معلوم ہوتی ہے۔ حاصل معنے یہ ہُوا۔ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے تجھ کو ان کے اموال اور اولاد عجب میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ اموال واولاد فی الحقیقت بوجہ ہلاکت وغارت کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے لئے موجب عذاب ہیں دنیا ہی میں اور اگر (فی الحیٰوۃ الدنیا) کو اموال واولاد سے متعلق ٹھہرایا جاوے تو ایک زائد اور لغو کلام ہُوا جاتا ہے کما قیل شعر:- چشمان تو زیر ابروانند ؛ دندان تو جملہ در دہانند ؛
اقول چونکہ امروہی صاحب ص۱۷۱ سطر ۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ (کیونکہ حذف ظروف وغیرہ کا موجب اُصول علم بلاغت کے عموم پر دلالت کرتا ہے انتہےٰ بوضع الحاجات تو بموجب اس تصریح آپ کے اموال و اولاد ان کے بر تقدیر تعلق (فی الحیٰوۃ الدنیا) کے (لیعذبہم) کے ساتھ عام ٹھہریں گے۔

یعنے دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی۔ اور جیسے دنیا میں ان کے اموال واولاد دیکھنے
والوں کو خوش لگیں گے۔ ایسا ہی قیامت میں۔ اب امروہی صاحب کے علم بلاغت کے
رو سے آیت کا معنے یہ ٹھہرا۔ کہ ان کے اموال واولاد بوجہ کثرت وخوبی اپنی کے دنیا
اور قیامت میں تجھ کو عجب میں نہ ڈالیں گو کہ اموال واولاد خوب وعمدہ دنیا وقیامت
میں اُن کے نصیب کئے ہیں۔ مگر بوجہ ہلاکت وغارت کے مسلمانوں کے ہاتھ اُن
کے لئے موجب عذاب کا ٹھہریں گے۔ ایہا الناظرون جب کفار کو دنیا اور قیامت
میں یہ معاش نصیب ہوئی جو موجب عجب کا ہے مسلمانوں کے لئے تو ایک لحظہ بھر
کی تکلیف میں جو بین الفرحتین کالعدم سمجھنی چاہیئے۔ ان کا کیا نقصان ہؤا دونوں
جہانوں کی خوشی تو بموجب علم معانی امروہی صاحب کے کفار لے گئے پھر مسلمانوں
کے ہاتھ میں باقی کیا رہا۔ یہی مسکنت وغربت وتنگئ معاش تلك اذا قسمة
ضیزیٰ۔ پھر لکھتے ہیں (رہا آخرت کا عذاب سو وہ ٹل نہیں سکتا) **اقول** کیوں
صاحب جب آپ کے علم بلاغت نے کفار پر دونوں جہانوں کی نعمتیں عنایت
کر دیں تو پھر آخرت کا عذاب کیسا؟ پھر لکھتے ہیں۔ کیونکہ حال ان کا یہ ہے کہ وہ
تو مصداق ہیں وتزھق انفسھم وھم کفرون کے **اقول** ایہا الناظرون
علم بلاغت کے عجائبات کو تو دیکھا ہے۔ اب علم نحو کے قوانین کو سنیئے۔ ہدایت النحو
پڑھنے والا بھی جانتا ہے۔ کہ حال اور عامل حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔
مثلاً رایت زیدًا راکبًا یعنے زید کو میں نے سواری کی حالت میں دیکھا۔ تو آپ
متکلم کے دیکھنے اور زید کے سوار ہونے کا ایک ہی وقت ہوگا۔ امروہی صاحب
کا نحو یہاں پر یہ حکم دیتا ہے۔ کہ عذاب تو ان کو دنیا میں ہوگا اور زہوق اُن کے نفوس
کا جو حال ہے یہ قیامت کے دن سبحان اللہ بایں نحو ومعانی وحدیث وقرآن دانی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر علماء موجودہ تک فوقیت کا دعوےٰ ہے۔
اللہ تعالیٰ کو تو اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ اموال واولاد چند روزہ کا تجھ کو خوش نہ
لگے کیونکہ عذاب ان کے لئے ابدی اور غیر محدود ہے۔ امروہی صاحب کی تفسیر کے

مطابق معنے یہ ہوا۔ اموال واولاد دائمی اُن کے تجھ کو خوش نہ لگیں کہ صرف دنیا ہی میں اُن کی
ہلاکت ہے پھر ہمیشہ باقی رہیں گے۔ گویا اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجائے
تسلی واطمینان کے اُلٹی سنائی۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ فی الحیوۃ الدنیا متعلق اموال واولاد سے
ہے اور یہ لغو نہیں بلکہ یہ قید بمنزلہ دلیل کے ہے ماقبل کے لئے یعنے اے حبیب اکرم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اُن کے اموال واولاد خوش نہ لگیں کیونکہ یہ تو چند روزہ ہیں۔
دائمی معاملہ ان کا تو عذاب سے پڑے گا۔ فکان کدعوی الشئی ببینۃ وبرھان
پس بجائے شعر مذکور یہ مناسب ہے۔ شعر

چشم تو کہ زیر ابروئے تست ؎ زہ کردہ کمان باہوئے تست

یا یوں کہئے

چشم تو زیر ابرو انند ؎ زہ کردہ کمان بعاشقانند

دندان تو جملہ در دہانند ؎ درحقۂ لعل لولو انند

اس مضمون بالا اور لحاظ قاعدہ مذکورہ علم بلاغت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت لھم
عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب میں بھی اگر (یوم الحساب) کو لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ کے ساتھ متعلق
نہ مانا جاوے چنانچہ امروہی صاحب نے ص۱۶۶ کے اخیر پر لکھا ہے تو چاہیئے کہ کفار کے لئے عذاب
شدید دنیا اور قیامت دونوں میں ہو حال آنکہ بہتیرے کفار دنیا میں بڑی جاہ وحشمت میں ہیں
تو بحسب تفسیر امروہی صاحب کے آیت میں کذب لازم آئیگا والعیاذ باللہ اور بما نسوا میں مراد
نسیان سے نسیان آیات اللہ کا بقرینہ مقام ہے فلا یرد ما زعم الامر وھے
ص۱۶۵ میں مجاہد پر معترض ہو کر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے قولہ تعالیٰ انزل
علی عبدہ الکتاب و لم یجعل لہ عوجا قیما میں تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ مخاطب
کا ذہن بعد سُننے انزل علی عبدہ الکتاب کے فوراً اس کجی کی طرف گیا کہ شائد
منزل علیہ جس پر کلام اتاری گئی ہے خدا نہ بن گیا ہو۔ لہذا ضروری ہوا کہ فوراً ہی ارشاد فرمایا جاوے۔
کہ لم یجعل لہ عوجاً کیونکہ جس طرح وہ شُبہ فوراً پیدا ہوا تھا اُس کا دفع بھی فوراً چاہیئے
اقول ایہا الناظرون غور فرماویں کجی اور عوج تو مخاطب کے ذہن میں

پیدا ہوئی اور اُس کا دفعیہ اس طرح پر ہُوا۔ کہ لم یجعل لہ عوجاً یعنے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کجی نہیں رکھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کتاب میں عوج و اختلاف نہیں رکھا کہ کہیں کچھ ہو اور کہیں کچھ اس دفعیہ کو کیا دخل ہے اس وہم کے دفع کرنے میں پھر غور فرماویں۔ کہ کیا (انزل علی عبدہ الکتاب) سے وہم مذکور پیدا ہو سکتا ہے اور جن عباد پر کلام الٰہی اتاری جاوے ان میں خدا بننے کا استحقاق کوئی خیال کر سکتا ہے۔ ہاں بیشک ایسے وہم قادیانی صاحب اور امروہی صاحب کو پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی کے سننے سے رسول بن گئے اور آیات الوہیت کے سننے سے خدا بن گئے۔ نہ صرف دعویٰ ہی کیا۔ بلکہ نیا آسمان بھی پیدا کر دیا۔ دیکھو کتاب البریۃ للقادیانی۔ تیسری دفعہ پھر خیال فرماویں۔ کہ بالفرض اگر وہم مذکور پیدا بھی ہو۔ تو کیا تصریح عبدہٗ کی اس کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ جس نے عبدہٗ کو نہ مانا وہ لم یجعل لہ عوجا کو کیسے مانے گا۔ بلکہ عبدہٗ کی تصریح تو اس مرزائی وہم کا دفعیہ بہ نسبت و لم یجعل لہ عوجا کے بخوبی کر دیتی ہے کہاں تک ہم جہالت آمودہ مضامین کی تردید میں تضیع اوقات کریں جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ولم یجعل لہ کا جملہ بسبب معطوف ہونے کے انزل علے عبدہ الکتاب پر صلہ موصول کا لامحل لہا من الاعراب ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ کوئی تعلق اُس کا بحسب الاعراب (الکتاب) سے نہیں جیسا کہ قیماً کو ہے کیونکہ وہ حال واقعہ ہُوا ہے (الکتاب) سے وہ کیونکر کتاب اور سنت کے متعلق لکھنے کا مجاز ہو سکتا ہے اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ قیماً کا محل بوجہ حال واقعہ ہونے کے (الکتاب) سے ماقبل کا ہے بہ نسبت (لم یجعل لہ عوجا) کے اور تاخیر اس کی وجوہ بلاغت کی رو سے کی گئی ہے اس مقام پر شائد امروہی صاحب نے لفظی اور معنوی دونوں طریق پر علم بدیع کو ملحوظ رکھا ہے یعنے آیت (و لم یجعل لہ عوجا) میں ایک مضمون کج بیان کیا باوجود اس کے کہ آیت میں کجی کی نفی کی گئی ہے اور نیز آیت قرآن مجید کی (و لم یجعل لہ عوجا)

یا کے ساتھ اور امروہی صاحب نے (لم نجعل له عوجا) نون سے فرمایا ہے۔ دیکھو
ص۱۶۶ س۴ ۔ ص۱۶۳ کا حاصل ۱ اوّل تو علامہ سیوطی پر بے اعتباری اور پھر ۲
فقالوا ارنا اللہ جھرۃ میں بھی تقدیم تاخیر نہیں کیونکہ جھرۃً بمعنے ظاہر وعیاں کے
ہے اور قوم موسےٰ کا سوال عیانی رویت سے ہی تھا۔ اور رویت قلبی تو اُن
کو بذریعہ حضرت موسےٰ کے حاصل تھی جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ شعر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ؛ اُس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ؛ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اقول ۱ تفاسیر معتبرہ کے مطالبہ کے بعد اس آڑ میں پناہ لینی فرار اسی کا نام ہے
۲ ابن عباس رضؓ کا مطلب یہ ہے کہ جھرۃً کا محل متصل فقالوا کے دو وجہ سے ہے۔
لفظی وجہ تو یہ ہے کہ نظم قرآنی میں جس جگہ قول او ما فی معناہ کا اجتماع جھرۃً کے ساتھ
ایک کلام میں واقعہ ہُوا ہے وہاں پر جہر سے قول جہری مراد ہے دیکھو (دون الجھر
من القول) اور (ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا)
اور (ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم
وانتم لا تشعرون ونظائرہا۔ اور وجہ معنوی یہ ہے کہ یہ حسب محاورہ مجرم کی
صریح گستاخی پر بولا جاتا ہے۔ کہ فلاں نے چلّا کر اور منادی دے کر یہ کام کیا۔ گویا
دو جرم ہوئے ایک تو معصیت کا ارتکاب اور دوسرا پرلے درجہ کی شوخی۔ آیت کا
معنے یہ ہُوا۔ کہ اُنہوں نے چلا کر یہ سوال کیا تھا۔ کہ اے موسیٰ ہم کو اپنا خدا دکھلا دے۔ اور
چونکہ بحسب اقرار امروہی صاحب ان کو رویت قلبی حاصل تھی لہٰذا معلوم ہُوا کہ سوال
ان کا رویت عینی ہی سے تھا۔ الغرض آیت مذکورہ بنی اسرائیل کے جہری سوال سے
حکایت ہے نہ سرّی سے یعنے یہ نہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ اُنہوں نے اپنے دلوں
میں (ارنا اللہ) کا خیال کیا تھا۔ شعر بالمقابل شعر مذکور کے یوں لکھنا چاہیئے :۔

منکوحہ آسمانی و آتھم کی موت میں ؛ حق نے نہ کچھ کہا ہے صفائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور ؛ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

ص۱۷۲ کا حاصل ع۱ مؤلف کو اقرار ہے کہ توفی کا معنے بجز موت اور نیند کے نہیں دیکھو شمس الہدایت کا ص۵۳ پھر فلما توفیتنی کا تیسرا معنے رفعتنی کیسا پیدا ہوگیا۔ ع۲ اور درمنثور سے جو عبارت ابوالشیخ کی نقل کی گئی ہے اس میں کہیں مذکور نہیں کہ توفی بمعنی رفع کے ہیں ع۳ تفسیر عباسی کا حاصل معلوم ہوچکا ہے کہ اُس کی روایات کذابین سے مروی ہیں۔ **اقول** ع۱ ہم کو اقرار ہے کہ توفی کا معنے قبض واستیفاء یعنے پورا لینے کا ہے۔ جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض غیر الروح ہیں ہم نے ان افراد میں سے کسی کو معنے موضوع لہ توفی کا نہیں کہا۔ اور نہ قبض الروح مقید کو معنے توفی کا ٹھہرایا ہے۔ یہ صرف امروہی صاحب کی نافہمی ہے۔ دیکھو ص۵۳ بالاستیعاب۔ اور فلما توفیتنی کے متعلق مفسرین نے جو لکھا ہے وہ اختصار ہے فلما توفیتنی ورفعتنی کا یعنے بحسب وعدہ متوفیک ورافعک کے مسیح آسمان پر اُٹھایا جانے کے وقت مقبوض ہوکر مرفوع ہُوا۔ پس چنانچہ آیت میں اختصار ہے بدلیل بل رفعہ اللہ الیہ کے جس سے صرف رفع کا تحقق معلوم ہوتا ہے ایسا ہی مفسرین وشراح کی کلام میں بھی اختصار ہے نہ یہ کہ توفی کا معنے رفع ہے ہاں اس وجہ سے کہ غالباً قبض کرنے سے مطلب اٹھانا ہوتا ہے توفی سے رفع کا لینا مستبعد نہیں۔ پس اطلاق توفی کا رفع پر مسامحۃً ہُوا نہ حقیقۃً۔ یہی ہے مراد کرمانی شرح صحیح بخاری کی جو فلما توفیتنی کے تحت میں فلما رفعتنی لکھتا ہے اور یہی ہے مطلب عبارت ذیل شمس الہدایت کا جو ص۵۶ سطر ۱۴ پر ہے (اور معنے رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہوچکا ہے۔ یعنے قبض کا ارادہ حقیقی طور پر اور رفع مسامحۃً"۔ ع۲ ابوالشیخ کی عبارت جو دُر منثور سے نقل کی گئی ہے اس عبارت میں ابن عباس کا مقولہ (وَمُدّ فی عمرہ) آپ نے لحاظ نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ نے فلما توفیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے کیونکہ درازی عمر وحیات کی تقدیر پر جو مدلول ہے (وَمُدّ فی عمرہ) کا رفع ہی متصور ہوسکتا ہے۔ بخلاف ارادہ موت کے توفیتنی سے کہ وہ ضد ہے حیات اور

درازی عمر کی۔ نمبر۳ تفسیر عباسی کی نسبت جو کچھ علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے لکھا ہے اُس کا یہ معنے نہیں کہ جو کچھ اس میں اول سے آخر تک لکھا ہوا ہے وہ سب خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر علامہ سیوطی کا نقل کرنا ابوالشیخ کی عبارت کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس نے فلما توفیتنی سے معنے رفع لیا ہے کیا معنے رکھتا ہے تو معلوم ہُوا کہ ابوالشیخ کی روایت جو عندالسیوطی معتبر ٹھہری ہے عباسی کی روائیت اُس کے مطابق ہے اور عباسی کی روایت محل تائید میں مذکور ہے نہ محل اثبات میں۔ صفحہ ۱۷۳۔ اور ۱۷۴ کا حاصل ۱؎ امام بخاری نے آئیت متوفیک کے ممیتک تفسیر فلما توفیتنی کے ذیل میں لکھی ہے اور اسی مقام میں حدیث اقول کما قال عبدالصالح کی لائے ہیں جس سے امام بخاری کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ فلما توفیتنی میں بھی معنی موت کا مراد ہے اور مسیح ابن مریم کی وفات بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرح ہے تو امام بخاری اور ابن عباس دونوں کا مذہب وفات مسیح ٹھہرا بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔ کیونکہ قول ابن عباس متوفیک ممیتک سے کسی صحابی کا انکار منقول نہیں اور خطبۂ صدیقی نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ مسیح بھی سب انبیاء کی طرح مر چکا ہے **اقول** امام بخاری اور ابن عباس بلکہ کل محدثین کے نزدیک چونکہ احادیث نزول میں نزول اصیلی مراد ہے نہ ظلی کما مرّ اور نیز امام بخاری کی تصریحات بوفات بعدالنزول جو مستلزم ہے حیات قبل النزول کو اور ایسا ہی ابن عباس کی روایات متعلق بل رفعه اللہ الیہ اور وان من اہل الکتاب الالیؤمنن بہ الخ اور مدت مکث و نکاح مسیح بعدالنزول ائمہ ثقات کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں۔ دیکھو ابن کثیر و دُرّ منثور اور ابونعیم وغیرہ لہٰذا وفات مسیح کو ان کا مذہب ٹھہرانا بالکل جہالت و بطالت ہے قائلین بحیات المسیح کے نزدیک احادیث نزول اور آیات توفی کے مابین تطبیق کے دو ہی طریق ہیں ایک متوفیک اور توفیتنی کو بمعنے قبض و رفع کے لینا اور دوسرا بمعنے موت کے مگر اس تقدیر پر متوفیک ورافعک الی کو تقدیم و تاخیر کی نوع سے ٹھہرایا جائیگا۔ جو کہ بشہادت نظائر قرآنیہ ثابت ہے اور آپ نے بھی مجبور ہو کر مان لی ہے کما مرّ اور آئیت فلما توفیتنی کو حکایت وفات بعدالنزول سے ٹھہراتے ہیں اور

یہی ہے مسلک امام بخاری کا۔ دیکھو اسی مقام پر جس میں متوفیک بمعنے ممیتک کے لکھا ہے) (واذ قال) میں قال کو بمعنے یقول کے لکھا اور کلمۂ اذ کو زائدہ جس سے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔ کما یدل علیہ قولہ تعالےٰ (ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم) اور فلما توفیتنی حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث (اقول کما قال العبد الصالح) میں بھی قال بمعنے یقول کے ہے۔

بلکہ اس حدیث لانے سے بھی امام بخاری کا مطلب اپنے مذہب کا اثبات ہے کیونکہ اس حدیث میں روز حشر کے واقعہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث قوی دلیل ہے اس پر کہ آیت میں قال بمعنے یقول کے ہے اور بنابر اس مسلک کے مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اثر موت سے متاثر ٹھہرے۔ ہاں بنابر مسلک معنے قبض ورفع بوجہ خصوصیت لازمہ کے اثر توفی میں مختلف ٹھہرینگے۔ اور یہ محل استبعاد نہیں۔ دیکھو آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا میں نفوس مائتہ اور نفوس نائمہ مختلف ہیں اثر توفی میں۔ یہاں پر امروہی صاحب کا تمسخر کے طور پر کہنا کہ کیونکر مختلف نہ ہوں کہاں عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا اور کجا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سراسر دجل اور جہالت ہے کیا جس شخص کی عمر دراز ہو وہ خدا بن جاتا ہے یا اُس کا بیٹا۔ ہرگز نہیں۔ اب امروہی صاحب ہی چونکہ ۶۳ سال سے زائد ہو چکے ہیں تو کیا خدا کے بیٹے بن گئے۔ ہاں مجھے خوب یاد آیا کیونکر نہ بنیں جب بحسب تصریح کتاب البریہ کادیانی صاحب خالق السموات والارض ٹھہرے تو امروہی صاحب اس خدا کے بیٹے ہوئے۔ خطبہ صدیقیہ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتابیں کسی اُستاد سے نہیں پڑھیں ورنہ اُلٹے مضامین نہ لکھتے۔ لہٰذا آپ معذور ہیں۔ مگر پھر ایسی بحث معرکۃ العلماء میں ہرگز داخل نہ ہونا چاہئے۔

ص۱۷۵ میں ایک اور طرح پر گریز اختیار کیا۔ جب سمجھا کہ بیشک امام ہمام جلال الدین سیوطی جیسے شخص کو ہم جھوٹا تو نہیں کہہ سکتے تو یہ راستہ لیا۔ کہ تاریخ بخاری کا نسخہ دکھائیے مگر وہ بھی بدیں شرط مقبول ہوگا۔ کہ اُس پر سب ائمہ حدیث کی تصحیح ہو۔

اب ناظرین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا یہ گریز ہے یا نہیں۔ صفحہ ۱۷۶ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں اور کوئی ایسا بڑا تعذر نہیں کیونکہ شریعت اسلام میں صلیب کا توڑ ڈالنا یا خنزیر کا قتل کرنا کچھ ممتنع نہیں ہے۔ **اقول** کیوں صاحب صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا قتل کرنا علے سبیل الاستمرار ممتنعات عادیہ سے نہیں۔ کیا آپ نے مضارع کا استمرار تجددی کے لئے ہونا نہیں سُنا۔ صفحہ ۱۷۷ سے ۱۸۰ تک کی تردید کی بوجہ مردود ہونے اس کے حاجت نہیں صـ۱۸۱ کا حاصل غیر مکرر لفظ توفی کا قیاس کرنا خلق اللہ زیداً پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ لفظ خلق کے معنے میں نہ من تراب داخل ہے اور نہ من ماءٍ مھین بخلاف محاورہ توفی اللہ زیداً کے کہ اُس میں حسب اقرار مؤلف کے بھی روح کا قبض ہے نہ مطلق قبض **اقول** قیاس مع الفارق نہیں کیونکہ توفی کے معنے مطلق پورا لینا اور قبض کرنا ہے جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض الشئے غیر الروح ہے دیکھو شمس الہدایت کا صـ۵۳ لہذا یہ قیود توفی کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ معنی مصدری کے افراد حصصیہ ہوتے ہیں جن کی ماہیت سے قیود بالاتفاق خارج ہیں رہا محاورہ توفی اللہ زیداً کا سو اُس پر توفی اللہ عیسٰے کو بدلیل خصوص یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ نے جو کچھ بل رفعہ اللہ میں لکھا ہے اُس کا تار و پود ناظرین کے سامنے اکھاڑ کر رکھا گیا ہے۔ صـ۱۸۲ اور صـ۱۸۳ کا مضمون مکرر ہے صـ۱۸۳ کے اخیر سے صـ۱۸۵ کے اخیر تک کا حاصل ہمارا استدلال صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں بلکہ کلام اللہ کی تیس آیات سے۔ نمبر ۲ بخاری کی حدیث اقول کما قال العبد الصالح ۳ اثر ابن عباس متوفیک ممیتک نمبر ۴ تمام محاورات نمبر ۵ تمام کتب لغات عرب عرباء ۶ حدیث لا المھدی الا عیسٰے ابن مریم ۷ ابن حزم کا قول چنانچہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے وتمسک ابن حزم بظاھر الآیۃ وقال بموتہ اور امام مالک کا قول جمع البحار میں مندرج ہے نمبر ۸ ادلہ عقلیہ ۹ اناجیل وغیرہ ۱۰ وقوع مجازات و استعارات احادیث پیشین گویوں میں۔ **اقول** ۱ قرآن مجید کی آیات میں جس قدر آپ کی جہالت آمودہ اجتہاد نے آپ کی جہالت کا ثبوت دیا ہے

وہ پبلک پر بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ تیس آیات کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک متنفس موت کے پیالہ کو نوش کرنے والا ہے اپنے اپنے وقت معین میں دنیا میں ہمیشہ رہنا کسی کے لئے نہیں رسالت اور موت باہم متنافی نہیں معمر لوگ ضعیف القویٰ ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ الغرض کسی آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کوئی شخص قبل از استیفاء عمر اپنی کے مر سکتا ہے۔

۲ے صحیح بخاری کی حدیث بھی صاف طور پر شہادت دے رہی ہے کہ اقول کما قال العبد الصالح کا سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس سے امام بخاری نے استدلال پکڑا ہے اس پر کہ آیت میں بھی قال بمعنے یقول کے ہے الخ کما مر ۱ے تمام محاورات سے مقولہ توفی اللہ عیسٰے کا بلحاظ دلیل خصوص علیحدہ ہے۔ اگر نظائر رکھتا ہے تو خصوص کا کیا معنے ہے۔ چنانچہ خلق اللہ آدم الگ ہے لکھوکھا محاورات خلق اللہ زیداً وعمراً وبکراً الی غیر النہایۃ سے بدلیل خصوص نمبرہ تمام کتب لغات کی توفی کا معنے قبض وغیرہ بہت سے معانی لکھتے ہیں۔ دیکھو لسان العرب وغیرہ ہاں توفی اللہ زیداً کا معنے قبض اللہ روح زید کو معنے مجازی لکھتے ہیں۔ چنانچہ پہلے گذر چکا ہے اور نیز ارادہ معنے موت کا ہم کو مضر نہیں کیونکہ متوفیک میں وفات کا تحقق نہیں اور فلما توفیتنی کا تعلق وفات فیما بعد النزول سے ہے۔

۶ے ابن ماجہ کی حدیث کا ٹکڑا اس طرح پر ہے ولا مہدی الا عیسٰے جس سے بلحاظ ماقبل معنی وصفی مراد ہے دیکھو ماقبل اس کا ولن تقوم الساعۃ الا علٰی شرار الناس اب سب احادیث مہدی فاطمی میں اور اُس میں تطبیق بھی آگئی ۷ے ابن حزم اور امام مالک کا قول بموت عیسٰے ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ اگرچہ نظر بظاہر آیات توفی وفات مسیح کے قائل ہیں مگر بلحاظ آیت بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ اور احادیث نزول کی پھر عند الرفع حیات مسیح کے قائل ہیں۔ کیونکہ درصورت تسلیم احادیث نزول بلا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عند الرفع زندہ مانا جاوے کوئی چارہ نہیں ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا تحریف ان کے یا عدم فہم معنے آیت بل رفعہ اللہ الیہ وان من اھل

الکتاب الخ بحسب محاورہ قرن اول کے بیشک عقدہ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔
لہٰذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں بزرگوں کے احادیث نزول کا انکار اپنی طرح
قول بالبروز یا تصریح بر فع روحانی متعلق آئیت بل رفعہ اللہ الیہ کے ثابت نہ کرے
تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک مفید نہیں ہو سکتا بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں
جو ان کو اہل اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتے۔ دیکھو اسی کتاب کو اول سے جس
مقام پر اجماع کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ع۸ کوئی دلیل عقلی رفع جسمی علی السماء و نزول
جسمی من السماء پر قائم نہیں۔ چنانچہ بحوالہ نووی شرح مسلم میں پہلے گذر چکا ہے کہ کوئی دلیل
عقلی و شرعی نزول من السماء کے استحالہ پر نہیں قادیانی مشن کی محض جہالت ہے۔
کہ اس کو محالات عقلیہ سے خیال کرتے ہیں کما مر اور آئیت سبحان ربی ھل کنت
الا بشرا رسولا کی عدم دلالت علی الامتناع کو امروہی صاحب نے بھی مجبور ہو کر
اسی کتاب میں تسلیم کر لیا ہے۔ صرف مرزا جی اس جہالت میں اکیلے رہ گئے ہیں۔
ع۹ اناجیل وغیرہ میں سے بوجہ خود غرضی کے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بلکہ سب
تمسکات میں آدھا تیتر آدھی بٹیر والی بات ہے ع۱۰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سب احادیث نزول میں اصیل مسیح کے نزول سے اعلام فرماتے رہے ہیں کما مر
غیر مرۃ۔ ایہا الناظرون کل احادیث نزول اور حدیث اقول کما قال العبد الصالح
اور اثر ابن عباس متوفیک بمعنے ممیتک اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ اور
ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یہ سب
دلائل جن کا تعداد سنو سے بھی زیادہ ہے اجماعی عقیدہ کی مثبت ہیں۔ ص۱۸۶
سے ص۱۸۹ تک وہی مضامین ہیں جن کی تردید ہو چکی ہے۔ ہاں ص۱۸۹ پر
لکھتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ الرسل میں حضرت عیسےٰ داخل ہیں یا نہیں بشق ثانی
کیا وجہ کہ صحابہ اہل لسان نے اس پر جرح نہیں کیا اور بشق اول مدعا ہمارا
ثابت ہے۔ پھر اس بحث کے اخیر میں لکھا ہے (دیکھو ملل و نحل شہرستانی کہ فرجع
القوم الی قولہ۔ اقول الرسل جو وما محمد الا رسول قد خلت

من قبلہ الرسل میں ہے۔ اس میں حضرت عیسےٰ داخل نہیں کیونکہ یہی قد خلت
من قبلہ الرسل آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ
الرسل میں بھی موجود ہے۔ تو بر تقدیر استغراق الرسل کے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم الرسل میں داخل ہیں یا نہیں۔ بشق اوّل آیت میں کذب لازم آتا ہے۔ کیونکہ
معنے یہ ہؤا۔ کہ سارے رسول مسیح ابن مریم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے تشریف فرما ہوئے ہیں اور بشق ثانی ہمارا مدعا ثابت
ہے۔ یعنے معلوم ہؤا۔ کہ الرّسل سارے افراد کو محیط نہیں اور صحابہ اہل لسان کا
جرح نہ کرنا دلیل ہے اس پر کہ صدیق اکبر اور کل صحابہ متفق تھے یعنے عیسےٰ ابن
مریم کو قد خلت من قبلہ الرسل سے بالاتفاق خارج سمجھتے تھے کیونکہ درصورت
اختلاف جرح ضروری تھا اور فوجع القوم الی قولہ کا معنے یہ ہے۔ کہ سب
صحابہؓ نے صدیق اکبرؓ کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کو منافی رسالت
نہ سمجھا اور آپ کی صلے اللہ علیہ وسلم وفات شریف کے معتقد ہو گئے۔ غرض کہ
آپ اس بحث معرکۃ العلماء میں داخل ہو کر عجیب مصیبت میں پڑ گئے۔ نہ مذہب
باطل کو ہٹ دھرمی سے ترک کیا جاتا ہے کہ معتقدین برگشتہ ہو جاویں گے۔
یا اُن کے روبرو آپ کو ذلت جہالت کی حاصل ہو گی اور نہ باطل کا احقاق ہو
سکتا ہے۔

شعر

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ؏ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

صفحہ ۱۸۹ سے ۱۹۲ تک وہی مضامین مکررہ ہیں۔ ہاں ۱۹۱ صفحہ پر ایک عجیب مسئلہ لکھا ہے
جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ فعل متعدی میں نسبت صدوری اور وقوعی کے مابین تلازم
ہے اور متلازمین ایک کا ذکر ایسے محل پر دوسرے کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے
اقول بالکل لغو اور باطل ہے ضَرَبَ زَیدًا عمروًا میں اگر صرف نسبت صدوری کی مخالفۃ
للواقع ثابت ہو گئی یا صرف نسبت وقوعی کی تو ہر ایک مخالفت بالاستقلال مؤثر
ہے کذب قضیہ مذکورہ میں تو محل تردید میں ایک کا ذکر دوسرے کے

ذکر سے کیسے مستغنی کر دیتا ہے۔ صہ ۱۹۳ کا حاصل ۱ ترجیح کے لئے جو عبارت ہے تقویت احد الطرفین سے دوسرے پر جس سے مقصود تصحیح صحیح و ابطال باطل ہوتا ہے) چند شرائط ہیں ۱ تساوی فی الثبوت ۲ تساوی فی القوۃ ۳ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و من بعدہم سب متفق تھے عمل بالراجح پر ۴ ترجیح کبھی اسناد کے رو سے ہوتی ہے اور کبھی متن اور کبھی مدلول اور کبھی امر خارج کے رو سے ۵ قلت وسائط کی اسناد میں اور روایت ۲ فقیہ کی اور ایسی ۳ ہی روایت عالم باللغۃ العربیہ کی یہ تینوں اسباب ترجیح میں سے ہیں ۶ اور جو مراد پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہو مقدم کیا جاتا ہے اُس پر جو بالواسطہ دلالت کرے ۷ صحیحین کی احادیث مقدم سمجھی جائینگی غیر صحیحین کی احادیث پر حصول المامول من علم الاصول سے انتخاب کیا گیا ہے **اقول** کل مرویات فی تحقق وفات المسیح بعد النزول مطابق و منتم مؤید ہیں صحیحین کی مرویات کے لئے کما مر فلا تعارض حتی یحتاج الی الترجیح ان میں فقہاء اور علماء باللغۃ العربیہ کے نزدیک کوئی تخالف نہیں الاعجب رائے چند عجمیوں کے جو فقاہت اور وجوہ استنباط سے بالکل نابلد ہیں فلا یعبأ بہم۔ صہ ۱۹۴ کا مضمون غیر مکرر اس جگہ پر مؤلف صاحب نے (مؤلف شمس الہدائیت) ایک اور اپنا کمال ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول پر (کہ کل مفسرین نے حتےٰ کہ صاحب کشاف نے بھی متوفیک سے معنے ممیتک کا لیا ہے) مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے متوفیک کے معنے جو ممیتک لکھے ہیں اس معنے کو بسبب لانے صیغہ تمریض کے خود ضعیف کر دیا ہے۔ ایہا الناظرون دیکھو یہ کس قدر دجل عظیم مؤلف صاحب کا ہے۔ کیونکہ صاحب کشاف نے جو قتل کے تحت میں ممیتک لکھا ہے اُس کو بقیود فی وقتك بعد النزول من السماء سے تو بھی مقید کر دیا ہے پس وہ ممیتک جو مقید ہو بدیں قیود وہ قول صاحب کشاف کے نزدیک مرجوح ہے نہ وہ ممیتک جو مقید ہو بقید حتف انفك لا قتلا بایدیہم کے کیونکہ یہ قول تو اول نمبر میں لکھا گیا ہے۔ **اقول** ناظرین کو قاموس وغیرہ کتب لغت سے

معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل لغت نے توفی کے لئے چند معانی لکھے ہیں جن میں سے موت بھی ہے اور استیفاء عمر بھی اور پورا پکڑنا اور پوری گنتی کرنا وغیرہ وغیرہ سب معانی بوجہ اتحاد مقسم ایک دوسرے کے مقابل و مغائرہ ہوئے صاحب کشاف اور قاضی بیضاوی اور صاحب مجمع البحار وغیرہم نے ظاہر متوفیک کو جب دیکھا کہ بہ تقدیر ارادۂ معنے موت کے نص بل رفعہ اللہ الیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع سے مخالف ہے تو انہوں نے حصول تطبیق کے لئے اس مسلک کو لیا کہ یہاں پر متوفیک بمعنے ممیتک کے نہیں تاکہ حصول تطبیق کے لئے قیود غیر متبادرہ کی طرف احتیاج پڑے یعنے (فی وقتك) (بعد النزول من السماء) بلکہ متوفیک سے مراد ایک اور معنے ہے جس کو اہل لغت نے منجملہ معانی توفی کی موت کی طرح شمار کیا ہے۔ وہ کیا مستوفی اجلک یعنی تیری عمر کو جو ابھی باقی ہے پورا کرنیوالا ہوں۔ کشاف کی عبارت یہ ہے۔ متوفیك ای مستوفی اجلك و معناہ انی عاصمك من ان یقتلك الکفار و مؤخرك الی اجل کتبته لك و ممیتك حتف انفك لا قتلا بایدیھم صاحب کشاف (و معناہ انی عاصمك من ان یقتلك الکفار) سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ مستوفی اجلک کنایہ ہے عصمۃ عن القتل سے اور عبارت (و مؤخرك الی اجل الخ) سے مقصود بیان لزوم ہے مابین استیفاء اجل اور عصمۃ عن القتل کے یعنے استیفاء اجل کی صورت یہ ہے کہ تجھ کو مہلت دینے والا ہوں اجل موعود تک اور یہ تاخیر اجل اس طرح پر نہیں کہ مہلت کے بعد پھر تجھے انہیں کے سے قتل کراؤں بلکہ تجھے بلا قتل اپنی موت سے مارونگا۔ عبارت مذکورہ میں جیسا کہ فقرہ (و مؤخرك الی اجل کتبته لك) در ضمن بیان معنے کنائی کے داخل ہے ایسا ہی فقرہ (و ممیتك حتف انفك لا قتلا بایدیھم) کا۔ پس ثابت ہوا کہ صاحب کشاف نے متوفیک سے معنے موت کا نہیں لیا۔ بلکہ مستوفی اجلک مراد رکھا ہے اور عبارت مذکورہ میں ممیتک وہ نہیں جو منجملہ معانی متوفی سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ یہ بعطف بعید معطوف ہے عاصمک کے اوپر۔ پس (معناہ) پر محمول ہوا گویا صورت ترکیب کی یہ ہوئی و معناہ انی ممیتك یعنے معنے اس متوفیک کا کیا ہے

ممیتک ہے حالانکہ متوفی اجلک اور ممیتک بوجہ اتحاد مقسم قسیم ہیں ایک دوسرے کے لئے جن کا حمل فیمابین جائز نہیں۔ پس معلوم ہؤا کہ یہ ممیتک درضمن بیان معنے کنائی کے ذکر کیا گیا ہے یعنے ممیتک مقید بقیود (حتف انفک) (لاقتلا بایدیھم من حیث انه مقید محمول ہے (معناہ) کے اوپر اور ظاہر ہے کہ ممیتک مقید متوفی کا معنے نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ممیتک جو کشاف کی عبارت میں واقعہ ہے معنے متوفیک کے لئے نہیں۔ اور یہ بھی اذہان صافیہ پر واضح ہو کہ کشاف کی عبارت (وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء) میں ممیتک چونکہ متعلق ہے متوفیک سے یعنے اُس کا معنے تصور کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہاں پر حمل کا لحاظ مقدم ہوگا تقیید کے لحاظ سے۔ الحاصل پہلی کلام میں ممیتک مقید محمول ہے اور پچھلے میں ممیتک محمول مقید ہے مرزا صاحب پر اب بھی باوجود اس تصریح کے امید نہیں کہ کشاف کے مطلب کو پہنچیں۔ مگر اور طلباء کے افادہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔ قاضی بیضاوی کشاف سے لیکر متوفیک کے تحت لکھتے ہیں ای مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجلك المسمی عاصمًا ایاك من قتلهم او قابضك من الارض من توفیت مالی الخ اس کے حاشیہ پر شہاب لکھتا ہے لما کان ظاهرهٗ مخالفًا للمشهور المصرح به فی الایة الاخری (بل رفعه الله الیه) اوله بوجوه الاول انه کنایة عن عصمة عن الاعداء وما هم فیه من الفتك به لانه یلزم من استیفه اجله وموته حتف انفه ذلك انتهٰی موضع الحاجة ایها الناظرون قادیانی وامروہی صاحبان سے دریافت فرماویں کہ دجل یا جہل کس کا ہے اور کل مفسرین نے اجماعی عقیدہ کے مطابق لکھا ہے یا نہیں کہاں تک ان کو آیات و احادیث بلکہ صرف نحو تک بھی پڑھایا جاوے صـ۱۹۵ کا حاصل جھوٹی لاف **قولہ** صـ۱۹۷ سطر اول اور مؤلف جوابرا ذکر تا ہے کہ ایام الصلح کے اخیر میں انکار فرشتوں کا کیا گیا ہے۔ اسکا جواب صرف یہ ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

اقول ایہا الناظرون شمس الہدایت کے صـ۵۹ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماویں جسکی ۱۷ سطر پر لکھا ہؤا ہے (مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورۃ القدر نزول ملائکہ کے قائل

ہیں ایام الصلح میں قریب اختتام کے اُس سے منکر ہوگئے) پھر ایام الصلح فارسی کے صلا ۱۱۶ سطر ۱۷ کو ملاحظہ کریں۔ جس میں عبارت ذیل مندرج ہے (ایں آیۃ کریمہ جہراً گویدنزول ومشی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از عادات الٰہیہ نیست) پھر امروہی صاحب سے دریافت فرمادیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کا مصداق کون ہوا۔ اب یہ دوسری دفعہ اپنے منہ سے ملعون ہور ہے ہیں کیا ابھی سے حواس قائم نہیں رہے۔ آگے چلیئے صہ ۱۹۸ کا حاصل ۱ رفع جسمانی کو قرآن مجید نے اہل کتاب کی طرف منسوب کرکر نفی اور رد کیا ہے۔ دیکھو آئیت اوترقیٰ فی السماء کو ویسئلك اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء ۲ پیشینگویوں میں قبل از وقوع ملہم کی رائے بھی خلاف نفس الامر کی طرف مائل ہوجاتی ہے مگر قبل از وقوع کے ہے نہ بعد از وقوع دیکھو فذھب وھلی کو ۳ اہل کتاب اگرچہ قبل از واقعہ صلیب رفع مسیح بجسدہ العنصری کے قائل نہیں لیکن ابن عباس نے شائد اس کوان کی غلطی خیال کرکر یہ وہم کیا کہ صحیح یوں ہے۔ کہ یہ قصہ رفع کا قبل از واقعہ صلیب واقع ہوا ہے ۴ اثر ابن عباسؓ بوجوہ مندرجہ ذیل ساقط الاعتبار ہے (۱) تعارض نصوص قطعیہ (۲) اس اثر کو ابن عباس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع فرماتے تو کسی نہ کسی حدیث مرفوع صحیح یا ضعیف میں اُس کا نشان اور پتہ ضرور ملتا۔ (۳) اس حدیث میں تین وہ مذاہب بیان کئے گئے ہیں جو اہل کتاب سابق کے ہی ہیں۔ **اقول** ۱ اوترقی فی السماء سے مطلق رفع جسمی کا رد نہیں پایا جاتا کما بینا فی شمس الھدایت ہاں کفار کا سوال بہ نسبت صعود علی السماء وغیرہ کے منظور نہیں ہوا جس پر آئیت سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا دال ہے ورنہ آئیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ الخ سے آپ کا صعود اور بل رفعہ اللہ الیہ سے مسیح کی مرفوعیت ثابت ہے اور اسی پر کل اہل اسلام کا اجماع ہے اور سوال کفار کی عدم اجابت کی وجہ تو دوسری آیت میں بالتصریح بیان فرمادی گئی ہے وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون۔ ترجمہ۔ کسی شئے نے ہم کو ایسی آیات کے بھیجنے سے نہیں روکا بجز اسکے کہ اگلے کفار نے تکذیب کی اور ایمان نہ لائے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ما سئلتہ ولو شئت لکان الخ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا وجود ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے وہ مجھے اللہ نے دیدیا اور اگر میں چاہوں تو وہ ہو جاوے الخ تفسیر ابن کثیر سورہ بنی اسرائیل - اور قرآن مجید نے اس مسئلہ کو اہل کتاب کی طرف منسوب نہیں کیا - کیا آپ آیت یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء کا معنے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل کتاب کا سوال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر چڑھ جاویں ہرگز نہیں ۱۲ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے - کہ چونکہ سلسلہ تکوین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہٰذا حکمت الہٰیہ کا اقتضا ہوا - کہ اُن واقعات کے احکام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور ان کے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا بھی ظاہر ہو تاکہ نعمت الٰہی تمام ہو اور حجت قائم - پس وہ سب وقائع منکشف ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی نسبت تو اس طرح خبر دی کہ گویا بظاہر چشم دیکھ رہے ہیں اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی تاکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے انتہےٰ - میں کہتا ہوں احادیث نزول میں بھی بڑی بڑی تاکیدات و بیان نشانات سے اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے تاکہ امت مرحومہ جھوٹوں مسیحوں سے بچے - اور کشف عینی والی پیشینگوئیوں کی یہی علامت ہے کہ ان میں بڑی توضیح و تشریح و تاکید و بیان حلفی سے کام لیا جاتا ہے بخلاف کشف اجمالی کے کہ اُن میں یہ طرز بیان نہیں کیا جاتا چنانچہ فذھب وھلی الی انہ الیمامۃ کیونکہ اس میں آپ نے پہلے سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ یمامہ ہی ہوگا - لہٰذا یہ پیشینگوئی کے اقسام میں سے نہیں بلکہ صرف اظہار تھا اپنی رائے شریف کا - الغرض نزول مسیح وغیرہ اشراط الساعۃ والی پیشینگوئیں بوجہ ہونے ان کے مناط احکام و رضاء و عدم رضاء و کفر و ایمان نہایت مہتم بالشان ہیں ان کو مقیس علیہا ٹھہرانا دوسری اقسام کے لئے جہالت ہے بلکہ اس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے جس کے بارہ میں ارشاد کیا گیا تھا اذ تعدو بک قلوصک لیلا بعد لیل اور اس کو اُس نے آپ کی خوش طبعی پر حمل کیا تھا - اور عمر رض

نے اس کو بوجہ اس حدیث کے پیشین گوئی قرار دینے کے خیبر سے جلاوطن کر دیا۔ کادیانی مشن کا مسلک بھی اُس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے۔ فاروقی اور ایمانی مشرب نہیں۔

۳ اثر ابن عباس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد یہ تاویل سوجھی جو بوجہ مردود ہونے کے قابل تردید نہیں ؏ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی۔

۴ کوئی نص قطعی اس اثر کے معارض نہیں اہل فقاہت و اہل لسان کی رائے کو اعتبار ہے دیکھو اصول عشرہ کو اور سب اہل لسان اور صحابہ معراج جسمی کے قائل ہیں۔ اثر ابن عباس میں چونکہ عقل و نقل از اہل کتاب کو دخل نہیں صرف اتنی ہی وجہ سے حکم مرفوع میں ہو سکتا ہے دیکھو علم اصول کو ایسے آثار کے مرفوع ٹھہرانے میں یہ شرط نہیں۔ کہ مرفوعاً بھی مذکور ہوں۔ اگر مرفوع ہوتا تو حکم مرفوع میں ہونا کیا معنے رکھتا اور اس اثر میں تین مذاہب اگرچہ اہل کتاب کے بھی مذکور ہوں۔ مگر بیان کنندہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے۔ یعنی ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ عیسےٰ ابن مریمؑ کے اٹھایا جانے کے بعد تین گروہ مختلف المذاہب ہو گئے۔ ایہا الناظرون کیا اس بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ اثر مذکور کا سارا ہی مضمون اہل کتاب کا مذہب ہو جائے۔ ہرگز نہیں کیونکہ اہل کتاب میں سے تو کوئی قبل از صلیب مسیح کے مرفوع الی السماء ہونے کا قائل نہیں۔ واہ صاحب کہاں کی کہاں لگا دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۲۰۶ تک کے مضامین وہی ہیں جنکی تردید گذر چکی ہے اور بعض کی تردید ادنےٰ طالب العلم بھی کر سکتا ہے ص۲۰۶ سے ص۲۱۱ تک کا حاصل زریب بن برثملا وصی عیسےٰ والا یہ ایک واقعہ کشفی ہے **اقول** ایہا الناظرون اس گریز کا بھی خیال نہ کریں۔ چونکہ محی الدین بن عربیؒ کے کشفی معیار صحت کا انکار بوجہ اقرار مندرج ازالہ کما مر نہیں کر سکتے تو اب اس طرف کو بھاگے کہ یہ واقعہ صرف کشفی تھا۔ محی الدین عربی صاحبؒ کی عبارت ذیل کو ملاحظہ فرمایا جاوے وہ اس واقعہ کو کیا ٹھہراتے ہیں۔ دیکھو جلد اول ص۲۵ میں حدیث برثملا کی اول ۳ سطر پر لکھتے ہیں وفی زماننا الیوم جماعۃ احیاء من اصحاب عیسےٰ و الیاس الخ یعنے ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے عیسےٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے۔ اب امروہی صاحب دریافت فرماویں

کہ حسب اقرار مندرجہ ازالہ کے محی الدین بن عربی صاحبؓ کا قول کیوں نہیں مقبول ہوتا
اور کسی شخص کا اہل زمان سابق سے عظیم الجثہ ہونا یا اصحاب کہف کی طرح بغیر خوراک عادی
کے زندہ رہنا کیوں مستبعد خیال کیا جاتا ہے صفحہ ۲۱۲ اور ۲۱۳ کا مضمون مکرر
ہے۔ صفحہ ۲۱۴ - ۲۱۵ اور ۲۱۶ کا حاصل چونکہ صیغہ مضارع بحسب تصریح سید
سند استمرار کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا لیؤمنن کا ترجمہ جو مرزا صاحب نے لکھا
ہے یعنے (ایمان رکھتا ہے) صحیح ہؤا۔ کیونکہ استمرار میں ازمنہ ثلثہ داخل ہیں مثلاً
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ
اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً
وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۔ بر تقدیر ارادہ محض
استقبال کے ان آیات میں معنے فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ ہدائت اور غلبہ اور احیاء اور جزا
اور نصرت اور ادخال دائمی ہیں مخصوص بزمانہ مستقبل نہیں افسوس کہ وہی پرانی باتیں
مولوی محمد بشیر کے رسالہ سے لکھدیں۔ جن کا جواب ہم نے مفصل پہلے سے لکھدیا ہے۔
اقول سید سند کی تصریح کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ مضارع استمرار کیلئے ہوتا ہے اور نہ
کسی علم معانی والے نے یہ لکھا ہے یہ صرف آپکی خوش فہمی ہے سید سند کی عبارت ذیل کو
ملاحظہ کرو۔ قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضی بحسب
المقامات (قد یقصد) اور (بحسب المقامات) کو غور فرمائیے۔ مضارع پر قد
افادہ تقلیل کے لئے ہوتا ہے اس سے معلوم ہؤا۔ کہ کبھی مضارع سے بدلیل
مقام استمرار مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات خمسہ مذکورہ میں اور چونکہ مضارع مؤکد بالنون
کا للاستقبال ہونا بھی بحسب قاعدہ مسلمہ مشہورہ کے ضروری ہے۔ دیکھو متن متین
وغیرہ مختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتاکید باللام نحو لیضربن
چنانچہ آیت میں بھی لیؤمنن خبر مصدر بتاکید باللام ہے لہٰذا افعال خمسہ مذکورہ میں
معنی استقبال سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو معلوم ہؤا کہ فعل مستقبل مستمر ہے

یعنے وہ فعل کہ جس کو کسی فعل کی نسبت مستقبل کہا جاتا ہے اور وہ اس کے لئے بمنزلہ جزاء کے ہے بہ نسبت شرط کے یا معلوم کے بہ نسبت علم کے) مستمر بھی ہے بباعث استمرار فعل مترتب علیہ یا بوجہ استمرار اس کے علم کے پہلی آیت میں لنھدینھم اور تیسری میں فلنحیینہ بمعہ معطوف کے اور چھٹی میں لندخلنھم بمنزلہ جزاء کے ہیں بہ نسبت جاھدوا اور عمل اور امنوا کے۔ ابن حاجب رح کہتا ہے۔ و اذا تضمن المبتداء معنے الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر و ذالک الاسم الموصول بفعل او ظرف او النکرۃ الموصوفۃ بھما اور دوسری آیت میں غلبہ بہ نسبت کتب یعنے قدر کے معلوم کے مرتبہ میں ہے اور تاخر و استقبال معلوم کا بہ نسبت علم اپنے کے گو کہ بہ حسب الذات ہی ظاہر ہوتا ہے اور چوتھی آیت میں لینصرن اللہ مترتب ہے ینصرہ پر اور آیت (لیؤمنن بہ) میں یہود کا ایمان کسی فعل پر مرتب نہیں تا کہ اس کی نسبت سے مستقبل کہا جائے اور نیز بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو مسیح سے پہلے گذرے ہیں) پھر بھی استمرار لیؤمنن کا نہیں ہو سکتا۔ الغرض لیؤمنن کو از قبیل افعال مرتبہ علی فعل آخر سمجھنا اور آیات خمسہ مذکورہ پر قیاس کرنا یہ انہیں نام کے نہ کام کے مولویوں کا کام ہے جنہوں نے علوم کو کسی اُستاد سے نہیں پڑھا۔ نعوذ باللہ من اناس تشیخوا قبل ان یشیخوا ایھا الناظرون امروہی صاحب سے دریافت کریں۔ کہ یہ وہی مولوی محمدؐ بشیر کی پرانی باتیں ہیں یا مولوی محمد نذیر کے نئے افادات چونکہ لیؤمنن میں استقبال بالنسبۃ الی امر آخر نہیں لہذا استقبال اس کا بہ نسبت زمان نزول آیت کے ہوگا یعنے نزول کے وقت سے آئندہ کو ایمان بالمسیح متحقق ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہؤا کہ آیت سے مراد ایمان لانا کتابی کا مسیح کے ساتھ عند موت الکتابی نہیں۔ کیونکہ یہ ایمان تو نزول آیت سے پہلے بھی ہر کتابی کا عند الموت بالمسیح چلا آیا ہے۔ لہذا متعین ہؤا کہ آیت میں پیشگوئی ہے یعنی ہر ایک کتابی زمان آئندہ میں عند نزول المسیح ایمان لائے گا۔ اور عند نزول المسیح سے یہ مراد نہیں کہ فوراً مسیح کے اُترتے ہوئے سب اہل کتاب

مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علی الکفر مقدر ہیں ہے اُن کے ہلاک کیا جانے کے بعد کما ہو مدلول احادیث الجہاد باقی افراد موجودہ سب ایمان لائیں گے۔ کما قال علیہ السلام و تکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ اور یہ معارض نہیں آیت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کے لئے کما زعم القادیانی والامر دہی۔ کیونکہ سورت مذکورہ میں فوقیت کا تحقق بالاستیصال علی وجہ الکمال ہو گا۔ چنانچہ بہ نسبت عرب شریف کے وارد ہوا ہے۔ کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا۔ جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔ یعنے ہر ایک عربی مسلمان ہو گیا اور اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت علی الکفر مقدر میں تھی۔ ان کی ہلاکت کے بعد بقیہ اہل عرب سے ہر ایک عربی مشرف بالاسلام ہوا۔ ایسے تعارضات صرف خوش فہمی پر مبنی ہیں۔ ورنہ اہل لسان کے نزدیک حدیث مذکور اور آیت مذکورہ کے مابین کوئی تعارض نہیں اگر ہے تو سلف کی نسبت ثابت کیا جاوے۔ کہ وہ تعارض کے قائل ہوئے ہیں۔ اور حدیث مذکور کو بوجہ تعارض کے متروک الاعتقاد ٹھہرایا ہے ودونہ خرط القتاد۔ پس بحسب قاعدہ مسلمہ آپ کے جو اصول عشرہ میں ذکر کیا گیا ہے اہل لسان اور فقاہت کی روایت و درایت مقبول کرنی چاہیئے۔ فاندفع ما توھمہ الامر وھی فی الصفحات العدیدۃ السابقۃ واللاحقۃ الغرض کل ڈھکوسلے ان کے خانہ زاد ہیں۔ قائل کی غرض کچھ اور ہوتی ہے اور یہ فرقہ کچھ اور ہی ہانکا جاتا ہے۔ تعجب اس سے آتا ہے کہ ایسے بیانات پر جو صراحتہً مخالف ہوں۔ غرض قائل کے بڑے فخر اور تعلی سے چند حمقا میں بیٹھ کر دوسروں کو جاہل اور گدھا وغیرہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ برتملا وصی عیسےٰ والی حدیث کے بعد صہ۲۱ میں ہماری نسبت شعر ذیل لکھتے ہیں۔

ع گوشت خر بفروش دیگر گوشت خر ؎ کیں سخن را در نیاید گوشت خر

اور پھر ہمارے پر سوال وارد کیا گیا ہے۔ کہ کیا آپ کو وہ مذاکرہ بھی یاد ہے جو آیت ذیل میں مندرج ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى

شہدنا الخ جب آپ اس مذاکرہ کا یاد ہونا ثابت کر دکھائیں گے تو ہمارے مسیح موعود اس آپ کے مذاکرہ مطلوبہ کا وقوع بطور بروز کے ثابت کر دکھائیں گے انتہےٰ **اقول**
واہ صاحب شاباش آپ کی خوش فہمی پر کیا ہم نے آپ کے مسیح سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کو شب معراج والا مذاکرہ یا برتملا کو کوہ حلوان میں نزول تک ٹھہرانے کا ارشاد کرنا یاد ہے یا نہیں۔ بلکہ سوال تو یہ تھا۔ کہ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو بحسب مذاکرہ شب معراج کے چاہیئے تھا۔ کہ اپنے دجال کو بجہاد سنانی قتل کیا ہوتا یا اپنے وصی برتملا کو پتہ دیا ہوتا تاکہ وہ بھی قادیان میں آپ کے ہمراہ شامل ہوتا۔ الغرض سوال یادداشت سے نہیں تھا۔ بلکہ وقوع وظہور علی حسب المذاکرۃ والارشاد) سے تھا مگر آپ کے نزدیک جواب اس کا کچھ مشکل نہیں کیونکہ (الکنایۃ والمجاز ابلغ من الحقیقۃ) میں امروہی صاحب کو بڑی مشاقی ہے۔ تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ مسیح بروز کے طور پر قادیانی صاحب تھے اور برتملا بطریق بروز کوہ حلوان میں تھا اور کوہ حلوان بروزی امروہہ ہے۔ مسیح اقدس کے قبل از ظہور فی القادیان وصیت تھی کہ ہمارے نزول فی القادیان تک تم کوہ حلوان یعنے امروہہ میں ٹھہر و اور کسی انسان کا عظیم الراس والجثۃ ہونا چونکہ بحسب استبعاد امروہی صاحب کے ممکن بامکان وقوعی نہیں۔ لہذا حدیث مذکور میں جو لکھا ہے۔ کہ برتملا کا سر چکی کے پاٹ کی طرح اُس سے مراد بطریق کنایہ کامل العقل رکھا گیا ہے اور آئیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ الخ کے مطابق ہم سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ یوم میثاق کے مطابق شہادت بالتوحید والربوبیۃ ظہور میں آئی ہے یا نہیں؟ تو جواباً معروض ہے کہ الحمد للہ والمنۃ کہ چنانچہ اس واہب العطیات نے محض فضل و کرم کے ذریعہ سے یوم میثاق میں ہم سے بَلٰی شہدنا کہلوایا تھا۔ اسی طرح اس عالم میں بھی اُس شہادت سے رطب اللسان و مسرور الجنان ہیں۔ و لنعم قیل

شرىنا على ذكر الحبيب مدامة
شكرنا بها من قبل ان يخلق الكرم

ولنعم ما قيل

لقد قلت فی مبدء الست بربکم — بلی قد شہدنا والو لا متتابعُ
فیا حبذا تلک الشہادۃ انہما — تجادلُ عنی سائلی وتدافعُ
وانجو بہا یوم الورود فانہما — لقائلہا حرزٌ من النار مانعُ
ھی العروۃ الوثقی بہا فتمسکی — وحسبی بہا انی الی اللہ راجعُ
فیا رب بالخل الحبیب محمد — نبیک وھو السید المتواضعُ
انلنا مع الاحباب رویتک التی — الیہا قلوب الاولیاء تسارعُ
فبابک مقصود و فضلک زائدٌ — وجودک موجود و عفوک واسعُ

ص۲۱۷ سے ۲۲۲ تک کی تردید کی حاجت نہیں۔ صفحہ ۲۲۳ سے ۲۲۵ تک کا حاصل ساری اہل زمین ہدائت اور اتفاق ان کا ملت اسلام پر کما ہو المفہوم من قولہ علیہ السلام (وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ) مشیئت الٰہیہ کے محض خلاف ہے لقولہ تعالےٰ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ایضاً قال تعالیٰ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

اقول پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ ہم کو چونکہ جنوں اور آدمیوں سے جہنم کا بھرنا حسب الوعدہ منظور ہے۔ لہذا ہر ایک کو ہم نے ہدایت عطا نہیں کی۔ ورنہ اگر ہم چاہیں تو ہر ایک کو ہدائیت دے سکتے ہیں۔ ایہا الناظرون انصاف فرماویں کیا جہنم کا بھرنا بغیر اس کے کہ زمان مسیح کے لوگ مختلف ہوں) نہیں ہو سکتا بینوا توجروا۔ اور دوسری آیت میں بحسب استثناء من رحم ربک کے مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہونگے مختلف ہی رہیں گے۔ اور (لایزالون) کا مقتضےٰ یہ نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی۔ کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے۔ یعنے کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں۔ دیکھو قولہ تعالےٰ

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بنیانہم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے متصور نہیں ہاں اگر مر گئے تو چونکہ خود ہی نہ ہونگے۔ اُن کا شک بھی نہ ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جاویں دل ان کے یعنے مرجاویں۔ پس زمان مسیح موجود میں چونکہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو اُن کا اختلاف کیسا ہوگا۔ اس مقام پر امروہی صاحب نے ہماری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ بحسب قاعدہ مخترعہ مؤلف کے قرآن مجید میں جس جگہ ایسا استثنا الا کے ساتھ آیا تو وہ آیت مؤلف کے نزدیک زمانہ مسیح ہی کے ساتھ مخصوص ہے) **اقول** ایہا الناظرون انصاف فرماویں۔ کہ کس قدر جہالت ہے۔ یہ تفریع تو امروہی صاحب کی خوش فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ (من رحم ربک) کو آپ نے محصور کر رکھا ہے انہیں مرحومین میں جن کے زمانہ میں مسیح کے زمانہ کی طرح کوئی غیر مرحوم باقی نہ رہا ہو۔ حالانکہ من رحم ربک شامل ہے اُن کو اور نیز اُن مرحومین کو جن کے زمانہ میں غیر مرحومین بھی موجود ہوں۔ فاندفع الایراد بقولہ تعالیٰ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ وبقولہ تعالیٰ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور پھر ہمارے پر یہ اتہام لگایا گیا ہے۔ کہ مؤلف شمس الہدایت کے نزدیک مستثنیٰ منہ حرف استثناء کے لانے سے کل مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ **اقول** یہ بھی آپ کی اسی خوش فہمی پر مبنی ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے۔ فلا یرد ما اوردہ بقولہ تعالیٰ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اور پھر الا من رحم ربک کو بر تقدیر استثنا منقطع کے عبارت ملائکہ سے ٹھہرا کر اعتراض کیا ہے حالانکہ صورت انقطاع میں بھی من رحم ربک سے انسان مراد ہیں نہ ملائکہ دیکھو بیضاوی (الا من رحم ربک الا ناسا ھداھم اللہ من فضلہ فاتفقوا علی ما ھو اصول دین الحق والعمدۃ فیہ انتہی موضع الحاجہ اس پر شہاب حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے (فالاستثناء منقطع)

ایہا الناظرون ہم کب تک ان کو پڑھاویں۔ امروہی صاحب کو لازم تھا کہ پہلے کسی عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ کر اس کوچہ میں قدم رکھتا ناحق اُس کو رسوا ہونا پڑا

صفحہ ۲۲۶ سے ۲۳۲ تک کا حاصل۔ ان صفحات میں اس وجہ تطبیق کو رد کرنا چاہا ہے۔ جو شمس الہدائیت میں احادیث حلیہ ابن مریم کے متعلق لکھی گئی ہے۔ یعنی سُرخ رنگ سے مراد کم درجہ کا سُرخ جسے گندمی رنگ بھی کہہ سکیں اور گھونگر والے بال سے مراد کم گھونگر والے جن کو بہ نسبت اہل حبش کے سیدھے بال کہہ سکیں لکھتے ہیں کہ اس تاویل کو خود حدیث متفق علیہ رد کر رہی ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رائیتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرایت رجلا آدم کاحسن ما انت راء من آدم الرجال الحدیث جس کے معنے ہیں نہایت عمدہ گندمی رنگ آدمی ظاہر ہے کہ سُرخ رنگ والے کو عمدہ رنگ گندمی نہیں کہا جاسکتا **اقول** (عمدہ گندمی رنگ) بمعنے کمال گندم گونی یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ حدیث کے ٹکڑے (کاحسن ما انت راء من آدم الرجال) کا یہ معنے نہیں۔ بلکہ اس کا معنے یہ ہے گندم گونوں مردوں میں سے زیادہ خوبصورت آپ نے زیادت کو جو احسن افعل تفضیل سے مفہوم ہوتی ہے گندم گونی کے ساتھ لگا دیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ سبط چونکہ نقیض ہے جعد کی لہٰذا ایک کا اطلاق دوسرے پر جائز نہیں **اقول** جعد کلی مشکک ہے اس کا اطلاق مراتب مختلفہ پر آتا ہے اور ایسا ہی سبط بھی۔ پس ہر ایک مرتبہ کا اطلاق اپنے مقابل پر نہیں آتا جو مساوی فی الدرجہ ہے نہ مطلقاً۔ اب لٹھا یا خاصہ کو بہ نسبت اطلس کے خشن کہہ سکتے ہیں۔ اور بہ نسبت کمل بھورا کے لَیِّن اور نرم ایسا ہی کم جعودت والے کو بہ نسبت غائیت مرتبہ کی جعودت والے کے۔ چنانچہ حبشی و زنگباری سبط الراس کہہ سکیں گے۔ پھر لکھتے ہیں کہ دوسری روائیت بھی اس تاویل رکیک کو باطل کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رائیت عیسےٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض ظاہر ہے۔ کہ جو رنگ گندمی ایسا ہو کہ مائل ہو سرخی اور سپیدی کی طرف اس کو بھی احمر یا سُرخ نہیں کہا جاسکتا۔ **اقول** ایہا الناظرون غور فرماویں یہ روائیت تو ہماری ہی تاویل کی موئید ہے۔ کیونکہ جب سُرخی اور

سپیدی ملی ہوئی ہوں۔ تو اس صورت میں بلحاظ اختلاف جہت والاعتبار کے آدم بھی کہا جاتا ہے اور احمر بھی۔ امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ضرور ہمارے مسیح اقدس کو ملے۔ مگر ہنوز دہلی دور است۔ خواص والہامات وغیرہا جو پہلے اسی رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ قادیانی صاحب کو محروم رکھتے ہیں۔ آپ کا جغرافیہ و طب وغیرہ تاویلات یا تحریفات چند حمقا کو دہوکہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا کسی اہل علم نے آپ کے خرافات کو آج تک گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں دی اس مقام پر ہم اسی قدر جواب میں کافی سمجھتے ہیں۔ ایہا الناظرون شمس الہدائیت اور شرح حدیث کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ فرمائیے۔ ان صفحات کے بقیہ مضامین کو طلبہ بھی اُڑا سکتے ہیں صفحہ ۲۳۳ کا حاصل شمس الہدائیت میں جو لکھا ہے کہ **حدیث**۔ لو کان العلم معلقا بالثریا لنا له رجل من ابناء الفارس کا مصداق سلمان فارسی ہے۔ اس پر فرماتے ہیں۔ شرم شرم صیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ (وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ) جب اُتری تو صحابہؓ نے پوچھا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں تو آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا۔ لو کان الایمان معلقا عند الثریا لنا له رجال من ھٰٓؤُلَآءِ اور سلمان فارسی چونکہ صحابی تھے لہٰذا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ لَمَّا یلحقوا بھم کے مصداق بنیں **اقول** شمس الہدائیت میں تو اس حدیث کی نسبت نہیں لکھا گیا کہ اس کا مصداق سلمان فارسی ہیں۔ بلکہ لو کان العلم معلقا بالثریا لنا له رجل من ابناء الفارس کے متعلق کلام ہے اور صفحہ ۷۶ سطر ۴ میں عبارت ذیل (مصداق ہونا اُس حدیث کا ثابت ہوتا ہے) سے مراد یہی حدیث ہے نہ صیحین کی حدیث۔ الغرض صیحین والی حدیث کے فقرہ (فوضع النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ) کو قرینہ ٹھہرایا گیا ہے اس پر کہ غیر صیحین والی حدیث میں مراد رجلٌ سے سلمان فارسی ہے۔ دیکھو شمس الہدائیت صفحہ ۷۵ تو اس حدیث میں (رجل) سے مراد یا تو واحد شخصی ہے اور یا جنس فارسی بر تقدیر اول یہ حدیث جواب سوال (من ھٰٓؤُلَآءِ یا رسول اللہ) کا بوجہ جمعیت (اٰخرین) اور (ھٰٓؤُلَآءِ) کے نہیں ہو سکتے

تاکہ سلمان فارسی بوجہ (لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ) کے مصداق اس حدیث کا نہ بن سکے بلکہ آپ کا
ارشاد سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانا کما فی حدیث الصحیحین یہ دلیل
ہے اس امر پر کہ مراد رجلٌ سے لنالہ رجلٌ والی حدیث میں سلمان فارسی ہے اور بر تقدیر
ثانی لنالہ رجلٌ اور لنالہ رجالٌ کا مآل ایک ہوگا۔ اس صورت میں بقیہ وَ
اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اور سوال مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کی دونوں حدیثوں
کا مصداق اہل فارس میں سے وہی ہونگے۔ جو شرافت صحبت سے مشرف نہیں۔
اس شق کا ذکر وجہ ثانی میں کیا گیا ہے۔ دیکھو شمس الہدائیت کی عبارت ذیل اور
ثانیاً اگر بلحاظ جمعیۃ لفظ رجال اور ہٰؤلاء کے جنس مراد ہو) یعنی لفظ رجلٌ سے جو
(لنالہ رجل) میں واقع ہے اگر کہا جاوے لنالہ رجلٌ اور لنالہ رجال کا ارشاد پاک
بجواب سوال (مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ) کے ہی ہوا ہے۔ لہٰذا رجلٌ سے مراد
بالتعیین جنس فارسی ہے نہ واحد شخصی۔ تو جواباً گذارش ہے کہ شمس الہدائیت کی
عبارت کا مطلب ابطال دلیل خصم کا ہے بِجَمِیْعِ شُقُوْقِہٖ و مُحْتَمَلَاتِہٖ پس امروہی صاحب کا
شرم شرم گوشرم شرم ہے کہ العلم خیر والجہل شرٌّ قضیہ مسلمہ ہے۔ الحاصل
قادیانی کسی صورت میں اس حدیث کا مصداق نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے بجائے
(لانے اور اتارنے) کے علم کو گم کرنا چاہا ہے صفحہ ۲۴۳ کا حاصل خراسان فارس کا صوبہ
ہے۔ اور سمرقند خراسان میں ہوا تو سمرقند فارس میں ہی ہوا۔ لہٰذا قادیانی صاحب
سمرقندی الاصل اور فارسی الاصل ہوئے۔ آپ کسی ایک مسئلہ میں حضرت اقدس
کو بتادیں کہ وہ کتاب و سنت سے کیا مخالفت رکھتا ہے۔ ہمارا مسیح موعود اپنے
دعوے پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ رویا اور مکاشفات صالحین امت بیان کرتا
ہے۔ آسمان و زمین اس کے دعوے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ **اقول** اصلی
عبارت شمس الہدائیت کی یہ ہے (اور سمرقند نہ خراسان سے ہے نہ فارس سے)
دیکھو فہرست اغلاط اور اس عبادت میں نفی فارس کی تو ظاہر ہے کہ بمقابلہ
مضمون مندرج ازالہ اوہام کے ہے اور نفی خراسان کی بہ نسبت اُس تقریر

یا تحریر کے ہے۔ جو شمس الہدائیت کے لکھنے کے ایام میں کسی صاحب نے پیش کی تھی۔
چنانچہ آئیت (وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ) کے متعلق جو مرجع (ھم) کا انبیاء پر خلاف
سیاق آئیت کے قصداً للمسافۃ و علی سبیل التسلیم لکھا ہوا ہے وہ بھی قادیانی
صاحب کے ایک مخلص کی طرز بیان کے فرض تسلیم پر مبنی ہے۔ واِلّا قادیانی صاحب کے
تصنیفات میں کسی مقام پر آئیت مذکورہ کا بیان اس طور پر نہیں دیکھا گیا۔ الحاصل
بعض مضامین میں مخاطب قادیانی صاحب ہیں اور بعض میں اُن کے احباب
جنہوں نے انہیں ایام میں اس کی جانب سے ہمارے سامنے گفتگو کی تھی۔

ایہا الناظرون شمس الہدائیت کا اعتراض قادیانی پر باقی رہا۔ یعنے حدیث
(رجل من ابناء فارس) کا بوجہ سمرقندی الاصل ہونے کے مصداق نہ بنا۔ کیوں کہ
سمرقند فارس سے نہیں۔ دیکھو نقشہ جات۔ اور نیز قادیانی صاحب علم کو زمین سے
اٹھانے کی وجہ سے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صفحہ ۲۳۷ کا حاصل
آیۃ سبحان ربی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہم کب کہتے ہیں کہ آئیت ما نحن فیہا
میں جو امور مذکورہ ہیں وہ بہ نسبت قادر مطلق کے ممتنع ہیں کلا وحاشا ونعوذ باللہ منہ۔

اقول جب آپ کو ان جملہ امور مندرجہ آئیت کا جن میں سے آسمان پر صعود
بجسدہ العنصری بھی ہے۔ عدم امتناع مسلّم ہے۔ تو اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں
رہی کہ اس پر کلام کریں۔ صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ کہ اس آیت سے حسب اقرار
آپ کے عدم امتناع صعود علی السماء بالجسم العنصری کے ثابت ہُوا اور آئیت
سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الخ اور بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے وقوع صعود بجسم
عنصری ثابت ہے اور ازالہ میں جو قادیانی نے نئے اور پرانے فلسفہ کے رو سے
صعود علی السماء بالجسم العنصری کو ممتنعات سے لکھا ہے بالکل واہی اور لغو ہے
کیونکہ برودت اور حرارت لوازم عادیہ میں سے ہیں ہوا اور نار کے لئے جن کا

---

[1] آپ نے اپنے نبی کی کل کارروائی غت ربود کر دی دیکھو ازالہ جلد اول صفحہ ۴۷ سطر ۲۔ از انجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ
نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اسبات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے الخ ۱۲ منہ

انفکاک بشہادت قولہ تعالیٰ (قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ) ثابت ہے۔
ایہا الناظرون جب اللہ تعالیٰ کو کسی اپنے بندہ کا آسمان پر لے جانا منظور ہو۔ تو
کیا کرہ زمہریریہ اور ناریہ پھر بھی اپنی برودت اور حرارت کی رو سے اس انسان
کے لئے مہلک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور اسی قبیل سے ہے قادیانی کا زعم ذیل
(کہ درصورت رفع علی السماء بوجہ حرکت آسمانوں کے مسیح کو دائمی عذاب میں مبتلا
ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس زعم کی بناء چونکہ آسمانوں کے متحرک ہونے وغیرہ پر
ہے۔ جو شرعاً ثابت نہیں۔ بلکہ اخبار و آیات اس کے خلاف پر ناطق ہیں۔ قال اللہ
تعالیٰ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ وَفِی الْخَبَرِ اَنَّ لَهٗ قَوَائِم
ہاں کواکب کا متحرک ہونا قرآن کریم سے پایا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ
لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝ وقال
فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ وقال كُلٌّ یَّجْرِیْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى لہٰذا اہل اسلام کے
نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ الغرض معراج جسمی اور رفع جسمی ایک اجماعی عقیدہ ہے جس
کے خلاف پر نہ نقل اور نہ عقل شہادت دیتے ہیں۔ اے مؤلف تم کو ہمارے
حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول رب العالمین افضل الاولین والآخرین سے
کیا عداوت اور دشمنی ہے جو آپ کے معجزات اور احادیث و فضیلت کلیہ کا انکار
کرتے ہو۔ بلکہ قادیانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل مانتے ہو۔
قادیانی اگر کہے کہ یہ پیشین گوئی ہرگز نہ ٹلے گی۔ تو ایمان لے آتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گویوں میں اُس خیبری یہودی کی طرح کیا کیا رنگ دکھاتے
ہو۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی اور بجائے اس نبی کے جو باعث کمالات اپنے
کے شرع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجالانے کا استحقاق
رکھتا ہے۔ اور اس منصب خادمیت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے) ایک ایسا
نامعقول کھڑا کرتے ہو۔ جو تمہاری طرح علوم نقلیہ و عقلیہ سے بے بہرہ ہے

صفحہ ۲۳۹ اور ۲۴۰ کا حاصل ۱ہم کب کہتے ہیں۔ کہ زمین پر کوئی فرشتہ متمثل بصورت بشری نہیں ۲ حدیث دمشقی کو جس میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے۔ اس کی تکذیب آیات ذیل کر رہی ہیں۔ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَالْمَلَآئِکَۃُ تَنْزِیْلًا الخ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ الخ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ الخ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ۔ **اقول** دیکھو ایام الصلح صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۷ این آیہ کریمہ جہراً گوید نزول ومشی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از عادت اللہیہ نیست انتہیٰ۔ مرزا صاحب کی نمک خواری کا حق آپ خوب ادا کرتے ہیں۔ خدا کے بندے ساری عمر میں ایک جگہ بھی تو اس کو فائدہ پہنچایا ہوتا۔ ۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث دمشقی میں صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ نزول مسیح ملائکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھی ہوئی ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اُس وقت کے موجودہ لوگ بھی ضرور ان کو دیکھیں گے۔ جائز ہے کہ یہ نزول اس طرح پر ہو جیسا کہ نزول ملائکہ کا سور قرآنیہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ جن کا مشاہدہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا خواص میں سے کسی کو ہوتا ہو یا جیسا کہ رفع جنائز و لاشین بعض صحابہ کا ملائکہ سے ہوا ہے۔ کما مر فی قصہ عامر بن فہیرہ وغیرہ پھر ہم کہتے ہیں کہ ان ملائک کا نزول صورت بشری میں بھی متصور ہو سکتا ہے۔ اور آیۃ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ چونکہ رسول ملکی کے شان میں وارد ہے (یعنے اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی فرشتہ کو رسول بنا کر لوگوں کی طرف بھیجا جاوے۔ جیسا کہ کفار کا سوال ہے تو یہ بھیجنا عبث و فضول ہے کیونکہ پھر بھی اُن کو اشتباہ باقی رہیگا) لہٰذا یہ آیت حدیث دمشقی کی مکذب نہیں دیکھو حدیث احسان میں جبرئیل علیہ السلام بصورت بشری نازل ہوئے اور صحابہ نے بھی ان کو دیکھا۔ ایسا ہی بہتیرے مواضع ہیں تو کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس حدیث

کی مکذب آیت مذکورہ ہے ہرگز نہیں اور آیات مذکورہ میں اس نزول اور اتیان کا ذکر ہے جو کھلے طور پر بغیر صورت بشری کے ہو جو مخصوص بیوم الحشر ہے۔ اسے مؤلف صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو مان لو۔ اور ان کفار کی طرح انتظار نہ کرو۔ جن کا ذکر آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے۔ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ الخ اور هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ الخ کیونکہ پھر ایمان لانا نافع نہ ہوگا۔ قال تعالیٰ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ اے مؤلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم کو اور تمہارے مرشد کو کیا عداوت ہے کہ ہر ایک حدیث کو یا تو مخالف نصوص قرآنیہ کے ٹھہرا دیتے ہو اور یا تحریف صریح کر دیتے ہو۔ پھر اخیر میں ہمارے پر الزام لگاتے ہیں (اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ عالم ملائکہ کے بالکل منکر ہیں) **اقول** جب ہم نے شمس الہدایت میں بدلائل کثیرہ ملائکہ کا نزول اور وجود بمقابلہ انکار قادیانی کے کر دکھایا۔ تو امروہی صاحب سے اور کچھ بن نہیں پڑی۔ اخیر میں بحکم بیت وقت ضرورت چو نماند گریز۔ دست بگیرد سر شمشیر تیز لاجواب ہو کر یہ کہہ دیا۔ واہ صاحب جواب اس کا نام نہیں۔ بلا وجہ اور بغیر ثبوت کسی کو متہم کرنا ہم نے تو ہر جگہ میں تمہارے قادیانی کی عبارتیں بحوالہ کتاب و صفحہ و سطر نقل کر دی ہیں۔ صفحہ ۲۴۱ سے ۲۴۳ تک کا حاصل ۱؎ اگر حضرت نوحؑ کی عمر ۱۴۰۰ برس کی اور حضرت آدم کی ۹۳۰ سال کی ہوئی وکذا وکذا۔ تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی عمر دو ہزار (۲۰۰۰) برس یا زائد کی ہوگی۔ شعر

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا ❊ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

۲؎ جس زمانہ کے لوگوں کی عمریں سو برس تک کی ہوویں تو ہر ایک اہل عقل اور سمجھ والا یہ بھی سمجھ لیوے گا۔ کہ اسی یا نوے (۹۰) سال میں نکوس اور واژگونی اُن کو پیدا ہو جاوے گی۔ ۳؎ حدیث صحیح سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی ثابت ہے ۴؎ مؤلف شمس الہدایت نے جو اصحاب کہف کے لئے عمر آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ سے قطعی طور پر مقرر فرمائی ہے۔

کیا مؤلف نے آیت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا قرآن میں نہیں دیکھی۔ عہ ۵ اصحاب کہف کی عمر سے حضرت عیسےٰ کی عمر مزعوم ثابت نہیں ہوسکتی۔ **اقول** (۱) حضرت ہم نے کب کہا ہے کہ نوحؑ اور آدمؑ وغیرہما کی عمر سے لازم آتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کی عمر دو ہزار برس کی ہو۔ ہم نے چند اشخاص کی عمریں اس استبعاد کے دفع کرنے کے لئے لکھی ہیں۔ جس کو قادیانی نے بعبارت ذیل بیان کیا ہے (فکیف آنکہ الی دو ہزار سنہ زندہ اش گذاشتند) ایام صلح فارسی صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۹ بایں خوش فہمی جواب لکھنے پر آمادہ کیسے ہو گئے ہیں۔ اب تو آپ کی لسان الحال شعر ذیل پڑھ رہی ہے۔

شعر

الا یا ایہا المرزا نہیں لیتا دراہم میں — جواب آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا
مراد منزل مرزا چہ امن و عیش چوں ہردم — صلاح الوقت میگوید کہ بربندید محملہا

(۲) قادیانی صاحب سے سوال تو یہ کیا گیا تھا۔ کہ آپ نے اسی یا نوے سال کی قید کو مدلول آیت کا کیسے ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ایام الصلح صفحہ ۱۲۰ آیت ذیل (وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ) کے تحت میں (چہ از اقرار این آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نود سنہ بالغ شود او ۱ نکوس و واژگونی بہ آفرینش اول حاصل آید) (از قرار این آیت) کا فقرہ محل استشہاد ہے۔ ایہا الناظرون کیا سوال مذکور کا جواب یہ ہوسکتا ہے۔ (جس زمانہ کی عمریں الخ) ہرگز نہیں۔ کیوں کہ یہ مضمون آیت مذکورہ کا مدلول نہیں بلکہ اس سے خارج ہے۔ اور بہ تقدیر تسلیم مفہوم آیت کا چونکہ اہل ہر زمانہ کو شامل ہے۔ لہذا اسی یا نوے سال کی قید کا خصوص اس کی غرض کے لئے منافی ہوگا۔ (۳) حدیث صحیح سے حضرت عیسےٰ کی مدت مکث قبل الرفع ۳۳ سال ہے۔ دیکھو ابن کثیر صفحہ ۲۴۵ میں فَاِنَّهٗ رُفِعَ وَلَهٗ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَنَةً

۱؎ چنانچہ ایام الصلح میں: ۱۲ منہ

فِی الصَّحِیۡحِ وَ قَدۡ وَرَدَ ذٰلِکَ فِی حَدِیۡثٍ فِیۡ صِفَتِہٖ اَھۡلِ الۡجَنَّۃِ اِنَّھُمۡ عَلٰی صُوۡرَۃِ اٰدَمَ وَ مِیۡلَادُ عِیۡسٰے ثَلٰثٌ وَ ثَلٰثِیۡنَ سَنَۃً وَاِمَّا مَا حَکَاہُ اِبۡنُ عَسَاکِرَعَنۡ بَعۡضِھِمۡ اِنَّہٗ رُفِعَ وَلَہٗ مِائَۃٌ وَ خَمۡسُوۡنَ سَنَۃً فَشَاذٌ غَرِیۡبٌ بَعِیۡدٌ انتہٰے۔ اور طبرانی نے باسناد جید انس رضؓ سے روایت ۳۳ سال کو ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یَدۡخُلُ اَھۡلُ الۡجَنَّۃَ عَلٰی طُوۡلِ اٰدَمَ سِتِّیۡنَ ذِرَاعًا بِذِرَاعِ الۡمَلِکِ وَ عَلٰی حُسۡنِ یُوۡسُفَ وَ عَلٰی مِیۡلَادِ عِیۡسٰے ثَلٰثٍ وَ ثَلٰثِیۡنَ سَنَۃً الخ بدور السافرہ صفحہ ۲۷۳ اور خازن ابن سعید احمد حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس اَرۡسَلَ اللہ عِیۡسٰے عَلَیۡہِ السَّلَامُ وَھُوَ اِبۡنُ ثَلٰثِیۡنَ سَنَۃً فَمَکَثَ فِیۡ رِسَالَتِہٖ ثَلَاثِیۡنَ شَھۡرًا ثُمَّ رَفَعَہُ اللہُ اِلَیۡہِ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۔ واخرج ابن سعد واحمد فی الزھد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رُفِعَ عِیۡسٰے اِبۡنُ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِیۡنَ سَنَۃً درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ (۴) شمس الہدایت میں اصحاب کہف کا ۳۰۹ برس تک سونا ذکر کیا گیا ہے جو ترجمہ ہے آیت وَلَبِثُوۡا فِیۡ کَہۡفِھِمۡ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا کا۔ دیکھو شمس الہدایت صفحہ ۸۱ سطر ۱۶۔ خدا کے بندے کسی وقت تو سچ بولا کرو۔ ایہا الناظرون مؤلف صاحب سے دریافت فرماویں۔ کہ کیا آیۃ وَاللہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا معارض ہے آیت وَلَبِثُوۡا فِیۡ کَہۡفِھِمۡ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا) کے لئے۔ ہم کہاں تک ایسے جاہلانہ تعارضات کا دفعیہ لکھتے رہیں۔ امروہی صاحب کی ساری کتاب کا حاصل سوا آویزگریز بہتان کج فہمی کے اور کچھ نہیں صفحہ ۲۴۴ اور ۲۴۵ کا حاصل حضرت عیسےٰ علیہ السلام آیتہ وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ کی دو شقوں میں سے اگر شق ارذل العمر میں داخل ہیں تو بالضرور لِکَیۡلَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا کے مصداق

ہو گئے ہونگے۔ تو پھر دوبارہ آکر کیا کارروائی کر سکیں گے۔ ع۲ اس جگہ پر مؤلف شمس الہدائت نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسمان پر جانے کا حال چونکہ حالات متوسط میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا ولنعم ما قیل دروغگوئے را حافظہ نباشد۔ ع۳ واقعہ صلیب کا ذکر جبکہ اللہ تعالےٰ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں فرما چکا تو اس مقام پر اُس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ **اقول** (۱) يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ امر ممتد ہے جس کا شروع چالیس یا ساٹھ سال کے بعد ہو جاتا ہے۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا کا تحقق اجزاء متاخرہ میں ہوتا ہے۔ اور آئت (وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ) میں چوں کہ مراد (من یتوفی) سے صحۃ تقابل کے لئے (مَنْ يُتَوَفّٰى قَبْلَ الرَّدِّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ) ہے۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام کا دخول شق اول میں بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ مناسب تر باحادیث مدت مکث بعد النزول یہی ہے اور (یتوفی) تحقق وفات فی الزمان الماضی پر دلالت نہیں کرتا۔ تاکہ اس سے مسیح کی وفات نزول آئت کے وقت ثابت ہو۔ الغرض مسیح آئت کے شق اوّل میں داخل ہو خواہ دوسری میں اس کی وفات یا نکما ہو جانا نہیں ثابت ہوتا ع۲ ہاں تسلیم کر لیا ہے کہ آئت وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ میں رفع الی السماء کا ذکر نہیں۔ چنانچہ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس آیت میں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں۔ مگر فرمایئے کہ اس تسلیم میں ہمارا کونسا ضرر ہے اور ہم نے کب اس آیت کو دلیل رفع جسمی کے لئے کہا ہے ہم نے تو بل رفع اللہ الیہ سے ثابت کیا ہے ہماری کتاب کو کسی سے پڑھ کر سمجھنا آپ کے لئے ضروری تھا۔ ایہا الناظرون جتنے اعتراض شمس الہدائت میں قادیانی کے [illegible] ت بآیات قرآنیہ پر وارد کئے تھے اُن میں سے ایک کو بھی امروہی صاحب مندفع نہیں کر سکا اصلی غرض سوال کا تو حضرت کو خیال ہی نہیں رہتا اور نہ گریز کر کے ٹال مٹال دیتے ہیں ص۲۴۵ سے ۲۴۸ تک کا حاصل (۱) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ اور كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا نبی ہو یا ولی وغیرہ بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ کے زندہ رہنا نہیں

ہو سکتا ہے ۲ قرآن مجید سے اصحاب کہف کی ضرورت طعام کی طرف معلوم ہوتی ہے۔
قال اللہ تعالیٰ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا
فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ ایسا ہی قولہ تعالیٰ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا
صراح میں ہے مرفق آنچہ بوے نفع یابند ۳ افسوس کہ مؤلف نے بے تمیزی کی وجہ
سے کلمات قرآنی کے معنے حقیقی اور مجازی میں فرق نہیں کر سکا۔ ۴ عدم اکل و شرب
کوئی کمال نہیں دیکھو جمادات کو **اقول** ۱ ہم بھی مانتے ہیں کہ حسب آیت مذکورہ کسی
انسان کا بغیر طعام کے زندہ رہنا نہیں ہو سکتا۔ مگر اہل ارض کے لئے طعام گندم وغیرہ ہے اور اہل
سماء کے لئے تسبیح و تہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایۂ حیات حاصل
کرتا ہے زمینی آدمی جبتک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائیگا جب اللہ تعالیٰ کو آسمان پر
لیجانا اُس کا منظور ہے تو اُس کو ملائکہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے آسمان پر
لے جانے کے وقت اُس سے اشتہا اس غذا زمینی کی سلب کیجاتی ہے کما صرح بہ المحققون
اہل زمین میں سے ہی زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہونگے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی۔ فَكَيْفَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَآءِ یارسول اللہ صلعم جس دن
کھانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اُسدن مومنین کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا
اُسدن اہل آسمان کی طرح انکو تسبیح و تہلیل مایۂ حیات ہوگی اور نیز آئیۃ (وَمَا جَعَلْنٰهُمْ
جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ) کا معنی یہ نہیں کہ انسان ہر وقت اور بغیر اشتہا کے بھی کھاتا ہے
بلکہ کھانا پینا اشتہا پر مبنی ہے اور چونکہ مرفوع علی السماء کی اشتہا سلب کر دیجاتی ہے لہٰذا اسکا
نہ کھانا اور نہ پینا) آئیت مذکورہ کے منافی نہ ہوا ۲ قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال
سے زیادہ عرصہ میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہنا ثابت ہے کیونکہ مطابق (وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ
ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا) کے وہ سو رہے ہیں۔ اتنے عرصہ میں انہوں نے کچھ
نہیں کھایا اور نہ پیا۔ اور آئیۃ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ الخ میں بیدار ہونیکے بعد
کا حال ہے۔ ساری آئیت پڑھو۔ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ

إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۔ ۳ افسوس ہے امروہی صاحب کے ایمان پر کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان ذیل (فقال يجزيهم ما يجزي أهل السماء) پر گستاخانہ بکواس کیا۔ یعنی جس نے طعام کا معنے بغیر گندم وغیرہ کے تسبیح وتہلیل لیا ہے وہ بے تمیز ہے اُس کو قرآن کریم کے کلمات کے معنے حقیقی ومجازی سے خبر نہیں۔ اے مؤلف تم کو ہمارے پیغمبر افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے کہ ہر جگہ آپ کے ارشاد پاک اور قرآن مجید میں تعارض ٹھہرا دیتے ہو۔ ذرا (اُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ) کا بھی خیال رکھو۔ اتنی عداوت تو پادریوں۔ آریوں وغیرہ نے بھی نہیں کی کہ قرآن وحدیث میں ایسا بیجا دخل کریں ۲ عدم اکل عما من شانه ان يكون اكلا کمال ہے جو جمادات پر صادق نہیں ہو سکتا۔ دیکھو یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیہ **بیت**

معدہ را بگذار سوئے دل خرام ❊ تا کہ بے پردہ ز حق آید سلام

الف اُذْكُرُوا اللہ کار ہر اوباش نیست ❊ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست

لِلْحَرْبِ رِجَالٌ وَلِلثَّرِيدِ رِجَالٌ مثل مشہور ہے ص ۲۴۸ کا حاصل ۱ آیت وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ سے حضرت عیسےٰ کا مالدار وکثیر الخیرات ہونا ثابت ہوتا ہے ۲ ازالہ اوہام ص ۳۰۹ پر جو اعتراض کیا گیا ہے یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیور کو مرزا صاحب نے مکروہ وقابل نفرت کہا ہے) اس میں ہم صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں کہ کسی حیوان کی تصویر کا بنانا شرع محمدی میں مکروہ ہے یا نہیں۔ بشق اول ازالہ کی بات ٹھیک اور شق ثانی کے آپ قائل نہیں فاین المفر۔ ۳ انکار معجزات جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے جواب اسکا یہی ہے کہ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

اقول اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام مال کو اپنے ملک میں ٹھہرا رکھتے تھے تاکہ ان پر اداء زکوٰۃ لازم ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سینکڑوں طرح کے اموال آئے معہذا وصف فقر جس پر آپ کا فخر ہی لازم ہے رہے۔ ۲ اگر بشق اول ازالہ کی بات ٹھیک ہے تو پھر یہ تصویر فروشی کیسی جس سے ہزاروں روپے بھولی جماعت سے لئے گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب سے تو اعتراض کسی طرح مندفع نہیں ہوتا۔ کیونکہ انہوں نے قبل از شرع محمدی مسیح

کے زمانہ میں اس کے معجزات کو مسمریزم اور کھلونے وغیرہ لکھا ہے ۳۲ دیکھو ازالہ کے صفحہ ۳۰۵
کو جس خلق طیر کی نسبت لکھا گیا ہے کہ یہ ایک مسمریزی عمل بطور لہو ولعب کے تھا وغیرہ
وغیرہ۔ ایسی تحریف کو انکار ہی سمجھا جاتا ہے۔ اب فرمائیے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ
کا مصداق کون ہوا صفحہ ۲۴۹ میں خطبہ صدیقیہ کا ذکر ہے جس کی تشریح اور امروہی صاحب
کی کج فہمی پہلے گذر چکی ہے۔ **قولہ** صفحہ ۲۵ تو پھر بحکم آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے
زمانہ ماضی میں تحقق موت کا حضرت عیسٰے ابن مریمؑ کے لئے واقع ہو گیا تو اب مطلق عام
مؤید و مثبت ہمارے مذہب کے لئے ہوا اور قیام مبداء بھی بحسب اقرار آپکے ثابت ہوا و ہوا لمطلب
اقول بحکم آیت فلما توفیتنی کے تحقق موت کا مسیح ابن مریمؑ کے لئے بعد النزول
ہوگا اور توفیتنی کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے ہے جس میں سوال و جواب ہوگا۔
اور جس پر صراحۃً حدیث اقول کما قال العبد الصالح دال ہے۔ بخاری کو کسی
محدث سے پڑھیئے۔ تاکہ بخاری کی غرض قَالَ کو بمعنے یَقُوْلُ کے لینے سے سمجھ میں آوے پھر
کبھی فلما توفیتنی اور حدیث کما قال العبد الصالح کو پیش نہ کریں اور یہ جو کہا ہے (قیام
مبدء بھی بحسب اقرار آپ کے) **اقول** ہمارا اقرار یہ ہے کہ توفی بمعنی مطلق قبض کے ہے
دیکھو صفحہ ۵۳ شمس الہدائیۃ کا مگر غور سے۔ صفحہ ۲۵۰ اور صفحہ ۲۵۱ میں امروہی صاحب نے تسلیم
کر لیا ہے کہ آیتہ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ ھُمْ یُخْلَقُوْنَ
اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ الخ سے وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ تَوَفَّیْتَنِیْ کو اس کے ساتھ
شامل نہ کیا جاوے۔ ایھا الناظرون شمس الہدائیت کا مطلب صرف اتنا ہی تھا کہ مرزا صاحب
کا استدلال وفات مسیح پر بآیت مذکورہ نہیں ہو سکتا چنانچہ انہوں نے ایام الصلح کے صفحہ ۱۲۱
میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے (دلیل بین است بریں کہ عیسی از زمرہ مُردگان مے باشد)
سو اب امروہی صاحب نے مان لیا کہ بیشک یہ آیت مثبت وفات مسیح کے لئے قبل النزول نہیں
اس صفحہ میں بھی جو امروہی صاحب نے خوش فہمی عادی اپنی ظاہر کی ہے اس کی تردید کی حاجت
نہیں۔ صرف شمس الہدائیت اور امروہی صاحب کی کلام کو سامنے رکھ کر ناظرین رائے دے
سکتے ہیں اور فلما توفیتنی کا مطلب صحیح بخاری پڑھنے کے بعد آپ معلوم کر لیویں گے۔

کہ اُس سے تحقق وفات قبل النزول نہیں ثابت بشہادت حدیث اقول کما قال العبد الصالح کے۔ اس مقام پر شمس الہدایت میں مرزا صاحب کے استدلال بالآیۃ المذکورہ کو دونوں تقدیر پر باطل کیا گیا ہے۔ خواہ خصوص مورد کے روسے (اموات) سے مراد (اصنام) لئے جاویں کما قالہ ابن عباس اور خواہ عموم اللفظ کی جہت سے مطلق معبودات باطلہ لئے جاویں اس پہ امروہی صاحب سے مرزا صاحب کی جانب سے جواب تو کچھ نہیں ہو سکا صرف ابن عباس کی تفسیر پر یہ الزام لگایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر قرآن مجید مکہ میں نازل ہوا ہے اس میں صرف انہیں مشرکین کا رد ہے جو اصنام و احجار کو معبود مانتے تھے۔ نعوذ باللہ من ہذا القول مثل البول کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم **اقول** حضرت یہ وہی ابن عباس ہیں جنکے آپ کسی مقام پر بوجہ خود غرضی کے ثنا خوان ہوتے ہیں۔ ابن عباس نے تو صرف بخیال خصوص مورد کے (اصنام) فرما دیا ہے۔ ورنہ عموم اللفظ کی جہت سے عموم رد کے منکر نہیں آپ کو تو مرزا جی کی جانب سے جواب دینا ضروری تھا اُس سے گریز کر کے ابن عباس سے آویز کردی وہ بھی ناتمام **قولہ** ص ۲۵۲ اے مؤلف صاحب تناقض تو آپ کے ذہن میں ہے نہ قرآن مجید میں جو سنت اللہ کہ گذر چکی وہی سنت اللہ پھر بحکم قادر مطلق اعادہ کی جاتی ہے۔ **اقول** جب سنت اللہ کا اعادہ باوجود لفظ خلت کے ہو جاتا ہے تو پھر ابن مریم کے عود کو وہی خلت کس طرح روک سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے مسیح کا عود بر تقدیر وفات مسیح آئیہ (وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ) کے روسے نہیں ہو سکتا۔ تو جواباً گذارش ہے کہ اول تو وفات ہمارے مسلمات سے نہیں تاکہ یہ آئیت وارد کی جاوے اور ہم کو اسکی تطبیق میں اُن آیات کے ساتھ جو دال ہیں عود موتی پر کلام کی حاجت ہو اور بر تقدیر تسلیم اتنا تو ثابت ہو گیا کہ خلت کا لفظ دوبارہ آنے سے آبی نہیں اور آیۃ قد خلت من قبلہ الرسل دلیل امتناع عود مسیح کی نہیں وہو المطلوب۔ مرزا صاحب کی جانب سے مجیب ہو تو ایسا ہی ہو کہ ہر ایک استدلال اُسکے کو خود ہی باطل کیا جاوے۔ ص ۲۵۳ اور ص ۲۵۴ کا حاصل حضرت عیسےٰ کونسی وجہ سے عہدہ رسالت سے معزول کئے گئے نادان کی دوستی جی کا زیان کیا آپ نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ **اقول** ۱ حضرت عیسےٰ منصب و مقام قرب رسالت سے معزول نہیں کئے گئے بلکہ اپنی شریعت کی تبلیغ سے

فارغ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا معزول مجھنا یہ آپ کا حاشیہ ہے جس پر سوال مذکور کا ورود ہو سکتا ہے۔ صفحہ ۲۵۵ کے اخیر سے ۵۶ کے نصف تک کا حال ۱؎ آئیۃ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کو جو مصنف شمس الہدایت نے قیاس استثنائی کے رنگ میں بیان کیا ہے اس آئیۃ میں قیاس استثنائی کا مادہ ہی مذکور نہیں مقدمہ شرطیہ یہاں پر مذکور نہیں حرف لکن کا نشان نہیں ۲؎ پھر طرفہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے بہت سے قضایا داخل کر دئے اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کو دلیل سے خارج کر دیا۔ ۳؎ پھر جو اعتراض شکل اول پر وارد کرتے ہیں وہ ان کی تقریر پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ رفع منافات بین الموت والرسالۃ خطبہ صدیقیہ کے وقت سے پہلے ہی متحقق ہے۔ تو چاہیئے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی فوت ہو جاتے۔ **اقول** ایہا الناظرون پہلے آپکو یہ جتلانا چاہتا ہوں کہ شمس الہدایت کا مقصود قادیانی وامروہی کے استدلال کا ابطال ہے جو انہوں نے وفات مسیح پر آئیۃ (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) سے پکڑا تھا۔ ان کے استدلال کی صورت مسیح ابن مریمؑ رسول ہیں صغرے اور سارے رسول آپ سے پہلے مر چکے ہیں۔ کبرے پس مسیح بھی مر چکا۔ نتیجہ اسپر شمس الہدایت کا اعتراض شکل مذکور کا کبرے کلیہ نہیں کیونکہ یہی قد خلت من قبلہ الرسل مسیح ابن مریم کے بارہ میں بولا گیا ہے مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اب اگر (الرسل) کے لام کو استغراقی ٹھہرایا جاوے تو معنے یہ ہوا سارے رسول مسیح سے پہلے مر چکے اور یہ خلاف واقع ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسیح سے پہلے فوت نہیں ہوئے۔ پس جب (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) میں (الرسل) سارے رسولوں کو مستغرق نہوا۔ تو مہملہ فی قوت الجزئیہ ٹھہریگا لہذا استدلال بآئیۃ مذکورہ علی وفات المسیح بوجہ انتفاء شرط شکل اول کے باطل ہوا بلکہ یہی (قد خلت من قبلہ الرسل) جو مسیح کے بارہ میں بولا گیا ہے دلیل ہے حیات مسیح کیلئے ورنہ (من قبلہ) لغو جاتا ہے پس یہ آئیۃ دونوں جگہ صرف اسی قدر پر دال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح پر موت کا آنا رسالت کے منافی نہیں کیونکہ مطابق سنت الٰہیہ کے رسول مرتے رہیں اس آئیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح مر چکا سراسر جہالت ہے اگر یہی ہے تو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس آئیت کے نزول کے وقت وفات پا چکے ہوں وہو باطل فکذا بعد اسکے ناظرین کی خدمت میں التماس ہے

کہ امروہی صاحب نے اسکا جواب کچھ نہیں دیا جو منصبی فرض ان کا تھا کیونکہ ایک تو مرزا صاحب کی جانب سے مجیب تھے اور دوسرا خود بھی اپنی تصنیفات میں بڑے زور و شور سے آیت مذکورہ وفات مسیح کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس مقام میں ایسا ٹال مٹال کیا کہ ناظرین کو ان کی ناتوانی و ناکامیابی کی طرف توجہ بھی نہ رہی یہ ہوا وہ ہوا پھر گذارش ہے کہ خطبہ صدیقیہ میں بھی یہی آیت (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) مذکور ہے صدیق اکبر کا استدلال بدیں آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے تحقق پر بھی موقوف اس پر نہیں کہ (الرسل) میں لام للاستغراق ٹھہرایا جاوے۔ چنانچہ پہلے مفصل طور پر گذر چکا ہے اب امروہی صاحب کے اعتراض نمبر (۱) کا جواب سنیئے۔ کیوں حضرت براہین قرآنیہ میں یہ ضروری ہے کہ سارے مقدمات قیاس کے علی ہیئتہ الاقیستہ مذکور ہوں ہر گز نہیں دیکھو آئیتہ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ دلیل ہے ابطال معبودیت اصنام وغیرہ کیلئے هٰؤُلَاءِ لَيْسُوْا بِاٰلِهَةٍ لِاَنَّهٗ لَوْ كَانُوْا اٰلِهَةً يَخْلُقُوْا شَيْئًا لٰكِنَّهُمْ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا ایسا ہی وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ هٰؤُلَاءِ لَيْسُوْا بِاٰلِهَةٍ لِاَنَّهُمْ مَخْلُوْقُوْنَ وَلَا شَيْءَ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِاٰلِهَةٍ فَهٰؤُلَاءِ لَيْسُوْا بِاٰلِهَةٍ ایسا ہی (اموات) اور ایسا ہی (غیر احیاء) بھی ایسا ہی قولہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا بلکہ ساری براہین (ما وردوھا) اور لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ) الغرض آیات قرآنیہ میں سینکڑوں جگہ برہان کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ نمبر ۲ صفحہ ۸۵ شمس الہدایت کا ملاحظہ ہو جس کے حاشیہ پر صورت استدلال میں لکھا ہوا ہے۔ (الموت لیس بمنافٍ للرسالۃ) کیا (للرسالۃ) سے لرسالۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد نہیں۔ بدلیل خصوص مقام ناظرین صفحہ مذکور کے حاشیہ پر مفصل تقریر ملاحظہ فرماویں۔ نمبر ۲ شکل اول پر صفحہ ۸۶ شمس الہدایۃ کے حاشیہ میں جو اعتراض ہے تو بسبب مسلم ہونے رسالت آپ کے عند المخاطبین وارد غیر مندفع ہے اور آپ کا اعتراض بالکل لغو اور جہالت ہے۔ کیونکہ منافات مزعومہ حاضرین کا رفع تو خطبہ صدیقیہ سے ہی ہوا تھا پہلے سے نہیں ہوا اس لئے کہ رفع الشئی فرع ہے تحقق اس شئے کی اور حاضرین کے اذہان میں منافات بین الموت والرسالت صدمہ وفات شریف کے رو سے اور اسی دن متحقق ہوئی تھی جسکا رفع خطبہ صدیقیہ سے کیا گیا۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ امروہی صاحب کا جواب سے تو جواب ہے اور لغویات

ومطاعن کی طرف سے پایہ بر کاب ہے سادہ لوحوں کو کیا خبر ہے براہین قرآنیہ کی۔ اُن بیچاروں کو
اس طرح پر اطمینان دیدیتے ہیں کہ کلمہ (لکن) اور پھر اتنے مقدمات قرآن کریم میں کہاں مذکور ہیں۔ گویا
ان کے دلوں میں یہ جمانا منظور ہے کہ قرآن کریم کی تحریف ہو رہی ہے۔ امروہی صاحب ہر چند
پولیٹکلوں سے کام لئے جائیں مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں کہ آپ ہر فن سے بے بہرہ ہیں۔
اور قرآن اور سنت کی پٹڑی کے اکھاڑنے کے درپے ہیں۔ مگر معلوم ہو کہ مطابق (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) کے ناکامیاب ہی رہیئے گے **صفحہ ۲۵۵** کا حاصل **نمبر ۱** شمس الہدایت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برأت عن الوفات کو مزعوم مخاطب کا ٹھہرایا گیا ہے جو شخصیہ
ہے۔ اور پھر سالبہ کلیہ بھی یعنی (لَا شَیْءَ مِنَ الرُّسُلِ بِهَالِكٍ) **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا
سالبہ کلیہ نہ ہوا۔ تو طرز استدلال ہی باطل ہو گیا۔ **اقول نمبر ۱** مزعوم مخاطب کا بلحاظ خصوص مقام
گو کہ شخصیہ ہے۔ مگر چونکہ منافات مزعومہ بین الموت والرسالۃ کسی خصوصیت کی جہت سے نہیں۔
بلکہ از روئے وصف رسالت کے ہے۔ دیکھو اسی حاشیہ میں (جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا تھا) لہٰذا مزعوم مخاطب کو باختلاف اعتبار شخصیہ بھی
اور سالبہ کلیہ بھی کہنا صحیح ہوا۔ **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ بھی ہوا تو طرز استدلال
بھی صحیح رہا بیت فہم سخن گر نکند مستمع ÷ قوت طبع از متکلم مجوے۔ ص۲۵۶ اور ص۲۵۷
کے غیر مکرر مضمون کا حاصل منافات بین الموت والرسالۃ کو صحابہ کا مزعوم ٹھہرانا بالکل غلط ہے
کیونکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک صحابہ کو یہ مسئلہ بدیہیہ کہ مَاتَ
النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِیَاءُ بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ بلکہ صحابہ کا مزعوم یہ تھا کہ ابھی تک بہت سی پیشینگوئیوں
کا پورا ہونا آپ کی حیات میں باقی ہے۔ **اقول** جان نثاروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ اپنے محبوب
کی فرقت کے صدمہ سے بدیہیات کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور یہی ہے مقتضائے (لَا یُؤْمِنُ
اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ) کا کیا صحابہ کرام نے بعد استماع
خطبہ صدیقیہ کی آیت (اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ) اور ایسا ہی آیت (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) کے بھول جانے کا اقرار نہیں کیا تھا اور آپ نے جو مزعوم صحابہ کا پیشینگوئیوں
کا پورا ہونا فرمایا ہے کیا آیت اِنَّكَ مَیِّتٌ یا (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) اس کے لئے تردید

ٹھہر سکتی ہے ہرگز نہیں کیونکہ ان آیات کا یہ معنی نہیں کہ فلاں تاریخ میں وفات شریف واقع ہوگی۔ تاکہ پیشینگویوں کے وقوع تک کے انتظار کو رفع کرے صفحہ ۲۵۸ سے ۲۷۶ تک کے مضمون کی تردید ہو چکی ہے۔ پھر صفحہ ۲۷۶ سے ۲۸۲ تک فائدہ کے طور پر تفسیر رحمانی کا مطلب بیان فرماتے ہیں مصنف تفسیر رحمانی کو محققین مفسرین سے لکھتے ہیں۔ **قال** صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰ اور جو معنے ہم نے لکھے ہیں وہی معنے محققین مفسرین نے بھی تحریر فرمائے ہیں چنانچہ تفسیر رحمانی میں لکھا ہے ولو تقول ای افترٰی علینا بقوۃ فصاحتہ وبلاغتہ بعض الاقاویل مع ظہور ان لا یأتی الاعجاز للفصحاء والبلغاء فی جمیع اقاویلہم لاخذنا منہ قوۃ الفصاحۃ والبلاغۃ بالیمین ای بقوتنا ثم لقطعنا منہ الوتین ای نیاط قلبہ الذی بہ یتحرک لسانہ فیجعل کلامہ ضحکۃ للناظرین وھزأۃ للساخرین کترھات مسیلمۃ والی العلاء المعری وغیرہما فما منکم من احد عنہ ای عن سلب بلاغتہ وفصاحتہ حاجزین ای مانعین فانکم وان اعنتموہ حینئذ لم یأت منہ کلام بلیغ فضلا عن المعجز وذلک لانہ یفضی الی تلبیس لا یمکن دفعہ وھو مناف للحکمۃ وکیف یکون افتراء وانہ لتذکرۃ للمتقین فانہم بتصفیتہم للبواطن یتذکرون بہا علوما تفیدہم فی الدین من غیر انتہاء لہا ولا شئ من المفتری کذلک اور اسی تفسیر رحمانی میں ہے ثم اشار الی ان قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وموتہ لیس من اسباب لضعف بل ھو کالقرح فقال وما محمد الا رسول والرسل منہم من مات ومنہم من قتل فلا منافاۃ بین الرسالۃ والقتل والموت اذ قد خلت من قبلہ الرسل بل لضعف عن الجہاد حینئذ مشعر بالردۃ الو مؤمنون بہ فی حال حیوتہ فان مات او قتل انقلبتم ای ارتددتم کانکم انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا بابطال دینہ فانہ سیظہرہ علی یدی من یشکرہ وسیجزی اللہ بالنصر والغلبۃ فی الدنیا والثواب والرضوان فی الاخرۃ الشاکرین نعمۃ الاسلام بالجہاد فیہ۔

اقول بجائے (اور جو معنے ہم نے لکھے ہیں وہی معنے محققین مفسرین نے لکھے ہیں) کے یوں فرمانا چاہیئے تھا (اور جو معنے محققین مفسرین نے لکھے ہیں وہی معنے ہم نے ان کی کلام کو دیکھ کر لکھے ہیں) ایہا الناظرون! غور فرماویں تفسیر رحمانی کی عبارت ذیل میں (فلا منافاۃ بین الرسالۃ

والقتل والموت اذ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کہ اس نے تصریح کردی ہے کہ مزعوم صحابہ رضی کا
وفات شریف کے دن منافات بین الموت والرسالۃ تھی۔ جس کا امروہی صاحب ادیب انکار فرما
چکے ہیں۔ چونکہ تفسیر رحمانی کے مصنف کو محققین مفسرین سے شمار کیا ہے۔ لہٰذا آپ کو
اُن کے قول کی تسلیم ضروری ہے اور بموجب مفاد آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ الخ
کے قادیانی صاحب کی تفسیر فاتحہ بھی (جس کو اس نے اعجاز ٹھہرایا ہے) ضحکۃ للناظرین
وہزأۃ للساخرین ہو رہی ہے اور اسکے حواری گو کہ اس کو امداد اور اعانت بھی کریں تو بھی بحسب
قولہ تعالیٰ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ کے اس کو کلام بلیغ پر قدرت نہیں ہوسکتی
فضلا عن المعجز کیونکہ بر تقدیر معجز ہونے تفسیر فاتحہ للقادیانی کے تلبیس غیر مندفع پیدا ہوتی ہے
جو منافی ہے حکمت الٰہیہ کو۔ ناظرین خوب غور فرماویں کیا آیت مذکورہ کے مضمون کا تحقق
بموجب تفسیر رحمانی کے ہوا ہے یا نہیں۔ یعنی کلام اس کی مضحکہ ناظرین بنی ہے یا نہیں۔ ص ۲۸۳
کا حاصل ۱۔ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ میں جعل تکوینی کہاں موجود ہے۔ نمبر ۲
اگر حضرت عیسیٰ اس اختصاص سے مستثنیٰ ہیں تو اُنکا استثناء دلیل نقلی قطعی سے بیان کیا جاوے
نمبر ۳ صعود ابلیس بعد الہبوط کو جو مقیس علیہ تحریر کیا گیا ہے۔ اول حضرت آدم علیہ السلام کا
آسمان پر پیدا ہونا ثابت کیا جاوے بعد اسکے شیطان کا صعود آسمان پر وسوسہ ڈالنے
کے لئے ثابت کیجئے۔ تب اس کو مقیس علیہ گردانیئے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِيْفَةً وغیر ذالک من الآیات نمبر ۴ سلمنا کہ جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ
مَعَاشًا میں مجعول عارض غیر لازم ہے مگر فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ اور وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ میں تو اختصاص ہے۔ **اقول نمبر ۱** کیا حیات و ممات فی الارض مخاطبین
کی بغیر جعل جاعل و خلق خالق ہوگئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہاں لفظ جعل آیت میں مذکور نہیں
نمبر ۲ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اور آیت مَا الْمَسِيْحُ
ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یہ سب دال ہیں حیات مسیح فی السماء
اور اسکی استثناء پر بعد ملاحظہ تطابق آیات کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے متعلق
جو کچھ آپ نے لکھا تھا وہ سب ہباءً منثورا ہو گیا اور (لیؤمنن) کا استقبال بھی بہ نسبت زمان

نزول آیت کے ہی ثابت کیا گیا ہے **نمبر ۳** ہمارا مدعا آدم علیہ السلام کے آسمان میں پیدا ہونے پر موقوف نہیں ۔ بلکہ سکونت علی السماء پر مبنی ہے ۔ قُلْنَا یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ دیکھو کل تفسیر معتبرہ اور ابلیس کا ہبوط و خروج جنت یا آسمان سے بسبب انکار سجدہ کے پہلے ہو چکا تھا ۔ قال اللہ تعالیٰ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ؕ اور جب کہ آدم علیہ السلام کا ہبوط جنت سے زمین پر نہیں ہوا تھا ۔ تو بموجب قولہ تعالیٰ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا کے ابلیس کا صعود آسمان پر وسوسہ ڈالنے کے لئے ثابت ہوا ۔ پھر ابلیس کے قول پر تعمیل کرنے کی وجہ سے آدمؑ و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکالکر زمین پر چھوڑا گیا ۔ قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ اِلٰی اَنْ قَالَ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ؕ اور قولہ تعالیٰ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور الیٰ آہی وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ حکایت ہیں مابعد سے مضمون بالا کے **نمبر ۴** استثناء مسیح کی آیات نے اس اختصاص کو چونکہ مختص بما سوائے مسیح کر دیا تو بہ نسبت ماسوا کے حیوٰۃ مقید بہ فی الارض ہوئی اور بہ نسبت مطلق الانسان کے جو شامل ہے مسیح و غیر مسیح کو قید (فی الارض) کی منجملہ قیود عارضیہ مجعول الیہ کے ٹھہری فتامل ۔ اور نیز آپ کے اجتہاد کے مطابق حصر مذکور منقوض ہوگا اُس شخص کے ساتھ جو ہوا پر کسی آلہ کے ذریعہ سے حیوٰۃ کو بسر کرتا ہے ۔ اور اہل جنت کے ساتھ بھی ۔ پس جبتک آپ آیت مذکورہ میں تقدیم ظرف لافادۃ غیر الحصر نہ ٹھہرائیں یا حیات کو مقید بہ حیات ناسوتی اور پھر مقید بہ اکثر الاحوال نہ ٹھہراویں تب تک نقوض مذکورہ آیت سے رفع نہ ہونگے ۔ **قولہ ص ۲۸۴** انبیاؤں کا مرتبہ اور رسالت اور نبوت سے معزول ہونا محض باطل ہے ۔ **اقول** شمس الہدائیت میں جس رسالت کو محدود کہا ہے اس سے مراد تبلیغ شرائع و احکام ہے مطابق اپنی اپنی شریعت کے نہ مرتبہ اور مقام اور قرب کما مر فی اول ہذا الکتاب ۔ **قولہ ص ۲۸۴** اور ہم نے نزول بروزی مسیح کا در صورت حضرت اقدس کے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا ۔

اقول خاک کر دیا کما مر **قولہ** بخلاف صعود عیسےٰ علیہ السلام کے جوالی السماء بجسدہ العنصری ہو اور نزول کذائیہ وغیرہ کے جس کو نصوص قطعیہ رد فرما رہے ہیں **اقول** صعود نزول مذکور کی تردید نصوص قطعیہ بموجب رائے آپکے فرما رہے ہیں - ورنہ وہی نصوص بحسب رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین وغیرہم الی یومنا ہذا منافی نہیں - بلکہ بعض ان میں سے مع عدم تنافی مثبت بھی ہیں کما مر- **قولہ** صفحہ ۲۸۵ اگر ضرورت نہیں تو ممتنع بھی تو نہیں **اقول** یہاں پر مصنف نے عود ایلیا کا علت مثبت نہ ہونا جو شمس الہدائیت کا مقصود تھا قبول کر لیا اور امتناع بروز کو ہم ثابت کر چکے ہیں صہ ۲۸۵ سے صہ ۲۹۲ تک کی تردید کی ضرورت نہیں - ہاں حضرت شیخ کی عبارت جواثبات نبوت قادیانی صاحب کے لئے **فتوحات** سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں ناظرین پر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت شیخ کا مطلب عبارت مذکورہ سے صرف بقاء مرتبہ ومقام نبوت کا ہے الی یوم القیمۃ مگر (نبی) و (رسول) کہلانا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہیں رکھتے - چنانچہ اسی باب کے صفحہ (۷۳) پر لکھتے ہیں (فَسَدَدْنَا بَابَ إِطْلَاقِ النُّبُوَّةِ عَلٰی هٰذَا الْمَقَامِ) اور نیز **فتوحات** کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں (وَهُوَ بَابٌ قَدْ سَدَّهُ اللّٰهُ كَمَا سَدَّ بَابَ الرِّسَالَةِ عَنْ كُلِّ مَخْلُوْقٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اور پھر امروہی صاحب کا دجل جو انہوں نے حضرت شیخ کی عبارت میں کیا ہے قابل غور ہے - قال الشیخ وَاِنَّهٗ لَاخِلَافَ اَنَّهٗ يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حَكَمًا مُقْسِطًا عَدْلًا الخ اس عبارت میں (ینزل) پر امروہی صاحب صفحہ ۲۹۱ میں حاشیہ لگاتے ہیں (ای ینزل علی نہج البروز) اب ناظرین مصنف صاحب سے دریافت فرماویں کہ یہ (نزول بروزی) حضرت کی مراد کیونکر ٹھہرا سکتے ہیں کیونکہ حضرت شیخ تو نزول جسمی اور حیات مسیح کے قائل ہیں - دیکھو **فتوحات باب ۷۳** ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرسل لاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض الیاس وعیسےٰ وکلاھما من المرسلین اور **باب ۳۶۷** میں

لکھتے ہیں۔ فَاِنَّہٗ لَمْ یَمُتْ اِلَی الْاٰنَ بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اِلٰی ھٰذِہٖ السَّمَآءِ اور اگر اپنی رائے کے مطابق نزول بروزی لیا ہے۔ تو پھر حضرت شیخ کے قول (ینزل) کی تفسیر کیسی ہوئی۔ بعد اظہار اس دجل کے یہ بھی خیال کرنا چاہیئے۔ کہ عبارت[1] مذکور شیخ سے نزول جسمی مسیح کا متفق علیہ ہونا معلوم ہوتا ہے برخلاف زعم قادیانی وامروہی صاحبان کے۔ اے مصنف صاحب کہاں تک آپ اجماعی مسئلہ کو چھپاؤ گے صاف اس طرح پر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ بیشک امت مرحومہ کا اجماع رفع ونزول جسمی پر تو ہے۔ مگر ہم دلائل قاطعہ زعمیہ کے رو سے اس کو اجماع کورانہ کہتے ہیں۔ ناحق کیوں ہر ایک حدیث اور قول صحابی وتابعی وائمہ محدثین و مفسرین وفقہا کے قول کو اُلٹا بیان کرتے ہو۔ آپ کو عبارت مذکورہ کی نقل نے بغیر نقصان اُٹھانے کے کیا فائدہ بخشا۔ مگر بیت

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؎ خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ است

ص۲۹۳ اور ص۲۹۴ کا حاصل جو تفسیر کہ مصنف شمس الہدایۃ نے تفاسیر سے بذریعہ احادیث لکھی ہے اس کو مرزا صاحب نے (سراسر غلط) نہیں کہا کیونکہ وہ تو مخصوص بیوم الحشر ہے بلکہ مرزا صاحب نے اس تفسیر کو غلط کہا ہے۔ جو علماء نے قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق رکھی ہے **اقول** یہ اور دجل ہے کیونکہ مرزا صاحب تو خود اس سورۂ زلزال کو قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق کہتے ہیں۔ دیکھو ازالہ ص۱۴۸ سطر ۲ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے انتہی موضع الحاجۃ اگر تخطیہ علماء کا بوجہ تعلق بزمانہ آخری قبل قیامت کے ہے۔ تو اُس کا قائل خود مؤلف ازالہ ہے معلوم ہوا کہ وجہ تخطیہ کی یہ نہیں بلکہ تفسیر علماء کو جو ہم نے بذریعہ احادیث ثابت کر دی ہے سراسر غلط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ علماء (ارض) سے مراد زمین لیتے ہیں اور چونکہ زمین کے زلزلہ اور تہ وبالا ہونے کے وقت کسی سے کلام کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا (ارض) سے مراد اہل ارض ہیں اور زلزال سے مراد تحریک خیالات ہے جو مُصلح عظیم الشان یعنی (قادیانی) کے زمانہ میں ہو رہی ہے الخ دیکھو صفحہ مذکورہ ازالہ میں (کہ زمین جہانتک اُس کا ہلانا

---

[1] وانہ لاخلاف انہ ینزل فی آخر الزمان الخ یعنی اُس مسیح ابن مریم کے نزول جسمی میں کسی کا خلاف نہیں ۱۲ منہ۔

ممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غائیت درجہ پر جنبش دیجائے گی۔ اور پھر صفحہ ۱۱۵ میں دیکھو (اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنے انسان کے دل اپنے تمام استعدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائینگے الخ) اور پھر ازالہ کے صفحہ ۱۲۸ کی عبارت ذیل کو ملاحظہ کرو (ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۂ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے زیر و زبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے۔ کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتلائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ پھر دیکھو صفحہ ۱۳۳ ازالہ کا (کیا ممکن ہے کہ زمین تو ساری زیر و زبر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور پھر لوگ زندہ بچ رہیں۔ بلکہ اسجگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں انتہیٰ موضع الحاجۃ۔ ناظرین خیال فرماویں کہ عبارت منقولہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی کا تخطیہ علماء کی طرف سے اسی وجہ سے ہے کہ علماء (ارض) سے ظاہری طور پر مراد زمین لیتے ہیں اور یہ غلط ہے بلکہ مراد زمین سے زمین کے لوگ ہیں اور شمس آئینہ میں چونکہ (ارض) سے مراد زمین کا ہونا آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے دیکھو ابن کثیر درمنثور تو یہ تخطیہ صرف علماء کی طرف نہ ہوا بلکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی ٹھہرا۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ امروہی صاحب نے ہر چند حیلہ سازی اور دجل سے کام لیا۔ مگر ناکامیاب ہی رہا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس دن کے زلزلہ کا اثر صرف اتنا ہی ہوگا کہ زمین کے بوجھ باہر نکالے جاویں گے۔ الغرض جو کچھ کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہی مراد ہے سورۂ زلزال سے کجا یہ کہ اُس کو العیاذ باللہ سراسر غلط کہا جاوے صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۲۹۷ تک کا حاصل

ان صفحات میں امروہی صاحب نے ہمارے اقرارات سے ابن مریم اور دجال والی پیشنگوئی کو مکاشفہ اجمالی ثابت کرنا چاہا ہے **اقول** جواباً اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ ہماری کلام قدر مشترک اور مکشوف آخری میں ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح ابن مریم بعینہٖ لابمثیلہ مکشوف ہو اور ابن صیاد مکشوف آخری نہ تھا بلکہ وہ اور شخص ہوگا۔

صفحہ ۲۹۸ کی تردید کی حاجت نہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا ستر ہزار فٹ کی بلندی سے زیادہ اونچا ہونا اس کا ثبوت قرآن اور حدیث کے رو سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ **اقول** تاریخ پر نظر ڈالو کہ مضمون منجملہ احکام سے نہیں تا کہ قرآن اور حدیث کے رو سے ثابت کرنا اس کا ضروری ہی ہو صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۲ کا حاصل قرآن مجید کے معانی صرف ظاہر میں ہی منحصر نہیں بلکہ تاویلی بھی ہوتے ہیں اور حساب جمل کے رو سے صدہا پیشنگوئیاں صوفیہ کرام نے بیان کی ہیں اور حضرت اقدس نے کہاں فرمایا ہے کہ تمام آیات قرآن مجید کی دلالت باعداد جمل کرتی ہیں **نمبر ۲** اگر خلافت نبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منصوص نہیں تو خیر تمام سنتہائے عمریہ کو آپ نے خیر باد کہدیا آپ نے حدیث عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ کو نہیں سنا ہم تو پانچوں وقت ہر رکعت نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو پڑھا کرتے ہیں **اقول** اشارات قرآنیہ اور صوفیہ کرام کی پیشنگوئیں اعداد جمل کے طور پر حجت علی الغیر نہیں ہو سکتی اور نہ کسی صوفی نے وجوبی طور پر اعداد جملی سے حجت پکڑ کر کسی مسلمان کو مجبور علی الایمان کیا ہے۔ چنانچہ آپ کا نبی کرتا ہے **نمبر ۲** تاریخ ہجری کی نسبت جو لکھا ہے۔ کہ منصوص نہیں اُس سے مطلب یہ ہے کہ تاریخ ہجری باوجود تقرر اُس کے زمانہ نزول قرآن میں کسی آیت سے صراحۃً یا اشارۃً ثابت نہیں ہوتی تو قادیانی صاحب کی تاریخ ظہور میں اتنا اہتمام کہ قرآن کریم بھی اس پر ناطق ہو یہ ترجیح مرجوح ہے۔ سُنت عمریہ کے انکار کا الزام یہ آپ کا دجل ہے آپ کو ایک وقت کی نماز کی ایک رکعت میں بھی اگر اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے پڑھنے کا اثر ہوتا تو اجماعی صراط کو نہ چھوڑتے صفحہ ۳۰۲ کا حاصل تمیز اعداد کی بقرائن لفظیہ وحالیہ اکثر محذوف ہوا کرتی ہے۔ دیکھو اربعۃ اشہر وعشرا۔ **نمبر ۳** مصنف شمس الہدایت کا یہ کہنا کہ (لقادرون) سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بالفعل متحقق کرنے والے ہیں) یہ اس کی خوش فہمی ہے قرآن مجید میں جا بجا ذکر صفات کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہم بالضرور واقع کرنے والے ہیں۔

اقول نمبر ۱۔ اربعۃ اشہر وعشرا میں بحسب محاورہ عرب کے قرینہ موجود ہے مانحن فیہ ۱۸۵۷ء پر کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے انتفاء پر دلیل موجود ہے کیونکہ یہ عقائد اجماعیہ

جن کو مرزا صاحب ذہاب القرآن سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کے زمانہ سے پہلے چلے آتے ہیں بلکہ زمانہ نزول القرآن میں بھی موجود تھے۔ لہٰذا اعداد مذکور کی تمیز برس و سال نہیں ہو سکتی اور برتقدیر تسلیم بالخصوص مرزا صاحب ہی قرآن کے ذہاب اور اُٹھایا جانے کا موجب ٹھہرے کیونکہ یہ عقیدہ برخلاف آپکے آپ کے طفیل ہی سے نکلا ہے اور آپکے ہی زمانہ سے مخصوص ہے تو آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ کا الہامی معنی مرزا ہی کو مضر پڑا۔ نمبر۲ قدرت و مشیت کا یہ مقتضی نہیں کہ مقدور و مشی ضرور متحقق ہو جاکہ بالفعل بھی دیکھو وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ وغیرہ صـ۳۰۳ اور ۳۰۴ کی تردید کی ضرورت نہیں **قولہ** صـ۳۰۵ لسان العرب میں لکھا ہے وقیل لانہ یطئی الارض بکثرة جموعہ **اقول** حضرت (لانہ) کی ضمیر کا خیال بھی فرمانا چاہئے جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں۔ **قولہ** صـ۳۰۵ دیکھو فان یخرج الخ کو **اقول** حضرت عمر والی حدیث سے فراری ہو کر اب فان یخرج کی طرف آئے اُس کا جواب بھی کچھ دینا تھا اس سے تو دجال کا قتل ظاہری معلوم ہوتا ہے۔ اور وان یخرج والی حدیث کا معنے پہلے لکھا گیا ہے۔ **قولہ** صـ۳۰۶ پس اگر اسی طرح پر کسی صحابی یا تابعی کا قول درباره حیات عیسیٰ ابن مریم وغیرہ کے کسی روایت وغیرہ میں آیا ہو۔ تو وہ روایت یا قول بمقابلہ نصوص قطعیہ کتاب و سنت صحیحہ کے کیونکر قبول ہو سکتا ہے **اقول** ما نحن فیہ تو ایک صحابی کا قول نہیں۔ یہاں پر تو اجماع ہے کما مر ایھا الناظرون اس مقام پر امروہی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین سے روایات حیات مسیح کی پائی گئی ہیں۔ مگر ہم بوجہ مخالفت اُن کے نصوص قطعیہ سے ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت ان کی مخالفت اہل لسان کے نزدیک نہیں۔ ہاں آپ کی رائے میں مخالفت ہے سو وہ قابل اعتبار نہیں۔ دیکھو اپنے اصول عشرہ کو۔ **قولہ** صـ۳۰۶ کون کہتا ہے کہ ابن صیاد ابتک زندہ ہے **اقول** کہاں تک ہم شمس الہدایۃ کا مطلب آپ کو سمجھا دیں۔ ذرا اُس کی عبارت ذیل کو غور فرماویں (اور بحکم انما صاحبہ عیسےٰ ابن مریم مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا الخ) **قولہ** صـ۳۰۷ آپ نے اقرار کر لیا کہ احادیث دجالیہ محمول علی الظاہر نہیں بلکہ ماول ہیں۔ **اقول** یہ آپ کی

خوش فہمی ہے۔ حضرت اس کو تاویل نہیں کہتے۔ الفاظ سے مراد تو وہی معانی حقیقیہ ہیں۔
شمس الہدائیت کی عبارت ذیل (نہ یہ کہ فی الواقع دجال موصوف بصفات مذکور ہو) کا مطلب
یہ ہے۔ کہ اسناد وصف خلق وغیرہ کا دجال کی طرف محض لوگوں کی دید میں ہوگا۔ اور
فی الواقع خالق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہوگا۔ یہاں پر مؤلف صاحب نے بنا بر خوش فہمی اپنی کے نہائیت
طیش میں آکر قریب دو صفحوں کے سیاہ کر دئے۔ چنانچہ پہلے اس سے بھی طیش میں آکر
لکھدیا ہے۔ (کہ یہاں پر مؤلف نے اقرار کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
صحابہ دجال کے بارہ میں متردد رہے) **اقول** ہاں صاحب مگر اخیر میں آپنے بوقت
حصول کشف تفصیلی کے اس کا مفصل حلیہ بیان فرما دیا صـ۳۰۹ پر نعمت اللہ ولی کے بیت

مہدئیے وقت وعیسیٰ دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

کو جواباً اس محاورہ پر محمول کیا ہے (حاتم دوراں ونوشیروان زماں) کہ حاتم اور نوشیروان سے
مراد بجسب محاورہ ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ **اقول** آپ بھی اپنے مرشد کی طرح گر رے۔
کیا دوسرے مصراع میں (ہر دو را شہسوار مے بینم) کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ نعمت اللہ ولی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاشفہ کا بیان فرماتے ہیں کہ مہدی موعود اور عیسیٰ موعود دونوں
کو اس وقت کشف کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

ناظرین! امروہی صاحب سے دریافت کریں کہ شیخ محمد اکرم صابری مرحوم کا حوالہ جو مرزا صاحب
نے دیا تھا۔ اور اس پر شمس الہدائیت میں اعتراض کیا گیا ہے اس سے آپ نے جواب کیوں
نہیں دیا۔ کیا تسلیم کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے دجل کیا کرتے ہیں **قولہ** صـ۳۱۰
ورنہ جس طرح پر فرقہ معتزلہ وخوارج وجہیمہ نے ان احادیث کو الخ **اقول** ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت! اب ناظرین آپکے دہوکہ میں نہیں آتے کیونکہ ان کو پہلے نووی شرح
صحیح مسلم کی نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ بعض معتزلہ اور جہیمہ کے ساتھ آپ ہی ہیں
نہ اہل اجماع۔ اور پھر بالعکس دجل سے کام لیتے ہیں صـ۳۱۲ سے صـ۳۱۳ تک کا حاصل

مرزا صاحب پر جو الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ازالہ میں وحی انبیاء میں بھی دخل شیطانی لکھا ہے یہ بالکل ابلہ فریبی اور لوگوں کو بدگمان کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے اس طرح پر لکھا ہے (یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اور یہ مضمون ہے آیت وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ الخ کا **اقول** ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مضمون تو آیت مذکورہ کا ہے۔ مگر محل استشہاد ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ کی عبارت ذیل ہے:۔ "ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا الخ"۔ اب فرمائیے کہ اس سے شیطانی کلمہ کا دخل انبیاء کے وحی میں ثابت ہوا یا نہ۔ اور شمس الہدایت میں جو حوالہ ازالہ کے صفحہ ۶۲۸ کا دیا گیا ہے۔ اس صفحہ سے لے کر دوسرے صفحہ کے اخیر تک دیکھو کہ یہی ہے آپ نے صرف آیت کا مضمون نقل کر دینے سے مرزا صاحب کو بری کرنا چاہا۔ مگر اس صفحہ کو اخیر تک ملاحظہ نہیں فرمایا یا دانستہ دجل کیا۔

قولہ صفحہ ۳۱۴ مجدد اور محدث بھی تو مرسل ہوتا ہے **اقول** اصطلاحی معنے کے رو سے اُن کو رسول نہیں کہا جاتا صفحہ ۳۱۵ سے ۳۱۸ تک کی تردید کی ضرورت نہیں ۳۱۹ میں لکھا ہے کہ حدیث ذیل عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ اَوْ قَالَ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهٗ رواه مسلم کا مصداق امام ہمام نعمان بن ثابت کوفی نہیں۔ کیونکہ اُن کے وقت میں علم زمین سے نہیں گیا تھا۔ **اقول** آپ کے مرزاجیو تو نہ صرف سمرقندی الاصل ہونے کی وجہ سے بلکہ مزید برآں تحریف الکتاب والسنۃ کے رو سے بھی حدیث مذکور کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ رہا امام ہمام علیہ الرحمۃ والسلام کا مصداق ہونا حدیث مذکور کے لئے سو وہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اجداد کے رو سے ان پر (رجل من ابناء فارس) صادق ہے۔ اور حدیث مذکور کا مفاد یہ نہیں۔ کہ رجل من ابناء فارس کے وقت میں علم کا اُٹھ جانا بھی ضرور متحقق ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُس شخص میں لیاقت اور استعداد اس حد تک ہو کہ اگر علم زمین سے اُٹھ گیا ہو تو بھی اُس کو بوجہ کمال اپنے کے لوٹا لاوے۔

کلمۂ لَوْ کا معنے خیال کرو۔ ص۳۲۱ کا حاصل ۱ مؤلف شمس الہدائیت کو اس حدیث کا اقرار ہے کہ اَلدُّنیَا سَبعَۃُ اٰلافٍ وَاَنَا فِی اٰخِرِھَا اُلفًا اندریں صورت جو کچھ آپ نے لکھا غت ربود ہوگیا۔ کیونکہ علامات قیامت کبریٰ جو حدیث میں بیان کئے گئے ہیں جب تک وہ پوری نہ ہولیویں تب تک قیامت کیونکر آسکتی ہے۔ نمبر ۲ آدم علیہ السلام سے آج تک سات ہزار تین سو اٹھارہ برس تو گذر چکے اندریں صورت کیا مؤلف کو اتنا عقل و فہم بھی نہیں ہے کہ سات ہزار برس سے پہلے قیامت کیوں کر آسکتی ہے اس سے مؤلف صاحب کا علم حساب میں بھی طاق ہونا ثابت ہوا۔ **شعر**

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد ٭ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

شعر

حملہ بر خود مے کنی اے سادہ مرد ٭ ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

نمبر ۳۔ حضرت اقدس نے مدت قیامت کی تحدید بعد گذرنے سات ہزار برس کے آدم علیہ السلام سے کس جگہ فرمائی ہے جو مخالف ہو۔ قال انما العلم عند اللہ یا ما المسئول عنھا باعلم من السائل کے۔ **اقول** نمبر ۱ شمس الہدائیت کو اس حدیث کی صحت کا فرضی طور پر اقرار ہے دیکھو صفحہ ۱۱۶ سطر اول شمس الہدائیت اور فرضی کیوں نہ کہا جاوے چونکہ ثقات نے مثل منادی و شیخ سیوطی و صاحب سراج منیر نے اس کو موضوع و ضعیف کہا ہے اور اس حدیث کے مضمون کو مستقل طور پر چونکہ مرزا صاحب نے وقوع قیامت سے روکنے والا ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ازالہ صفحہ ۱۵۵ (یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی) لہٰذا ان پر وارد کیا گیا کہ آجتک حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر سات ہزار تین سو اٹھاراں برس تو گذر چکے۔ اندریں صورت کیا مرزا صاحب کو پھر بھی یہ حدیث وقوع قیامت سے روکنے والی معلوم ہوتی ہے۔ مع آنکہ طلوع الشمس من مغربہا اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ اشراط کا تحقق آپ کے نزدیک ہو چکا ہے۔ الغرض مرزا صاحب نے حدیث مذکور کو مانع مستقل ٹھہرایا ہے وقوع قیامت کیلئے دیکھو ازالہ لہٰذا یہ اعتراض ان پر وارد غیر مندفع ہی رہا اور امروہی صاحب نے بھی حسب عادت

ٹال مٹال کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب اور امروہی صاحب دونوں نے علم حساب میں پاس کیا ہوا ہے۔ بیت

تا مرد سخن نگفتہ باشد ٭ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

اس سے امروہی صاحب کی خوش فہمی بھی ثابت ہوگئی۔ اور تینوں نمبروں کا جواب بھی ہو گیا۔ صـ۳۲۲ کی تردید ہو چکی ہے۔ **قولہ** صـ۳۲۴ سطر ۲ تمت الکتاب والیہ المرجع والمآب۔ **اقول** تم الکتاب چاہیئے۔ کیا نحو میر نہیں پڑھا۔ اور نیز (والیہ) کا مرجع کتاب ہو گی جو پہلے فقرہ متناسبہ میں مذکور ہے۔ کیونکہ اللہ کا ذکر گو کہ فقرہ (وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) میں ہوا ہے۔ مگر تمت الکتاب والیہ المرجع والمآب یہ دونوں فقرے باہم کہیں متناسب اور پہلوں سے الگ الگ ہیں۔ پس معنے یہ ہوا۔ کتاب شمس بازغہ ہی کی طرف مرجع اور بازگشت ہے جو بالکل منافی ہے دیانت و درایت کے لئے۔ بعض مقامات میں ہمارے ترکی بہ ترکی جوابوں پر اُمید ہے کہ آپ خفا نہ ہوں گے۔ کیونکہ بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی ہے۔ آئندہ "یار زندہ صحبت باقی" مطمئن رہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ وادم علی سید المرسلین وآلہ وعترتہ وصحبہ اجمعین و اٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ٥۔

صـ۳۲۴ کا حاصل نمبر ۱۔ میری نسبت لوگوں کا یہ مشہور کرنا کہ سید محمد احسن امروہی مرزا صاحب سے منحرف ہو گیا ہے۔ بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ کیونکہ میں نے عرصہ ۱۹ یا بیس[۲۰] سال میں اپنی تالیفات میں مرزا صاحب کے دعویٰ کو براہین ساطعہ سے ثابت کر دیا ہے۔ پس ایسے محقق کا برگشتہ ہونا (راہ راست پر آنا) کیا معنے رکھتا ہے۔

نمبر ۲۔ ہمارے رسائل کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی باوجود وعدۂ جواب سکوت کیا۔ اور مولوی محمد بشیر صاحب باوجود ہمارے شدید تقاضا کے عدم فرصت کا عذر پیش کرتے رہے۔

اقول نمبر ۱۔ آپ خواہ کچھ بھی کہیں مگر سورج کو انگلی سے ہرگز چھپا نہیں سکتے۔

قادیان سے جانا آپ کا بھی دراہم معدودہ میں کسر واقع ہونے کی وجہ سے تھا۔ جیساکہ آنا جبر نقصان کے سبب سے ہُوا۔ (محقق) کا لفظ جو آپ نے اپنے لئے لقب دیا ہے۔ گویا اپنے مُنہ سے میاں مٹھو بننا چاہا ہے۔

نمبر۲۔ ہاں صاحب مگر اس وجہ سے کہ

ع جواب جاہلاں باشد خموشی

قولہ صہ۳۲۵ سطر۱۴ کتبہ السید محمد احسن امروھوی۔

اقول۔ امروہی چاہیئے واو کے لانے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ دیکھو شافیہ فصول اکبری۔ اور نیز بوجہ تعریف محمد احسن اور نکارت امروہوی کے موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت بھی نہیں۔ لہٰذا الامروہی چاہیئے تھا۔

قولہ صفحہ مذکور سطر۱۵۔ فی تاریخ ۲۳ر اگست سنہ۱۹۰۰ء یوم الخمیس۔

اقول (فی تاریخ) اور (یوم الخمیس) متعلق (کتبہ) سے معنے یہ ہُوا کہ لکھا ہے اس کتاب کو سید صاحب نے ۲۳۔ اگست خمیس کے دن۔ ایہا الناظرون کیا سید صاحب نے کتاب کو ایک دن میں لکھا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید صاحب نے حسب عادت اپنی کتاب کا خاتمہ بھی کلام کاذب پر کیا۔ خدا کے بندے خاتمہ کا فقرہ تو سچا بولا ہوتا۔ صفحہ ۳۲۶ اور ۳۲۷ کا حاصل ہم ایسے ہیں اور ہمارے رسائل ویسے فلاں صاحب سے منگالو۔

اقول یہ ایسے ویسے صرف اپنے ہی مُنہ کی شکر خائی ہے ورنہ مردم شناسوں کے ہاں جیسے ہیں تیسے ہی ہیں کسی اہل اسلام میں سے کسی کے منگانے کی اُمید مت رکھیں

***

اے فرقہ مرزائی اس کتاب کو غور سے پڑھو اور خدا سے ڈرو اور جلد عقائد کفر سے توبہ کرو ۔ فیض عالم راست گو

اعلان طبع اوّل

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امّا بعد بخدمت ماہران رموزِ شریعت و واقفان فنون طریقت و حقیقت عرض پرداز ہوں کہ ان ایام میں حضرت اقدس مولانا و مرشدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے چند معززین احباب کے مجبور کرنے و نیز فائدہ اہل اسلام کی غرض سے امروہی کے شمس بازغہ و مرزا قادیانی کی تفسیر فاتحہ کے جواب میں جو اوراق تحریر فرمائے تھے ۔ اُن کو حسب ہدایت حضور والا بہت جلد لکھوا کر چھپوا کر بصورت کتاب "سیف چشتیائی" مسمّٰے بہ حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح کے نام سے تیار کرا کے پیش حضور کر دیا ۔ اور میں نے جو بعض الفاظ امروہی وغیرہ کے مقابلہ میں کتاب ہذا میں مزاح کے طور پر تحریر کر دئے ہیں ۔ و نیز کتاب کے جلدی تیار کرنے میں اگر کچھ نقص مجھ سے رہا ہو تو حضرت اقدس و ناظرین مجھے معاف فرماویں ۔

الحمد للہ کہ حضرت اقدس نے جو امروہی کے شمس بازغہ و قادیانی کی تفسیر فاتحہ کا (فاتحہ) معمولی طریق سے پڑھا ہے ۔ اس سے شائقین کے دل مسرور اور آنکھیں منور ہوں گی ۔ زیادہ تر حضرت پیر صاحب کی اس فیاضانہ عنایت کا کہاں تک شکر ادا کیا جاوے جو اُنہوں نے ماسوا جواب تحریر کرنے کی تکلیف کے اس صرف زر کثیر سے بھی اہل اسلام کو ممنون احسان فرما کر کتاب کے مفت تقسیم فرمانے کا حکم صادر فرمایا ہے جو علماء کرام و معززین اسلام میں مناسب طریق سے تقسیم ہوگی ۔ کیا فرقہ مرزائی اب بھی اس سے عبرت حاصل نہ کرینگے اور اپنی ہٹ دھرمی سے اس آیت کریمہ کے مصداق بنے رہیں گے ۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۝

المشتہر

حافظ محمد غازی ساکن ضلع راولپنڈی حال وارد لاہور

امروہی کے شمس کاسفہ کا دائمی کسوف اور مختصر طور پر اس کی علمی لیاقت کا نقشہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین واٰلہ وعترتہ الطاہرین

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱	۳	کلھم	کل مضاف الی المعرفہ مجموعہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں۔
"	۴	ثم قال	ثم کا مقام نہیں
"	"	قولوا	وزن میں ہم زخاف غیر جائز واقع ہوا جاتا ہے۔
"	۶	ما عدا الانس	ثقلین سے انس کا انفراد بے وجہ ہے۔
"	۷	وصلی للہ	از قبیل عطف الانشا، علے الاخبار ہے۔
۴	۱۵	قادیان کا جانب شرق دمشق ہونا	بالکل جھوٹ ہے دیکھو جغرافیہ
۵	۲۱	بہ بہانہ انکار مجاز	پھر کیسے حشر و نشر و دوزخ و بہشت و عذاب و ثواب میں مجاز و استعارہ سے کام نہ لیا جاوے ورنہ مابہ الامتیاز چاہیئے۔
۶	۲	صدہا واقع ہو چکے ہیں	شرم شرم کب ہوئیں اور کس نے مانیں۔
۶	۸	ہاتھ اسلام سے دھو بیٹھیں	آپ والے اسلام سے جس کی بناء حبک الشئی یعمی و یصم پر ہے۔
۶	۱۴	حجت قائم کرتے رہتے ہیں	ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
٧	١٨	کیا وجہ ہے کہ مؤلف صاحب نے حضرت اقدس کے پاس ذریعہ ڈاک و رجسٹری کے روانہ نہیں کیا	لعنۃ اللہ علی الکاذبین
٨	٢	اور مؤلف صاحب نے آٹھ نو برس تک محنت کر کر کچھ لکھا ہے	چند روزہ تحریر کو آٹھ نو برس کی محنت خیال کرنا قوی دلیل ہے آپکی بزدلی اور کم عقلی پر۔
״	٦	اسی کلمہ کے معنوں پر حملہ کیا ہے	جسکے جواب پر آپ قادر نہ ہو سکے کما سیجئ ۔
״	١٠	اچھی طرح بیان نہیں کر سکا	جیسا کہ آپنے کیا اور قادیانی کی نمک حرامی کی۔
״	١٢	جواب شافی کافی دیا جا چکا ہے	اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔
״	١٣	مگر بفرمائش اُن بعض احباب کے	اُس ذباب کے جس کا میلان بوجہ کج فہمی اور کم علمی کی دلیل ہے بطلان سلسلہ پر۔
״	١٦	اندر میعاد بارہ[١٢] روز	لعنۃ اللہ علی الکاذبین
״	٢٢	اب ہمارے مسائل مختارہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہوگئے ہیں	مگر بوجہ مخالفت کل اہل اسلام کے (الغی) کا مصداق ٹھہرے نہ (الرشد) کا۔
٩	٢	ترکی بترکی لکھا جاوے گا	کیا پہلے جواب کا مضحکہ عقلاء و طلباء ہونا عبرت بخش نہوگا۔ مگر مشاہرہ لینا کیسے ترک کر دیا جائے۔
״	״	وسمیتہ بالشمس البازغہ	قبر جوئے گج مردہ خوار ۔
״	٥	وہانا اشرع	تقدیم مسند الیہ بے وجہ ہے۔
״	١٢	والمرء یوخذ باقرارہ لا فی عارضۃ بمختارہ	تعلیل غلط ہے کیونکہ لام تعلیلیہ کا مدخول علت ہونا چاہیئے ماقبل کیلئے جو یہاں پر معلول ہے۔
״	١٦	پھر آپ کا شمس الہدائیت کیونکر اب طلوع ہو سکتا ہے۔	ہر مبتدع کی شب بدعت کے جانے کا سبب طلوع شمس الہدائیت ہوا کرتا ہے (ہر فرعونے را موسیٰ) فلا منافاۃ۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۰	۸	کیا ابتک بھی ضرورت کسی مجدد کی نہیں	مگر مرزا بوجوہ مذکورہ فی الکتاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔
؍؍	۲۱	اعتراض و اشکال حل نہیں ہو سکتا	اصل اعتراض اور ایسا ہی عدم کفایت جواب تفتازانی وغیرہ امتحاناً تھے۔ جنکے دفع کرنے میں آپ فیل نکلے اسی آڑ میں دم لینا چاہتے ہیں کہ مؤلف نے متکلمین اور صوفیا، پر بیجا حملہ کیا مثل آپ جیسے مولوی سے کسی نے امتحاناً پوچھا کہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ) میں الحمدُ پر ضمہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے مولوی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ شخص خدا پر اعتراض کر رہا ہے۔
۱۱	۵	کوئی مجدد اسد اللہ سرحدی پر	ہاں سچ ہے مگر تجدید کا یہ معنے نہیں کہ نیا دین لائے اور نبوت کا دعوےٰ کرے۔
۱۲	۴	کوئی مخالفت کر سکے	اگر مجدد میں یہ وصف ہے تو مرزا ہرگز مجدد نہیں۔
؍؍	۱۱	اجماع ممکن ہی نہیں	جس پیشینگوئی کو شارع نے مفصل طور پر تاکیدات بلیغہ کے روسے دہوکا سے بچانے کیلئے فرمادیا ہو قبل از وقوع واجب الایمان ہے اور مجمع علیہ آپ اپنے کلیہ کے مطابق قیامت میں بھی قبل از وقوع شاید مذبذب ہونگے۔
؍؍	۱۴	ورنہ مؤلف ثابت کرے	لیجیئے حضرت حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ ملاحظہ فرمائیے۔
۱۲	۱۶	بلکہ صحابہ کا اجماع واتفاق تو وفات پر ثابت ہوتا ہے	ہاں مگر آپ ہی کی غلط فہمی پر کما سیظہر۔
؍؍	۱۸	تو اجماع کدھر رہا	اجماع کا انعقاد قدر مشترک پر ہے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۲	۲۰	اُس مجدد کی رائے	برعکس نہند نام زنگی کافور **شعر** کبہیمۃ عمیاء قاد زمامہا اعمی علی عوج الطریق الحائر ضلوا فاضلوا۔ میدان میں مقابلہ کے وقت ذاب کما یذوب الملح فی الماء، کا مصداق۔ پس بڑا ہی نادان ہے وہ شخص جو اسکے چند اعتراضات ابلہ فریب سے خائف ہوکر عقیدہ حقہ اجماعیہ سے انحراف کرکسی فج اعوج میں داخل رہے۔
۱۳	۱۷	وما کل الظنون تکون حقا و ما کل الصواب علی القیاس	اِدھر تکون اور اُدھر حقا۔ سبحان اللہ۔
؍؍	۱۹	البتہ بعض نادانوں سے خوف ہے۔	جیسے قادیانی وامروہی وغیرہ جنہوں نے ایسے اُصول علی شفا جرف ہار اختراع کئے ہیں جن سے آیات واحادیث کی تحریف معنوی کی جاسکتی ہیں۔
۱۴	۱	کاذب ٹھہرا کر	وہی (الحمد للہ) والی مثل کو یاد کرو۔
؍؍	۱۹	متوفیک ورافعک الی	واؤ ترتیب کے لئے نہیں۔
؍؍	۲۲	اور افقہ الناس عبداللہ بن عباس	ابن عباس اس آیت میں تقدیم تاخیر کے قائل ہیں دیکھو اتقان
۱۶	۱	منکر ہیں۔	کذب محض۔
؍؍	۲	اور مکاشفات	کس دلیل سے۔
۱۷	۱۸	لقد طلب	فقد طلب چاہیئے۔
؍؍	۲۴	ان کنتم لا تعلمون	بہ تعلیم سیدنا ابوالقاسم صلعم ہم تو جانتے ہیں پھر اہل کتاب سے پوچھنے کی ہمیں کیا حاجت ہے۔
۱۸	۱	الہام متحدیانہ	جب ہم مرزا کو اہل اسلام سے ہی نہیں مانتے تو اسکا الہام ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۸	۱۲	مذہب حق کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا	جیسا کہ اجماعی عقیدہ کا اور کیا ہو شعر فی زخرف القول تزیین لباطلہ والحق قد یعتریہ سوء تعبیر
״	۲۲	کسی قسم کا حسد یا عناد نہیں	مگر چندہ کے دراہم معدودہ نے پاگل کر رکھا ہے ہائے دنیا۔ ہائے دنیا۔
۱۹	۱	معنی بھی یہ اکابر نہیں جانتے	افترا و بہتان باندھنا مسلمانوں کا کام نہیں۔
״	۸	چہ ہیبت ہا بداد ند این جوان را کہ ناید کس بمیدان محمدؐ	چہ ہیبت روئے نمود این میرزا را کہ نامد او بمیدان محمدؐ(۱) الا اے میرزا نادان دبے راہ ٭ بترس از تیغ بران محمدؐ بہ لاہور ار رسیدی حسب دعویٰ ٭ چہا دیدی ز غلمان محمدؐ
۱۹	۶	ہنود اور نصاریٰ	اسی آڑ میں دین محمدی کی تحریف کر رہا ہے اور بعض نادان اسی دہوکا میں آکر روپیہ کی امداد دے رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ بہتیرے سمجھ گئے
״	۱۲	حجت پوری ہوگئی	تو مان نہ مان میں تیرا مہمان
״	۲۱	ایسے موئید اسلام	اپنے منہ سے میاں مٹھو
۲۰	۱۹	اور مجدد و مامور من اللہ	شعر جوہر جسم مسیح از گل کان دگر است تو توقع زگل طینت دجال مدار
״	۲۵	محدث یا مفسر	چنانچہ جلسہ لاہور میں۔ شرم۔ شرم۔ شرم
۲۱	۱	کہ در تمام عالم یک انا گوی است کہ انانیت او از ہمہ جا جلوہ گر است	سبحان اللہ تصوف میں بھی آپکو بڑی مشاقی ہے کیا مقولہ منقولہ کا یہ مطلب ہے کہ تمام عالم میں ایک مبعوث من اللہ ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس مقولہ سے مراد تو یہاں وحدت وجود کا ہے۔ دیکھو مقولہ

(۱) جلسہ لاہور

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			مذکورہ کی عبارت ذیل :- ہماں یک ذات است کہ اولاً تجلی علمی نمودہ بار دیگر بصورت علمہائے جہاں شُد ۔
۲۱	۱۳	کون شخص	علمائے اسلام اور صوفیائے کرام جن سے دین اسلام کو فائدہ پہنچ رہا ہے آپ کے نبی نے تو مدرسہ کیلئے چندہ دینے سے بھی معتقدین کو بغرض اپنی ہی عیاشی کے روک دیا ہے ہم تو چندہ کے مبلغات پر آپ لوگوں کے یہاں یہ مضمون دیکھ رہے ہیں ؎ رَأوُا المال راهم فكانهم تناهقوا والله ما اجتمعوا لا ل الله سبٌ و الحادٌ و تحريف سنةٍ أرأيت قطُّ مجددٌ دَابها هي
۲۱	۱۰	فاصدع بما تومر	مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا بھی یہی دعوےٰ تھا۔
،،	۲۵	بلی عندنا خضر	بلی عبدنا چاہیئے
۲۲	۱	فَدَعْ صاحب المزمار والدف والغناءُ وما اختاره من طاعة الله مذهباً وليعلم ما فقد كان فيه حياته اذا حصلت اعماله كلها هبا	فَدَعْ صاحب التحريف والطمع والهوى وما اختاره من جمع الدراهم مذهبا وليعلم ما فقد كان فيه حياته اذا صارت اعماله كلها هبا
،،	۱۰	ہم کو اُن کی بڑی تلاش ہے	گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ آپ ایسے نااُمید کیوں ہو بیٹھے آخران لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یہی تو وارد ہے سب لوگ کادیانی جماعت کی طرح تو نہیں ؎

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۲۲	۱۶	صحت لفظی نہیں کر سکے	نعوذ باللہ من اناس ٭ تشیخوا قبل ان یشیخوا استوطنوا القادیان طمعا ٭ فاحذرہم انہم فخوخ شروح بخاری اور فتوح الغیب اور صحائف السلوک ملاحظہ ہو۔
رر	۲۲	واقع ہوا	حسب تاریخ مذکور فی الحدیث واقع نہیں ہوا
رر	۲۴	حدیثوں میں بھی موجود ہے	بالکل افتراء ہے۔
رر	۲۴	مستورین یا مستورات کا ذکر ایسی بحث میں بالکل بے محل ہے	کیا منکوحہ آسمانی کا بھی۔ اسکا تو تبرکا ہونا چاہیئے
۲۳	۱	پیشینگوئی مندرجہ لیظہرہ علی الدین کلہ	کیا بہتان ہے مرزا کے وجود سے اسلام کو کونسا غلبہ ہوا بلکہ معاملہ بالعکس ہے۔
رر	۷	علوم آلیہ سے	علوم آلیہ وغیر آلیہ میں آپکی مہارت سارے عالم پر روشن ہو گئی ہے
رر	۹	تخصیص عقلی ونقلی	سرقہ ہے تحقیق الحق کا۔
رر	۱۰	جو واجب الوجود لذاتہ ہے	واجب الوجود کا اطلاق کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے
رر	۱۳	اللہ وہی ہے جس کو غایۃ الکمال حاصل ہو	خطابیات میں سے ہے کوئی مستند نہیں رکھتا نہ لغوی اور نہ عقلی لاحتمال التشکیک فی التعظیم واظہار الذلۃ علی حسب التفاوت فی مدارج المعظم کما فی لم یشکر اللہ من لم یشکر الناس اور شرعی بوجہ سوق الکلام علی خصوص منہاج الدلیل العقلی مراد نہیں ہو سکتا فبطل الاستدلال۔
۲۴	۱۰	دلیل نقلی اس تخصیص کی کہ مراد اللہ سے قرآن مجید میں وہی ذات واجب الوجود لذاتہ ہے جو مذکور	وما من الہ الا اللہ میں ارادہ معبود مطلق یا معبود ممکن کا مستلزم ہے وقوع کذب کو اور ارادہ واجب الوجود کا بوجہ استغراق افرادی اور بدلیل مزعوم مخاطب ممکن

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
		ہوا یہ ہے قال اللہ تعالیٰ ومامن الٰہ الا اللہ ایضاً قال تعالیٰ انما اللہ الٰہ واحد ومامن الٰہ الا الٰہ واحد	نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ میں جو اشکال تھا وہی یہاں پر بھی موجود ہے۔ جواب کیا ہوا۔ خاک۔ اور انما اللہ الٰہ واحد میں مراد الٰہ سے معبود مطلق موصوف بالوحدۃ ہے وہو مناط للحکم القصری ایسا ہی ومامن الٰہ الا الٰہ واحد میں بھی فالجواب ہو ماذکرناہ فی تحقیق الحق
۲۴	۱۴	ای لیس فی الوجود الٰہ ولا ثانی لہ ولا شریک لہ ولا ولد لہ ولا صاحبۃ لہ الا اللہ سبحانہ۔	غلط عبارت ہے کیونکہ ولا ثانی لہ ولا شریک لہ ولا ولد لہ ولا صاحبۃ لہ کا حکم سلبی یعنی لیس فی الوجود الٰہ سے کوئی تعلق نہیں ایسے مسیح کے ایسے فصیح ہونے چاہئیں
۲۴	۱۷	لن ندعوا من دونہ الٰہاً (یعنی الٰہ سے مراد واجب الوجود لذاتہ ہے)	یہاں پر بھی مراد الٰہاً سے مطلق معبود ہے۔
″	۲۰	قصر افراد لیویں یا قصر تعین	قصر افراد میں مخاطب ممن یعتقد الشرکۃ ہوتا ہے اور مشرکین مکہ اپنے معبودات کو وصف وجوب الوجود لذاتہ میں شریک نہیں قرار دیتے تھے بدلیل قولہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور قصر تعیین میں مخاطب ممن تساوی عندہ الامران ہوتا ہے جو یہاں پر نہیں لہٰذا قصر افراد اور ایسا ہی قصر تعیین بھی نہیں ہو سکتا فالجواب ہو ماذکرنا افسوس کہ آپنے چندہ کا روپیہ مفت میں اُڑایا۔
۲۴	۱۸	پس ہرگاہ کہ کوئی الٰہ سوا اللہ واحد کے موجود ہی نہیں۔	لہٰذا وقت استغراق اور جمعیت کے جو تعدد کو چاہتے ہیں واجب الوجود نہیں لے سکتے فالجواب ہو الجواب۔
″	۲۱	تو مؤلف کا یہ دعویٰ کہ وقت	استغراق اور جمعیت ظاہر ہے کہ ممکن میں ہی متصور

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
		استغراق اور جمعیت اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کی طرف مراد الٰہ سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں غیر مسلم ہے	ہو سکتے ہیں نہ واجب ہیں۔ اور مشرکین کے معبودات والٰہ اصنام ہی تھے۔
۲۴	۲۴	اور زعم مشرکین ہم پر حجت نہیں	مگر بوجہ اہل لسان ہونے اُن کے اُن کا محاورہ اور بول چال تو لغت اور فصاحت بلاغت میں مستند ہے فالجواب ہو الجواب۔
″	۲۴	مع ان شریک الباری ممتنع لا ممکن	اس میں کیا شک ہے لہٰذا جمعیت اور استغراق اور اضافت الی المشرکین کے وقت ممکن مراد ہونا چاہیئے۔ جس میں تکثر متصور ہو واجب الوجود میں تو تعدد ممتنع ہے۔
۲۵	۱	پس اس میں کذب کہاں ہے بلکہ معترض خود محض کاذب ہے۔	ہے وہی مثل جو کسی نے امتحاناً کسی سے آیت کے متعلق سوال کیا مجیب کو چونکہ لاعلمی کا اقرار تو ناگوار تھا۔ لہٰذا اس آڑ میں بچنا چاہا کہ یہ شخص قرآن کریم پر اعتراض کرتا ہے۔ مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے۔ خدا کے بندے اب بھی پوچھ لو۔ ہمارے طلبہ سمجھا دیوینگے۔ ہم تو پہلے عرصہ سے اس کا جواب لکھ بھی چکے ہیں جو آپ کے پاس پنڈی والے مخلص نے پہنچایا تھا۔ مگر سمجھاوے کون۔ یاد رہے کہ مخاطب کسی معبود ممکن کو شریک بالباری فی وصف الوجوب نہیں خیال کرتا تاکہ الغاء الکلام بر تقدیر ارادہ معنی وجوب علی حسب مقتضی المحال ہو۔ جبتک اسکا تدارک نہ کرینگے۔ لاَ کے شکنجہ سے نکلنا مشکل ہے۔ فالجواب ہو الجواب۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۲۵	۱۹	کہ عالم کا فساد لازم آویگا	صورت مفروضہ میں چونکہ عالم کا تمانع فی الارادتین کی وجہ سے وجود ہی متصور نہیں تو فساد کیسا فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے۔ کاش قرآن کریم کو کسی عالم سے پڑھا سمجھا ہوتا
۲۶	۱۲	جدھر کو مؤلف گیا ہے اُدھر ہی کو ہم بھی اسکے ساتھ ہو گئے ہیں	یہی تو دلیل ہے آپ کی ناسمجھی کی۔
۲۶	۱۵	اس محل پر لفظ عنوان موضوعی اور محمولی کا لکھنا سرتا پا غلط ہے۔	سرتاپا صحیح ہے مطلب عبارت شمس اثبت ہذا کا یہ ہے کہ اگر کلمہ طیبہ میں جو مدعی ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے استحقاق للعبادۃ حقیقی طور پر لیا جاوے۔ تو تقریب تام نہیں یعنی دلیل میں استلزام مفقود ہوا جاتا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امروہی صاحب اصطلاحات منطقیہ وغیرہا سے محض نابلد ہیں۔ شعر حرف درویشاں بدزدد مرد دوں تا بخواند بر سلیمے او فسوں آپ نے اس مقام پر انتفاء اسلام استلزام مارے شرم کے دریافت نہیں کیا تعلّم اور استفادہ میں شرم کرنا انسان کو جاہل رکھتا ہے پھر جدھر کو مؤلف گیا ادھر ہی کو آپ کیوں جائیں۔
۲۶	۱۰	تو مستلزم نفد تا کو ضرور ہوگا کما مر استدلالہ تفصیلا	مستلزم نفد تا کو نہ ہوگا لما مر اضمحلالہ تکمیلا۔
۲۷	۲	وہ بالکل بے محل ہے	صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم سمجھے نہیں۔
″	۱۰	حل کیا جاوے گا	چنانچہ کلمہ طیبہ کو حل کیا۔
″	۱۳	اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا	یہی تو دلیل ہے نافہمی کی۔
″	۱۶	یہاں پر حرف الا موجود ہے جو بمعنی غیر ہے	کیا کافیہ نہیں پڑھا الا بمعنے غیر اُسی وقت ہوتا ہے کہ

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			اذا کانت تابعۃ لجمع منکور غیر محصور نحو لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا لا الٰہ الا اللہ میں تو شرط مذکور مفقود ہے اور نیز لا الٰہ الا اللہ کلام قصری پر مشتمل ہے دو حکم پر جو استثناہی کی تقدیر پر متصور ہو سکتی ہیں۔
۲۷	۲۱	تقریب تام بخوبی حاصل ہے کما بینا	حاصل نہیں لما بینا۔
״	۲۴	اس میں بھی نفی الوہیت مستحقہ ہی کی فرمائی گئی ہے۔	مشرکین اپنے معبودات میں الوہیت مستحقہ مستلزمہ للوجوب کے قائل ہی نہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ولئن سئلتہم الخ پس نفی اس کی کس کا رد ٹھہری۔
״	۲۵	رہی یہ بات کہ کفار مشرکین کی طرف سے نقل کیا گیا ہے کہ اجعل الالٰھۃ الٰہاً واحداً سو یہ قول مشرکین کا ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔	اجعل الآلھۃ میں ظاہر ہے کہ مشرکین کی مراد آلہ واجبۃ الوجود نہیں لما مر بلکہ معبودات مطلقہ ہیں من حیث دلالۃ اللفظ اور از روئے خصوص مصداق اصنام ہیں پس قول اُن کا اجعل الآلہۃ کیسے دلیل ٹھہرا ارادہ وجوب الوجود کیلئے لو کان ہٰؤلاء آلہۃ ما وردوہا ہیں فالجواب ہو الجواب اور نیز ورود الاصنام فی النار جو متحقق ہوگا حشر میں بحسب رائے آپکے اُس کا انتفاء دلیل نہیں ٹھہر سکتا۔ انتفاء الوہیت کیلئے اصنام سے۔ دیکھو صفحہ ۸۲ سطر اول شمس بازغہ اور پھر کیسی بے معنی بات ہے کہ نزول عیسےٰ تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہو اور قبل دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے کہ فلا تمترنّ بہا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد دیجاویگی۔ اور مدلول کو تم اسی وقت تسلیم کر لو۔ انتہیٰ موضع الحاجۃ۔ پھر ہم ناظرین کو اصل مطلب کی طرف توجہ دلا کر کہتے

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			ہیں کہ مشرکین مکہ بوجہ اہل لسان ہونے اُن کے لغت اور ما یتعلق بہا میں مستند ہیں یہاں پر تو کلام اطلاقات لفظیہ میں ہے اس میں کہ اتخاذ اصنام کا ارباباً من دون اللہ حق ہے یا نہیں فالجواب ہو الجواب۔
۲۸	۶	اب بھی کلمہ توحید کے معنے آپ پر حل ہوئے یا نہیں	ہم پر تو پہلے سے بفضل اللہ وحولہ منکشف تھے آپ اور آپکے پیغمبر بتادیں کہ اُس نے بوجہ سکوت اور آپ نے بدیں بیان کہ جس پر کافیہ خوان بھی قہقہے اُڑا رہے ہیں لاعلمی کا پورا ثبوت دیا یا نہیں مگر اس لباس میں کہ جدھر کو مؤلف گیا اُدھر ہی کو ہم بھی پیچھے پیچھے چلے گئے ہیں چھپنا چاہا ہے من انداز قدت راخوش شناسم گر آئی دلبرا در ہر لباسے
رر	۷	اے مؤلف صاحب اگر ہم دو الٰہ فرض کریں الخ	اے امروہی صاحب یہی تو وجہ ہے عدم استلزم تعدد کے فساد کیلئے۔ فقوی الاشکال۔
رر	۲۴	کہ آیت مذکورہ میں انتفاء تالی سے انتفاء مقدم کا ضروری ہوا ہو المطلوب	آیت میں لفسدتا مذکور ہے جب تعدد کی تقدیر پر عالم کا وجود ہی متصور نہیں تو فساد کیسا فالجواب ہو الجواب
۲۹	۴	اس صورت میں کوئی موجود چیز وجود میں بھی نہیں آسکتا۔	لہٰذا لفسدتا کا ترتب تعدد پر نہوا فالجواب ہو الجواب
رر	۵	اب فرمائیے۔	اب فرمائیے۔ ایہا الناظرون امروہی صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابی المسعود وغیرہ کی عبارات کا ترجمہ لکھدیا جس سے اشکال مذکور مندفع نہیں ہوا بلکہ اُلٹا دلائل امتناع تعدد سے جنکو تفاسیر سے لیا ہے اشکال کو قوی کردیا

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			کیونکہ وقوع نکرہ تحت النفی عموم اور استغراق افرادی کو چاہتا ہے جو واجب الوجود میں بوجہ امتناع تعدد کے ممکن نہیں اور نیز مخاطبین کا مزعوم چونکہ سرے سے شرک فی الوجوب ہی نہیں لقولہ تعالے ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن للہ تو پھر نفی تعدد فی الوجوب کا القا ان پر کیا معنے رکھتا ہے فالجواب ہو الجواب شعر فان کنت ذا عقل و فہم و فتنۃ علمت الذی قد کنت فی الامس یجہل
٣٠	١٠	جو اس کے مقابلہ میں اسرائیلی روایات لائی جاویں	خود ہی شرم کیجئے۔ کیا ایلیا کا قصہ اور صلیبی واقعہ وغیرہ وغیرہ قرآن کریم کے مقابلہ پر نہیں ولنعم ما قیل جمال شاہد قرآن نقاب انگاہ بکشاید کہ در مراۃ تفسیر رسول ہاشمی تابد۔
رر	٢٤	کہیں پر خروج لکھا ہے	ذرا صبر کرو ہم ہی سمجھا دینگے۔
٣٢	١	مقتولیت بالصلیب	تحریف ہے کیونکہ قرآن کریم میں ما قتلوہ وما صلبوہ بالعطف مذکور ہیں۔
صفحہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ٣١	٩	سطر ١٣ کیونکہ یہ امر ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو محققین رفع برزخی اور روحانی کے قائل ہیں وہ نزول جسمانی کے قائل ہو سکیں	کیوں نہیں ہو سکتا حضرت محی الدین بن عربی اور شاہ ولی اللہ کے تصریحات ملاحظہ ہوں جو اسی کتاب میں منقول ہیں۔
صفحہ حاشیہ متعلقہ	سطر ١٩	کیونکہ عوام کافۃ الناس سے اجماع ہی نہیں ہو سکتا۔	عوام سے جہال مراد نہیں ہیں بلکہ اکثر مراد ہیں۔
ب	٢	نزول روحانی مراد ہوگا	خیالی بات ہے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
ب	۹	مراد نزول روحانی ہے جو اہل تحقیق کا مذہب ہے نہ نزول جسمانی	صریح جھوٹ ہے دیکھو اسی کتاب میں اجماع کا ثبوت نزول روحانی و بروزی کا قائل بغیر مرزا اور امروہی کے آجتک کوئی معتبرین میں سے نہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین
ج	۲	تصریح کردی ہے	
رر	۱۰	فیصلہ کر دیا ہے	مگر مطابق فہم آپ کے۔
رر	۱۸	امام الزمان اہل تحقیق میں سے ہیں	اپنے منہ سے میاں مٹھو حدیث لن تجتمع امتی علی الضلالۃ کا خیال کرو۔
د	۱۷	کل کتاب کا رد پندرہ منٹ میں ہوگیا۔	جس کا رد الرد پانچ منٹ میں ہوگیا تو ثابت ہوا کہ شمس بازغہ کی بنا علی شفا جرف ہار تھی۔
۳۳	۲۱	اس قدر طوالت پر ملالت	قرآن کریم کی آیت کو طوالت پر ملالت سے موصوف کرنا کفر ہے
۳۵	۸	ہاں البتہ مسیح عیسیٰ ابن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے	جسم مع الروح سے مراد مسیح عیسےٰ ابن مریم ہی ہے۔
۳۶	۱۸	دوسری طرح بھی رد کر سکتے تھے	محض لاف ہے
رر	۲۰	بعض قواعد مخترعہ مؤلف	کوئی مستند سے خالی نہیں ثقات کا قول ہو یا ضرورت عقلی اور اقتضاء مقام۔ ایہا الناظرون شمس بازغہ کی کوئی سطر بطالت یا علالت سے خالی نہیں مگر ہم آپ سے ہر ایک کی تردید کی معافی چاہتے ہیں مشت نمونہ خروار عاقل کو بس ہے۔
۳۷	۲۴	بلکہ رفع روحانی ہے	بلکہ رفع جسمانی ہے دیکھو اسی کتاب میں۔
۴۰	۱	بے جا ہے	سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس امر میں قیاس نہ کرنا تھا وہ اور ہے اور جسمیں اشتراک ہے وہ اور۔
۴۶	۹	ماخوذ ہوتی ہے	غلط ہے
۴۸	۲۰	فالحمد للہ الذی انا جامع لعلومہا ولعلم مالم تعلم	انا جامع لعلومہا میں موصول کیطرف عائد نہیں۔ علاوہ اس کے معنے میں بھی قلق اور اضطراب ہے

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۵۱	۱۲	متکلم بلیغ کا اطلاق کہیں نہیں آیا	یاد کرو واجب الوجود کا اطلاق یہاں پر تو وکلم اللہ موسیٰ تکلیما آگیا ہے۔
۵۸	۲	ولکن ہٰہنا یجتمع	تقدیم ظرف کی کوئی وجہ نہیں
۶۰	۱۹	امور مشکوکہ اور قصص مجہولہ کی طرف دوڑے تو اس کا کیا علاج	یاد کرو ایلیا کا قصہ اور صلیبی واقعہ اس کا کیا جواب۔
۶۲	۱۷	جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہو جاتی ہے	مقید کی نفی کیلئے یہ کہاں ضروری ہے کہ مطلق اور قید دونوں منتفی ہو جائیں۔
۷۰	۱۲	بلکہ جملہ انشائیہ ہوا	لیؤمنن کو انشائیہ کہنا سخت حماقت ہے کشاف اور بیضاوی کا حوالہ غلط محض اور جھوٹ ہے جملہ قسمیہ جو انشا ہے وہ صرف واللہ ہوتا ہے اور جواب قسم خبریہ ہوتا ہے دیکھو مطول بحث وصف المسند الیہ صـ ۱۳۶ مطبوعہ نولکشور اور مولوی عبد الحکیم حاشیہ بیضاوی اور شہاب حاشیہ بیضاوی تکملہ کی عبارت کو سبقاً کسی اُستاد سے پڑھنا چاہیئے۔
۷۵	۶	یعنی لن نالو اجہد النصر ک	کیسی تحریف ہے۔
؍؍	۱۱	صلبوہ مجازا	خیالی بات ہے
؍؍	۱۳	فلہذا	فا غلط ہے دیکھو کتب نحو میں مبحث کلمہ فا
۷۶	۱	فلا نعید ہا مرۃ اخریٰ	دوبارہ ذکر کرنے سے صرف ایک ہی اعادہ ہوتا ہے دوسرا اعادہ کیسا۔
۱۲۷	۷	یوقنون حقیقۃ دین الاسلام	ایقان کے صلہ میں با آتی ہے۔
۱۳۹	۹	وابرأ الاکمہ والابرص وغیرہ ذلک من الاسقام	غلط ہے وغیر ذلک من المرضیٰ چاہیئے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۶۰	۱۸	ایہاالناظرین	منادیٰ مفرد کا منصوب لکھنا غلط ہے۔
۱۷۱	۱۱	خاتم الانبیاء بنی اسرائیل	الف لام غلط ہے
۱۹۳	۱	فیعلم الاقوی فیعمل بہ	لام کا مقام ہے نہ فا کا لیعلم الاقوی فیعمل بہ چاہیئے۔
۳۱۶	۱۸	مع صدق الالہام المسیح الموعود	مضاف پر الف لام کا لانا غلط ہے مع صدق الہام المسیح الموعود چاہیئے۔
۳۲۱	۱	فلانعیدہا مرۃ اخری	فقرہ غلط ہے کیا مرفلا نذکر مرۃ اخری
۳۲۴	۲	تمت الکتاب	تانیث غلط ہے تم الکتاب چاہیئے۔
″	″	والیہ المرجع والمآب	ما قبل ہیں فقرہ متناسبہ تمت الکتاب ہی مذکور ہے لہٰذا مرجع الیہ کا کتاب ہی ہوئی اور حصر سے ملکر یہ فقرہ قریب بکفر ہے
۳۲۵	۱۴	محمد احسن امروہوی	معرفہ کی صفت نکرہ واقع ہوا ہے اور نیز امروہوی میں واؤ لانیکا کوئی قاعدہ نہیں۔
۳۲۵	۱۵	فی تاریخ ۲۳۔ اگست یوم الخمیس	صریح جھوٹ ہے ایک دن میں کتاب نہیں لکھی گئی۔
″	″	مطابق ۲۶ ربیع	عربیت کے رو سے بے ربط ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ط

مرزائی ابحاث کی اصلیّت

چونکہ بعض مرزائی صاحبان ہمارے حضرت سیادت پناہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرزا صاحب کی باہمی ابحاث کو غلط بیانیوں سے خلط مبحث کر کے عوام کو دہوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے وہ تمام اشتہارات جو حضور والا کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ بطور ضمیمہ طبع ثانی "سیف چشتیائی" کے ساتھ شامل کر دیئے ہیں تاکہ عوام کو دہوکہ نہ ہو۔

اشتہار واجب الاظہار

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ کتاب شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح مصنفہ مولانا حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف عرصہ چار ماہ کامل سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے اور بعض مرزا صاحب کے حواریوں سے سُنا تھا۔ کہ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب ایک گھنٹہ میں تحریر کر کے شائع کر دیویں گے۔ ہم منتظر تھے۔ کہ اس اثنا میں مولوی نورالدین صاحب کا ایک خط جس میں بارہ ۱۲ سوالات مندرج تھے۔ حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ جناب موصوف نے جواب مفصل تحریر فرمایا۔ مگر بعض احباب نے بوجوہات چند اس کا ارسال کرنا مناسب نہ سمجھا منجملہ جن کے ایک تو یہ تھی کہ کہیں ایسی تحریرات کے سلسلہ جاری ہونے سے جواب کتاب سے جواب نہ ہو۔ دوسری وجہ پیر صاحب نے جو بیان فرمائی ہے وہ ان کے خط میں درج ہے۔ اب چونکہ پرچہ اخبار "الحکم" مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۰ء میں مطالبہ جواب کا کیا گیا جو ۲۶ مئی ۱۹۰۰ء کو مولانا صاحب کی نظر سے گذرا۔ تو مولانا موصوف نے وہی جواب مفصل جو پہلے دن سے لکھ رکھا تھا۔ مولوی نورالدین صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال فرمایا۔ اُمید ہے کہ اُن کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ میں ان ہر دو خطوط کو فقط اس خیال سے کہ

مبادا حواریان ان کو مشتہر نہ کریں بذریعہ اشتہار ہذا ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں تاکہ ملاحظہ کے بعد انصاف پسند خود اس کا نتیجہ نکال لیں گے۔

مولوی نور الدین بھیروی کا خط

مولٰینا السید المکرم المعظم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ اول فتح محمدؐ نام آپ کے مرید سے پھر مولوی غلام محی الدین ساکن دہمن ۔ مولوی محمد علی ساکن روال ۔ حکیم اللہ دین شیخوپور ۔ حکیم شاہنواز کے باعث مجھے جناب سے بہت ہی بڑا حُسن ظن حاصل ہُوا ۔ اور میں بدیں خیال کہ جناب کو اشغال وارشاد میں فرصت کہاں کہ میرے جیسے آدمیوں کے خطوط کا جواب ملے گا ۔ ارسال عرائض سے متامل رہا ۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے اور ان میں مرزاجی کے حُسن ظن کا تذکرہ تھا اور بھی فرحت و سرور ملا ۔ قریب تھا ۔ کہ میں حاضر ہوتا ۔ اسی اثناء میں ایک کتاب شمس الہدایۃ نام مجھے آج رات دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ صفحہ ۴۰ تک رات کو پڑھی جناب نے اس میں بڑا تنزل اختیار کیا ۔ کہ بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے ۔ اور صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک نہ تھی ۔ سبحان اللہ میں نے بارہا سُنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں اور کتاب صفحہ نمبر ۴۰ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبرؓ کا ذکر وہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی توجیہ ناپسندیدہ پر ایما ۔ کتاب کو دیکھ کر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی ۔ کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے ہیں ۔ تو جواب خط کوئی بڑی بات نہیں فاحسن کما احسن اللہ الیک میری مختصراً گذارشوں کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا ۔ اوّل جناب نے صفحہ نمبر ۸ میں فرمایا ہے ۔

۱۔ تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر الخ اس پر

(۱) عرض ہے ۔ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں ۔ جناب کے پاس ہے یا نہیں کہاں سے یہ تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے ۔

۲۔ مثل ابن جریر سے کم سے کم پانچ چھ تفسیروں کے نام ارشاد ہوں ۔

۳۔ کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر ۔

۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط ۔

۵۔ زید و عمر یا نورالدین راقم خاکسار غرض یہ جزئیات انسانیہ صرف اسی محسوس مبصر جسم عنصری خاکی مائی کا محدود نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لئے یہ موجودۃ الآن جسم بطور لباس کے ہے یا اسی معنے پر ؟

۶۔ انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم و سلامہ آئمہ و عترۃ۔ اولیاء کرام۔ صحابہ عظام۔ انواع و اقسام ذنوب و خطایا سے محفوظ نہیں یا ہیں۔ بصورت اولیٰ ان پر اعتماد کا معیار کیا ہوگا۔ اور بصورت ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر۔ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے ؟

۷۔ الہام و کشف رؤیا صالحہ کیا چیز ہیں۔ اور ان سے ہم فائدہ اُٹھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

۸۔ ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ کیا وہ جناب کے کتب خانہ میں ہے یا نہیں ؟

۹۔ بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی۔ اس کو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے جس کا ذکر کتاب میں فرمایا ہے۔

۱۰۔ عقل۔ قانون قدرت۔ فطرۃ۔ کس حد تک مفید ہیں یا یہ چیزیں شریعۃ کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جاوے۔ تعارض عقل و نقل۔ تعارض اقوال شریعۃ و سنت اللہ مقابلہ فطرۃ و شرع کے وقت کون سی راہ اختیار کی جاوے۔ مختصر جواب بدوں دلائل کافی ہوگا۔

۱۱۔ تفسیر بالرائے اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال میں ہے۔ کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہیں؟

۱۲۔ تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بھی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

المسترشد

نورالدین

۲۰ فروری ۱۹۰۰ء

حضرت مولٰینا سید پیر مہر علی شاہ صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ وآلہ وصحبہ

معظمی ومکرمی جناب مولوی نورالدین صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ **اما بعد**۔ میں ہرگز نہیں چاہتا تھا اور نہ چاہتا ہوں۔ کہ **بجواب سوالات** جناب کے کچھ لکھوں۔ کیونکہ اشاعت جواب میں کسر شان حضرت سائل کا نہایت ہی خیال تھا اور ہے۔ یہاں تو پہلے ہی سے کچھ نہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہٰذا میں نے بجواب مکاتبہ شریفہ اثنا عشریہ آپ کے اپنے مایہ قصور اور لاعلمی کو پیش کیا۔ مگر پرچہ الحکم مطبوعہ ۲۳ ذی الحجہ نے جو آج ۲۶ ماہ محرم الحرام کو میری نظر سے گذرا ہے۔ اُس کی نامنظوری بیان فرمائی۔ اب اگر فضلائے عصر و علمائے دہر بعد ملاحظہ کلام جانبین کے داد و انصاف عطا فرماویں تو یہ نیاز مند علماء و فقراء معذور سمجھا جاوے گا۔

جواب نمبر ۱۔ صفحہ ۸ میں آپ نے غور نہیں فرمائی۔ کیا صفحہ مذکورہ کی عبارت ہذا (اگر کوئی شخص برخلاف الخ) کا یہ مطلب ہے۔ کہ نیاز مند شمس الہدایت کا جواب ابن جریر سے لکھیگا۔ لہٰذا آپ مجھ سے یہ دریافت فرماتے ہیں کہ ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں الخ۔ مولانا بلکہ عبارت مذکورہ سے مقصود یہ ہے کہ مجیب کے ذمہ پر نقل از ثقات مثل ابن جریر و ابن کثیر اور استنباط صحیح ہوگا۔ دوبارہ معروض ہے۔ کہ آپ نے ابن جریر ہی کی تعیین کہاں سے سمجھ لی۔ عبارت ہذا (تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر کی الخ) میں تو عموم ہے۔ سہ بارہ مکلف ہوں۔ کہ اگر آپ ابن جریر ہی سے جواب دینا چاہتے ہیں تو آسان طریق عرض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ قول ابن جریر کا بتحویل ثقات مثل حافظ عماد الدین و علامہ سیوطی وغیرہ کی نقل فرماویں۔ جیسا کہ شمس الہدایت میں کیا گیا ہے۔ ہم کو بسر و چشم منظور و مقبول ہوگا۔ ہاں اگر آپ کو محض ابن جریر کے دیکھنے کا اشتیاق ہے تو مولوی محمد غازی صاحب فرماتے

ہیں۔ کہ بالمشافہ دکھا سکتا ہوں۔ مولانا مجھے تو پہلے ہی سوال سے حسن ظن مسموعی جاتا رہا ذرہ غرض متکلم کو غور فرما کر معترض ہونا چاہیئے۔

جواب نمبر ۲۔ لیجیئے تفسیر سفیان بن عیینہ۔ و وکیع بن الجراح۔ و شعبۃ بن الحجاج۔ و یزید بن ہارون و عبد الرزاق و آدم بن ابی ایاس و اسحٰق بن راہویہ و روح بن عبادہ و عبد بن حمید و مسند ابی بکر بن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و ابن ماجہ و الحاکم و ابن مردویہ و ابو الشیخ بن حبان و ابن المنذر جن کی شان میں علامہ سیوطی وکلہا مسندۃ الی الصحابۃ الخ فرماتے ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ میرے نزدیک کلی طبعی کا منشاء موجود فی الخارج ہے اور تشخص عین شخص ہے۔ مگر عوارض بھی لزوم فی التحقق سے بہرہ یاب ہیں۔

جواب نمبر ۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ مگر تجدد شہودی وحدۃ سیالہ کو منافی نہیں جو مدار ہے ترتب احکام عرفیہ کے لئے۔

جواب نمبر ۵۔ جزئیات انسانیہ ماہیت معروضہ کا نام ہے وجودات خاصہ ہوں یا عدمات خاصہ یا دونوں سے مغائر اجسام مل کر عینی یا برزخی یا حشری زید کے مسمے میں نہایت ہی دخل ہے فقط روح مجرد کے لئے بمنزلہ لباس ہیں۔ ہاں بطریق مجاز مرسل کبھی جز ماہیت پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرائن مثل قتل و صلب نہایت ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶۔ انبیاء و رسل علیہم السلام انواع ذنوب و خطایا سے جو منافی ہوں شان نبوت کو معصوم و مامون ہیں۔ ورنہ امر بالاتباع کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور ایسا ہی فینسخ اللہ مایلقی الشیطان حامی وقت ہے۔ اولیاء کرام جو بعد فناء اتم کانہٗ ہو کی رنگت سے رنگین ہوں داخل ہیں بشارت مذکورہ میں اصالت اور تبعیت کا فرق ہے۔

جواب نمبر ۷۔ الہام و کشف و رؤیا صالحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور معیار صحت و فساد کا مطابقت ہے کتاب و سنت سے۔

جواب نمبر ۸۔ تاریخ کبیر بخاری کا ذکر در منثور کی عبارت میں آیا ہے جو شمس الہدایت

میں منقول ہے۔ مولانا یہ سوال علامہ سیوطی سے دریافت کرنا تھا۔ میرے سے آپ درمنثور کا ہونا نہ ہونا دریافت فرماتے۔

جواب نمبر ۹۔ آیت (بل رفعہ اللہ الیہ) کے متعلق چونکہ ابن کثیر اور درمنثور سے تفسیر لکھی گئی ہے آپ سب احادیث مذکورہ کی تخریجات وہاں سے معلوم فرما سکتے ہیں۔ ایک دو جگہ تفسیر ابن کثیر اور درمنثور کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ ناظرین تفسیر مذکورہ کو چونکہ سب تخریجات ایک ہی جگہ سے مل سکتی تھیں۔ لہٰذا ہر ایک حدیث کے بعد بوجہ اختصار نہیں لکھی گئیں۔ مولانا سب اسانید کی صحت کشفیہ یا عرفیہ سے خالی نہیں۔ ہاں صرف ایک دو جگہ جیسے روائیت ضحاک یا ابی صالح کی ضعاف میں سے مذکور ہیں۔ مگر بعد تقویت مدعی کے ساتھ صحاح کے وہ بھی اس مقام میں جہاں خصم سے مطلق روائیت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ گو کہ ضعاف میں سے ہو۔

جواب نمبر ۱۰۔ عقل اور قانون قدرت جو عبارت ہے استقراء ناقص سے اعتبار اُن کا محدود ہے۔ تاوقتیکہ نص مخالف قطعی الدلالۃ شارع سے وارد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسی تحیّر نے آپ کو مرزا صاحب کے قدموں پر جھکایا ہے۔ مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۱۱۔ تفسیر بالرائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات غیر مختصہ بعلم الباری او بعلم الرسول کا نام ہے۔ تفسیر بالرائے جس کا جواز اتفاقی ہے عبارت ہے استنباط احکام سے اصلیہ ہوں یا فرعیہ اعرابیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ وغیرہ بشرط قابلیت۔ تفسیر بالرائے جو بالاتفاق ناجائز اور منہی عنہ ہے۔ تفسیر متشابہ کا نام ہے جو مختص ہو بعلم الباری او بعلم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور تفسیر بغیر حصول علوم مشروط للتفسیر اور تفسیر مقرر للمذہب جس میں مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع قرار دیا جاوے۔ اور تفسیر علی القطع یعنی مراد حق سبحانہ کی قطعی طور پر یہی ہے بغیر دلیل کے۔ اور تفسیر بالہویٰ یہ سب منہی عنہ کے اقسام ہیں۔ تفاسیر ثقات متداولہ بین اہل السنۃ تفسیر بالرائے باقسامہ الخمسہ سے پاک ہیں متشابہ مختص بعلم الباری او بعلم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہم بغیر انہ من عند اللہ کچھ کہہ نہیں سکتے اور

وہ متشابہ جس میں خوض کرنے کے ہم مجاز ہیں آپ اس کو قدر مشترک بین المجمل والمؤل سے پہچان سکتے ہیں یعنی جس میں دلالت علی احد المعنیین راجح نہ ہو مگر یہ بھی خیال رہے کہ بعد اقامت دلیل منفرد کے مرجوح بھی راجح بلکہ قطعی الدلالۃ ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر ۱۲۔ تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بغیر نقل جرح و تعدیل عن السلف نہیں کر سکتے۔ آپ (لا مھدی الا عیسیٰ) کے معنے کو بھی غور فرمانا۔ مبادا کہ بعد تصحیح کچھ اور ہی نکلے بعد اسکے معروض خدمت عالیہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں (صوفیوں کے مشرب سے ذرا جھلک بھی نہ دی سبحان اللہ میں نے بارہا سُنا کہ جناب فتوحاتِ مکیہ کے غواص ہیں الخ) غریب نوازا فیوضات مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے جو متشابہ ہیں فتوحات مکیہ کے لئے آپکے سامنے کیا وقعت اور قدر پائی۔ کہ میں قول شیخ اکبر قدس سرہٗ کو پیش کرتا۔ کیا سینکڑوں احادیث صحیحہ کاٹی نہیں گئیں۔ اگر اس نیازمند کا قول تعصبی طور پر سمجھا جاوے تو کیا مرزا صاحب کا الہام ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶ پر بقلم باریک شہادت اس قطع و برید پر نہیں دے رہا۔

مرزا صاحب کے عبادت خانہ میں آمد و رفت والے علماء بغیر آپکے یا اتباع آپکے کون ہیں۔ دوسرے علماء بیچارے تو اپنے اپنے وطن اور جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے تعبیر اس الہام میں بھی علماء مخالفین ہی کو الزام لگایا۔ باوجود اس کے کہ صریح طور پر بلفظ (میری عبادت گاہ) کا الہامی کلام میں موجود ہے آپ اُس صفحہ میں ذرا ملاحظہ فرماویں کہ (اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں) موجود ہے یا نہیں۔ اب فرمائیے کہ تصدیق الہام ہذا کی تکذیب آپ کی اور تکذیب الہام کی موجب تخریب سب عملہ کی ہے یا نہیں۔ ایک اور گذارش بھی معروض کرتا ہوں۔ کہ جواب میں نقل بالاستیعاب اور لحاظ محل کلام اور مرزا صاحب کا خاص دستخط ہونا ضروری سمجھے جاوینگے۔ یہ نہ ہو کہ تحقق تضاد ماقبل اور مابعد کلمہ بل میں استشہاد تیئسویں ۲۳ آئت کتاب استثناء سے پکڑ کر بائیسویں آئت کو بالکل متروک کر دیا جاوے اور یہ بھی نہ ہو کہ محل ذکر قول حضرت شیخ کو توجیہ کلمہ طیبہ میں خیال نہ فرما کر الزام مخالفت حضرت شیخ کا لگایا جاوے۔ یا نکات بعد الوقوع کو مثل تشبہ مسیح کے بالملائکہ جو (عزیزا حکیما) کے متعلق خلاصہ قول حضرت شیخ اکبر و شیخ علی قدس سرہما لکھا گیا ہے الی توجیہ

سے ٹھہرا کر مادۂ نقض پیدا کریں اور نیز معلوم ہو کہ ضعاف کو بھی ہم بعد تشیید مبانی دعوٰی کے بکتاب و سنت صحیحہ متواترہ قبول کر لیویں گے۔ مثلاً قول ضحاک اور حوالہ عباسی جن میں اصحاب جرح و التعدیل کو کلام ہے بعد تقویت مذکور کے بغیر عذر سند ہو گا۔ علماء وقت کو تو امید تھی کہ آپ مرزا صاحب کو بھی سمجھا دینگے۔ ع۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ مجھے بخیال شان آپ کے بڑا افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں عصمت انبیاء اور عدم وقوع خطا فی الامر التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عصمت اور عدم امکان خطا فی التعبیر تک بھی متیقن ہے سبحان اللہ مولانا آپ کے اخلاق کریمانہ سے اُمید کرتا ہوں کہ تشریح حقیقت معجزہ سے ذرا آپ ہی ممنون فرماویں گے۔ والسلام خیر ختام۔

المکلف العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہ **مہر علی شاہ** عفی عنہ ربہ

ضمیمہ از جانب مشتہر:۔ فن مناظرہ سے مولوی نور الدین صاحب بالکل بے بہرہ ہیں۔ اعتراض اول میں تو یوں کہنا تھا کہ تفسیر ابن جریر کو میں نے اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ مگر حوالہ دیا ہوا کسی جگہ نہ ملا۔ معہذا یہ اعتراض بیموقع ہے۔ کیونکہ یہ اُسجگہ پر مناسب تھا جہاں ابن جریر کا حوالہ دیا ہوا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے اعتراض میں تعداد تفسیروں سے سوال بیجا ہے۔ عبارت ہذا (مثل ابن جریر الخ) کا مطلب یہ ہے کہ معتبر تفسیر کی سند منظور ہو گی۔ خواہ متعدد ہوں یا ایک ہی ہو۔ اگر غرض اعتراض کی نہیں تو اخبار میں شائع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا گستاخی معاف فرماویں۔ ایک سوال کے جواب سے ممنون فرماویں۔ بلاغت اور فصاحت اخبار اور قصص قرآنیہ کی کیفیت بیان فرماویں۔ مثلاً حکائت از کلام فرعون جو کہ مؤکد یا غیر مؤکد بالحصر یا بغیر الحصر وغیرہ وغیرہ آیا یہ سب امور کلام ربانی ہی میں ہیں اور کلام فرعون ان سے معرا تھی تو کلام ربانی میں کذب لازم آیا۔ العیاذ باللہ۔ اور اگر کلام فرعون میں بھی یہ امور موجود تھے تو بلیغ اور فصیح فرعون ہوا خداوند کریم تو فقط مترجم ہوا۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں ہے اور نہ بلاغت اور فصاحت اس کا نام ہے فقط

نوٹ:۔ مولوی عبدالکریم کی بے تہذیبی (جو اخبار الحکم ۲۴ اپریل میں درج ہے) کا جواب

ہم کچھ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ تو جھوٹے مسیح کے حواریاں کی علامت میں سے ایک علامت ہے۔ سب پہ روشن ہوگیا ہے کہ کتاب کا جواب تو ہرگز نہیں دے سکتے۔

المشتھر

مطبوعہ مصطفائی خاکسار حافظ غازی عفی عنہ پریس لاہور

دیگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ و اٰلہ و عترتہ

امّا بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء آج اس نیاز مند علماء کرام و مشائخ عظامؒ کی نظر سے گذرا۔ مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گذارش کو بسلک شرائط مجوزہ کے منسلک فرماویں گے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعوے کو بپایہ ثبوت پہنچاوے گا۔

بجواب اُس کے نیاز مند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرماویں گے۔ مجھ کو شہادت و رائے تینوں علمائے کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی عبد الجبار غزنوی و مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر لاہوری) کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ بعد اسکے عقائد معدودہ مرزا صاحب میں جن میں جناب ساری امت مرحومہ سے متفرد ہیں بحث تقریری و اظہار رائے ہوکر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دیجاویگی۔ یہ وہ شرط ہے کہ دعویٰ جناب اور تحقیق حق کے لئے عند العقلاء مقتضی بالطبع ہے۔ ظاہر ہے کہ

تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد بطلان مضامین کے کچھ بھی وقعت اور عظمت نہیں حقیقت مضامین کا محفوظ رہنا عیار ان صداقت کے لئے نہایت مہتم بالشان ہے۔ اظہار حقیقت بغیر اس طریق کے متصور ہی نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو ان کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ اور وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حقیت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں۔ علماء کرام کی تحریرات اور اہل دیانت و فہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں۔ تیز نویسی چونکہ بروز عیسوی و بروز محمدی سے بالکل اجنبی و برطرف ہے لہٰذا اُس کو مؤخر رکھا جاویگا۔ اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرماویں۔ نہایت ممنون ہو کر حاضر ہو جاؤنگا۔ قانون فطرت اور کرات مرات کا تجربہ مع شہادت (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) کے پیشینگوئی کر رہا ہے۔ کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکوتی ہو جاویگا۔ آپ فرماویں اس کا کیا علاج ہوگا۔

اپنے اشتہار میں اس الہام ضروری الوقوع کا مستثنےٰ نہ فرمانا صاف شہادت دے رہا ہے کہ ایسے الہامات عندیہ اور اپنے اختیاری ہیں ورنہ درصورت منجانب اللہ ہونے اُن کے کیونکر زیر لحاظ نہ ہوں اور مستثنےٰ نہ کئے جاویں۔ یہ بھی مانا کہ منجانب اللہ ہیں تو پھر اُن پر تعمیل واجب ہوگی مشائخ عظام و علماء کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیازمند اُن کا حاضر ہو جائے گا۔ بشرط معروض الصدر نامنظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہوگی آپکے کاذب ہونے پر۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ شمس الہدایت کے صفحہ ۸۱ میں نیازمند نے علم اور فقر میں لاف زنی کی ہے۔ ناظرین صفحہ مذکور کے ملاحظہ فرمانے کے بعد انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ آیا لاف زنی ہے اپنے بارہ میں یا تہدید ہے بمقابلہ اُس کے جو "اجماع کورانہ"۔ "حزب نادان" "بےشرم"۔ "بےحیا"۔ "علماء یہود"۔ ازالہ۔ ایام الصلح میں دربارہ علماء سلف و خلف شکر اللہ سعیہم کے مرزا صاحب نے دیانت اور تہذیب سے لکھا ہے اور تفرد فی فہم القرآن کا دعوےٰ کیا ہے۔

آپ اس اشتہار کے صفحہ ۳ کے آخیر پہ باریک قلم سے لکھتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی الخ
لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمائیے۔ کہ جب آپ اپنی دعوت میں مامور من اللہ ہیں تو پھر لاف زنی پہ اس دعوت کی بنا، ٹھہرانی قول بالمتناقضین نہیں تو کیا ہے۔
مرزا صاحب نیازمند کو مع علمائے کرام کے کسی قسم کا عناد یا حسد جناب کے ساتھ نہیں۔ مگر کتاب اللہ و سنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم باعث انکار ہے۔ انصاف فرماویں مثل مشہور کا مصداق نہ بنیں (نلے چور تے نالے چترا) ظاہر تو عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے دم مارنا اور در پردہ کیا بلکہ علانیہ تحریف کتاب و سنت کرنی۔ اور پھر اس کمال پر مکتفی نہ رہنا۔ بلکہ اوروں کو بھی اس کمال کے ساتھ ایمان لانے کی تکلیف دینی۔ بھلا پھر علماء کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔
آپ اپنے اشتہار میں جو کچھ بڑے زور شور سے ارشاد فرما چکے ہیں۔ اگر بلحاظ اُس کے کچھ لکھا بھی جاوے۔ تو داخل گستاخی اور مورد عتاب اہل تہذیب نہیں ہو سکتا۔ مگر تاہم لوگوں کی ہنسی سے شرم آتا ہے اس سے زیادہ آپ کے اوقات گرامی کی تضییع نہیں کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن بخاتمیتہ افضل الاولین والاٰخرین سیدنا ابی القاسم محمدؐ المصطفیٰ و صدق بما جاء بہ من عند رب الارضین والسموات العلی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا وصل و سلم و بارک و ادم علی من اریتہ الاٰیات الکبریٰ صلوٰۃ تستجیب بھا دعائنا و تزکی بھا نفوسنا و تحیی بھا قلوبنا و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ:۔ حسب الطلب یہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ابلاغ ہے اور میں بروئے اختیار اشتہار دعوت ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور مقرر کرتا ہوں برائے مہربانی اب آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔

العبد الملتجی الی اللہ مہر شاہ از گولڑہ۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء

گواہ شد نمد

محمد[۱] غازی۔ مولوی حضرت[۲] میر معلم صاحبزادگان خان ملا خان صاحب رئیس کابل۔ قاضی[۳] محمد زمان ساکن راولپنڈی۔ مولوی محمد۔ مولوی[۵] محمد عبداللہ ساکن جلو۔ مولوی ہدایت[۶] اللہ۔ مولوی احمدالدین ساکن بہوئی۔ مولوی محمد[۷] یوسف ساکن ایضاً۔ مولوی غلام[۸] ربانی ساکن ایضاً۔ مولوی[۹] سید حسن مدرس اوّل مدرسہ اسلامیہ پنڈی۔ مولوی[۱۰] محمد اسماعیل گولڑہ۔ مولوی[۱۱] عبداللہ شاہ ساکن گڈھی افغاناں مولوی میر[۱۲] حمزہ ساکن بھوئی۔ مولوی محمد[۱۳] عرفان ساکن گولڑہ۔ مولوی فضل[۱۴] احمد ساکن سواں۔ مولوی منہاج[۱۵] الدین ساکن کوٹ نجیب اللہ۔ مولوی عبد[۱۶] المجید ساکن کوٹ نجیب اللہ۔ قاضی نواب[۱۷] ساکن کوٹ۔ مولوی محبوب[۱۸] عالم ساکن گولڑہ۔ مولوی بدرالدین پوٹھواری ✦

ضمیمہ اشتہار بجواب دعوت

نحمدہٗ و نصلّے علی رسولہ الکریم

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء مشتہرہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء جو حضرت پیر **مہر علی شاہ** صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری آج پہنچا ہے اور جس میں وہ پیر صاحب کو مدعو کرتے ہیں۔ کہ پیر صاحب اُن سے بشرائط ذیل (جن کو وہ خود ہی تجویز کرتے ہیں اور جن کو میں مختصر ذیل میں بغرض سہولیت فہم درج کرتا ہوں۔) مباحثہ کریں مضمون مباحثہ قرآن کریم کی کوئی سورۃ یا کسی سورۃ کی چالیس آیتوں کی تفسیر ہوگا۔ اور سورۃ بذریعہ فال یا قرعہ اندازی انتخاب کی جاوے گی۔

(۱) پیر صاحب[۱] دس روز کے اندر تاریخ رسیدگی اشتہار دعوت مرزا صاحب سے بذریعہ اشتہار مطبوعہ

---

[۱] اصل میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا منشا یہ ہے کہ اشتہار دعوت بھی مشتہر ہو جاوے اور معاملہ بھی وقوع میں نہ آوے اور اس لئے ایسے ایسے علماء اور سجادہ نشین درج فہرست کر دئیے ہیں جو بعضے تو بوجہ علائق متعددہ اپنا مکان نہیں چھوڑ سکتے۔ اور بعض ملازم ہیں۔ بعض اس قدر بُعد مسافت اور کثرت اختلجات کی وجہ سے سخت متامل ہونگے۔ مگر بہر حال جو ہو سو ہو فہرست میں تو تعداد علماء صرف لـ کس ہے۔ معلوم نہیں ضمــــ رر کاپی کیوں مطلوب ہوئی۔ بہر حال اُن صاحبان کو کاپیاں

جس کی پانچہزار کاپیاں ہوں۔ کُل علمائے ہندوستان کو جن کے نام وہ آخر درخواست میں درج کرتے ہیں مطلع کردیں۔ جلسہ میں پیر صاحب کی شمولیت ضروری ہوگی۔ اگر پیر صاحب بذریعہ اشتہار قبول دعوت کریں یا چالیس[۴] اور علماء کی جماعت درخواست بذریعہ اشتہار کرے تو مرزا صاحب مباحثہ کریں گے۔

(۲) مباحثہ[۱] بمقام لاہور ہوگا۔ مکان کی تجویز اور اہتمام پیر صاحب کے ذمہ ہوگا۔ بصورت انکار پیر صاحب مرزا صاحب خود انتظام کریں گے۔

(۳) بحث[۲] ایک ہی روز میں ختم ہو جاویگی اور ہر ایک شخص کو بالمقابل لکھنے کیلئے سات گھنٹہ تک مہلت ملے گی۔

(۴) اس[۳] مقابلہ کے لئے مولوی صاحبان جو حاضر ہوں گے اُنکو جائز نہ ہوگا کہ وہ ایکدوسر مباحث کو اشارات یا تحریر و تقریر سے کسی طرح کی امداد دیویں۔ بصورت انحراف شرط وہ کمرہ سے نکالدئے جاوینگے۔

(۵) ضروری ہوگا کہ ہر ایک شخص کم از کم بیس[۲۰] ورق لکھے اور اسمیں کل عبارت عربی ہو اردو بالکل نہ ہو اور بعد اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کامل فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دی جاوے گی۔

پہنچائی جاویگی۔ علاوہ برآں اور پبلک کو بھی بذریعہ اشتہار مطلع کیا جاویگا۔ مہربانی کرکے آپ بھی اپنے اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی نقول اُن صاحبان کو پہنچادیں تاکہ اس بالمقابل درخواست کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

[۱] حضرت آپ خود ہی انتظام کریں آپ کیلئے لاہور میں اہتمام کرنا بڑا آسان ہوگا۔ آپ لاہور سے قریب ہیں آپ کے معتقدین بھی وہاں بہت ہیں کرایہ بھی ادا کر دینگے۔ [۲] مگر حضرت نقل مطابق اصل کا زمانہ بھی محسوس کرلیں۔ کم از کم ۵-۶ گھنٹہ اس میں بھی صرف ہونگے۔ آپ تو اُس روز کی نماز بخشوا لینگے۔ یا ایک ہی وقت جمع کرلیں گے۔ پیر صاحب تو اُمت محمدی کے ایک فرد ہیں اُن پر اور باقی علماء پر نماز موقوت فرض ہے۔ اور دیگر حوائج ضروریہ بھی ہیں اُن کے واسطے وقت نکال لیجیئے گا۔

[۳] یہ کیا آپ تو فرماتے ہیں کہ آپ الہٰی طاقت سے یہ مقابلہ یا مباحثہ (جو کچھ نام آپ رکھیں) کرتے ہیں۔ یہ ایسی قید آپ کیوں لگاتے ہیں۔ الہٰی زور تو دنیاوی لوگوں سے مغلوب نہیں ہُوا کرتا۔ خواہ کتنی ہی تعداد مقابلہ میں آجاوے۔ وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین۔ بھلا یہ تو فرما دیجیئے گا کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہوکر کیا کریگی۔ صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر دو منشیوں کو یہ دیکھتی رہے گی۔ کہ کس کا قلم زور سے چلتا ہے اور وہ کونسی دلچسپی ہے جس کے واسطے اور کونسا اہم علم ہے جس کی شہادت کیلئے آپ اس قدر علماء کو بصورت حاضری

(۶) بعد از تحریر ہر ایک شخص اپنا مضمون خواہ خود خواہ مختار تا جلسہ عام میں سُنا دیگا۔

(۷) بعدہ[1] ازاں کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس مضمون میں کوئی ترمیم یا اصلاح یکمی بیشی کرے۔ نسیان کا عذر مسموع نہیں ہوگا۔

(۸) بعدہٗ تین مولوی صاحبان کو جن کو پیر صاحب تجویز کرینگے۔ مگر اب تو اس کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کہ مرزا صاحب نے خود تین عالم تشخیص کر دئے ہیں یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی عبدالجبار صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری ان تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور اُن کو تین مرتبہ کی حلف قذف محتاط کے ساتھ دیکر دریافت کیا جاویگا کہ کون سا مضمون تائید رائے سے لکھا گیا ہے اور وہ رائے قطع ہوگی۔ وہ رائے طبع کرا کر تقسیم بھی کی جاوے گی۔

(۹) اگر الہٰی[2] رعب کے نیچے آکر پیر صاحب اس مقابلہ سے ڈر جاویں اور گریز اختیار کریں یا دس[3] روز تک بذریعہ اشتہار مطبوعہ دعوت کی منظوری کا اعلان نہ کریں تو اس صورت میں جائز ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبان میں سے ایک یا دو شخص مقابلہ کا اشتہار دیں کیونکہ ایسا مقابلہ تضیع اوقات ہے کیونکہ کم از کم چالیس[4] نامی علماء اُس فہرست میں سے جو مرزا صاحب نے اپنے اشتہار میں دی ہے یا اور علماء کی ایسی جماعت جو مرزا صاحب کی مکذب ہے۔ اور مرزا صاحب اُن سے بے علم ہیں۔ درخواست کریں تو مرزا صاحب بحث کریں گے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب کے اشتہار کی تاریخ شیوع سے جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء ہے ایک ماہ تک

پیر صاحب طلب کرتے ہیں اور ایسی ہی بندش بکار ہے تو دو پولیس کانسٹیبل بلوا لیجئے گا وہ آپ دونوں کے سروں پر پہرہ دینگے اور بعد میں مضامین طبع ہو کر علماء کو ملجاویں وہ فیصلہ کر دیں گے۔ حلف تین چھوڑ دس لے لیا۔

[1] اس میں تو شک نہیں کہ آپ ضرور ۲۰ ورق پورے کر لینگے۔ اگر نفس مضمون نصف اوراق پر ختم ہو جاویگا تو باقی ورق آپ علماء صلحاء انبیاء اور فریق مخالف کو گالیاں دیکر بھی پورے کر لینگے۔ مگر حضرت ایک چوک تو ہوگئی۔ کہ ورق کی تقطیع اور قلم کی موٹائی اور درآوردگی اور کشادگی خط کا آپ نے ذکر نہیں کیا۔

[2] حضرت یہ منتر تو نہ چلا۔ پیر صاحب بھی خدمت والا میں حاضر ہیں اور چالیس[4] چھوڑ ساٹھ[6] علماء کی دستخطی درخواست بھی آپ کے پاس پہنچ چکی ہے۔ اب ذرا میدان میں تشریف لے آویں۔ زنانہ سیرت چھوڑ کر مردوں میں تشریف لاکر باتیں کریں۔ چرخہ کے پیچھے سے لعنت ملامت کرنے کا وتیرہ چھوڑ دیں۔

بغرض مقابلہ مرزا صاحب مذکور پیر صاحب کی طرف سے اشتہار نہ نکلے اور نہ دوسرے مولوی صاحبان کے چالیس اشخاص کے مجمع سے تو اُس صورت میں سمجھا جاوے گا کہ آسمانی نشان نے اُن کی شیخیوں کو کچل ڈالا۔ یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ تلك عشرة كاملة۔

اس[1] میں اُن علماء کو جن کو مدعو کیا گیا ہے یہ وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ کہ جو صاحب بوجہ ناداری نہ آسکیں وہ قرضہ لے کر آجاویں۔ اگر اُن کا فریق کامیاب ہوگیا تو اُن کو مرزا صاحب اُن کے مصارف ادا کریںگے۔ اس مباحثہ میں تین طور پر خدا اُن کی تائید کرے گا۔

(۱) بطور خرق عادت ایک یا چند امور مابہ الامتیاز جو مرزا صاحب میں پیدا ہو جاویں گی اور اُن کے مقابل میں نہیں ہونگے۔

(۲) مرزا صاحب کو خاص طور پر اُن آیات قرآنی کے معارف وحقائق ودقائق کا علم دیا جاوے گا۔ مگر غیر کو نہیں۔

(۳) اُس کی دُعا اس وقت قبول ہوگی۔ اور اُس کے غیر کی نہیں۔

حضرت مرزا صاحب یہ اشتہار "تو کجا بود اشہب کجا تاختم" کا مضمون ہے کیا آپ کو یہ دعوےٰ ہے کہ آپ بڑے کاتب منشی اور بڑے فصیح وبلیغ عربی نویس ہیں۔ یا آنکہ مجدد ومہدی ومسیح۔ مثیل محمدؐ۔

آپ اپنا دعوےٰ ثابت کریں یہ لت کیا سوجھ گئی ہے۔ آپ ذوبروزین ہیں ایک نصف جسم آپ کا تو مثیل مسیحؑ اور دوسرا نصف مثیل محمدؐ۔ وہ ہر دو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھے لکھ پڑھ نہیں جانتے تھے۔ الا مقرر تھے۔ آپ مباحثہ تقریری کریں اور اُن کی سنت پر چلیں۔

---

[1] مرزا صاحب یہ فیاضی ہے تو ابھی سے منی آرڈر بھیج دیجئے گا۔ آپکی ناکامیابی یقینی اور قطعی ہے۔ بعد میں کون نالش کرتا پھریگا۔ اور اگر نالش کی بھی تو آپ سے وصول کیا خاک ہوگا۔ بہت سی قیمتی جائداد تو آپ بذریعہ وثیقہ رجسٹری شدہ اپنی زوجہ شریف نصرت جہان بیگم کے پاس بالعوض پانچہزار روپیہ کے رہن کرچکے ہیں اور اُس سے زیورات ونوٹ ونقد وصول کرنا قبول کرچکے ہیں اوروں کو آپ کیا دینگے۔ نقد روپیہ ہوتا تو انکم ٹیکس لگتا۔ حج فرض ہوتا آپ کے پاس ہی کیا ہے جو آپ ایسی دعوتیں دے رہے ہیں مگر ہاں جلدی جلدی چندہ کرکے انکو منی آرڈر بھیج دیجئے گا۔

ہم نے مانا کہ آپ چھاپہ خانہ کی مشین ہیں پر اس سے کیا ہوتا ہے۔ خاک پتھر۔

باقی رہی معارف وحقائق قرآنی کی تفسیر سو وہ تو حضرت سلامت ۱۸ یا ۱۹ سال سے سنتے سنتے ہمارے کلیجے پک گئے۔ جن معارف وحقائق کو اب آپ بذریعہ الہام تفسیر فرماوینگے وہ تو یہی یا اسی طرح کے ہوں گے۔

(۱) آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الزلزال کے معنے غلط سمجھے۔ ازالہ صفحہ ۱۲۸ - ۱۲۹

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو لیکھرام کی موت کی نسبت اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴۔

(۳) فرشتے نفوس فلکیہ وارواح کواکب کا نام ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات کی تاثیر سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ توضیح مرام ملخصاً من صفحات ۳۳ و ۳۷ و ۳۸ تا ۴۰ و ۶۷۔

(۴) جبرائیل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں۔ توضیح مرام ملخصاً من ص ۶۸-۷۰-۸۵

(۵) انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام ص ۶۲۸ و ۶۲۹۔

(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۸ و ۶۸۹۔

(۷) حضرت رسول اکرم کو ابن مریم اور دجال اور خر دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی وحی نے خبر نہیں دی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱

(۸) خر دجال ریل ہے۔ دابۃ الارض علماء ہونگے اور دجال پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ ازالۃ الاوہام نمبر ۹۵ و ۹۶ و رسالہ انجام آتھم۔

(۹) حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۸

(۱۰) حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۳

---

[1] ازالہ کے صفحہ ۱۲۸ میں آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء نے جو ظاہری اس سورۃ کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آویگا۔ اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اس سے زیروزبر ہو جاویگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجاویں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اس روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ حالانکہ یہ معنے وہی ہیں جو افقہ الناس ابن عباس نے آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں دیکھو ابن کثیر۔ درمنثور وغیرہ تصنیفات علامہ سیوطی

(۱۱) براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳۔

(۱۲) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۴۸ تا ۵۳۷۔

(۱۳) قرآن شریف میں انا انزلناہ قریبًا من القادیان موجود ہے۔ ازالۃ الاوہام ص۷۶ و ۷۷

(۱۴)[1] مکہ۔ مدینہ۔ قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے

ازالہ ص۷۶ و ۷۷

(۱۵) بیت الفکر واقع قادیان (وہ چوبارہ جس میں مرزا صاحب بیٹھ کر کتابت کرتے ہیں) مثیل حرم کعبہ ہے ومن دخلہ کان امنا۔ ۵۵۸ براہین احمدیہ۔

(۱۶) آیۃ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ کا معنوی اور اصلی طور پر مصداق وہ مسجد ہے جو مرزا صاحب کے والد نے بنائی اور مرزا صاحب نے اس میں توسیع کی۔ اشتہار منارۃ المسیح۔

(۱۷) حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوبارہ دنیا میں نہیں آویں گے حاجت حوالہ نہیں۔

(۱۸) حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۲۴ و ۲۲۴ و اشتہار معیار الاخیار۔

(۱۹) قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے صفحہ دوئم ٹائیٹل پیج ازالۃ الاوہام۔

(۲۰) حضرت مہدی نہیں آویںگے۔ ازالہ اوہام ۵۱۸ و اشتہارات حال جن لامہدی الا عیسیٰ کی حدیث پر استدلال ہے۔

(۲۱) آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵

(۲۲) عذاب قبر نہیں ہے۔ ۱۵۴ ازالۃ الاوہام

(۲۳) تناسخ صحیح ہے۔ صفحہ ۸۴ ست بچن۔

---

[1] سبحان اللہ اب قادیان بھی مرزا صاحب کے قدم بقدم گاؤں سے شہر تک تو رتبہ پا گیا اور پھر شہر بھی مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک فیہ۔

(۴۴) قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۵ و ۲۶۔[1]

مگر ان تمام امور سے قطع نظر کرکے بدیں خیال کہ آپ بیٹھے بٹھائے گھر میں اشتہارات لکھ مارینگے اور فضول ڈھنگ ہانکیں گے۔ اور عوام بھی سمجھیں گے کہ دعوت مباحثہ کو قبول نہ کرنا ظاہراً پیر صاحب کے خلاف ہے۔ لیکن بایں ہمہ پیر صاحب حاضر ہیں اور آپکی سب شرائط کو جن کے آپ خود ہی مجوز ہیں اور خود ہی منصف منظور کرتے ہیں اشتہار دینا اور مشتہر کرنا ہمارا کام ہے مگر یہ ذمہ نہیں ہے کہ وہ لوگ جمع بھی ہو جاویں گے الا اس حالت میں کہ آپ ان کی دستگیری کریں۔ البتہ لاہور۔ امرتسر اور بعض دیگر مقامات کے علماء کو ہم بھی ضرور جمع کرائیں گے۔

مگر شرط یہ ہے

قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری (دعویٰ مسیحیت و مہدویت وغیرہ عقائد مرزا صاحب پر جو تعداد میں تخمیناً ۱۳۶ کے قریب ہیں اور اُن کے الہامی کتب میں مندرج ہیں بپابندی امور ذیل ہو جائے۔

(الف) تعیین و تقرر سوالات حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا۔ کیونکہ ہم لوگ آپ کے دعاوی سے منکر ہیں اور آپ مدعی۔

اور ان دعاوی کا اثبات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مرزا صاحب کرینگے۔ مگر واضح رہے۔ کہ اناجیل اربعہ جو مخالف مضامین قرآن شریف ہوں گے بحث میں مقبول نہوں گے۔

(ب) یہ بحث تقریری اُس بحث تحریری سے اول ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہ ہوگی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہیگی۔ زیادہ تکلیف آپ کو نہ دیجاوے گی۔

---

[1] شائد اسی عقیدہ پر عمل کر کے مرزا صاحب بھی ہر ایک شخص مخالف کو اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کو ہزار ہزار بے نقط سناتے ہیں۔ مگر حضرت آیۃ شریفہ وقولوا للناس حسناً۔ اور دیگر آیات قرآنی اور آپ کے اپنے الہامات ذاتی وتلطف بالناس وترحم علیھم یاداؤد عامل بالناس رفقاواحسانا وغیرہ اردو الہامات ہم مضمون کو شائد بھول گئے ہیں۔ آپکی بدزبانی تو تلوار سے زیادہ کام کرتی ہے شائد ان گالیوں میں بھی فصاحت پیدا کی گئی ہو۔

(ج) جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا اس کو بیعت توبہ کرنا لازمی ہوگا۔ وہ بیعت بحاضری جمیع علماء کرنی ہوگی۔ اور اس بحث کے حکم خواہ تو وہ ہر سہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب منظور کرتے ہیں یا اور جن کو مرزا صاحب مقرر کریں گے مگر رعایت یہ ہوگی کہ وہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب بعد میں مقرر کریں گے نہ تو ان کے معتقدین میں سے ہوں اور نہ پیر صاحب کے ملنے والوں سے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے اُن کو جس طرح سے اور جو جو حلف قبل از اظہار رائے دینا مناسب سمجھیں دے لیویں۔ وہ رائے قطع ہوگی۔

(د) چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جاوے اور وہ پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دیدیویں۔ کہ وہ روپیہ اُن علماء کے اظہار رائے پر فریق غالب کا حق ہوگا۔

(ھ) مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اُس بحث کے وقت یا دوران زمانہ بحث میں اگر کوئی الہام اس قسم کا اُن کو ہو جاوے جو مبدل یا ناسخ شرائط بحث و مباحثہ ہو یا مرزا صاحب کو کوئی تار اس مضمون کا آجاوے کہ گھر میں کوئی بیمار ہے یا اور کوئی ہیچو قسم خط پیام وغیرہ آجاوے تو مرزا صاحب بحث و مباحثہ کو حسب شرائط مقررہ حال پورا کر دینگے اور اُس الہام تار، خط، پیام وغیرہ پر کاربند نہ ہوں گے۔ پہلے سوچ سمجھ لو بابا۔ اور الہام کے ذریعہ ان تمام امور کی احتیاط کر لو۔ بعد میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اگر **مرزا صاحب** اب میدان میں تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر اس میں کوئی حجت حیلہ کرینگے یا اب شرائط میں کسی قسم کی کوئی دقت یا پیچیدگی پیدا کر دینگے۔ جس سے اس معاملہ کا وقوع غیر اغلب ہو جاوے۔ تو پھر سمجھا جاوے گا۔ اور اس کا نتیجہ فطرتی طور پر یہ ہوگا۔ کہ مرزا صاحب کی الٰہی طاقت (وہی خدائی عاجی والی) مغلوب ہو گئی۔ اور خدائے رب العلمین کی الٰہی طاقت نے اُن کے غرور اور اُن کی مشیخیت کو توڑ کر کچل ڈالا۔ اور ان کے تمام دعاوی بیہودہ پر خاک پڑ گئی۔ ہم تو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آپ میدان میں آویں۔ بلکہ آپ نے ان شرائط کو منظور کیا تو لوگ گھی کے چراغ جلائیں گے۔ مگر پھر کہے دیتے ہیں کہ آپ کبھی میدان میں نہیں آویں گے۔ ہم الہام

سے نہیں کہتے۔ مگر سابقہ تجارب اس خیال کے مؤید ہیں۔

بہ بینیم تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

العارض محمد غازی

۲۵ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء

نوٹ:۔ پیر صاحب اس مباحثہ کے لئے ۲۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء مقرر کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب خیال رہے کہ آپ اشتہار ہذا کے موصول ہونے پر منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں۔ ورنہ یاد رہے کہ اگر پیر صاحب لاہور تشریف لے گئے اور آپ تاریخ مقررہ پہ نہ آئے تو آپ اُس صورت میں کسی یا چند ذمہ واریوں کے ذمہ وار بھی ہوں گے۔ فقط۔

(مطبوعہ چودہویں صدی پریس راولپنڈی)

حامداً　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　ومصلیاً

نور الانوار بجواب نور الابصار

یعنی مولوی محمد احسن امروہی مرزائی کے بیہودہ اشتہار کا جواب

اہل اسلام ادنے توجہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے امور متنازعہ فیہا کے لئے طریق فیصلہ رجوع الی کتاب اللہ وکتاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع الامت رکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ[1] ایضاً فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا[2] قال صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پس اگر اختلاف کرو تم کسی چیز میں تو لوٹاؤ اس کو اللہ ورسول کی طرف۔ [2] پس نہیں قسم ہے رب تیرے کی وہ ایمان نہیں لاوینگے یہاں تک کہ فیصلہ کریں تجھ سے بیچ اسکے جو اختلاف ہوا ہے درمیان انکے نہیں پائیں گے وہ اپنے نفسوں میں کچھ تنگی اس سے جو فیصلہ کیا تو نے اور تسلیم کریں گے وہ تسلیم کرنا۔

ترکت[1] فیکم امرین لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ۔
عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ حسبنا[2] کتاب اللہ وکتاب الرسول وقال[3] صلی اللہ علیہ وسلم لن تجتمع
امتی علی الضلالۃ۔ اس بناء پر طریق فیصلہ فیما بین مرزا صاحب و سائر علماء کے وہی تھا جو کہ اشتہار
حضرت مولنا پیر مہر علی شاہ صاحب مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء شائع ہو چکا تھا اور مرزا صاحب کو
بھی بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب اور اُن کے مولویوں نے اس سے گریز کر
کے وہ طریق اختیار کیا جو رسولوں اور ان کے مکذبین میں ہوا کرتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
ہم قرآن اور حدیث اور اجماع کے اپنے فیصلہ میں محتاج نہیں۔ ہم خود معجزات و خوارق کے ذریعہ
سے اپنے دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ کہ آج تک ہر وقت مقابلہ اہل اسلام یجعل
لکم فرقانا اور لا یمسہ الا المطہرون اور ادعونی استجب لکم کے آثار اہل السنۃ والجماعت
والعقیدۃ الاجماعیہ کو ہی نصیب ہوئے۔ گو کہ صورت ظہور خوارق بعد اس کے کہ قرآن و سنت و
اجماع مرزا صاحب کے دعویٰ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اہل علم و تابعین ان کے بشہادت قرآن و حدیث
و اجماع اس صریح کذب کو ہرگز نہ مانتے۔ مگر تاہم مرزا صاحب بمعہ چند ابلہان کے جواب بھی دام تزویر
میں پھنسے ہوئے ہیں چلا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ لو ہماری صداقت کا نشان ظاہر ہو گیا۔ باقی رہا
غالب ہونا حقیقت اسلام کے دعویٰ میں مخالفین پر۔ سو یہ دین محمدی اور اسلام احمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام کا مقتضیٰ بالطبع ہے اس میں مرزا صاحب کا کمال نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں البتہ اگر اپنے اس دعوے کو
بجلسہ علمائے اسلام بپایۂ ثبوت پہنچاتے تو بیشک مستقل طور پر مرزا صاحب کا ہی کمال سمجھا جاتا۔ کیونکہ
اس دعوے کا مصداق یہ دین پاک تو ہو ہی نہیں سکتا۔ الیوم اکملت لکم دینکم اور ایسا ہی
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وغیرہ نصوص اس پر شاہد ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا تمتع
استقلالی ہو جاتا۔ بعد ملاحظہ بیان معروض الصدر کے پبلک انصاف فرما سکتی ہے۔ کہ اشتہار نور الابصار
محمد احسن امروہی کا کس قدر بعید از صراط مستقیم ہے۔ کیا چند آیات و احادیث کے بے موقع لکھنے سے کام

---

[1] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دئے میں نے دو امر ہرگز نہیں گمراہ ہونے کے بعد میرے جب
پکڑ و گے تم ان دونوں کو اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت [2] کافی ہے ہمکو اللہ اور رسول کی کتاب [3] فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں جمع ہوگی امت میری گمراہی پر [4] وہ تمہارے واسطے قرآن۔ نہیں چھوئیں گے اسکو مگر پاک لوگ۔

نکل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ابھی تو بفضل خدا علماء وفضلا موجود ہیں آپ اُسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲۵ میں لکھتے ہیں (مامور من اللہ کی جو شخص تکذیب کرتا ہے اسی کا اسکات اور افحام اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے الخ) حضرت اس سے صاف طور آپ مان گئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی دعوت کی بناء تکذیب پر کرتے ہیں ورنہ قول بالمتناقضین لازم ہوتا ہے نہ کہ علم میں لاف زنی پر مرزا کے مسیح موعود ہونے کی تکذیب حضرت مولینا پیر مہر علی شاہ صاحب سے تخمیناً دو تین سال ہو چکے ہیں کہ درجواب خط عبدالکریم سیالکوٹی لفظ (ہاں اس قدر مقصر ہوں کہ آپ کو مسیح موعود نہیں سمجھتا ہوں او کما قال) اُن کو پہنچ گئی تھی۔ اس پر دعوت انعقاد جلسہ نہ کی۔ اس جواب سے مرزا صاحب کا کام بھی نہ ہؤا یعنے ان کے اقوال سے رفع تناقض بھی نہ ہؤا اور مشتہر کی لیاقت علمی یا جہالت جیسا کہ پبلک کے انصاف میں آئے ثابت ہوگئی۔ سبحان اللہ بروقت مقابلہ خوارق اور نشانوں کا ظہور یا دعاؤں کی استجابت یا ظہور فرقان اسی کا نام ہے۔ شرم ! شرم !! شرم !!! چھوٹا میاں واہ ! واہ ! اور بڑا میاں سبحان اللہ۔ مشتہر صاحب صہ ۲ سطر ۱۲ پر لکھتے ہیں (میں حیران ہوں کہ اس دو سطر کی تحریر میں باہم کس قدر منافات ہے جبکہ توبہ کرلی پھر مباحثہ کی ضرورت دوسرے عقائد میں کیا باقی رہی) حضرت حیران نہ ہو جیئے توبہ مسیحت و مہدویت و رسالت کے دعوے سے مراد ہے۔ ماقبل کو دیکھو۔ حضرت پیر صاحب کے اشتہار میں (مدعی مسیحیت و مہدویت ورسالت) لکھا ہؤا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس دعویٰ سے توبہ کرنی اس کو مستلزم نہیں کہ باقی مسائل و تفاسیر میں جو اختلاف ہے وہ بھی جاتا رہے۔ شائد آپ نے یہ سمجھا کہ فقط توبہ سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ حضرت جی !

ع ایں خیال است ومحال است وجنوں

آپ ہزار وجوہات فاسدہ فرار اور گریز کی الزام سے بری ہونے کے لئے بناویں مگر سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہیں۔ بلکہ آپ کی جماعت کے لوگ بھی یقین کر چکے ہیں کہ علماء اسلام نے مباحثہ تحریری سے انکار نہیں کیا تھا۔ بلکہ تقریری کو بھی ساتھ اس کے ایزاد کیا تھا۔ کیا اسی کا نام انکار ہے۔ اب لوگوں کے دلوں سے اس امر حق کے نکالنے کا کیا علاج ہوگا۔ یہ تو "کردۂ خویش آمدہ پیش" کا معاملہ ہؤا۔ مولوی نورالدین صاحب کی علمیت اور مرزا جی کی

مسیحیت کا آپ جیسے حواریوں نے ستیاناس کر دیا۔ اگر شک ہے تو قادیان سے باہر نکل کر مختلف شہروں میں جا کر دیکھو۔ ایک بنفشہ فروش ملتانی حال مقیم راولپنڈی نے بنام محمد یمین داتوی کے اشتہار دیا۔ اور ایسا ہی شفا خانہ عیسوی کا مریض عبدالکریم سیالکوٹی اور ایسا ہی سخی سرور اور یہ مشتہران سب نے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کا چندہ کا روپیہ ناحق لے کر اہل اسلام اور مرزا صاحب کی نمک حرامی کی۔ نوش کیجئے کچھ مضائقہ نہیں۔

قالوا عجین الکلس لیس لطاھر ✤ قلنا نشد بہ شقوق المبرز

صفحہ ۹ سطر ۹ میں فرماتے ہیں (کیا آپ کے نزدیک لکھنا پڑھنا منافی بروزین کے ہے الخ) سبحان اللہ! ؎ فہم سخن گر نکند مستمع ✤ قوت طبع از متکلم مجوی

کیا جناب پیر صاحب کے اشتہار یا ضمیمہ کی کسی عبارت کا مفاد یہ ہے جو آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ یعنے لکھنا پڑھنا منافی بروزین کے ہے۔ حضرت جیوان کا مطلب یہ ہے۔ کہ تنازع فیمابین المسلمین کے وقت قرآن اور حدیث و اجماع کی طرف رجوع چاہیئے۔ کیا سیدنا شیخ عبدالقادر وغیرہ صاحب کمال جن کا حوالہ آپ دیتے ہیں۔ تنازع مذکور کے وقت طریق فیصلہ یہی ٹھہراتے تھے۔ کہ ہمارے جیسا کوئی تیز نویس ہو۔ تو اہل حق سمجھا جاوے گا۔ مرزا صاحب کے اس مضمون پر علماء کیا بلکہ محض اردو خوان تعجب اور ہنسی کر رہے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ المشتہر:۔ مولوی محمد عبداللہ جلووالا مورخہ ۲۱ اگست سنہ ۱۹۰۰ء

مرزا صاحب قادیانی کے علماء کی طرف سے شمس الہدایۃ مصنفہ حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحبؒ یا یوں کہو کہ عقیدۂ اسلامیہ پر اعتراضات

اور

حضرت مولینا حافظ محمد غازی صاحب مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی طرف سے انکے جوابات مرزائی مولوی کے اعتراضات۔ جناب پیر صاحب رسالہ مذکور (شمس الہدایۃ) کے صفحہ ۸ میں بجواب سوال یوں لکھتے ہیں:۔ "کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری

مانتے ہیں الا بعضے اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) پیر صاحب کا پہلا قول کہ کافۂ اہل اسلام مسیح کے رفع جسمانی کے قائل ہیں یہ سچ ہے۔ عوام بھی خیال کرتے ہیں اسی واسطے بعض مفسرین نے اہل کتاب کی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ رفع عیسٰے وعمرہ ثلث وثلثون سنۃ اور یہی عقیدہ ہے نصاریٰ کا۔ دیکھو تواریخ المسیح مؤلفہ پادری عمادالدین اگرچہ یہ روایت محض غلط ہے اور علماء محققین نے لکھا ہے کہ لا اصل لہٗ دیکھو زاد المعاد صفحہ ۱۹ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور۔ اور کتاب حج الکرامہ میں لکھا ہے۔ "ایں زعم نصاریٰ است"۔ اور دوسرا یہ قول کہ بعضے اہل تحقیق رفع روحانی کے قائل ہیں جیسا کہ شرح الصدور کے صفحہ ۱۷۴ میں لکھا ہے۔ وقد رفع قوم من امتہ محمد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کما رفع عیسٰے امت محمدیہ میں سے اولیاء کرام وشہداء وغیرہ کاملین کا رفع روحانی ہوا۔ اور جسمانی کسی کا بھی نہیں ہوا۔ اور پیر صاحب کا تیسرا قول مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔ اس جگہ پیر صاحب کے علم یا دیانت کا خوب پتہ ملتا ہے کیسی دبی ہوئی زبان سے حق اور باطل کو خلط کر دیا ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ جو لوگ رفع جسمانی کے قائل ہیں۔ جیسے کہ بعض تفاسیر وکتب اہل کتاب میں لکھا ہے۔ کہ مسیح دمشقی منارہ پر یا بیت المقدس میں یا جبل افیق پر نازل ہوں گے۔ یا لشکر اہل اسلام میں جہاں ہوگا۔ باختلاف روایات اور عوام میں سے بعضے جو اہل تحقیق ہیں وہ نزول روحانی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے۔ بعضے (عوام میں سے جو اہل تحقیق ہیں) برآنند کہ روح عیسٰے در مہدی بروز کند ونزول (ینزل فیکم ابن مریم) عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسٰے بن مریم۔ ایسا ہی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار وغیرہ اور جن کو پیر صاحب اہل تحقیق لکھ رہے ہیں یہ صوفیائے کرام ہی ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صوفیائے کرام کا علم اور عوام کا علم برابر نہیں ہے۔ اسی واسطے سید محمد حنفی اپنی کتاب خزینۃ الاسرار میں لکھتے ہیں من یاخذ العلم من شیخ مشافھۃ یکن عن الزیغ والتصحیف فی حرمۃ من یکن اخذ اخذ للعلم من صحف فعلمہ عند اھل العلم کالعدم زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی صفحہ ۲۰ جلد دوم۔ مزید برآں مولانا روم صاحب فرماتے ہیں

ع من زقرآں مغز او برداشتم ٭ استخواں پیش سگاں انداختم

مگر معلوم نہیں۔ کہ پیر صاحب مشرب تو صوفیانہ رکھتے ہیں۔ مگر عقیدہ صوفیانہ کیوں پسند نہیں۔ اگر اہل تحقیق قرآن اور احادیث کے برخلاف کہتے ہیں تو پھر پیر صاحب نے ان کو اہل تحقیق کیوں لکھا۔ اب چند سوالات جواب طلب عرض ہیں۔ ان کا جواب پیر صاحب کے مرید پیر صاحب سے دریافت کر کے قلمی فرماویں۔ **پہلا سوال**۔ پیر صاحب عیسائیوں کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے ہیں مگر اپنے نانا صاحب سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو کیوں نہیں مانتے جو مستدرک اور طبرانی میں موجود ہے وہ اخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ الخ **دوسرا سوال**۔ اگر مسیح زندہ بلا ایذا یہود آسمان پر چلا گیا۔ تو وہ مسیح کا ہم شکل جو مصلوب ہوا تھا۔ اُس کی نعش کدھر گئی۔ جس قبر میں وہ نعش رکھی گئی تھی۔ وہ تیسرے روز اس قبر میں نہ تھی۔ بلکہ آج تک وہ قبر خالی پڑی ہے اور یہودی اس روز سے آج تک یہی الزام حواریوں پر کیوں لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے مسیح کی نعش کو چُرایا ہے۔ اگر وہ مصلوب کوئی اور تھا۔ تو حواریوں کو اس کے چرانے کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ بحکم توریت مصلوب کی نعش کو قبر سے نکالنا ہی منع تھا۔ **تیسرا سوال**۔ اگر مسیح بلا ایذائے یہود آسمان پر چلے گئے تھے۔ تو پھر مرہم عیسیٰ جو آج تک تمام حکماء اپنی کتابوں میں لکھتے آئے کہ یہ مرہم حواریوں نے مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے تیار کی تھی۔ دیکھو علاج الامراض صفحہ ۵۰۸ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی۔ مرہم رسل کہ مسمی است بمرہم سلیخہ و مرہم عیسیٰ۔ و اجزائے ایں نسخہ دوازدہ عدد است۔ کہ حواریین جہت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام ترکیب کردہ اند برائے اورام صلیبیہ الخ۔ یہ کون عیسیٰ تھا جس کے لئے یہ مرہم تیار ہوئی۔ **چوتھا سوال**۔ ملک کشمیر شہر سرینگر محلہ خانیار میں جو ایک اولوالعزم نبی کا مزار ہے۔ اُس کو عیسے اور یوز آسف نبی اور یسوع کیوں کہتے ہیں **پانچواں سوال**۔ ملک تبت علاقہ باشا میں بمقام تہیسر ایک مسجد آستانہ عیسیٰ نبی کے نام سے کیوں مشہور ہے۔ **چھٹا سوال**۔ اس مسجد کے قریب ایک گرم چشمہ جس کا پانی بیمار لوگ بامید شفا استعمال کرتے ہیں

عوام میں مشہور ہے کہ یہ چشمہ عیسیٰ نبی کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ یہ کون عیسیٰ تھا۔

ساتواں سوال۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے جناب پیر صاحب کو رسالہ دعوت قوم کے صفحہ ۱۱ میں خاص مباہلہ کے لئے مخاطب کیا ہے۔ پیر صاحب مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔

بالآخر یہ عرض ہے کہ جو صاحب شمس الہدایت کی روایات کو صحیح تعین کرتا ہو تو براہ مہربانی قلمی فرماویں۔ کہ یہ عاجز ان کی صحت کی نسبت کچھ دریافت کرے گا۔

نوٹ:۔ جب تک ان سوالات کا جواب کافی نہ دیا جاویگا۔ اور کسی تحریر کا جواب خاکسار کی طرف سے نہ دیا جائے گا۔

الراقم:۔ محمد مبین از داتہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ

مولوی حافظ محمد غازی کی طرف سے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

میاں محمد مبین صاحب۔ عبارت ہذا (کافہ اہل اسلام الخ) کا مطلب یہ ہے۔ کہ رفع جسمی اور نزول جسمی پر سب اہل اسلام متفق ہیں۔ مگر بعض صوفیہ مثل شیخ اکبر و شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم تبدیل جسم خاکی مع جسم نوری کے قائل ہیں۔ میں آپ کے اس طباعی اور ذکا پر نہایت ہی تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اس عبارت سے رفع روحانی کیسے سمجھ لیا۔ مزید برآں شرح الصدور کی عبارت رفع روحانی کی سند میں کس تدبیر اور فکر کے ساتھ پیش کی ہے۔ سبحان اللہ۔ لیجئے میں آپ کے لئے شرح الصدور کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ جس سے آپ کی سمجھ و دانش کا پورا موازنہ ہو جائے گا۔ اور عبارت شرح الصدور (وقد رفع قوم من امتہ محمد نبینا علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کما رفع عیسیٰ وذالک العجب) کا معنی یعنی امت محمدیہ میں سے اولیاء کرام و شہداء وغیرہ الخ) جو آپ نے لکھا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ جواب ہے اس سوال کا جو در بارہ موازنہ معجزات محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور معجزات باقی انبیاء علیہم السلام کے واقع

ہُوا ہے جیسا کہ ما قبل کی عبارت سے واضح ہے۔ عبارتہ ہکذا (فان قیل فان عیسیٰ
دفع الی السماء) یعنی اگر اعتراض کیا جائے کہ معجزہ عیسوی یعنی بجسدہ مرفوع الی السماء ہونا
بہ نسبت اور معجزات کے زیادہ وقعت اور عظمت رکھتا ہے۔ تو ہم جواب دیں گے۔
(وقد رفع قوم من امۃ محمد الخ) یعنی امت مرحومہ محمدیہ میں سے بھی کئی ایک اہل اللہ
بجسدہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں۔ جیسا کہ عیسےٰ علیہ السلام بجسدہ اُٹھائے
گئے۔ اور بعض اُمت مرحومہ کا مرفوع بالجسم ہونا عیسےٰ علیہ السلام کے اُٹھائے
جانے سے زیادہ تر موجب تعجب ہے۔ ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ معجزات
میں رفع جسمی ہی بالخصوص شمار کیا گیا ہے بخلاف رفع روحانی کے کہ غیر انبیاء کرام
کو بھی شامل ہے۔ ناظرین! برائے خدا ذرا صفحہ ۷۴ شرح الصدور میں عبارت
مذکورہ کے ماقبل اور مابعد میں بھی خیال فرماویں۔ جس سے صراحتہً یہ ثابت ہوتا ہے
کہ امت مرحومہ میں سے بھی کئی اہل اللہ مثل عیسےٰ علیہ السلام کے اُٹھائے گئے
ہیں۔ تشبیہ فقط بالجسم اُٹھائے جانے میں ہے۔ جسم مع الروح یا بلا روح سے
بحث نہیں۔ ہاں بالجسم کی قید بالضرور لفظ حدیث یعنی فلم توجد جثتہ الخ سے لینی
پڑے گی۔ بعدازاں اگر رفع جسمی عیسےٰ علیہ السلام بعد الوفات لیوں۔ تو آپ کے
مذہب کے برخلاف ہے۔ اُسی صفحہ کے ماقبل اور مابعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن
عدی اور اویس قرنی وغیرہ وغیرہ کا بجسدہ مرفوع ہونا مذکور ہے اور بخاری کی جلد
ثانی صفحہ ۵۸۷ میں بھی قصہ عامر بن فہیرہ کا مذکور ہے اگر بخاری میں ثم وضع مذکور ہے
جس سے اُٹھائے جانے کے بعد زمین پر رکھ دینا مفہوم ہوتا ہے۔ مگر عروہ بن الزبیر سے
مغازی موسیٰ بن عقبیٰ میں رفع ثم وضع ثم فقد بعد ذالک مروی ہے جس سے دوبارہ
اُٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ عبارت بتمامہ خوفاً للتطویل نہیں لکھتا ہوں شرح الصدور
ملاحظہ فرماویں۔ اور نیز اگر عبارت مذکورہ سے رفع روحانی مراد ہو تو مشبہ بہ میں جو
کسی نوع کا امتیاز ہونا چاہیئے تھا۔ وہ تقدیر مذکور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رفع روحانی
میں سب برابر ہیں اور ایسے اگر رفع روحانی لیں تو تخصیص قوم کے ساتھ شہداء

اور انبیاء اور اولیاء ہرگز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ رفع روحانی ہر مومن کے لئے ثابت ہے آپ نے (الا بعض اہل تحقیق الخ) سے بحوالہ اقتباس الانوار وہ بعض مراد لئے ہیں۔ جو باستشہاد لا مھدی الا عیسیٰ کے روح عیسوی کا بروز مہدی میں ملنتے ہیں۔ اور نزول کو عبارت اسی بروز سے ٹھہراتے ہیں۔ سبحان اللہ اس بعض کو کسی اہل تحقیق سے لکھا ہے؟ خدا سے ڈریئے۔ صاحب اقتباس الانوار تو صفحہ ۵۲ کی تیسری سطر میں اس قول کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔ "وایں مقدمہ بغایت ضعیف است" اور لا مہدی الا عیسٰے کا سیاق سباق ابن ماجہ میں کسی محدث سے پڑھیئے۔ تاکہ اس بعض کے استشہاد اور جناب مرزا صاحب کے استشہاد کا پورا حال معلوم ہو جائے۔ بروز کا مسئلہ بھی کسی اہل تصوف سے سمجھ کر بعد ازاں دعوی مسیحیت موعودہ کے ساتھ مطابقت کریں۔ علاوہ ازیں نزول کو بمعنے بروز لینے میں ینزل فیکم کا معنے یہ ہوُا۔ کہ تم سب میں روح عیسوی بروز کرے گی۔ تو سب اہل اسلام امام الزمان ہوئے۔ پھر مقتدی کون رہا۔ اور نجات اس اشکال سے بدوں تاویل در تاویل مشکل ہے۔ آپ کو شمس الهدایۃ میں الآ بعض اہل تحقیق کے مشرح کرنے کے لئے بھی قول مردود عند الصوفیہ ملا۔ ذرا فتوحات یا فصوص یا مولینا قطب الدین صاحب کی مصنفات کو ملاحظ فرما لیتے یا کسی عالم ہی سے پوچھ لیتے۔ الغرض آپ نے جلدی فرمائی۔ مگر گفتۂ خویش آمدیش یعنی وہی

بیت چو در بستہ باشد چہ داند کسے ٭ کہ جوہر فروش است یا پیلہ ور

جواب سوال اوّل۔ امام جلیل کبیر حافظ عماد الدین بن کثیرؒ نے منجملہ روایات رفع کے ۳۳ سال کی روایت کو بمطابقت حدیث صحیح کے ترجیح دی ہے۔ کما قال فانہ رفع ولہ ثلث وثلثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذالک فی حدیث صفۃ اہل الجنۃ انہم علی صورۃ آدم ومیلاد عیسیٰ ثلث ثلثین سنۃ واما ماحکاہ ابن عساکر عن بعضہم انہ رفع ولہ مائۃ و خمسون سنۃ فشٔ وغریب بعید) ابن کثیر صفحہ ۲۴۵۔ اور طبرانی نے باسناد جید انسؓ سے روایت ۳۳ سال کو ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل اہل الجنۃ علی طول آدم ستین ذراعا بذراع الملک و

وعلی حسن یوسف وعلی میلاد عیسٰے ثلٰث وثلٰثین سنۃ الخ۔ بدور السافرہ صدے۲
اور خازن اور ابن سعد اور احمد اور حاکم نے اسی روائیت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس ارسل اللہ عیسٰے علیہ السلام وہو ابن ثلٰثین سنۃ فمکث فی رسالۃ ثلاثین شہراً ثم رفعہ اللہ الیہ۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴
واخرج ابن سعد واحمد فی الزہد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسٰے ابن ثلاث وثلاثین سنۃ۔ درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ اب فرمائیے یہ عیسائیوں کا قول ہے یا سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اور آپ نے جو حوالہ طبرانی کا دیا ہے۔ سچ ہے یا جھوٹ۔ اور روائیت ۳۳ سال کی روایات ۱۵۰۔ اور ۱۲۰ سال سے صحیح ہے یا نہیں۔ بالفرض اگر روائیت دوسری یا تیسری صحیح ہی ہو تو عقیدہ اجماعیہ کو کیا مضر اور آپ کے مدعی کو ان سے کیا فائدہ۔ کیا ناظرین علماء کرام اس اعتراض کو مناقضہ یا معارضہ یا منع کسی مقدمہ کا مقدمات مطلوب میں سے ٹھہرا سکتے ہیں؟ **جواب سوال دوم**۔ ناظرین خدارا انصاف مسیح کا مصلوب اور مدفون ہو کر بعد تیسرے روز کے قبر سے اٹھایا جانا یہ عیسائیوں کا قول نہیں؟ پہلے سوال میں جو معترض نے الزام مرشدنا پر لگایا تھا۔ اس کے ملزم آپ ہی ٹھہرے کچھ بھی دیر نہ ہوئی۔ اور کیسے ہو مثل مشہور ہے۔ "دروغ گو را حافظہ نباشد" مسیح کی نعش کو اب عیسائیوں سے پوچھیئے۔ جن کو آپ نے امام بنا کر صریح قرآن اور اجماع اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر یہود اور ان کے اتباع چونکہ خود ہی دہوکا میں آرہے ہیں تو تم کو کیا پتہ دیویں گے۔ آخر کار قرآن مجید اور فرقان حمید ہی فیصلہ فرماویگا۔ یہ سوال (کہ مسیح کی نعش کدھر گئی) بے جا ہے۔ کیونکہ جب ہم شکل مسیح کو اُنہوں نے مسیح ہی سمجھ کر مصلوب اور مدفون قرار دیا۔ تو پھر اپنے زعم کے مطابق نعش کو چُرا لینے میں کیا تھا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم کو پڑھو۔ مسیح کا بلا ایذا آسمان پر چڑھایا جانا آپ کو حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ تو اس آئیت کو سوچو۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنک۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اے مسیح منجملہ ہمارے انعامات کے جو

تمہارے پر کئے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے۔ کہ ہم نے بنی اسرائیل یعنی یہود کو تمہارے سے روک دیا۔ جب کہ اُنہوں نے تیری ایذا اور قتل کا ارادہ کیا تھا۔ دیکھو سب تفاسیر اہل اسلام کو۔ اگر کہو تو تین سو تفسیر سے زائد کا پتہ یہ خاکسار دے سکتا ہے اب فرمائیے پہلے سوال میں جو مرشدنا پر الزام لگایا گیا وہاں تو ۱۲۰ یا ۱۵۰ کی روایت قرآن کریم میں یا حدیث صحیح میں بھی بطریق قطعیت مذکور نہ تھی اور ہمارے مدعی یعنی عقیدہ اسلامیہ کو کسی طرح کا اس سے ضرر بھی نہ تھا۔ بخلاف اس الزام کے جو دوسرے سوال میں آپ کے اوپر عائد ہُوا ہے۔ کیونکہ یہ مخالف ہے قرآن کریم اور اجماع امت مرحومہ سے علاوہ اس کے تمہارے مدعیٰ کو بھی مناقض ہے۔ **تیسرا سوال اور چوتھا پانچواں۔ چھٹا۔** اس قابل نہیں کہ کوئی اہل اسلام قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنیٰ کو العیاذ باللہ چھوڑ کر محض افترائے خانہ زاد باتوں کے در پے ہو۔ اہل کشمیر تمہارے پر ہنسی کر رہے ہیں۔ کہ یہ کیا مایعنو لیا ہے۔ کہ ہم کو روپیہ دے کر ایک بزرگ کی قبر کو قبر مسیح کہلانا چاہتے ہیں۔ یہ حکایت عزیز جی سوداگر ہمارے پاس بیان کر گیا ہے۔ اور جو کشمیر سے آتا ہے۔ اس امر کی تکذیب بیان کرتا ہے۔ اگرچہ ہم لوگ ایسی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت مرحومہ ہمارے واسطے سند کافی ہے۔ مگر محض تمہارے بہتان و افتراء ظاہر کرنے کے لئے جو کشمیر سے آتا ہے۔ اُس سے پوچھا جاتا ہے۔ معہذا سوال ۵ و ۶ سے تمہارے مدعی یعنی وفات مسیح کا اثبات اور ہمارے مدعی کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے۔ **جواب سوال ساتواں۔** مباہلہ تو آپ لوگوں نے اپنا بچاؤ بنا رکھا ہے۔ جب فریقین ماجاء بہ الرسول علیہ السلام کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور امر متنازعہ فیہ کا ذکر بھی صراحۃً قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ تو پھر مباہلہ کا کیا معنے۔ ہاں البتہ اس کے پیش کرنے سے یہ فائدہ آپ کو ہے۔ کہ کون اپنے اوقات عزیزہ کو ضائع کر کے ہمارے تک

پہنچے گا۔ تو پھر ہم ہی غالب رہیں گے۔ مگر یاد رکھیں محض نصیحۃً للہ عرض کرتا ہوں کہ قرآن اور سنت کے سمجھنے کے لئے علوم خادمہ کا ہونا بھی ضرور ہے۔ کچھ حاصل کر لیویں۔ ورنہ کون ہر روز آپ کے سمجھانے کے لئے شرح بنا کر چھپواتا رہیگا میاں محمد یسین صاحب! اب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالئے اور انصافاً فرمائیے یہ کس کی دیانت اور علمیت کی خانہ خرابی ہے۔ کیسے مشرب صوفیہ کرام اور مذہب علماء عظام سے روگردانی ہے، وہ کون ہے جس نے حق و باطل کو خلط کیا دیدہ دانستہ راہ راست کو چھوڑا۔ کس نے سلف و خلف کے عقیدہ حقہ کی تخریب کی۔ کس کے ہاتھوں قرآن و حدیث کی تحریف ہوئی؟ خدا را انصاف۔ اسی فہم و دانش پر اتنا زور و شور ہے۔ اتنی ہی سمجھ بوجھ پہ مایۂ غرور ہے؟ شرح الصدور کی عبارت دانی میں تو ماشاء اللہ آپ اوّل نمبر پاس ہوئے ہیں۔ اب زاد المعاد اور حجج الکرامہ کے مطلب فہمی سے ڈبل نمبر لینا باقی رہ گیا ہے۔ مہربان من اتنے ہی پر صبر کیجئے۔ زیادہ اپنی پردہ دری نہ کرائیے۔ جب آپ کو شمس الہدایت کی اردو عبارت سمجھنے میں اتنی دقت واقع ہوئی ہے۔ تو قرآن و حدیث کے مضامین عالیہ و مطالب اقوال صوفیہ کرام خدا ہی سمجھائے گا۔ معہذا بڑے بڑوں پر بیباکانہ ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ ہے۔ ہاں سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اب میں آپ لوگوں کو نصیحۃً لکھتا ہوں۔ کہ اگر تمہیں ان مسائل متنازعہ میں شک و شبہ ہے اور واقعی تحقیق حق بھی منظور ہے۔ تو دو بدو رفع کیجئے۔ محمد یسین صاحب جیسے آپ کو شرح الصدور کی عبارت ہذا (وکا ختلاف) میں دھوکا ہوا ہے اور رفع سے رفع روحانی سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح فاضل امروہی نے امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس قول سے (رفع محمد الی السماء کما رفع عیسےٰ) سے رفع روحانی سمجھا ہے۔ میں پوری عبارت شرح مواقف

کی نقل کر دیتا ہوں ۔ تاکہ ناظرین سیاق سباق سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سمجھ کر محاکمہ فرماویں ۔ عبارت شرح المواقف ہکذا (وکاختلاف ہم بعد ذالک فی موتہ حتی قال عمر من قال ان محمداً قد مات علوتہ بسیفی وانما رفع الی السماء کما رفع عیسےٰ بن مریم وقال ابوبکر من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ محمد فانہ حی لایموت الخ) یہ شرح مواقف کی خاتمہ میں دیکھو جہاں پر بیان مختلفہ کا ہے ۔

نیز مرزا صاحب ومولوی نورالدین کی خدمت میں یہ ضروری التماس ہے ۔ کہ اس سلسلہ اشتہاری بلامحل سے بجز تضیع اوقات آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ اور نہ یہ فضول گوئی آپ کی جماعت کی فرداً فرداً آپ کو کچھ فائدہ دے گی ۔ ہاں اگر کوئی تحریر آپ اپنے نام سے عمل میں لاتے تو مضائقہ نہ تھا ۔

پس ہم آئندہ آپ کی ایسی فضول تحریروں کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے اور نہ ہی اُن کا جواب دیا جائے گا ۔ البتہ اختلاف مسائل کی تصدیق کے واسطے ہم تیار ہیں ۔ اگر منشا ہو تو بذریعہ امیر احمد شاہ صاحب وکیل راولپنڈی آپ مقام اور وقت کا تصفیہ فرماویں ۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۔

المشتہر

مولوی حافظ محمد غازی عفی عنہ

تازہ مژدہ

واضح رہے۔ کہ آج کل مولوی محمد حبیب اللہ صاحب ساکن امرتسر نے حضور میں ایک عریضہ لکھا ہے۔ جس میں آٹھ سوالات کے جوابات طلب کئے ہیں وہ اعتراضات فی الواقع مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابوالعطاء حکیم خدابخش قادیانی نے اپنی کتاب عُسل مصفےٰ میں حیات مسیح اور رجوع موتیٰ پر کئے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ میں نے امرتسر کے چند ایک علماء مثلاً محمد داؤد بن عبدالجبار مرحوم غزنوی۔ خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی۔ ابوالوفاء ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضات کے جوابات کے متعلق استفسار کیا۔ مگر افسوس کہ کسی نے تسلی بخش جوابات نہ دئے۔ لہٰذا اب حضور میں ارسال ہیں کہ آپ بخیال ثواب دارین اُن کا جواب تحریر فرماکر فرقہ مرزائیہ کے دام مکر سے اہل اسلام کو خلاصی دینگے۔

نیز مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ میری خود یہ حالت تھی کہ عسل مصفےٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اُٹھے اور وفات مسیح پر پورا یقین ہو گیا۔ مگر الحمدللہ کہ آپ کی سیف چشتیائی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش اثر ٹپکایا۔ اور نیز چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم مع لڑکے اپنے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے۔

لہٰذا حضور اقدس نے بوجہ افادہ خلق اللہ کمال مہربانی سے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے اُن آٹھ سوالات کے جوابات صرف قرآن کریم سے اس پرایہ میں تحریر فرمائے ہیں کہ بآب زر باید نوشت۔ واللہ اگر دنیا بھر کوئی پھرتا تو ایسے جوابات پیدا نہ کر سکتا۔ علاوہ متضمن ہونے حقائق و معارف کے نظائر و امثال سے سلیس عبارت اُردو میں ایسے مشرح ہیں کہ ہر ایک شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ سیف چشتیائی ایک ضخیم کتاب ہے۔ جس کا مطالعہ ہر ایک انسان کے لئے متعذر ہے۔ لہٰذا آٹھ جوابات معہ سوالات ہدیہ ناظرین ہیں۔ تاکہ سب کو فائدہ ہو۔

(حلقہ بگوش فقیر احمد پشاوری)

نقل عریضہ مولوی صاحب مذکور　　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　از امرتسر

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب حضرتنا شیخنا سیدنا و مولانا زبدۃ المحققین و رئیس العارفین

بعد سلام علیکم کے عاجز یوں گذارش کرتا ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تائید میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابو العطاء حکیم خدا بخش قادیانی نے ایک ضخیم کتاب عسل مصفیٰ لکھی ہے۔ اس کتاب میں مرزا موصوف نے اپنے زعم میں وفات مسیح کو جہاں تک ہو سکا ثابت کیا۔ مرزا صاحب قادیانی نے تو ازالۂ اوہام مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۵۹۱ سے تا ۶۲۷ میں ۳۰ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا۔ مگر حکیم صاحب اپنے پیر سے بھی بڑھ نکلے یعنی اُنہوں نے ساٹھ۶۰ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا۔ مثل مشہور ہے۔ "گرو جنہاں دے جاندے ٹپ۔ چیلے جان شڑپ"۔ راقم الحروف کی اکثر اوقات امرتسر کے مرزائیوں کے ساتھ گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی کتاب سیف چشتیائی نے مجھے بڑا فائدہ دیا اور چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم معہ اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے۔ اور باقی مرزائیوں کے دل ویسے ہی سخت رہے۔ سچ ہے

؎ خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو　＊　زندگی اپنی سمجھتا ہے جو مر جانے کو

میری خود یہ حالت تھی کہ عسل مصفیٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اُٹھے۔ اور وفات مسیح پر پورا یقین ہو گیا۔ مگر الحمد للہ کہ آپ کی سیف چشتیائی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش امرت ٹپکا۔ امید ہے۔ کہ کئی برگشتہ آدمی اس سے ایمان میں تر و تازگی حاصل کریں گے۔ عرصہ ایک سال سے عاجز نے کمربستہ ہو کر یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک ضخیم کتاب بنا کر عسل مصفیٰ کی تردید بخوبی کی جائے اور اس کی تمام چالاکیوں کی قلعی کھولی جاویگی۔ چنانچہ راقم الحروف عسل مصفیٰ کے رد میں کتاب "صاعقۂ آسمانی بر نخل قادیانی" لکھ رہا ہے اور اس کے پانچ باب ترتیب وار باندھے ہیں (۱) حیات مسیح ۱۵ فصلوں پر (۲) حقیقت المسیح ۱۵ فصلوں پر (۳) حقیقت النبوت

۱۵ فصلوں پر (۴) حقیقت المہدی ۱۲ فصلوں پر (۵) حقیقت الدجال ۸ فصلوں پر۔

مصنف عسل مصفےٰ نے چند ایک اعتراضات مسیح اور رجوع موتے پر کئے ہیں۔ عاجز ذیل میں وہ اعتراض تحریر کر دیتا ہے اور آپ سے ان کے جوابات کا خواستگار ہے۔ میں نے امرتسر کے چند ایک عالموں مثلاً محمد داؤد بن عبدالجبار مرحوم غزنوی۔ خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی۔ ابولوفا ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضوں کے جواب پوچھے۔ مگر افسوس کہ کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہیں دیئے۔ اب اُمید ہے کہ آپ بخیال ثواب دارین ان اعتراضوں کے جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام مکر سے اہل اسلام کو خلاصی دیں گے۔

اوّل (۱) صحیح بخاری بطبع احمدی جلد ۱ ص ۴۸۱ میں ہے۔ عن ابن عمرؓ قال قال النبیؐ لایت عیسےٰ وموسےٰ وابراھیمؑ فاما عیسےٰ فاحمر جعد عریض الصدر الخ۔

(۲) پھر اسی بخاری میں ہے۔ حدثنا احمد قال سمعت ابراھیمؑ عن ابیه قال لا واللہ ماقال النبیؐ بعیسےٰ احمر و لکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبة فاذا رجل ادم سبط الشعر یھادی بین رجلین ینطف رأسه ماء او یھراق ...... الخ

پہلی حدیث میں عیسیٰ مسیحؑ بن مریم ناصری کا حلیہ سرخ رنگ۔ بال گھونگر دار سینہ چوڑا تھا۔ اور دوسری حدیث میں مسیحؑ موعود کا حلیہ گندم گوں رنگ۔ بال کندھوں پر لٹکے ہوئے اور سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ مسیح ناصری اور ہے اور آنے والے مسیح جس نے دجال کو مارنا ہے اور ہے۔

دوسری حدیث میں یہ بھی ہے۔ قال ثم اذا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کان عینه عنبة طافیة کاشبه من رایت من الناس بابن قطن واضعا یدیه علٰے منکبے رجلین یطوف بالبیت الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ مگر دوسری صحیح حدیثوں سے صاف عیاں ہے کہ دجال

پر مکہ و مدینہ حرام کئے گئے ہیں۔ پھر مسیح دجال کا طواف کرنا کیا معنے رکھتا ہے
دوم ۔ صحیح بخاری میں ہی ہے۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا ثم قرء کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین فاول من یکسی ابراھیم ثم یؤخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم من نارقتھم فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰؑ بن مریم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی .... الخ جزء ۷ سورۃ مائدہ میں ذکر ہے کہ مسیح پر سوال ہونے پر مسیح جواب دیں گے ۔کہ سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم۔ الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللّٰہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت . . . الخ قیامت کے رسول اللّٰہ یہ آیات اپنے اوپر چسپان کر کے فرماویں گے۔ اور اپنے بیان کو عیسےٰ کی طرح بیان فرماویں گے۔ اب یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپ یہی کہیں گے۔ کہ جب تو نے مجھے وفات دی۔ اور کما قال العبد الصالح صاف کرتا ہے کہ مسیح بھی کہیں گے۔" جب تو نے وفات دی"۔

اب اس سے معنے وفات کے لے کر یہ کہا جائے ۔کہ اس سے مراد وہ موت ہے جو مسیح کو زمین پر آنے کے ۴۵ سال بعد آئے گی۔ تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا۔ کہ مسیح کے پیرو مسیحی ابھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کی وفات کے بعد ہونگے اور اس جا آئندہ وفات مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ خدا تو مسیح کے اس زمانے کی نسبت سوال کر رہا ہے جبکہ مسیح کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا نہ کہ آئندہ زمانہ کی نسبت اور پھر مسیح اتنا زمانہ چھوڑ کر آئندہ موت کی بابت کس طرح گفتگو کرنے اور پھر تفسیر مثلاً کمالین وحسینی

وغیرہ میں فلما توفیتنی کے معنے رفع الی السماء نہ ہونا۔

اور گذشتہ زمانے میں یہ کہنے پر کہ "جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا"۔ یہ اعتراض آتا ہے کہ آنحضرتؐ پھر کما قال العبد الصالح فرما کر قیامت کو یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ "جب تو نے مجھے فوت کر لیا"۔ ورنہ یوں کہنا چاہیئے "جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا"۔ اور یہ غلط ہے جس حالت میں کہ مسیح کی طرح ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح کی بابت تو آسمان پر اُٹھایا جانا معنے کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فوت ہو جانے کے معنے کریں۔ کیونکہ اس سے تو مماثلت درست نہیں رہتی۔

سوم - صحیح بخاری میں کتاب التفسیر میں ہے۔ "قال ابن عباسؓ متوفیك ممیتك" بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ ایسے معنے کرنے میں آیت یا عیسٰے فی .... الخ میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں۔ کیونکہ کتاب التفسیر میں صرف متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں (۲) اگر رافعک کے بعد متوفیک کو رکھیں تو لازم آوے گا کہ مسیح کا رفع تو ہو گیا ہے۔ ومطھرك وجاعل الذین الخ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہؤا۔ بلکہ بعد وفات کے ہوگا اور یہ غلط ہے (۳) اگر متوفیک مطہرک کے بعد رکھئے تو لازم آوے گا کہ رفع و مطہر ہونیکے وعدے تو پورے ہو گئے ہیں۔ مگر مسلمان کافروں پر غالب نہیں ہیں بلکہ موت کے بعد ہوں گے۔ حالانکہ یہ غلط (۴) اگر متوفیک کو سب کے آخر رکھیں تو لازم آویگا کہ قیامت کے دن جبکہ اور لوگ زندے ہو کر اُٹھیں گے مسیح فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ قیامت تک تیرے پیرووں کو کافروں پر غالب رکھوں گا (۵) یہ چار وعدے ترتیب وار ہیں اگر واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت کے پہلے پہلے یہ سب وعدے پورے ہونے چاہئیں تو الی یوم القیامۃ کی ضرورت نہ تھی اور اس کی نظیر میں کوئی اور آیت بھی پیش کرنی چاہیئے۔

چہارم - بعض مفسرین نے آیت وان من اھل الکتاب ... الخ کے معنے یہ کئے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں جتنے اہل کتاب ہونگے وہ سب مسیح کی موت کے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس پر عسل مصفےٰ کے یہ اعتراض ہیں کہ (۱) آیت وجاعل الذین الخ

آئیت سے صاف عیاں ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جاوینگے (۲) یہ معنے مفسرین کے اس آیت کے مخالف ہیں جہاں ارشاد ہے۔ کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان تا قیامت بغض ڈالا ہے (۳) اور اس آئیت کے بھی مخالف ہے کہ جہاں ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت پیدا کر دیتا۔ مگر یہ سنت اللہ کے برخلاف ہے (۴) یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانے کو کیا خصوصیت ہے (۵) دجال یہودی ہوگا اور اس کے ساتھ ۷۰ ہزار یہود ہونگے۔ باوجود اہل کتاب ہونے کے پھر وہ کیسے ایمان لانے کے بغیر مر جائیں گے۔

پنجم۔ عسل مصفےٰ والے مسیح کے معجزات احیائے موتےٰ۔ ابراہیمؑ کے "رب ارنی کیف تحی الموتی ... الخ عزیرؓ کے ۱۰۰ سال کے بعد زندہ ہو جانے۔ بنی اسرائیل کے ۷۰ سرداروں کے زندہ ہو جانے سے صاف انکار کیا ہے اور اسی کی باطل تاویلیں کی ہیں اور عدم رجوع موتےٰ پر یہ آیات قرآنی پیش کئے ہیں۔

(۱) وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَهْلَکْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (جز ۱۷ رکوع ۷) (۲) اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (جز ۲۳ رکوع ۱) (۳) حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَۃٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (جز ۱۸ رکوع ۶) (۴) اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی الخ (جز ۲۴ رکوع ۲) (۵) ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ (جز ۱۸ رکوع ۱)

ششم۔ سورۃ البقر۔ جز ۳۔ میں جہاں ابراہیمؑ کا ذکر ہے کہ فرمایا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ الخ اس پر مرزائی کہتے ہیں کہ مفسرین نے قیمہ کرنا کوٹنا کس کے معنے کئے ہیں گو فَصُرْهُنَّ کے معنے کوٹنا بھی ہیں۔ مگر یہاں "اِلَیْکَ" ایسے معنوں سے روکتا ہے۔ اگر کوٹنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا معنے ہوتے تو صرف فصرہن کافی تھا نہ کہ فصرہن الیک اور جز صرف

ٹکڑوں کو ہی نہیں کہتے۔ بلکہ ثابت جسم کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے ۱۶ آدمیوں کا جزہم آدمی و ۱/۲ آدمی و آٹھ آدمی وایک آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ پس اسی طرح ابراہیمؑ نے چار جانوروں میں سے ایک ایک جانور پہاڑ پر رکھا اور پھر آواز دے کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

ہفتم۔ جس حالت کو قرآن مجید کی ۲۵ سے زیادہ آیتوں میں متوفی کے معنے موت کے آئے ہیں۔ تو پھر یہاں مسیح کو کیا خصوصیت ہے۔ اگر پورا کر لینے کے معنی لیں تو پھر بھی یہ ایک معما باقی رہتا ہے کہ (۱) کیا عمر کو پورا کرنا (۲) کیا جسم و روح کو پورا کر لینا۔ (۳) یا اور کوئی اور معنی اور اگر جسم مع الروح پورا لینا مراد ہے تو باقی آیات میں جہاں توفی وغیرہ ہے تو کیا یہ معنے بنیں گے۔ کہ خدا یا فرشتے لوگوں کو جسم مع الروح اُٹھا لیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قبض کرنا کے معنے لئے ہیں اور قبض ہمیشہ روح کا ہوا کرتا ہے۔

ہشتم۔ جب کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول تو متوفی کے معنے ہمیشہ قبض روح کے ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر مرزائیوں کے آگے آیات تَوَفّٰی کُلُّ نفس اِبْرَاهِیْمُ الَّذِیْ وَفّٰی وغیرہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو باب تفعل سے نہیں ہیں۔ گو اس کا ماخذ وفا ہی ہے۔

یہ آٹھ سوال گویا تمام عسل مصفّٰے کے اعتراضوں کا خلاصہ ہے۔ ان کا جواب دینا گویا مشن مرزائیہ کے سر پر آسمانی بجلی گرانا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ ان کے جوابات تسلّی بخش تحریر فرماویں گے۔

خادم الاسلام

محمد حبیب اللہ۔ کٹڑہ مہاں سنگھ کوچہ ناظر قطب الدین پاس مسجد غزنویاں امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ وآلہٖ وصحبہٖ

جواب سوال نمبر (۱) احمر اور آدم سے مراد ایک ہی شخص ہے۔ کیونکہ درصورت تغائر دوسری حدیث کا جملہ (لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعیسی احمر و لکن قال بینما انا نائم اطوف الکعبة فاذا رجل آدم الخ) بے محل اور غیر مربوط ثابت ہوتا ہے۔ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جاسکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنے۔ اس قدر تشدد اور تاکید بالحلف اُس صورت میں شایان ہے کہ ایک ہی شخص کی نسبت حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور اسی شخص کو ایک راوی احمر بتاتا ہے اور دوسرا آدم روایت کرتا ہے اور راوی ثانی واجتماع بین الحلیتین فی شخصٍ واحد غیر واقعی نظر آتا ہو۔ یا صرف روایت باللفظ اس کا مقصود ہو۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری وہی مسیح موعود ہے اور فی الواقع دونو حدیثیں صحیح مانی جاسکتی ہیں۔ راوی ثانی کا مطلب اور مطمح نظر صرف روایت باللفظ ہے۔ نفیاً و اثباتاً مسیح علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رنگت میں چونکہ سرخی و سپیدی ملی ہوئی تھی کما فی ابوداؤد وغیرہ (فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض الخ) ایسی رنگت والے کو اگر سرخ کہا جائے تو بھی اور اگر گندم گوں بتایا جائے تو بھی بجا ہے۔

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسیح اور دجال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا۔ سو معلوم ہو۔ کہ خیال منفصل اور عالم رویا میں عالم شہادت کے محالات ممکنات دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا ہی مجردات مجسم ہو کر۔ چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا بروز حشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونا جس کا مومنین انکار کرینگے۔ پھر دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (علم) کو درصورت لبن مشاہدہ فرمانا۔ اور نیز واضح رہے کہ ہر ایک شخص اپنے خیالات اور اعتقادات و اعمال میں مرکز استعداد ذاتی اپنے کے اِردگرد گھومتا رہتا ہے۔ یعنی ان اسماء الٰہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا۔ کہ جن اسماء کے لئے اس کا عین ثابت فیض اقدس میں لبغیر تخلل جعل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ صدیقی عین ثابت (ھادی) اور ابوجہل کا عین ثابت (مضل) کے احاطہ سے

باہر نہیں جا سکتا۔ ایسا ہی عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عین ثابت اور دجال کا بھی۔ حدیث کا مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم اور دجال دو تو اپنے اپنے بیت اللہ سمائی کا طواف کر رہے ہیں۔ ایک یہدی من یشاء کے اظہار میں اور دوسرا یضل من یشاء کے اسباب میں سرگرم اور کمربستہ ہے۔ ہادی اور مضل کا موصوف چونکہ ذات واحدہ ہے لہٰذا عالم رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی بیت اللہ مشہود ہوا۔ یہ ہے مطلب مسیح اور دجال دونوں کے طواف کرنے کا۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

دوسری حدیث جس میں دجال کی عدم رسائی بیت اللہ تک کا ذکر ہے وہ بھی صحیح و بجا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دجال کو عالم شہادت میں بیت اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔

جواب سوال نمبر ۲ اور ۳:۔ توفی کا معنے موت نہیں۔ بلکہ موت ایک نوع ہے معنی توفی کے انواع میں سے۔ توفی کا معنے قبض کر لینا، اُٹھا لینا، پورا کر لینا۔ سُولانا دیکھو لسان العرب۔ قاموس۔ صراح وغیرہا۔ سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ پھر قبض کر لینا عام ہے۔ ایسا ہی اُٹھا لینا۔ اگر اس قبض و رفع کا متعلق نفوس و ارواح ہوں اور فاعل اللہ تعالیٰ تو اس کے لئے دو صورتیں ہیں۔ ایک موت دوسری نیند۔ پس موت و نیند معنے توفی کے لئے جزئیات و مواد ٹھہرے۔ چنانچہ آیت ذیل سے صاف ظاہر ہے (اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا) یعنی قبض نفوس و ارواح کی دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند اگر توفی کا معنے موت دینا اور مارنے کا لیا جائے تو کلام الٰہی معاذاللہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب توفی کے مفہوم میں موت ہے تو پھر (حین موتھا) لغو ٹھہریگا۔ اور (والتی لم تمت) میں بوجہ عطف کے (الانفس) پر اجتماع ضدین (موت) و (عدم موت) کا سامنا آئے گا جو باطل۔ آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ قبض نفوس گو دو صورتیں موت و نیند میں ہوتا ہے۔ مگر درصورت موت نفس مقبوضہ کو چھوڑا

نہیں جاتا۔ بخلاف حالت نیند کے۔ کہ اس میں نفس مقبوضہ کو اجل مسمّی و میعاد معین تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ساری آیت پڑھو (اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی) پس ثابت ہُوا۔ کہ توفی کا معنے صرف قبض ہے اور مقبوض شدہ شے خواہ نفوس وارواح ہوں اور پھر چھوڑے نہ جائیں۔ چنانچہ موت کی صورت میں یا پھر چھوڑ دئے جائیں۔ چنانچہ بحالت نیند و بیداری۔ یا غیر نفوس ہوں۔ چنانچہ توفیت مالی وغیرہ محاورات عرب کما فی لسان العرب وغیرہ ایسا ہی (متوفیك) اور (فلما توفیتنی) خارج ہے موضوع لہ توفی سے کہ (المضاف اذا اخذ من حیث انہ مضاف یکون التقیید داخلا والقید خارجا) قاعدہ مسلمہ ہے۔

فرض کیا کہ زید مر گیا اور عمرو سو رہا ہے اور دونوں کے متعلقین نے بعد مرجانے زید کے اور سو جانے عمرو کے ارتکاب جرائم اعتقادی و عملی کرنا شروع کیا۔ زید و عمرو دونوں سے سوال کرنے میں ایک ہی عبارت کا استعمال بحسب شہادت آیئہ مذکورہ بالا (اَللّٰہُ یتوفی الانفس) کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً (انما قلتما ان یعتقدوا او یعملوا کذا او کذا الا ما امرتنا و کنا علیھم شھیدین ما دمنا فیھم فلما توفیتنا کنت انت الرقیب علیھم و انت علٰی کل شیئٍ شھید) یعنی برخلاف ارشاد الٰہی ان کو کہنا ہم کو شایاں نہیں تھا۔ ہم جب تک ان میں موجود تھے ان کو ہدائیت کرتے رہے اور فرمان خداوندی پہنچاتے رہے۔ پھر جب تو نے ہمارے ارواح کو قبض کر لیا اور اُٹھا لیا پھر تو ان پر نگہبان تھا۔ بشہادت آیئہ مسطورہ بالا و کتب لغت (لسان العرب۔ قاموس۔ صراح) توفی کا معنے قبض و رفع کا ٹھہرا اور موت و نیند انواع و اقسام ٹھہرے معنی قبض کے لئے اور مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ استعمال کلی کا جزئی میں مجاز ہے نہ حقیقت۔ لہٰذا اہل لغت نے موت کو معنے مجازی ٹھہرایا ہے توفی کے لئے۔ سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح ابن مریم علیہما السلام بجواب سوال مذکور لفظ فلما توفیتنی استعمال فرما سکتے ہیں

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں معنی۔ پھر جب قبض کر لیا تو نے مجھ کو یعنی میرے جسم کو مع الروح پکڑ لیا اور اُٹھا لیا۔ وجہ اس کی وہی ہے کہ توفی کا معنے مطلق قبض و رفع کا ہے اور شئ مقبوض و مرفوع اس کے معنے سے خارج ہے۔ جملہ توفی اللہ زیداً کو تینوں صورتوں میں بول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زید کو مار دیا یعنی اس کی روح کو قبض کرنے کے بعد نہ چھوڑا۔ یا اللہ تعالےٰ نے زید کو سُلا دیا۔ یعنی اس کی روح کو بعد القبض چھوڑ دیا۔ یا اللہ تعالےٰ نے زید کو بالکلیہ (جسم مع الروح) قبض کر لیا اور اُٹھا لیا۔ تیسری صورت محل نزاع ہے۔ اور پہلی دو صورتیں آیۃ اللہ یتوفی الانفس سے صراحۃً ثابت ہیں بلکہ اس آیت میں یتوفی کے معنے میں غور کرنے پر یہ اشکال جاتا رہتا ہے۔ کہ جسم مع الروح کا اُٹھا لینا جملہ مذکورہ سے کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ محاورہ قرآنیہ میں جس جگہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ ہو۔ وہاں معنے موت ہی مراد ہے کیونکہ مطلق قبض و رفع توفی کا معنے ہے نہ خاص موت ہی۔

جو لفظ کہ معنے کلی (مطلق رفع وقبض) کے لئے موضوع بشہادت لغت و قرآن کریم ہے اس لفظ (توفی) کو ایک اس معنی کی جزئی کے لئے موضوع سمجھ لینا مثلاً لفظ انسان کو خاص زید کے لئے موضوع قرار دے لینا سراسر جہالت ہے۔

سطحی فرقہ کو دہوکہ لگنے کی وجہ علاوہ قلت مبلغ علمی کے یہ بھی ہے۔ کہ معنی کلی توفی کے جزئیات و مواد میں سے موت والا مادہ فی الواقع بھی بہت ہے اور قرآن کریم میں بھی بکثرت وارد ہوا ہے یہاں تک کہ اس کثرت کی وجہ سے عوام نے موت کو معنے حقیقی توفی کے لئے سمجھ رکھا ہے۔ مگر اہل تحقیق و اہل بصیرت کی نظر واقعات پر ہوتی ہے یعنی وہ لوگ مثلاً دیکھتے ہیں کہ گو قرآن کریم ہی میں خلقت انسان نطفہ سے بتائی گئی ہے اور اس کے نظائر و جزئیات کے لئے اس قدر وسعت و فراخی ہے کہ شمار میں نہیں آسکتے اور (اِنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ) اور ایسا ہی (خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ) بھی کثرت مذکورہ پر شاہد ہیں۔ مگر اس سے ہرگز ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ لفظ خلق کا معنیٰ یہی قرار دیا جائے۔ کہ نطفہ سے پیدا کرنا بلکہ

معنی خلق کا مطلق پیدا کرنا ہے خواہ نطفہ والدیْن سے ہو۔ چنانچہ کثیر الوقوع ہے یا صرف نطفہ والدہ سے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم۔ یا جسم انسانی کے پہلو سے۔ چنانچہ حوّا علیہا السلام یا مٹی سے۔ چنانچہ آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہٰذا توفی کا معنے صرف موت بشہادۃ کثرت نظائر قرآنیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

یہاں پر بالطبع سوال ذیل پیدا ہوتا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنٰهُ فِیْ نُطْفَةٍ یا خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ کے عموم سے نصوص قرآنیہ مثلاً (خلقه مِنْ تُرَابٍ) اور (اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ الخ) آدم و عیسیٰ علی نبینا و علیہما السلام کو استثناء کنندہ موجود ہیں اور عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کو کونسی نص قرآنی کثیرۃ الوقوع جزئیات و مواد سے مستثنیٰ کرتی ہے۔ **جواب** آیۃ و ما قتلوہ یقینا بل رفعه اللّٰه الیه نص قطعی ہے۔ عیسےٰ ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام کے بتمامہ و زندہ اُٹھایا جانے پر۔ **سوال** بل رفعه اللّٰه الیه سے مراد رفع درجات و اعزاز ہے۔ کما قال سبحانه وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے مسیح ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام کو زندہ اُٹھالیا۔ **جواب**۔ بل رفعه اللّٰه الیه سے رفع درجات مراد لینا بالکل مخالف ہے سیاق کلام الٰہی کے۔ اس لئے کہ ماقبل میں قول یہود کا ذکر ہے کہ انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰه یعنی یہود کا یہ خیال تھا۔ کہ ہم نے مسیح علی نبینا و علیہ السلام کو بذریعہ صلیب مار ڈالا جس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مسیح کا بذریعہ صلیب قتل کرنا یہ محض یہود کا غیر واقعی زعم ہے۔ انہوں نے مسیح علی نبینا و علیہ السلام کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اُٹھا لیا۔ یعنی مسیح کو ان کے ہاتھ سے بچا لیا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ یعنی اے مسیح منجملہ ہمارے انعامات و احسانات کے جو تجھ پر ہم نے کئے ہیں۔ اور جن کا ذکر ماقبل میں ہے۔ مثلاً احیاء موتےٰ و ابراء اکمہ و تائید بروح القدس۔ ایک یہ بھی احسان ہے کہ ہم نے تم کو یہود کے ہاتھ سے بچا لیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تردید اسی

صورت میں تردید ماقبل یعنی قول یہود کی ہو سکتی ہے کہ رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمانی لیا جائے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے مسیح کے جسم کو اُٹھا لیا۔ اور یہود کے پنجہ سے بچا لیا۔ کما قال واذ کففت بنی اسرائیل عنك اور نیز درصورت رفع درجات واعزاز کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد یعنی قتل ورفع میں علاوہ مخالفت سیاق کلام کے تضاد بھی نہیں پایا جاتا جو کہ قصر قلب کا مفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ مااھنت زیدا بل اکرمته میں نے زید کی اہانت نہیں کی بلکہ اس پر اکرام کیا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے اہانت اور اکرام میں تضاد ہے۔ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

ایسا ہی قتل اور رفع کا بھی اجتماع نہ چاہیئے۔ قتل جسمی اور رفع جسمی میں تو بیشک تضاد اور عدم اجتماع ہے اور قتل جسمی اور رفع درجات میں تضاد نہیں کیونکہ جو شخص بے گناہ مقتول و شہید ہو اس کے لئے رفع درجات بھی ہوتا ہے لہٰذا (رفعہ اللہ الیہ) سے رفع جسمی مراد ہے نہ رفع درجات۔ **سوال**۔ قتل صلیبی چونکہ حسب تصریح توراینہ موجب لعن وملعونیت ہے۔ لہٰذا ذکر ملزوم وارادہ لازم کے طریق پر گویا کلام مذکور بمنزلہ وما کان ملعونا بل رفعہ اللہ الیہ کے ٹھہرا اور ملعونیت اور رفع درجات کے مابین تضاد ہے دونوں ہم جمع نہیں ہو سکتے

جواب:۔ مقتول صلیبی کا موجب لعن ہونا اسی صورت میں ہے جبکہ مقتول مرتکب جرم ہو۔ ورنہ درصورت غیر مجرم ہونے کے مستحق اعزاز واکرام ہوتا ہے۔ دیکھو توراینہ کتاب استثناء آیتہ ۲۲ اور ۲۳ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے۔ جس کو ہم سیف چشتیائی میں توراینہ سے بعبارتہ نقل کر چکے ہیں۔ اس وقت قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں کوئی کتاب سامنے نہیں۔ آیتہ بل رفعہ اللہ الیہ میں تحقق ہے اس وعدہ کا جو آیتہ (انی متوفیك ورافعك الی الخ) میں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیتہ (بل رفعہ اللہ الیہ) نص قطعی ہے۔ رفع جسمی وحیات مسیح پر اور تحقق ہے اس وعدہ کے لئے جو کہ (متوفیک) و (رافعک) دونوں سے

کیا گیا ہے اور (فلما توفیتنی) میں وہی مطلق رفع مراد ہے۔ یعنی درجواب سوال خداوندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مسیح علی نبینا و علیہ الصلوۃ دونوں اسی (توفیتنی) کو استعمال فرمائیں گے۔ چنانچہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ (انی متوفیک) اور (فلما توفیتنی) اور (بل رفعہ اللہ الیہ) میں رفع جسم والروح مراد ہے۔ واضح ہو کہ ابن عباس و بخاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مذہب حیات مسیح کا ہے۔ چنانچہ مرویات ابن عباس مندرجہ تفسیر درمنثور و کتب احادیث اور تراجم بخاری و تاریخ بخاری سے ظاہر ہے۔

اور حدیث بر ثملا وصی عیسٰی ابن مریم سے بھی کل صحابہ علیہم الرضوان کا اجماعی عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ لہٰذا قول ابن عباس متوفیک ممیتک مندرجہ بخاری سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ کہ ان کا مذہب برخلاف عقیدہ اجماعی کے ہو۔ ممکن ہے کہ متوفیک کا معنے ممیتک امتحاناً فرمادیا ہو۔ چنانچہ آپ (ابن عباسؓ) مباحثات یومیہ میں جو فیمابین صحابہ آیات قرآنیہ کے متعلق ہوا کرتے تھے۔ اثنا تقریر میں مسح علی الرجلین کو مدلل طور پر امتحاناً بپایۂ ثبوت پہنچاتے تھے۔ حالانکہ مذہب ان کا غسل رجلین کا ہے۔ اور نیز یہ روایت معارض ہے دوسری روایات ابن عباس سے جن کو درمنثور وغیرہ نے باسانید صحیحہ ذکر کیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۴۔ آیۃ (وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ) مسیح موعود کے وقت جتنے اہل کتاب ہونگے وہ سب مسیح کی موت کے پہلے اس پر ایمان لاویں گے۔ مرزائیوں کے اس پر اعتراضات (۱) یہ معنے مخالف ہے آیۃ (وَجَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ) سے کیونکہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے۔ پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جائیں گے۔

الجواب (۱) قیامت تک غالب رہنے کا معنے مدت دراز تک قریب قیامت غالب رہنے کا ہے۔ نہ یہ کہ شروع یوم حشر تک۔ عرصہ دراز سے قرآن کریم میں

تعبیر نہ صرف (الی یوم القیامۃ) کے ساتھ کی گئی ہے ۔ بلکہ اسی معنے کو (خالدین)
کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے دیکھو (خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا
شَآءَ رَبُّكَ) حالانکہ مدت دوام آسمان وزمین دنیویہ معدود اور متناہی ہے نہ بطریق خلود۔
اہل عرب کا محاورہ ہے کہتے ہیں (لا آتیك ما دامت السموات والارض وما اختلف
اللیل والنھار) اور مطلب یہ ہوتا ہے ۔ کہ میں جبتک زندہ ہوں تیرے پاس نہ آؤنگا
اس سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ قائل لا آیتک تا مدت بقاء آسمان وزمین اور تا تعاقب
لیل ونہار زندہ رہیگا تو یہ حماقت ہے ۔ جس کا منشاء بغیر از جہالت اور نہیں ۔ اسی تقریر
سے مطلب آیت (وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) کا بھی
معلوم ہو سکتا ہے ۔ رہی آیت (وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ) سو اس کا مطلب یہ
ہے ۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو راہِ راست پر کر دیتا ۔ مگر ایسا نہیں چاہا۔
یعنی کسی کو کافر کسی کو مومن بنایا ۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اگر مثلاً خط عرب کے
سارے موجودہ لوگ مشرف بالایمان بعد از کفر و شرک ہو جائیں ۔ چنانچہ ایسا ہوا ہے
تو یہ امر آیت لو شاء لہداکم سے برخلاف ہوگا ۔ ایسا ہی کسی شہر یا کسی ملک یا روئے
زمین کے باشندے مختلف المذہب اگر مسلمان ہو جائیں ۔ تو آیۃ مذکورہ کی مخالفت
نہیں ۔ ایسا ہی مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے وقت موجود لوگ جو قتل وہلاکت
سے بچ رہے ہوں سارے ہی مسلمان ہو جائیں تو ہو سکتا ہے ۔

دجال کی معہ ستر ہزار یہود اگر بغیر ایمان لانے کے مرجائیں تو اس سے اس کلیہ میں جو
مدلول آیت (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ) کا ہے کوئی خلل نہیں آتا ۔ کیونکہ (لیؤمنن)
قضیہ موجبہ ہے اور صدق ایجاب وجود موضوع کا مقتضی ہوتا ہے ۔ پس محکوم علیہا
وہ افراد ہوں گے ۔ جو قتل وہلاکت سے بچ جائیں گے ۔ مثلاً اگر کہا جائے عرب
میں سب لوگ مسلمان رہیں گے یا ہونگے تو اس کا یہ مطلب ہوگا ۔ کہ بعد جہاد و مقاتلہ
جو بچ رہیں گے ۔ وہ مسلمان ہی ہونگے ۔ (صدق الایجاب یقتضی وجود الموضوع)
قضیہ مسلمہ ہے ۔

یہ خیال کرنا کہ جب بعہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے۔ تو پھر (مسیح کے زمانہ کو کیا خصوصیت ہے) بالکل بیجا اور جہالت ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ اہل فارس وروم وغیرہ بعہد نبوی مشرف باسلام نہیں ہوئے۔ تو بعہد خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع یا بعہد خلیفہ آخری (مہدی موعود) کیسے مسلمان ہوسکتے ہیں۔ تو ایسے قائل کو جواباً یہی کہا جائیگا۔ کہ خلفاء علیہم الرضوان کی کارروائی چوں کہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ڈالی ہوئی کی تعمیر ہے۔ لہٰذا بعینہٖ نبوی کارروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ بلکہ پیشین گوئی آیتہ (لیظہرہ علی الدین کلہ) والی آخری خلیفہ نبوی کے زمانہ میں بروقت نزول مسیح متحقق ہوگی۔ چنانچہ وعدہ فتوح بلاد شام مندرجہ سفر توراتیہ موسوی زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ بعہد یوشع خلیفہ موسےٰ علی نبینا وعلیہما السلام متحقق ہوا۔ ایسا ہی وعدہ (لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) بعہد خلیفہ آخری بروقت نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ظہور میں آئے گا۔ اور یہ سب کمال نبوی ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جواب سوال نمبر ۵۔ انکار معجزات مرزا اور مرزائیوں سے کوئی نئی بات نہیں فلاسفہ اور معتزلہ ان سے پہلے منکر چلے آئے ہیں اور اہل السنت اپنے تفاسیر و مؤلفات میں جابجا مع مالہا وما علیہا اُن کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ آیات خمسہ ذیل میں :-

(۱) وحرامٌ علیٰ قریۃ اہلکناہا انہم لایرجعون (۲) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (۳) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ الخ (۴) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ الخ (۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ الخ

بیان ہے اکثریہ کا اور انتفاء امر طبعی کا یعنی موتے بحسب الطبع رجوع کو نہیں چاہتے کما قال (لایرجعون) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر اللہ تعالےٰ موتے کو اس عالم میں دوبارہ لائے تو بھی ناممکن اور غیر واقع ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ خرق عادت ہوگا نہ بروفق عادت اور قولہ تعالےٰ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) خرق اور وفق دونوں کو شامل ہے۔

جواب سوال نمبر۶۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتیٰ ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ چار پرندے پہلے مار دئے گئے تھے۔ بعد ازاں زندہ کیا جانے پر ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر پہنچے۔ قیمہ۔ کوٹنا وغیرہ وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ پہلے ان کی موت تو ضروری ٹھہرتی ہے۔ تاکہ احیاء موتیٰ کا معنے متحقق ہو۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب چاروں زندہ پہاڑوں پر چھوڑ دئے گئے ہوں۔ اور بعض کو ان میں سے بلایا گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں احیاء موتے والا معنے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے معائنہ کرنا چاہا تھا پایا نہیں جاتا۔ مفسرین علیہم الرضوان کا بیان (قیمہ کوٹنا وغیرہ) بیان تاریخی ہے نہ ترجمہ۔

جواب سوال نمبر۷۔ قرآن کریم میں بلبنیٰ کی جگہ اگر لاکھ جگہ متوفی کا معنے موت لیا گیا ہو۔ تو بھی کلیہ اس سے ثابت نہیں ہو سکتا چنانچہ جواب سوال نمبر۲ میں لکھا گیا ہے۔

آٹھویں سوال کا جواب بھی پہلے جواب سوال نمبر۲ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔

والسلام خیر ختام

وَالحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام منہ باطناً علیہ ظاہراً

العبد

الملتجی والمشتکی الی اللہ عو مہر علیشاہ عفی عنہ ربہٗ بقلم خود

از گولڑہ

۱۸ ذو الحجہ ۱۳۲۴ھ

بالمقابل دعوت

از مولوی محمد غازی صاحب بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی

الا اے میرزا تا کے تو حال این و آن بینی
دمے چشم دلت وا کن کہ نورِ عین جہان بینی

باین حال و روش ہرگز نہ اصل حق عیان بینی
بچشم دل نگر تا کہ رموزِ دو جہان بینی

درین عالم کسے را نے بقائے جاودان بینی
نہ گل خندان نہ بلبل را ہمیشہ نغمہ خوان بینی

تو تا کے اندرین عالم بہارِ گل فشان بینی
پشیمان مے شوی آخر اجل را بیگمان بینی

نہ محبوبے نہ معشوقے نہ این شیرین دہان بینی
نہ مداحِ خودت را ہر زمان رطب اللسان بینی

تفکر کن بحال خود نہ غافل شو نہ غافل شو
نہ غمخوارے بکار آید نہ مونس اندران بینی

اجل وقتیکہ مے آید کند پامال حالِ تو
شوی مانند بیچارہ نہ کس را آن زمان بینی

اگر روزے بانصافے بہ بینی در وجودِ خود
نہ آثارِ مسیحی را درو ہرگز نشان بینی

نمے زیبد تفاخر بر خود و بر قادیانِ تو
نہ این ماند نہ تو مانی نہ ہرگز عز و شان بینی

نہ نور الدین بکار آید نہ امروہی نہ کشمیری
نہ تیمورے دہد لیکچر نہ خود را پیش شان بینی

نہ خندد صبح امیدت نہ بر آرد نہالِ تو
نہ دائم گلشنت را این لباسِ زعفران بینی

چرا شائع کنی این دین باطل را درین عالم
چو آمادہ بتکذیبش زمین و آسمان بینی

چرا بستی کمر از بہرِ ترویج عقاید خود
چو آیاتِ خدا از بہر تردیدش عیان بینی

بتکذیبِ امامت تو ندا از آسمان آمد
بزودی پیشِ حق شادان گروہِ دشمنان بینی

زمین نفرت کند از تو فلک گرید بر احوالت
ملک لعنت کنان نزدِ خدا بر آسمان بینی

الا اے احمق و جاہل حذر کن زین عقائد ہا
وگرنہ ذلت و خواری بہ نزدِ عاقلان بینی

ازین مذہب کنارہ کن وزین دین توبہ مے باید
چو او را کاذب و باطل بوقتِ امتحان بینی

ز شمس بازغہ مردود شد خود دین مرزائی
مسیحِ قادیانی را سیہ روئے از ان بینی

شده مردود تصنیفات امروہی ہمہ یکدم   چو شمس بازغہ مردود پیشِ مردماں بینی
خدارا بیں چہ ثابت شد بہ تصنیفات امروہی   بجز جہلِ مرکّب نے دراں دیگر نشاں بینی
نہ مہدیّت مسیحیّت ازو ثابت شدہ ہرگز   نہ گاہے ابنِ مریم را تو اندر قادیاں بینی
حذر کن از مکاید ایں تدبّر کن بہ امروہی   کہ اقوالش ہمہ یکدم بطرزِ جاہلاں بینی
نصیحت گوش کن از من بدر کن ایں مسیحت را   بیا اینجا باخلاصے کہ نورِ حق عیاں بینی
نظر کن سوئے شاہِ من کہ مہرش چوں درخشانست   فلک مرہوں نثار او نجومِ آسماں بینی
بیک جلوہ جہانے را کند محوِ تماشائے   عجب شانے وطرارے بطرزِ دلستاں بینی
بصحرا گر وزد بادے ز لطف و مہربانی اش   دراں وادی ہمہ شاخِ غزالاں درفشاں بینی
شوی آگاہ اگر از علم و از فضل و کمالاتش   بلا شکّش تو دینِ مصطفےٰ را بس ضماں بینی
ز آثارِ کمالش آئینے ہست ایں کتابِ او   اگر بینی بہ نیکوئی براہینش عیاں بینی
ہزاراں آفریں بر ہمتِ مردانہ اش بادا   کہ از لطف و عنایاتش رہِ حق را عیاں بینی
چو ہست از آل پاکِ مصطفےٰ ذاتِ معلّاتش   سرایم مدحش کہ او را درفشاں بینی
شہنشاہِ جہاں بینی امامِ عارفاں بینی   اگر از عینِ جاں بینی حبیبِ دو جہاں بینی
کمالِ او شود روشن چو ذاتش را عیاں بینی   نہ چون و ایں چرا ماند نہ آنجا ایں و آں بینی
تشکوکِ رفع مے گردد تسلّی مے شود حاصل   چو او را دُر فشاں و نکتہ را در امتحاں بینی
اگر رو نے کند ایزد برائے تو ملاقاتش   وجودِ ذاتِ عالی را نہ چوں اہلِ جہاں بینی
بر او بالد دمے زیبد ہر آں وصفی کہ میگوئی   چہ آلِ مصطفےٰ را پیشِ حق با عزّ و شاں بینی

گلستانِ جہاں تا سبز بار آور بود غازی
چو بُلبُل بر گلِ نعتش مرا تسبیح خواں بینی

ایضاً

الا اے میرزائے قادیانی   بقائے ایں جہاں تا کے بدانی
چرا در بندِ نفس آشفتہ جانی   بیا بشنو حدیثِ کامرانی

ز گلبانگِ حدیثِ شادمانی
شگفته شد دلِ اہلِ معانی

بخند اے بُلبُلِ خنداں کہ اِیندم
تر و تازہ است باغِ زندگانی

بحمد اللہ خوشی آمد الم رفت
بشادی و خوشی شد کامرانی

نحوست با سعادت شد مبدّل
الم رفتہ فرو شد سرگرانی

مہیا شد ہمہ اسبابِ راحت
بامدادِ فیوضِ آسمانی

کجائی اے مسیحِ قادیانی
بیا بنگر تو این باغِ معانی

شگفتہ شد گلِ اُمیدِ عالم
تر و تازہ شدہ عہدِ جوانی

بطورِ دعوے مے گویم کہ اِیندم
تجلّٰی کردہ فیضِ آسمانی

بدانش ہر یکے تصنیف کردہ
کتابے نو برّدِ قادیانی

کسے تا این زماں نادر کتابے
نکرد ایجاد با این خوش بیانی

کتابے نو عجب ایجاد فرمود
بشرح و بسط با حلِ معانی

امامِ پیشوا مہرِ علی شاہ
حبیبِ کبریا محبوبِ ثانی

سہے سروِ ریاضِ مصطفائی
دلِ مشکلکشا شاہِ جہانی

کلیدِ قفلِ گنجِ علم و دانش
دُرِ یکتائے دریائے معانی

جنابِ او بنورِ حق منوّر
دلش را مظہرِ حق ہم بدانی

نہ پندارم چو او شخصے بعالم
بعلم و دانش و با نکتہ رانی

کمالاتش بحدِّ حصر ناید
کند واصف اگرچہ جانفشانی

عدیلش نیست پیدا در زمانہ
مثیلش گم شدہ در دارِ فانی

دریں تصنیف و تالیفِ مضامین
سبق بُردہ بر اربابِ معانی

بہ علمش کے رسد علمیّتِ تو
زِ فیّاضِ ازل علمش بدانی

از و مہدیّتت مردود گردد
شدہ مکسوف شمسِ قادیانی

چساں شد منہدم حصنِ حصینت
بچشمِ خویش بنگر گر تو دانی

شکستہ شد کمانِ اِختراعت
ز زورِ بازوئے مردِ جیلانی

شدہ باطل عقاید میرزائی — خجل گشتہ گروہِ قادیانی
کجائی اے غلام احمد کجائی — بیا گویم بتو رازِ نہانی
اگر بینی مضامینش بانصاف — شوی فائز بعمرِ جاودانی
بچشمِ غور بنگر این صحیفہ — اگر خواہی حیاتِ جاودانی
اشارہ کن بہ ذریاتِ خویشت — کہ این رائے کنند از بر زبانی
تنبہ کن تنبہ کن تنبہ — کہ آخر نیست دائم زندگانی
نہ امروہی بکار آید نہ دیگر — خیالِ خویش کن کر میتوانی
خدا پرسد ز تو این ماجرائے — چہا گردی بگو اے قادیانی
جوابے چہ دہی آنوقت آخر — تو ساکت مے شوی حیران بمانی
نصیحت گوش کن گر عقل داری — ترا گویم ز روئے مہربانی
پشیماں شو بگو کردم گناہے — خدایا عفو کن از مہربانی
سخن کوتاہ کن اے غازی زباں بند — ندارد فائدہ طولِ بیانی
دعا کن بہرِ شاہِ خود کہ او را — خدا دارد بحفظ و مہربانی
مرا کافیست این عزت خدایا — کہ در سلکِ غلامانش بخوانی
کنی یارب بمحشر لطف بر من — بحقِ حرمتِ آں جانِ جانی

یقول المصحح الحافظ الغازی

ھذا الکتاب للفضائل جامع — فکانہ روض نضیر یانع
وکانہ بالنور بدر ساطع — وکانہ بالحق سیف قاطع
وکانما قرطاسہ وحروفہ — ورق وورق فی الریاض سواجع
وکانما منہ مداد کلامہ — سبج ویاقوت مذاب ناصع
فیہ الی نہج النجاۃ طریقہ — وبہ الی الشرع الشریف شرائع
شیخ الانام اجاد فی تحقیقہ — اعلی العلی والجاھلون ھواجع
کشف الغطاعنہ فاضحی واضحا — کالشمس عنہا قد امیط براقع

تمت

تصنیفات

علامہ دوراں قطب زماں حضرت قبلۂ عالم سیدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ

تحقیق الحق فی کلمۃ الحق

یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے۔ جو کہ حضرات صوفیائے کرام کے مکشوفات میں سے ہے۔ اور ساتھ ہی لکھنؤ کے مشہور صوفی مولینا سید عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی کتاب کلمۃ الحق کا جواب بھی ہے جس میں شاہ صاحب موصوف نے مسئلہ وحدت الوجود کو کلمہ طیبہ کا مدلول ثابت فرما کر تمام اُمت کو اس کشفی مسئلہ کے ساتھ مکلف ہونے پر کافی دلائل پیش فرمائے تھے۔ آنجناب نے اپنے خداداد علمی و عرفانی کمالات سے ایک طرف شاہ صاحب مرحوم کے اس خطرناک نظریہ کی تردید فرمائی۔ جس سے امت مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمہ طیبہ پر ایمان سے محروم ہونا لازم آتا ہے اور دوسری طرف صوفیائے کرام کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کی ایسی تشریح فرمائی جو ارباب علم و ذوق کیلئے خضرِ راہ ہے۔ آخر میں صوفیائے وجودیہ کے سلوک اور توجہ کے طریقہ کو نہایت ہی عمدہ انداز میں بیان فرما کر بطور تبرک حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سیرت طیبہ اور نہایت ہی مفید اور کارآمد وصیتوں پر کتاب کو ختم فرمایا ہے۔ پہلا ایڈیشن جو ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوا تھا کافی عرصہ سے ختم ہو چکا تھا۔ اب دوسرا ایڈیشن بمعہ اُردو ترجمہ اور مختصر حالات مصنف رحمۃ اللہ علیہ طبع ہو چکا ہے۔ جو اُردو خوان حضرات کے لئے بھی کافی مفید ہے۔ فی جلد تین روپے

شمس الہدایہ

یہ کتاب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر

نزول فرمانے کے موضوع پر کتاب و سنّت کی روشنی میں ایک لاجواب تحفہ ہے جس کے پڑھنے سے موجودہ دور کے بعض غلط خیالات کی پوری تردید سامنے آجاتی ہے۔ جن کی وجہ سے ختم نبوّت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کافی کوشش کی گئی تھی۔ کتاب اُردو میں ہے۔ جس سے اکثر طبقہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ سابقہ ایڈیشن ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا زیرِ طبع ہے۔

سیفِ چشتیائی

یہ کتاب حیاتِ مسیح علیہ السلام اور ختمِ نبوّت کے منکرین کے ردّ میں لکھی گئی ہے۔ اور بلاشبہ اس موضوع پر قوتِ استدلال اور طرزِ بیان کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اور ہر طبقہ کے علماء میں مقبول ہے۔ سابق ایڈیشن ختم ہے اور نیا ایڈیشن سفید کاغذ پر عمدہ طباعت و کتابت کے ساتھ منظرِ عام پر آچکا ہے۔ قیمت فی جلد چار۴ روپے۔

فتاویٰ مہریہ (حصّہ اوّل)

یہ کتاب آنجناب کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں بغرضِ سہولت آپ کے دیگر تصنیفات میں مختلف مقامات پر بیان کردہ بعض دیگر مسائل بھی ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں۔ جو کہ اہلِ علم و عقیدت حضرات کیلئے نہایت ہی مفید ہے۔ قیمت فی جلد تین۳ روپے۔

اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ

یہ کتاب وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر ہے جس میں مسائل نذر و نیاز، سماعِ موتیٰ، استمداد اولیاء کرام وغیرہ کو نہایت ہی شستہ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان مسائل میں مدت سے اہلِ اسلام میں جو اختلاف چلا آرہا تھا اسے نہایت ہی اعتدال و انصاف کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دو ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔ اب تیسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔

قیمت دو۲ روپے

مکتوبات طیبات

یہ کتاب آنجناب کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے۔ جو وقتاً فوقتاً آپ نے احباب اور متعلقین کو لکھے ہیں اور اکثر اُردو میں ہیں۔ جن کے مطالعہ سے شریعت و طریقت کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔ دوسرا ایڈیشن طبع ہو چکا ہے لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ رعایتی قیمت تین روپے۔

پنج گنج عرفان

نعتیہ کلام حضور قبلہ عالم رضی اللہ عنہ بمعہ قصیدہ مضریہ مع اسناد پنجابی دعائے حزب البحر و چہل کاف و قصیدۂ مدحیہ

در شان حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ۔ قیمت ۷۵ پیسے۔

مجموعہ وظائف (مترجم)

چشتیہ از حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نفیس ٹائیٹل۔ عمدہ طباعت و کتابت کاغذ سفید ۳۲۰ صفحات

قیمت صرف دو روپے۔

ملفوظات طیبات

عنقریب بمعہ ترجمہ اُردو طبع ہو کر قارئین کی خدمت میں پیش ہونگے۔

الفتوحات الصمدیہ قیمت ۵۰ پیسے **عجالہ بر دو سالہ** قیمت ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ

سیّد عبد القادر بغدادی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی

(قاضی محمد نور عالم عفی عنہ مہتمم)

کشمیر آرٹ پریس راولپنڈی میں باہتمام قاضی محمد نور عالم طبع ہو کر گولڑہ شریف سے شائع ہوا۔